خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchalnovel.com
aanchalpk.com
عید سعید

بانی مدیرہ — زیب النساء

مدیر اعلیٰ — مشتاق احمد قریشی

مدیرہ — قیصر آرا

نائب مدیرہ — سعیدہ نثار

مدیر خصوصی — طاہر احمد قریشی

معاون مدیرہ — جویریہ احمد

روشین احمد

جلد	39
شمارہ	03
جون	2017

ماہنامہ آنچل کراچی

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
f /Naeyufaq Aanchal & Hijab official group
f /women.magazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

عید سروے

آرٹیکل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی [illegible] 74400

سرورق: ماہین ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ''آنچل'' پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 کے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ اس کا سارا کام خیر ہی خیر ہے۔ یہ (سعادت) مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اُسے دُکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اُسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ سراپا شکر بن جاتا ہے تو یہ بھی اُس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ یعنی وہ ہر حال میں خیر ہی خیر سمیٹتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جون ۲۰۱۷ء کا آنچل بطور عید الفطر نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔

عید کی تمام بہنوں کو پیشگی مبارک باد، عید سے قبل رمضان کا ماہِ مبارک ہمیں نیکی، تقویٰ، عباداتِ الٰہی کی نہ صرف دعوت دے رہا ہے بلکہ ہمارے نفس کو پاکیزہ اور ہر طرح کی دنیاوی آلائشوں سے صاف کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور سب سے اہم یہ کہ قربِ الٰہی کا ذریعہ بھی مہیا کرتا ہے۔ موسم گو کہ شدید ہے لیکن مزہ تو تب ہی ہے کہ امتحان کی تمام دشواری اور سختی کے باوجود ہم اس ماہِ مبارک کے امتحان میں پورے اتریں اور پورے نمبر حاصل کر کے اپنی کامیابی کا جشن عید الفطر کی صورت منائیں، اگر ہم سب مل کر اس ماہِ مبارک میں اپنی تمام تر اخلاص اور دیانت سے احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہماری زندگی ہی نہیں بلکہ آخرت کی دائمی زندگی کا بہترین انتظام ہم خود کر سکیں گے، ہم پر اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے خانہ دار ہونے کے باعث بہت بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہم خود بھی اور اپنے گھر کے تمام افراد کو اس ماہِ مبارک کے فیوض وبرکات سے فیضیاب ہونے کی نہ صرف تلقین کریں بلکہ ساتھ ہی پوری کوشش کر کے اپنے بچوں، اپنے گھر کے ذمہ داروں کو رمضان کی ہر طرح کی عبادت اور روزوں کا پابند بنائیں اور رمضان کا اہتمام واحترام کریں۔

اب اس ماہ کے آنچل کی طرف آئیں آپ کے لیے یہ عید کا خصوصی شمارہ ہے جولائی کا شمارہ بھی عید نمبر ہوگا عید نمبر کی تیاری کے لیے تمام بہنوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو تحریریں اس شمارے میں جگہ نہیں پاسکیں انہیں عید نمبر ۲ میں شامل کیا جائے گا۔ امید ہے آپ کو عید نمبر ۲ بھی پسند آئے گا ایک بار پھر رمضان اور عید کی مبارک باد قبول کیجیے اس دعا کے ساتھ ہمیں اور تمام اہلِ وطن کو یہ ماہِ مبارک سکھ شانتی سے گزارنے اور اپنے حصے کی عبادت ادا کرنے کی اللہ سبحان وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے آمین۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت۔

اس ماہ کے ستارے

رفعت سراج، اقبال بانو، اقراء صغیر احمد، سمیرا شریف طور، نازیہ کنول نازی، نزہت جبین ضیاء، راشدہ رفعت، صائمہ قریشی، سیدہ غزل زیدی، نائلہ طارق اور فرح بھٹو۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

تُو ہی بے کسوں کا ہے آسرا شان جل جلالہ

تُو ہی ہر بشر کا ہے مدعا تری شان جل جلالہ

ہے عیاں بھی تُو ہے نہاں بھی تُو ہے یہاں بھی تُو ہے وہاں بھی تُو

کہ تُو ہی تُو اپنا ہے خود پتا تری شان جل جلالہ

تُو ہی رب ہے تُو ہی کریم ہے تُو قدیر ہے تُو رحیم ہے

تُو ہی ہے خدا تُو ہی کبریا تری شان جل جلالہ

تری حمد ہو سکے کیا بیاں کہ تُو ہی ہے خالق این و آں

ترے ہاتھ میں ہے فنا بقا تری شان جل جلالہ

تری کنہ کوئی نہ پاسکا ہوا پست عقل کا حوصلہ

کہ ہے عقل کی بھی بساط تو تری شان جل جلالہ

بہزاد لکھنوی

اہل دل گیت یہ گاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

پھول راہوں میں بچھاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

راستے صاف بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

ہم تو محفل کو سجاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

اہل ایماں کے لبوں پر ہے درود اور سلام

آنکھ رہ رہ کے اٹھاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

ان کی آمد کے پیامی ہیں صبا کے جھونکے

پھول شاخوں پہ ہلاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

کہکشاں راہ گزر چاند ستارے ذرے

سب چمک کر یہ دکھاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

چاند تاروں میں نصیرؔ آج بڑی ہلچل ہے

یہی آثار بتاتے ہیں کہ آپ آتے ہیں

سید نصیر الدین نصیرؔ

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

ڈیئر نازیہ! سدا سہاگن رہو' آپ کی والدہ کی علالت کا جان کر دل بے حد رنجیدہ ہوا' اللہ سبحان وتعالیٰ سے ان کی کامل صحت یابی اور لمبی زندگانی کے لیے دعا گو ہیں کہ آپ کے سر پر اپنے والدین کا سایہ تاقیامت سلامت رہے اور آپ ان کی ممتا کے آنچل تلے زندگی کی بہت سی خوشیاں حاصل کریں' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کے ملتمس ہیں۔

نادیہ احمد...... دبئی

ڈیئر نادیہ! سدا سہاگن رہو' آپ کی جانب سے خوب صورت تحفہ کتابی صورت میں موصول ہوا۔ ''تیرے قول و قرار سے پہلے'' نامی یہ کتاب یقیناً علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک خوب صورت اور بہترین اضافہ ہے۔ چار کہانیوں کو خوب صورتی سے سموئے یہ کتاب بے شک پڑھنے والوں کی علمی تسکین کا سبب بنے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے قلمی سفر کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور آسمان ادب کے درخشندہ ستاروں میں آپ کا نام جگمگائے' آمین۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

عزیزی سلمیٰ! سدا سلامت رہو' بہن کی رحلت کا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا' بے شک ان کی کمی آپ کو بے حد محسوس ہوگی' اللہ سبحان وتعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے' آمین' آپ کی تحریریں جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

ڈیئر کوثر! جیتی رہو' ہر بار کی طرح اس بار بھی آپ کا انداز تخاطب و اشعار بے حد پسند آئے یہ آپ کی بے لوث چاہت و خلوص ہے جس کا اظہار آپ اشعار کے قالب میں ڈھال کر کرتی ہیں قارئین سے بھی شیئر کر لیتے ہیں آپ کے دل کا حال......

کشاں کشاں چلے آئے محفل آداب میں
کوئی ثانی ہی نہیں ''قیصر'' کا در جواب میں

ویسے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے چند لفظوں سے آپ کو تسکین ملتی و طمانیت حاصل ہوتی ہے تو آپ کی یہ سوچ ہمارے لیے قابل فخر اور باعث رشک ہے۔ پیاری بہن' رشتوں میں بعض اوقات تناؤ اور الجھاؤ تو پیدا ہو ہی جاتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ سامنے والے کی تمام باتوں کو اس کی دل آزاری کو بھولتے ہوئے تمام فیصلے اللہ سبحان وتعالیٰ کے سپرد کر دیں اور اپنے طور قطع تعلق نہ کریں کیونکہ اللہ بھی صلہ رحمی کا درس دیتا ہے' آنچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں' خوش رہیں۔

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

پیاری شہزادی نیلم کو سلطنت آنچل میں قدم رنجہ فرمانے پر خوش آمدید' شہزادی صاحبہ آپ کی تحریر ''چناؤ'' کا چناؤ حجاب میں کیا جاچکا ہے شاید آپ کی نظروں سے تحریر نہیں گزری' باقی تحریریں بھی جلد اشاعت کے مراحل طے کرلیں گی۔ ناول پڑھ کر جلد اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے بس اتنا یاد رکھیں ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' ایک دن تحریروں کی اشاعت کی صورت میں آپ کے لیے بہار آ ہی جائے گی۔

حبا قریشی...... عبدالحکیم

پیاری حبا! سدا مسکراؤ' آپ کے دادا جان کی رحلت کا بے حد افسوس ہوا چونکہ آپ اپنے دادا جان کے زیادہ قریب تھیں اس لیے آپ کے لیے ان کی کمی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے دادا جی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور آپ کو صبر و استقامت عطا فرمائے' آمین۔

صائمہ مشتاق...... بھاگٹانوالہ' سرگودھا

ڈیئر صائمہ! سدا مسکراؤ' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے فضل سے آپ کا آپریشن کامیاب رہا اور آپ صحت و تندرست ہو کر گھر لوٹیں۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ تندرستی ہزار نعمت ہے جب انسان نعمت سے محروم ہوتا ہے تب اسے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیاوی دولت ایک طرف مگر اللہ سبحان وتعالیٰ کی عطا کردہ یہ دولت' یہ نعمت سب سے

بڑھ کر ہے۔ شاعری کی کتاب شائع کروانے کے لیے آپ آفس کے نمبر پر رابطہ کرلیں رہنمائی مل جائے گی۔ آپ کے پُرخلوص جذبے اور یہ نرم لہجے ہمارے لیے تحائف سے بڑھ کر ہیں اس لیے کسی تکلف میں مت پڑیں۔

سیدہ نادیہ حسن...... نامعلوم

ڈیئر نادیہ! جیتی رہو' آپ کا کہنا بجا ہے فاخرہ گل کے لیے والدہ کی رحلت کا صدمہ بے شک ان اور دیگر لواحقین کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے' اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔ آپ کے ایگزامز ہونے والے ہیں ہماری دعائیں آپ کے ہمراہ ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ دین و دنیا کے تمام امتحانات میں آپ کو سرخروئی عطا کرے' نگارشات جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

پیاری تمنا! سدا خوش رہو' مفصل خط پڑھ کر آپ کے دکھ پر بے ساختہ آنکھیں نم ہوگئیں۔ بے شک اولاد کا دکھ انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ثابت ہوتا ہے اور آپ اس ننھی کلی کا چہرہ بھی نہ دیکھ پائیں اس کی آواز بھی نہ سن سکیں یقیناً بہت تکلیف سے دوچار ہیں لیکن ہر کام میں اللہ کی رضا اور مصلحت ہوتی ہے اپنی پہلی اولاد کو اس طرح خود سے جدا ہوتے دیکھنا اور پھر خالی ہاتھ گھر لوٹنا صبر آزما کام ہے اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو اس صبر کا اجر عظیم عطا کرے اور آپ کی گود پھر سے بھر دے' آمین۔ پریشان ہونے اور رونے کی بجائے خود کو ذکر الٰہی میں مصروف کرلیں ان شاء اللہ دل کو اطمینان و سکون نصیب ہوگا۔

عظمیٰ شفیق...... جڑانوالہ

ڈیئر عظمیٰ! جیتی رہو' بے شک انتظار کی گھڑیاں طویل اور جانکسل ہوتی ہیں ہمارے پاس ایک کثیر تعداد میں آپ بہنوں کے تعارف موجود ہیں اس لیے باری آتے دیر سویر ہوجاتی ہے' آپ کا پیغام آج دس تاریخ کا موصول ہوا ہے جبکہ تمام کام تکمیلی مراحل میں ہے ایسی صورت میں آپ کا پیغام آئندہ ماہ ہی شامل کیا جاسکتا ہے۔

مدیحہ اکرم...... کیلگ' ہری پور

عزیزی مدیحہ! سدا آباد رہو' آپ بہنوں کی ارسال کردہ شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی جاتی ہے وہیں اس میں کانٹ چھانٹ اور اصلاح بھی ہوتی ہے اگر ضرورت ہوگی تب ہی کچھ ردوبدل کیا گیا ہوگا' امید ہے سمجھ پائیں گی۔ سب کی نگارشات اصلاحی عمل سے گزرنے کے بعد ہی نیرنگ خیال میں اپنی جگہ بناتی ہیں۔

انیلا سخاوت...... پپلاں ضلع میانوالی

پیاری انیلا! جگ جگ جیو' یہ خیال آپ کو کیونکر آیا کہ ہم آپ سے ناراض ہیں' خط کا جواب شامل نہ ہونے پر یہ سمجھ لینا قطعاً درست نہیں بعض اوقات صفحات کی کمیابی اور ڈاک کے تاخیر سے موصول ہونے کے سبب بعض بہنیں شریکِ محفل نہیں ہو پاتیں بہرحال اس بار آپ کے لیے جواب حاضر ہے امید ہے اس خود ساختہ خفگی و گلے کو بھول جائیں گی۔

نینا خان...... ہری پور ہزارہ

پیاری نینا! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ پیا دیس سدھر گئی ہیں' ہماری جانب سے زندگی کے اس سفر پر گامزن ہونے پر ڈھیروں مبارک باد' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اپنے ہمسفر کے سنگ زندگی کی بہت سی خوشیاں عطا فرمائے' آمین۔ شاعری کنفرم پتا نہیں کہ کس شمارے میں لگی تھی یہ زحمت آپ کو ہی کرنی پڑے گی تو شاید آپ کو مل جائے۔

اقراء حفیظ...... ہری پور

پیاری اقراء! شاد رہو' قابل اشاعت کہانیاں باری آنے پر لگ جاتی ہیں البتہ کوئی خاص ایشو یا خاص موقع کے حوالے سے ہو اسے اسی مناسبت سے جلد شامل کردیا جاتا ہے۔ کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ ہر کسی کی ذہنی سطح اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب دیا جائے تاکہ کسی کے لیے کوئی دشواری نہ ہو' باقی مصروفیات کا عالم تو آج کل سب کے لیے یکساں ہے ہر کوئی فرصت کی عدم دستیابی کا شکار ہی کہتا نظر آتا ہے:

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن

آپ کی چاہت و محبت کے مشکور ہیں۔

رابعہ منظور...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

ڈیئر رابعہ! سدا آباد رہو' آپ کی ہر دلعزیز مصنفہ

سمیرا شریف کا ناول اس بار آنچل میں شامل ہے' امید ہے آپ بہنوں کا انتظار ختم ہوگیا ہوگا اور اسے پڑھ کر آپ پہلے کی طرح بہت کچھ سیکھیں گی' آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

نور المثال شہزادی...... کھڈیاں قصور

ڈیئر شہزادی! خوش آمدید' آپ کی تحریریں قابل اشاعت تھیں تو منتخب ہوگئیں اس کے لیے شکریہ کی ضرورت نہیں' اچھی اور معیاری چیز اپنی جگہ خود بنالیتی ہے اس کے رد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوشش کریں گے کہ آپ کے افسانے جلد لگ جائیں تعارف ان شاء اللہ باری آنے پر لگ جائے گا۔

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

پیاری مدیحہ! شاد رہو' چاہت ومحبت سے گندھا آپ کا نامہ بر موصول ہوا' پیاری بہن یہ تو آپ کی اپنی محبت اور کوشش کا نتیجہ ہے ہماری طرف سے پرچہ اعزازیہ کے طور پر اسی لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ آپ کی محنت کو سراہا جاسکے اور ایک چھوٹا سا تحفہ ادارے کی جانب سے آپ کو دے کر آپ کے دل میں جگہ بنانے کی ایک ادنیٰ سی کاوش ہوتی ہے جو سب بہنوں کے لیے یکساں ہے اسی لیے شکریہ کی ضرورت نہیں' بس آئندہ بھی اسی طرح محنت وکوشش جاری رکھیں' ہماری رہنمائی آپ کے ہمقدم رہے گی۔

رائو سمیرا ایاز...... کراچی

ڈیئر سمیرا! شاد وآباد رہو' والدہ کی علالت کے متعلق جان کر بے حد صدمہ ہوا' بے شک ماں جیسی ہستی گھر میں نظر نہ آئے تو ویرانی ہر جگہ بسیرا کرلیتی ہے۔ ایسے میں اپنی والدہ کے ساتھ ہسپتالوں کے چکر اور دن رات ایک خوف کے عالم میں گزارنا یقیناً ایک کڑا مرحلہ اور صبر آزما کام تھا' آپ کا تجربہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ یہی ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت ہے' ڈاکٹرز مسیحائی کا فریضہ سرانجام دینے کے بجائے دونوں ہاتھوں سے مریضوں کو لوٹنے میں لگے ہیں اور ان کی بے حسی اور اپنی بے بسی پر بے اختیار رونا ہی آتا ہے بہر حال خوش آئند بات یہ ہے کہ آپ کی والدہ تمام تکلیفیں جھیل کر واپس اپنی جنت میں آگئیں اور آپ کے گھر کی رونق لوٹ آئی' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ سمیت تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے' آمین۔ آپ کی تحریر جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ حمد ودیگر نظمیں اصلاح کے بعد لگ جائیں۔

اقرأ مزمل آصفہ دائود...... ظاہر پیر

ڈیئر اقرأ! خوش رہو' آپ نے اپنی تحریروں کے حوالے سے پوچھا ہے ناقابل اشاعت ہونے کی وجہ یہ ہے ابھی آپ کے انداز میں بہت ناپختگی ہے کوشش کریں اور اپنے مطالعہ کو وسیع کریں اور دیگر رائٹرز کو بغور پڑھیں اس کے بعد اس چیز کو ذہن میں رکھیں کہ تحریر مختصر اور موثر ہو۔ موضوع میں انفرادیت کا بطور خاص خیال رکھیں' امید ہے تمام وجوہات آپ کی سمجھ میں آجائیں گی اور آئندہ ان باتوں کا خیال رکھیں گی۔

ماریہ کنول ماہی...... گوجرانوالہ

ڈیئر ماریہ! سدا مسکراؤ' آپ کی دونوں تحریریں ''نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی'' اور ''اے خدا کو بھولنے والے'' ناقابل اشاعت میں ہیں' وجہ انداز تحریر میں پختگی نہیں ہے اگرچہ تحریر اصلاحی ہے مگر کہانی میں تسلسل اور ربط نظر نہیں آتا اسی بناء پر معذرت' دوسری تحریر باری آنے پر لگ جائے گی۔

عائشہ رحمن ھنی...... ریالی' مری

ڈیئر عائشہ! جگ جگ جیو' چاہتوں اور محبتوں میں بسا آپ کا نامہ بر موصول ہوا آپ کی اس چاہت کے بے حد مقروض ہیں۔ آپ کی بہن آمنہ رحمن کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور تمام بیماریوں سے شفاء نصیب ہو' آمین۔ آپ کی تحریر موصول ہوگئی پڑھنے کے بعد جلد اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔

منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

ڈیئر منزہ! سدا مسکراتی رہو' آپ کا تعارف جلد باری آنے پر شائع کردیا جائے گا' ایک کثیر تعداد میں آپ بہنوں کے تعارف ہمارے پاس آتے ہیں اور صفحات کی قلیل تعداد ہونے کی بناء پر دیر سویر ہوجاتی ہے' بہر حال آپ بھی کوشش جاری رکھیں ہم بھی بھرپور کوشش کریں گے کہ آپ کو موقع مل جائے افسانہ بھیج دیں اگر معیاری ہوا تو لگ جائے گا۔

تحریم افتخار...... حافظ آباد

ڈیئر تحریم! سدا آباد رہو' آپ کی دونوں تحریریں اور

شاعری موصول ہوگئی ہے جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔ آنچل کے صفحات پر ہم نے آپ کو جگہ دے دی ہے اس لیے آپ آنچل فیملی کا حصہ بن گئی ہیں۔ آپ کی شاعری نیرنگ خیال میں باری آنے پر شائع ہو جائے گی' دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں۔

بی بی اسماء سحر...... راولپنڈی

ڈیئر اسماء! سدا خوش رہو' خط پڑھ کر آپ کے مخلص جذبات و احساسات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے بے شک آپ خود بھی اچھے دل کی مالک ہیں' جب ہی آپ کو دوسرے لوگ بھی مخلص اور ہمدرد نظر آتے ہیں۔ تعارف جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے' تاخیر سے موصول ہونے والی ڈاک محفوظ رہتی ہے' البتہ تبصرہ اور بعض پیغامات ضائع کردیے جاتے ہیں۔

کنزہ مریم...... للیانی' ضلع سرگودھا

ڈیئر کنزہ! سدا مسکراؤ' طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بے حد اچھی لگی۔ تحریر کی اشاعت پر شکریہ کی ضرورت نہیں' دوسری تحریر ''رشتے'' بھی قابل اشاعت تحریروں میں شامل ہے' اسے بھی جلد شاملِ اشاعت کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ اس کے شائع ہونے کے انتظار میں اپنا قلمی سفر محدود مت کریں بلکہ مزید لکھتی رہیں تاکہ آپ کی لکھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ امید ہے تسلی ہوجائے گی قلم سے ناتہ برقرار رکھیں گی۔

ثناء کنول...... لودھراں

ڈیئر ثناء! جیتی رہو' آپ کے خط کے ساتھ ہی تینوں تحریریں بھی موصول ہوگئی ہیں لیکن ابھی عید نمبرز میں مصروفیت کے سبب پڑھ نہیں پائے' جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ جولائی کے شمارے میں دیکھ لیجیے گا آپ کو معلومات مل جائیں گی۔

خزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

پیاری خزینہ! سلامت رہو' آپ کے مفصل خط کا جواب حاضر ہے' اگر ہمارے پاس آپ کی نگارشات وقت سے پہنچ جاتی ہیں تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ سب بہنوں کو شریک کیا جائے جہاں تک آپ کی تحریر کی بات ہے تو کہانی کا موضوع اور انداز دونوں ہی کمزور ہیں' یہ تحریر ناپختہ ذہن کی پیداوار لگ رہی ہے۔ اس طرح کے موضوعات پر قلم اٹھانے کی بجائے ابھی مطالعہ کو وسیع کریں پھر لکھنے کی طرف آئیں۔

قابل اشاعت:

راستہ' میری بیٹی پرائی بیٹی' خوب صورت عشق' چور دروازے' پرچم ستارہ و ہلال' میری جنت' لفظوں کے دکھ' محبت قرض ہے' میری تکمیل تم سے ہے' سمجھوتے کی چادر' میری ہمدم میری دوست' سامان زندگی' شاعری کلاسز اور راجو اور نواب۔

ناقابل اشاعت:

ع سے عورت' ہوا کا مدھم جھونکا' تم سے اتنا ہے گلہ محبت کے خوب صورت رنگ' لمحہ فکر' بکھرے صفحات' روئی کاتنے کی طرح' زری کی عیدی' رشتے انمول ہوتے ہیں' نور برسے گا' تیری چاہت کا' تقدیر اور وفا' خوابوں کی ادلا بدلی' باہمت بیٹیاں' بے وجہ انتظار' محافظ' محبت یا ہوس' عبرت' حد ہے۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7' فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

قیامت کیا ہے؟ روز محشر کیا ہوگا؟ اس روز تمام مخلوقات پر کیا گزرے گی؟ انہیں کیا معاملہ درپیش ہوگا؟ یہ تب ہی سمجھ میں آسکتا ہے جب ہم قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بتائی ہوئی تفصیل پر غور وفکر کریں کہ قیامت کیسے واقع ہوگی؟ اور اس سے مخلوقاتِ الٰہی کیسے متاثر ہوگی؟ اور اس روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیسے حوضِ کوثر سے فیض یاب ہوگی؟ اور اللہ کے اس انعامِ عظیم سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سیراب ہونے کی کیوں ضرورت پڑے گی؟ اللہ تعالیٰ نے جو رب اللعالمین ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت اللعالمین بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا تاکہ اللہ اپنے بندوں پر رحم وکرم کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے فرمائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی بخشش ونجات ومغفرت کے لیے بے حد وحساب فکر مند رہتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اطمینانِ قلب اور تسلی کے لیے حوضِ کوثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ جب روزِ قیامت ہر چیز تہس نہس ہو چکی ہوگی اور ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ پیاس کی شدت سے لوگوں کی زبانیں نکلی پڑ رہی ہوں گی تب اہلِ ایمان کے لیے اس حوضِ کوثر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیاس بجھانے کا اہتمام ہوگا۔ قیامت کے بارے میں ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کسی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں سورہ القیلمۃ میں انتہائی بلیغ انداز میں قیامت کی ہولناک کیفیت کو بیان فرمادیا ہے اور اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے بارے میں ارشاد فرمارہا ہے۔

ترجمہ۔ پس جس وقت کہ نگاہ پتھرا جائے گی۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور سورج اور چاند کو ملا کر ایک کردیا جائے گا۔“
(سورۃ القیلمۃ۔ ۷ تا ۹)

تفسیر۔ اس دن کے لیے جب آنکھیں حیرانی وخوف سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس آیتِ مبارکہ میں پہلے مرحلے میں نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی کیفیت کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ چاند کے بے نور ہوجانے اور چاند سورج کے مل کر ایک ہوجانے کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف چاند ہی بے نور نہیں ہوگا بلکہ اس چاند کو روشنی باہم پہنچانے والا سورج بھی بے نور و تاریک ہوجائے گا اور دونوں یکساں ہوجائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ زمین اپنی گردش کو الٹ لے اور اپنی موجودہ گردش کے خلاف گردش کرنے لگے اور چاند سورج آج جو مشرق سے نکل رہے ہیں تب مغرب سے نکلتے دکھائی دیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں جب چاند یا سورج کو گرہن لگتا ہے تو وہ کیسے بے نور ہوجاتے ہیں۔

قیامت کے لفظی معنی تو موت کے بعد جی اٹھنا یا حشر کے دن قبروں سے اٹھنا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے مفردات میں اسے ”قیام“ کی تانیث بتایا ہے اور یہ تانیث زور دینے کے لیے آتی ہے قرآن حکیم میں قیامت کو کئی ناموں سے بیان کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر نام اس کے ایک خاص پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ایک نام یوم الدین بھی ہے۔ جو سورۃ الفاتحہ میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی روز جزا وسزا اور اللہ تعالیٰ کی عدالت کا دن (تفصیل کے لیے ہماری کتاب تفسیر سورہ فاتحہ ملاحظہ کیجیے) احیائے علوم الدین میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت کے مفہوم کو بیان کرنے والے مختلف ایسے الفاظ کی ایک طویل فہرست دی ہے جو قرآن حکیم کی مختلف سورتوں میں آئے ہیں جیسے القارعۃ، الرعد، الحاقۃ، الغاشیہ، الصاخۃ، یوم الفصل، الواقعۃ، یوم الحساب، یوم البعث، یوم محیط، قرآن مجید میں لفظ قیلمۃ ستر دفعہ یوم القیلمۃ کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے سورہ البقرۃ آیات: ۸۵۔ ۱۱۳۔ ۱۷۴۔ ۲۱۲، سورۃ آل عمران میں: ۵۵۔ ۷۷۔ ۱۶۱ سورہ القلم: ۳۹، قیامت کے لیے السلعۃ کا لفظ قرآن حکیم میں چالیس مرتبہ آیا ہے۔ سورہ الانعام: ۳۱۔ ۴۰، سورہ

الاعراف: ۱۸۷ سورہ یوسف: ۱۰۷ سورہ الحجر: ۸۵ سورہ محمد: ۱۸ سورہ القمر: ۱۔ ۴۶ سورہ النازعات: ۴۲۔

تخلیق انسان کے وقت سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات واضح کردی تھی کہ ہر انسان سے دنیا میں اس کے اعمال کی باز پرس ہوگی جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت ۱۷۲ میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاب آدم سے عہد (میثاق) لیا۔ پس آدم کی پشت سے ان کی ہونے والی تمام اولاد کو نکالا اور اس کو اپنے سامنے پھیلا دیا اور ان سے پوچھا۔ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔'' سب نے کہا۔ ''کیوں نہیں۔'' ''ہم سب آپ کے رب ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔'' (مسند احمد)

ترجمہ۔ اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔'' یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔'' (سورۃ الاعراف ۱۷۲)

تفسیر۔ متعدد احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ تخلیق آدم علیہ السلام کے موقع پر پیش آیا تھا اس وقت جس طرح تمام فرشتوں کو جمع کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا۔ بالکل اسی طرح پوری نسل انسانی جو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد قیامت تک ان سے پیدا ہونی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا اور ان سب سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر کے جو کچھ بیان کیا وہ اس کی بہترین شرح ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم یا ایک ایک دور کے) لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی پھر ان سے عہد (میثاق) لیا اور انہیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھہراتا ہوں تا کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔ خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد (میثاق) جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو۔ یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔ اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے' آپ ہی ہمارے رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں۔ آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود۔''

امام شوکانی اس حدیث کی بابت لکھتے ہیں کہ ''اس کی سند کے بارے میں کوئی طعن نہیں۔'' امام شوکانی فرماتے ہیں۔ ''یہ عالم ذر کہلاتا ہے اس کی یہی تفسیر صحیح اور حق ہے۔ جس سے عدول اور کسی اور مفہوم کی طرف جانا جائز نہیں کیوں کہ یہ مرفوع حدیث ہے اور آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لیے اسے مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں (فتح القدیر)

اس آیتِ مبارکہ سے بھی یہ بات واضح ہوگی کہ اس دنیا میں انسان نے جو اعمال کیے ہوں گے ان کی باز پرس روز قیامت ہوگی۔ اس سے یہ بات بھی خوب واضح ہوجاتی ہے کہ اس دنیا کے بعد بھی کوئی اور جہاں ہے جس کے لیے روز قیامت باز پرس ہوگی اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی۔ اگر دوسرا جہان نہ ہوتا تو پھر جزا و سزا کی کوئی ضرورت ہی نہ رہتی۔ یہاں ہی اسی دنیا میں تمام حساب کتاب برابر کردیا جاتا۔ قیامت کے لیے یہ بتایا گیا ہے کہ نفخ صور کے بعد کائنات میں موجود تمام اشیاء جاندار و غیر جاندار' متحرک و غیر متحرک سب کو ختم کردیا جائے گا اور پھر دوسرا نفخ صور پھونکنے پر تمام جاندار اشیاء کو زندہ کردیا جائے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضر کیا جائے گا اور پھر سب کا حساب کتاب شروع ہوگا اور ہر کسی کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ یہی موقع ہوگا جب انسان پر خوف الٰہی سے وحشت طاری ہوگی۔ وہ خوف زدہ' پریشان و بے حال ہوگا۔ تب ہی نیک اور صالح افراد کو حوضِ کوثر سے فیض یاب کیا جائے گا تا کہ انہیں تسلی حاصل ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے ظہور سے پہلے چند آثار علامت بیان فرمائے' جس کے ظہور سے قیامت کے واقع ہونا ثابت ہوگا۔

(۱) دخان (دھواں)

(۲) دجال کا ظہور
(۳) دابۃ الارض
(۴) سورج کا مغرب سے نکلنا
(۵) حضرت عیسٰی ابن مریم کا نزول
(۶) یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا
(۷) تین بڑے حسف (سورج گرہن) کا ظہور
(ا) ایک بار مشرق میں
(ب) ایک بار مغرب میں
(ج) ایک بار عرب میں
(۸) ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔

آثار قیامت۔ قیامت کب آئے گی اس کا صحیح علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہاں کچھ علامات ونشانیاں بتادی گئی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں اور دیگر صحائف میں موجود ہے اور جن کی تصدیق جدید سائنس کے نظریات سے بھی ہورہی ہے۔ قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ آثارِ قیامت کا ذکر ملتا ہے اور ایک سورہ کا نام ہی ''القیامۃ'' ہے۔ قرآنِ حکیم میں بار بار یہ واضح کیا گیا ہے کہ قیامت کا وقت قریب آگیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری خود ایک بڑی اہم نشانی ہے۔ قربِ قیامت کی علامت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی اور نبی پیغمبر نہیں آنے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''بھیجا گیا ہوں میں اور قیامت مثل دو انگلیوں کے یعنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے۔'' آثارِ قیامت کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، جنگ جمل، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری، مال ودولت کی افراط، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، واقعہ حرہ، فتنہ ترک وتاتار، ارتفاع علم، کثرت ذلازل، حج کی بندش، دمدار ستارہ۔ اس کے علاوہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربِ قیامت کی ۷۲ نشانیاں ہیں۔ (۱) لوگ نماز ضائع کرنے لگیں گے۔ (۲) امانت میں خیانت کرنے لگیں گے۔ (۳) سود کھانے لگیں گے۔ (۴) جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں گے۔ (۵) خون ریزی کو معمولی بات سمجھیں گے۔ (۶) اونچے اونچے گھر بنائیں گے۔ (۷) دین کو دنیا کے بدلے فروخت کریں گے۔ (۸) صلہ رحمی ترک کردیں گے۔ (۹) جھوٹے کو سچا سمجھا جانے لگے گا۔ (۱۰) مرد ریشمی کپڑے پہننے لگیں گے۔ (۱۱) ظلم عام ہوگا۔ (۱۲) طلاق کثرت سے ہوگی۔ (۱۳) سود کھانے لگیں گے۔ (۱۴) خائن بددیانت امانت دار کہلائیں گے۔ (۱۵) امانت دار خائن بن جائیں گے۔ (۱۶) آسمان سے آگ خون یا پتھر کی بارش ہونے لگے گی۔ (۱۷) بارش کم ہوجائے گی۔ (۱۸) اولاد نالائق ہوگی۔ (۱۹) بخیل لوگ کثرت سے ہوں گے۔ (۲۰) سخی لوگ کم ہوجائیں گے۔ (۲۱) امراء فاجر اور وزراء جھوٹے بن جائیں گے۔ (۲۲) قاری فاسق بن جائیں گے۔ (۲۳) لوگ بکریوں کا چمڑا پہننے لگیں گے۔ (۲۴) دل مردار سے زیادہ بدبودار اور ایلوے سے زیادہ تلخ ہوگا۔ (۲۵) سونے چاندی کی افراط ہوگی۔ (۲۶) واعظ اور خطیب بہت ہوں گے مگر امر بالمعروف کم ہوگا۔ (۲۷) قرآن مجید کو زیورات پہنائے جائیں گے۔ (۲۸) مسجدوں میں نقش ونگار بنائیں جائیں گے۔ (۲۹) منبر لمبے لمبے بنائے جائیں گے۔ (۳۰) شراب عام پی جائے گی۔ (۳۱) حدود معطل ہوجائیں گے۔ (۳۲) ننگے پاؤں ننگے بدن والے بادشاہ بن جائیں گے۔ (۳۳) عورت شوہر کی تجارت میں شریک ہوگی۔ (۳۴) عورتیں مردوں کی شکل اختیار کریں گی۔ (۳۵) لوگ غیر اللہ کی قسم کھائیں گے۔ (۳۶) مرد بلا حجاب گواہی دیں گے۔ (۳۷) سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا۔ (۳۸) علم دین دنیا کمانے کے لیے حاصل کیا جائے گا۔ (۳۹) دین سے دنیا کمائی جائے گی۔ (۴۰) مال غنیمت کو دولت سمجھا جائے گا۔ (۴۱) امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے گا۔ (۴۲) زکوۃ کو تاوان سمجھیں گے۔ (۴۳) قوم کا سردار ذلیل وکمین ہوگا۔ (۴۴) بیٹا باپ کا نافرمان ہوگا۔ (۴۵) بیٹا دوستوں کو باپ پر ترجیح دے گا۔ (۴۶)

شوہر بیویوں کی اطاعت کریں گے۔(۴۷) فاسقوں کی آواز مسجد میں بلند ہوگی۔(۴۸) لوگ گانے بجانے والی عورتوں کو پسند کریں گے۔(۴۹) سرراہ شراب نوشی ہوگی۔(۵) ظلم پر فخر کیا جائے گا۔(۵۱) انصاف فروخت ہوگا۔(۵۲) ظالموں کے مددگاروں کی کثرت ہوگی۔(۵۳) لوگ قرآن کو موسیقی کی طرز پر پڑھیں گے۔(۵۴) شیر چیتوں کی کھالیں بچھا کر بیٹھیں گے۔(۵۵) پچھلی امت اگلی امت پر لعنت کرے گی۔(۵۶) سرخ آندھی چلے گی۔(۵۷) صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔(۵۸) آسمان سے عذاب نازل ہوگا۔(۵۹) عمل ختم ہو جائے گا۔ زبانی جمع خرچ رہ جائے گا۔(۶۰) عمل کا نام ختم ہو جائے گا۔(۶۱) امام مہدی کا ظہور ہوگا۔(۶۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔(۶۳) یاجوج ماجوج کی قوم دنیا میں نکل پڑے گی۔(۶۴) ہر طرف افراتفری مچ جائے گی۔(۶۵) سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔(۶۶) کوہ صفاء زلزلے سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے ایک عجیب و غریب صورت شکل کا جانور نکلے گا۔(۶۷) دنیا میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہے گا۔(۶۸) سارے ایمان دار مر جائیں گے۔(۶۹) کانا دجال دنیا میں آکر لوگوں کو گمراہ کرے گا۔(۷۰) لوگ دجال کے بہکاوے میں زیادہ سے زیادہ آئیں گے اس کے کہے پر چلیں گے۔(۷۱) لوگوں کا ظاہر و باطن مختلف ہوگا۔(۷۲) موت ناگہانی آنے لگی گی۔

اگر آج ہم اپنے اطراف نظر ڈالیں تو ہم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ قربِ قیامت کے تمام آثار پورے ہو رہے ہیں۔ چند ایک ہی باقی رہ جاتے ہیں جو عنقریب پورے ہوا چاہتے ہیں۔ کیا ہم نے اپنی آخرت کی تیاری کرلی؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو روزِ قیامت پیش ہو کر آب کوثر کا حقدار بنالیا ہے۔ حیات بعد الموت جو حشر کے بعد کی زندگی ہے اور دائمی زندگی ہے' کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی' آخرت کے بارے میں قرآن کیا کہہ رہا ہے اب اسے بھی سمجھ لیں تاکہ قیامت اور یوم قیامت کا ہمیں درست اندازہ ہو سکے کہ اس روز کوثر کی کیا اہمیت و حیثیت ہوگی اور کیوں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عظیم تحفہ عطا فرمایا۔

آخرت۔ آخرت کا لفظ ''آخر'' کی مونث ہے اور قرآن حکیم میں موت کی بعد کی زندگی کے لیے استعمال ہوا ہے جو بالکل نئی طرح کی ہوگی۔ آخرت پر ایمان اسلام کا پانچواں اور اہم اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ' اس کے رسولوں' اس کے فرشتوں۔ اس کی کتابوں پر ایمان کے بعد جب تک موت کے بعد کی زندگی پر ایمان نہ لایا جائے یہ مکمل نہیں ہوتا۔ آخرت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی خاتمے یا انجام کے بعد جس عمل کا آغاز ہوا سے آخرت کہا جائے۔ گویا عالم آخرت وجود رکھتا ہے جو ہمارے موجودہ عالم دنیا کے خاتمے کے بعد شروع ہوگا۔

اصطلاحاً موت سے لے کر قیامت تک کے وقفے کو عالم برزخ کہا گیا ہے اور قیامت سے لے کر ابدالآباد تک کے دور کو حشر کہا جاتا ہے۔ جس میں تمام مخلوقات کا حساب کتاب ہوگا اور اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی اور پھر آخرت کا دور شروع ہوگا جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا۔ آخرت کی زندگی دائمی زندگی ہوگی۔ وہاں موت یا خاتمے کا گزر تک نہیں ہوگا۔ وہ ہمیشہ کی دنیا ہوگی جو ہمیں ہمارے اعمال کے بدلے ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہی ہماری اصل زندگی ہوگی۔ وہی ہمارا اصل مقام ہوگا ہم کو اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس فانی دنیا میں انسان اپنے اصل ٹھکانے میں رہنے کی تیاری کرتا ہے۔ دین اسلام اس کے لیے ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم وہاں جانے' رہنے کی تیاری احکام الٰہی کے مطابق کریں۔ اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کریں اور اس دنیا سے فسق و فجور لڑائی جھگڑے' بدامنی کو ختم کر کے اسے پرامن بنائیں اور اعمال حسنہ انجام دیں تاکہ آخرت میں اچھا اجر ملے۔ آثار قیامت و آخرت سے بہ خوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ قیامت کس قدر قریب ہے' کتنی نشانیاں پوری ہو چکی اور کتنی کم باقی رہ گئیں۔ قیامت کیسی ہوگی؟ قرآن اس کے بارے میں کیسے باخبر کر رہا ہے۔ سورہ الحاقہ میں کچھ اس طرح کہا گیا ہے۔

(جاری ہے)

ملیحہ احمد

علینا لیزا!

السلام علیکم! میرا نام علینا لیزا ہے ویسے تو میرے بہت سے نک نیم ہیں۔ آنچل میں نے 2012ء میں پہلی بار پڑھا ہے مجھے اس کے تمام سلسلے بہت اچھے لگے۔ میری ڈیٹ آف برتھ 25 مارچ 1995ء ہے۔ اسٹار ایریس ہے ویسے مجھے ان پر یقین نہیں میرا نظریہ یہ ہے کہ انسان کے ساتھ وہی کچھ ہوتا ہے جو خدا نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہو۔ میں ایف اے پارٹ ون کی اسٹوڈنٹ ہوں‘ میرے مشغلے شاعری پڑھنا‘ ٹی وی دیکھنا‘ میوزک سننا ہیں۔ مجھے اپنے جذبات کو کاغذ پر اتارنے کا ہنر بخوبی آتا ہے‘ ڈائری لکھنے کا بہت شوق ہے‘ بیسٹ فرینڈز زعیمہ اور نمرہ ہیں۔ زعیمہ میری بہت کیوٹ سی فرینڈ ہے میں اسے اپنی بہن ہی سمجھتی ہوں کیونکہ میری کوئی بہن نہیں‘ دو بھائی ہیں وہ بھی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ زعیمہ فی الحال میرے ساتھ نہیں پڑھتی تو مجھے اپنی بہن کی کمی کبھی کبھی بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے میں بہت حساس ہوں میں ہر کسی کی بات کو دل پر لے لیتی ہوں۔ میری اور بھی فرینڈز ہیں جن میں ارم سمیعہ‘ ام کلثوم رانے‘ حرا صائمہ‘ فریحہ اقرا‘ رشید شامل ہیں۔ یہ سب میری کلوس فیلوز بھی ہیں‘ کھانے کی بات ہو تو مجھے بریانی‘ چکن جلفریزی‘ قیمہ چائنیز رائس بہت پسند ہیں۔ سویٹ میں چاکلیٹ کیک اور مختلف قسم کے شیکس میرے فیورٹ ہیں لیکن ہمیشہ مناسب کھاتی ہوں کیونکہ مجھے موٹا ہونا بالکل پسند نہیں‘ سلم اسمارٹ لوگ پسند ہیں۔ مو ویز بہت کم دیکھتی ہوں۔ تنہائی پسند ہوں‘ پرسکون ماحول میں رہنا پسند کرتی ہوں مگر ہر وقت تو ایسا نہیں ہوتا۔ کچھ باتیں انسان کو بہت ناگوار گزرتی ہیں لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی کبھی کبھی انہیں برداشت کرنا پڑتا ہے محسن نقوی کی شاعری پسند ہے مجھے‘ میر تقی میر کی شاعری بھی بہت اچھی اور گہرائی والی ہوتی ہے ایسا ہو سکتا ہے کہ شاعری کی بات ہو اور علامہ اقبال کا ذکر نہ ہو وہ تو میرے موسٹ فیورٹ شاعر ہیں‘ جنہوں نے بہت باکمال اور اعلیٰ شاعری کی۔ اسپورٹس میں فٹ بال اور بیڈمنٹن کھیلنا پسند ہے دوستی زیادہ کم کرتی ہوں لیکن سچی‘ کسی کو دھوکہ دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ محبت بہت عام ہے یہ لفظ لیکن جتنا عام ہے اتنا ہی خاص بھی‘ کچھ لوگ وقتی جذبات کو محبت کا نام دیتے ہیں تو کچھ اپنے کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی سے محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں لیکن میں محبت کے بارے میں یہ رائے رکھتی ہوں کہ انسان کسی کو بھی سچے دل سے بغیر کسی غرض اور لالچ کے چاہے اور وفا کی امید نہ رکھے۔ اظہار محبت سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ دوسرے انسان کو آپ کے جذبات کا خود ہی احساس ہو جائے۔ میری ایک کزن کے بقول میں بہت موڈی ہوں‘ میں کزنز میں بہت کم ہی گھلتی ملتی ہوں۔ میں کم گو اور سادگی پسند ہوں لیکن ایک کزن سے اپنی باتیں شیئر کر لیتی ہوں۔ میک اپ میں بلش آن پسند ہے‘ لائٹ پنک نیل پالش لگانا بہت اچھا لگتا ہے۔ اسکائے بلو میرا فیورٹ کلر ہے کنٹراس میں ریڈ اور بلیک پسند ہے۔ فیورٹ ڈریس میکسی ہے اس کے علاوہ فراک اور لہنگا بھی پسند ہے‘ فیشن کے بارے میں یہی کہوں گی کہ فیشن وہی کرنا چاہیے جو خود پر اچھا لگے نہ کہ کسی کو کاپی کرنا چاہیے۔ لائٹ کلرز پسند ہیں‘ پنک کلر کا گلاب بہت پسند ہے بظاہر سورج مکھی کا پھول بھی اچھا لگتا ہے۔ پرفیوم بلیولیڈی پسند ہے اور جیولری میں ٹاپس اور کنگن پسند ہیں۔ قدرت کے حسین دلکش نظاروں میں تو میری جان ہے‘ بہت اچھے لگتے ہیں۔ بہتا ہوا جھرنا‘ سبزہ‘ چودھویں کا چاند‘ آسمان پر بہت سے تارے‘ بارش کے بعد کا کھلا ہوا دلفریب منظر اور اس جیسے ان گنت قدرتی مناظر جن کی تعریف کے لیے الفاظ بھی کم ہیں ان سے بے حد لگاؤ ہے۔ نیچرل بیوٹی کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ دسمبر اور مارچ کا مہینہ پسند ہے‘ خزاں اور سردی کا موسم بہت ہی اچھا لگتا ہے۔ مجھے اس بات سے ضرور آگاہ کریں کہ آپ کو میری شخصیت کا کون سا پہلو اچھا لگا اور کون سا برا؟ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

سیدہ امیر اختر بخاری

آنچل سے وابستہ تمام لوگوں کو امیر اختر محبتوں بھرا اسلام عرض کرتی ہے‘ امید ہے آپ سب لوگ فٹ فاٹ ہوں گے بالکل میری طرح تو جناب میں ہوں امی کی جان‘ پاپا کا مان آنچل کی شان اور بہن بھائیوں‘ دوستوں کا پیارا سا ارمان اینڈ چندی پور کی مہمان (ارے مہمان اس لیے کہ کبھی نہ کبھی ان شاء اللہ ہم پیاری سی چاند جیسی دلہن بن کر چندی پور سے رخصت ہو جائیں گے) بھئی کڑیوں کو خواب دیکھنے کی عادت جو ہوتی ہے وہ بھی دن میں۔ میرے والدین نے بڑی منتوں مرادوں سے مانگا تھا اللہ سے‘ میری پیدائش پر زردے کی دیگ پکائی گئی تھی اور مجھے زردہ بہت پسند ہے۔ مجھ سے چھوٹی شاہدہ پھر شکیلہ ہے پھر اکلوتا بھائی کاظم‘ اس کے بعد مہوش اور فاطمہ ہیں۔ میرا تعلق سید فیملی سے ہے سوحجاب لیتی ہوں اور آنچل جی کیا چیز ہو تم‘ جینے کی امنگ‘ زندگی کا احساس ہو تم‘ تنہائی کا ساتھی اور غم خوار دوست ہو تم آنچل کی آل رائٹرز زبردست لکھتی ہیں ان سب کے لیے بیسٹ آف لک۔ پسند ناپسند کی بات کی جائے تو کھانے میں بہت نخریلی ہوں‘ پھول گوبھی بہت پسند

ہے۔ چکن سے دور دور تک کا واسطہ نہیں' میٹھے کی شوقین ہوں' کسٹرڈ' گاجر کا حلوہ' ٹرائفل پسند ہے۔ پھل سارے ہی کھالیتی ہوں' لباس میں چوڑی دار پاجامہ' چھوٹی قمیص اور بڑا سادوپٹہ اچھا لگتا ہے۔ میکسی بھی پسند ہے' سید ہونے کی وجہ سے بہت عزت ملتی ہے اکثر اسکول کالج میں لڑکیاں کہتی تھیں امبر سید کی بیٹی ہو ہمارے لیے دعا کیا کرو۔ اسکول کالج کے لیول تک بہت بولتی تھی' ہمارا گروپ شرارتی ٹولہ کے نام سے مشہور تھا اب تو خیر ایسی چپ لگی کہ بولنا ہی بھول گئی ہوں۔ فاسٹ میوزک پسند ہے' موڈ کا کچھ پتا نہیں چلتا ہمارا مزاج شریف تھوڑا ان فٹ رہتا ہے پل میں تولہ پل میں ماشہ جب دل کا موسم اچھا ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں ورنہ گونجتی شہنائیاں بھی اور خوشی کے لمحات بھی مجھ پر اثر نہیں کرتے۔ خوبیاں خامیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہیں مجھ میں بھی ہیں' فرینڈ سے پوچھا تو جواب ملا غصے کی بہت تیز ہو' انا پرست اور کافی اصول پرست ہو۔ کسی نے کہا تمہارا نام امبر نہیں جنگجو ہونا چاہیے تھا' یار آپ لوگ مت ڈرو اصل میں میری فرینڈز کو بک بک کرنے کی عادت ہے' پوری چڑیلیں ہیں اور کہتی مجھے ہیں خوبیوں کا پوچھا تو کہنے لگیں' دل کی بہت نرم اور صاف ہو' پیار سے بات کرتی ہو' مخلص ہو' وفادار ہو' اپنی غلطی تسلیم کرلیتی ہو۔ تھینک گاڈ ان چڑیلوں کو مجھ میں کچھ تو اچھا نظر آیا' بہت کم دوستی کرتی ہوں' تین فرینڈز ہیں' ارم' روزینہ' فوزیہ تینوں بہت اچھی ہیں' اللہ انہیں بہت خوشیاں دے۔ سادگی پسند ہوں' جیولری میں صرف بریسلیٹ' میک اپ میں لپ گلوس اور کاجل۔ کلرنگ چوائس تو چینج ہوتی رہتی ہے لیکن فیورٹ کلر پنک' فیروزی اینڈ سی گرین' مہندی کی رسم بہت پسند ہے۔ دلہن کو دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے آرمی میرا جنون ہے' تمام آرمی آفیسرز کو سلیوٹ۔ کرکٹ کی دیوانی ہوں پاکستان ہار جائے تو بہت روتی ہوں۔ ساجدہ' خالدہ اور کرن یہ میری کزنز ہیں' اللہ انہیں بہت خوشیاں دے آمین۔ اجازت چاہوں گی' اللہ نگہبان۔

عنبر مجید

السلام علیکم! سب تعریفیں خدا بزرگ و برتر کے نام جو ہر تخلیق کی ابتدا اور اس کی تکمیل پر قادر ہے۔ ہائے ایوری باڈی' کیا حال چال ہیں؟ نیم تو آپ لوگ پڑھ چکے ہوں گے لیکن سب پیار سے عنبری کہتے ہیں لیکن ایک سسٹر ٹمبری کہتی ہے' جس کا نیم نیناں ہے' 10 اپریل بہت ہی خوشگوار موسم میں اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی' امی کہتی ہیں جب تم پیدا ہوئی تو ماشاء اللہ بہت ہی کیوٹ سویٹ تھی بالکل گلاب کے پھول کی طرح ہاہاہا۔ اچھا جی اب چلتے ہیں اپنی فیملی کی طرف' ماشاء اللہ سے ہماری فیملی میں ابو امی' ہم سات سسٹرز اور تین برادرز ہیں اور ایک عدد بھائی اور بھتیجا۔ میں ساتویں نمبر پر ہوں' بہنوں میں سب بہنیں اچھی لگتی ہیں لیکن دیا اور نیناں سے بہت کلوز ہوں' چھوٹے چھوٹے بچے بہت اٹریکٹ کرتے ہیں' بھانجے بھانجیاں اینڈ بھتیجا بہت پیار کرتی ہوں۔ ایک سسٹر جو کراچی ہوتی ہے اس کی دونوں بیٹیاں عشال فاطمہ اینڈ فامیہ میثال کو بہت مس کرتی ہوں' کھانے میں میری پسند کڑاہی گوشت (بھائی کے ہاتھ سے بنی ہوئی) بریانی (خالہ کے ہاتھ سے بنی ہوئی سینڈوچ) چیز شوارما' بار بی کیو' چکن فرائی' برگر' روسٹ' چائنیز پلاؤ (چچی کے ہاتھ کے بنے ہوئے) چپلی کباب' میٹھے میں گلاب جامن (جن میں میری جان ہے)۔ چاکلیٹ آئس کریم میں جسٹ دن ہی اچھی لگتی ہے آئس کریم (سردیوں میں کھانا کچھ الگ ہی مزا ہوتا ہے)۔ مشروب میں مینگو کا جوس' ایپل' انار کا (جو بالکل ٹھنڈا ٹھار ہو)۔ لوگوں میں میری پسند' مجھے وہ لوگ اچھے لگتے ہیں جو دل کے اچھے ہوں' کسی کو اپنے سے کم تر نہ سمجھتے ہوں' کسی کی عزت کو کیچڑ میں نہ ملاتے ہوں' خودغرض نہ ہوں' ہر ایک سے اچھے اخلاق سے پیش آتے ہوں' دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی ہیلپ کرتے ہیں۔ ہاں جی مجھے ایسے ہی لوگ پسند ہیں لیکن آج کے دور میں بھلا ایسے لوگ کہاں ہیں' مغرور لوگ تو بالکل پسند نہیں میں ان سے بات کرنا تو دور کی بات ہے دیکھنا تک پسند نہیں کرتی۔ پسندیدہ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت عائشہؓ' پسندیدہ کتاب' قرآن مجید' پسندیدہ ناول "جھیل کنارہ کنکر' پتھروں کی پلکوں پر' برف کے آنسو' ٹوٹا ہوا تارا' دشت آرزو۔" پسندیدہ سونگ یہ تو موڈ پر ہی ڈپینڈ کرتا ہے جیسا موڈ ہو ویسا ہی سونگ سننا اچھا لگتا ہے' رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' عشنا کوثر' سباس گل' شازیہ مصطفیٰ' سمیرا شریف طور' ام مریم' فاخرہ گل' عائشہ نور محمد پسند ہیں۔ چاند کی روشنی بہت اٹریکٹ کرتی ہے' مٹی کی خوشبو' پھولوں کی خوشبو بہت اچھی لگتی ہے۔ بارش میں بھیگنا بہت مزا آتا ہے اور بارش بہت ہی پسند ہے' سردیوں کا موسم اچھا لگتا ہے۔ پسندیدہ شہر کراچی اور ساحل سمندر مجھے بہت پسند ہے۔ غریب لوگ اچھے لگتے ہیں' حساس بہت ہوں جب کسی غریب کو دکھ میں دیکھوں تو آنکھوں میں پانی آجاتا ہے' غصہ بہت آتا ہے۔ اپنی آنکھیں بہت پسند ہیں ڈارک براؤن کلر کی ہیں۔ مہندی لگانا بہت اچھا لگتا ہے' فراک اور پاجامہ پہننا اچھا لگتا ہے اور ساتھ میں چھوٹا سا دوپٹہ۔ پرپل کلر اور وائٹ کلر پسند ہے' ڈائجسٹ پڑھنا اچھا لگتا ہے' آنچل اور حجاب مائی فیورٹ ڈائجسٹ ہیں اور کوئی ڈائجسٹ نہیں پڑھتی۔ اسلامی کتابیں بہت شوق سے پڑھتی ہوں' قصص الانبیاء تو بار بار پڑھتی ہوں۔ دو دوست ہیں جس کے نام میں یہاں نہیں لکھوں گی۔ پسندیدہ سنگرز ارجیت سنگھ' راحت فتح علی خان'

پسندیدہ ایکٹرا یشوریا رائے صبا قمر عمران عباس فواد خان فہد مصطفیٰ ماہ نور بلوچ سنایہ ایرانی۔ جیولری میں لاکٹ رنگ بریسلیٹ میک اپ میں کاجل آئی لائنر مسکارا لپ گلوز بڑے شوق سے لگاتی ہوں۔ارے ہاں مجھ میں ایک بری عادت ہے وہ یہ ہے کہ میں نماز پانچ وقت کی نہیں پڑھتی کبھی کبھی پڑھ لیتی ہوں تو کبھی نہیں۔ اچھاجی اب ذرا اپنے بارے میں تو لکھوں ویسے تو ہر کام میں ایکسپرٹ ہوں تعلیم میٹرک ہے گھر کے کام بہت شوق سے کرتی ہوں روٹی اور سالن بھی پکا لیتی ہوں۔ سلائی کڑھائی بھی تھوڑی کرنی آتی ہے گھومنا پھرنا اچھا لگتا ہے سونگ سننا بہت پسند ہے۔ سب بہن بھائیوں سے پیار ہے اللہ پاک سے دعا ہے کہ میرے بہن بھائیوں ماں باپ کو ہمیشہ خوشیاں دے کبھی کوئی غم بھی ان کو چھو کر نا گزرے آمین۔ پاکستان کے جو حالات ہیں بہت دکھ ہوتا ہے اور دہشت بہت عام ہوگئی ہے اتنے پتھر دل ہیں ان ظالموں کے اُف...... پیاری لڑکیو ایک نصیحت آپ سب کے لیے کبھی کسی کو دکھ مت دینا غصے میں بھی کوئی ایسی بات نہ کہو کہ پھر بعد میں ندامت ہو ہمیشہ حق کا ساتھ دینا چاہیے تمہاری جان کیوں نہ چلی جائے۔ ہمیشہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھنا مسکرانے سے دکھ کم ہوجاتے ہیں اپنی بہت کیئر کیا کرو دکھ درد صرف اللہ سے بانٹا کرو کیونکہ وہی صرف مخلص دوست ہے جس نے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا ہے۔ اللہ پاک کا ذکر کثرت سے کیا کرو خوش رہو شاد و آباد رہو اچھاجی مجھ ناچیز کے لیے بہت دعا کیا کرو اوکے بیسٹ آف لک اللہ حافظ۔

فرحانہ

سب پڑھنے والوں کو میرا پیار بھرا اسلام میرا نام فرحانہ ہے 10 مئی کو خیبر پختونخوا کے شہر کوہاٹ میں پیدا ہوئی مادری زبان پشتو ہے۔ ہم ماشاءاللہ چار بہنیں تین بھائی ہیں سب سے بڑے بھائی عبدالوحید پھر دو بہنیں رخسانہ فرزانہ پھر بھائی عبدالرشید اور میں یعنی فرحانہ شرلی اور اینڈ میں عبدالباسط ہے۔ تعلیمی قابلیت میری ماسٹر ان اردو اور بی ایڈ اور سی ٹی ہے میں بہت چھوٹی سی تھی ہمارے ابو کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ وہ ائیر فورس میں فلائٹ لیفٹیننٹ تھے ہماری امی نے اکیلے ہماری پرورش پیار محبت سے کی ہے ہمارے کسی بھی رشتہ دار نے شفقت سے ہمارے سروں پر ہاتھ نہیں رکھا۔ ہم رشتوں کے ڈسے ہوئے لوگ ہیں میری امی بہت صابر عورت ہیں ہم نے ان کے منہ سے کبھی کوئی گلہ نہیں سنا اللہ ان کو سب کے ساتھ خوشیوں بھری لمبی زندگی دے آمین۔ میرے بڑے بھائی اور بہن کی شادی ہوچکی ہے اور ساتھ میں میری بھی۔ شادی کے بعد سسرال میں ہر قدم پر میرے سسر نے میری بہت رہنمائی کی ہے انہوں نے کبھی بھی مجھے اپنے باپ کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا میں ان کے ساتھ بہت کلوز تھی ہر بات ان کے ساتھ شیئر کرتی تھی جس سے اور لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ پچھلے سال 7 جولائی کو ہمیں وہ چھوڑ کر چلے گئے ابھی میں اس حادثہ سے سنبھلی نہیں تھی کہ میرے شوہر بھی مجھے اور اپنی بیٹی کو چھوڑ کر چلے گئے میں نے خود ان کو موت کے منہ میں جاتے دیکھا ہے پیروں سے زمین کیسے نکلتی ہے اس لمحہ احساس ہوا اس حادثہ سے کچھ دن پہلے میں اپنی بہن سے بات کررہی تھی کہ شوہر کے بغیر عورت کو کتنی مشکل ہوتی ہے اور میری امی نے کتنا کٹھن وقت گزارا ہے مجھے علم نہیں تھا کہ کچھ دن بعد میں بھی بیوہ ہوجاؤں گی۔ ہماری شادی کو تین سال بھی نہیں ہوئے تھے میں کہیں پر یتیم بچے دیکھتی تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے کیونکہ شخصیت میں بہت بڑا خلاء رہ جاتا ہے دل پر بہت بوجھ ہے تو سوچا آپ سب سے کہہ کر ہلکا کرلوں لیکن کمی کا احساس ہر دن کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے جب میری دو سال کی بیٹی اپنے بابا کا پوچھتی ہے تو دل کے کتنے ٹکڑے ہوتے ہیں یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے خیر پسند ناپسند کی تو اب زندگی میں گنجائش ہی نہیں رہی۔ خامیاں اور خوبیاں کیا بتاؤں خامی یہ ہے کہ غصے کی تھوڑی تیز ہوں لہجے میں تلخی ہے جو کہ یقیناً حالات کی وجہ سے ہے لیکن اس پر قابو پانے کی کوشش کررہی ہوں۔ خوبی یہی کہ غرور ضد اور مقابلہ کرنے والی عادت نہیں ہے نماز کی پابند ہوں۔ قبر کے عذاب سے بہت ڈر لگتا ہے کپکپی سی طاری ہوجاتی ہے سوچ کے۔ آنچل سے میرا رشتہ عفت سحر کے ناول "محبت دل پہ دستک" کی وجہ سے استوار ہوا جو ہر دن کے ساتھ مضبوط ہوتا جارہا ہے۔ فرزانہ مغل ایک رائٹر ہیں جو پہلے بہت اچھے ناول آنچل میں لکھ چکی ہیں اب وہ غائب ہیں اگر وہ تعارف پڑھ رہی ہیں تو پلیز ایک زبردست سے ناول کے ساتھ انٹری دیں۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ اپنی امی اور بیٹی فاریہ کے ساتھ مدینہ جاؤں حج عمرہ کرنے اور فاریہ کی تربیت ایسے کروں کہ سب اس پر فخر کریں اور روز حشر میں اپنے شوہر کے سامنے اللہ کی مدد سے سرخرو ہوں آمین۔ پتا نہیں یہ تعارف آپ کو کیسا لگے گا کوئی بات بری لگے تو مائنڈ نہ کریں آخر انسان ہوں جو کہ غلطیوں کا پتلا ہے اللہ آپ سب کی جائز خواہشات پوری کرے آمین والسلام۔

۱) سحر و افطار کی ذمہ داری میں سے کون سی آپ کے ذمہ آتی ہے۔
۲) رمضان المبارک میں کوئی خاص وظائف جو آپ معمول کا حصہ بناتی ہوں۔
۳) عید کا چاند دیکھ کر عید کے دن کی کیا خاص تیاری کرتی ہیں مثلاً پکوان لباس اور دیگر تیاریاں۔
۴) اب تک کی زندگی کی کوئی یادگار عید جو آپ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دے اگر آپ آنچل قارئین سے شیئر کرنا چاہیں۔
۵) عید کی تیاری اکثر خواتین شعبان میں کر لیتی ہیں' آپ اپنی تیاری کب شروع کرتی ہیں اور کب مکمل۔
۶) کوئی خاص ڈش جو عید کے موقع پر آپ سے فرمائش کر کے پکوائی جائے۔
۷) عیدی لینے میں کس سے زیادہ مزہ آتا ہے اور بھائی' بہن' شوہر میں سے کون دینے میں کنجوس کرتا ہے۔
۸) اس عید کے موقع پر ایسی کوئی خاص بات جو آپ اپنی ہم جولیوں سے کہنا چاہیں۔
۹) عید الفطر آپ کے موڈ پر کیا اثر ڈالتی ہے اور آپ اس کو کس کے ساتھ مل کر خوشگوار بناتی ہیں۔

❁......❁......❁

نجم انجم اعوان...... کورنگی' کراچی

السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل فیملی کو نجم انجم اعوان کی طرف سے ماہ رمضان کے بابرکت مہینہ کی مبارک باد اور عید کی ایڈوانس مبارک باد۔

۱) سحر و افطاری کی دونوں ذمہ داری میرے اوپر ہی ہے' گھر میں کوئی اور تو ہے نہیں اسی لیے ساری ذمہ داری مجھ غریب پر ہی ہے۔ ہاں افطاری کی تیاری میں میری بیٹی نورین انجم ہیلپ ضرور کر دیتی ہے۔

۲) تھوڑی سی عبادت بہت صلہ دیتی ہے
گلاب کی طرح چہرہ کھلا دیتی ہے

نماز قرآن کے علاوہ درود پاک کثرت سے پڑھتی ہوں سورۃ المزمل اور عہد نامہ بھی خاص کر پڑھتی ہوں

۳) تھوڑی سی دیر تازہ ہوا کے واسطے چھت پر کیا گئی
لوگوں نے شور مچادیا کہ عید کا چاند نظر آ گیا

ویسے دوستو آج تک مجھے تو کبھی عید کا چاند نظر ہی نہیں آیا کوشش کے باوجود بھی' بس سامنے والی چھت پر کسی انکل صاحب کی چمکتی ٹنڈ کو دیکھ کر اور اسے ہی چاند سمجھ کر عید کی تیاری کرنا شروع کر دیتی ہوں (کاش میرے ملک صاحب کی بھی چمکتی ٹنڈ ہوتی تو کم از کم کسی انکل کے بجائے ملک صاحب کی ٹنڈ دیکھ کر ہی تیاری شروع کر دیتی) اللہ بھلا کرے بجلی والوں کا استری کا کام تو 28 رمضان کو پورا کر دیتی ہوں البتہ کھیر رات کو ہی پکا کر فریج میں رکھ دیتی ہوں۔ تمام مصالحہ جات رات کو ہی تیار کر کے رکھ دیتی ہوں' چاند رات کو کچھ خاص لوگوں کی یاد بہت ستاتی ہے اور دعا کے لیے ہاتھ ضرور اٹھتے ہیں۔

سارا سال روتے ہیں تیرے انتظار کی یادوں میں ہم
اس عید پر آجانا ضرور کہ اب رویا نہیں جاتا

۴) یادگار عیدیں' جب شادی ہوئی تھی پہلی بار چاند رات کو ملک صاحب کے ساتھ شاپنگ کی پھر رمضان کی 20 تاریخ کو نعمان انجم کی پیدائش بھی یادگار تھی۔ والد صاحب کا انتقال بھی رمضان میں ہوا' ایسی بہت ساری عیدیں ہیں یادگار کچھ خوشیاں لے کر آئیں تو کچھ اداسیاں سمیٹ کر ہماری جھولی میں گزریں بہرحال زندگی تو غم و خوشی کا نام ہے جو گزر ہی جاتا ہے۔

۵) عید کی تیاری...... عید کی تیاری تو ماہ رجب سے شروع کر دیتی ہوں تب کہیں جا کے مکمل ہوتا ہے۔ رمضان میں تو مجھ بے چاری کی نیند ہی پوری نہیں ہوتی تو بازاروں کے چکر کیا خاک لگاؤں گی پھر بھی چاند رات کو کچھ نہ کچھ ضرور رہ جاتا ہے اور پھر میرے ملک صاحب آنکھیں دکھا کر گھورتے بھی ضرور ہیں کیونکہ اس کے بغیر تیاری مکمل نہیں ہوتی میری۔

۶) عید کی فرمائش...... جی ہاں سب کی الگ الگ فرمائش ہوتی ہے' ذیشان خاص طور پر رس ملائی کی فرمائش کرتا ہے اور ملک صاحب کھیر کا کہتے ہیں۔ نعمان چکن بریانی اور ہاں میری بیٹی نورین انجم بہت صبر والی ہے وہ ان سب چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا کھا کر گزارہ کرتی ہے' باقی رہ گئی بے چاری نجم انجم اعوان وہ سارے پتیلے صاف کر کے کھا جاتی ہے ویسے ہمارے گھر میں بریانی بہت شوق سے کھائی جاتی ہے مگر ملک صاحب کے لیے الگ سالن اور روٹی پکانی ہوتی ہے۔ وہ باہر سے بریانی کھا کر آتے ہیں مگر مجھ غریب سے روٹی پکوانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

۷) گزر گئی یہ عید بھی غم زندگی کی طرح وصی
ہوتا جو کوئی اپنا تو ہم بھی خوشیاں مناتے

میں اپنے والدین کی ایک ہی اولاد ہوں اور والدین بھی حیات نہیں ہیں' کراچی میں میرے ماموں نور حسین رہتے ہیں وہ صبح صبح سب کو عیدی خوشی سے دے جاتے ہیں مگر میرے ملک صاحب بڑے کنجوس ہیں' عید کا سارا دن اپنی جیب پر ہاتھ رکھ کے چلتے ہیں۔

وہ مجھے عیدی نہیں دیتے ان کا کہنا ہے کہ پچھلے تین مہینوں سے تو لوٹنا شروع کیا ہے' آخری دن ہے اب عید کے دن تو مجھ غریب کو بخش دو بے چاری جیب بھی رو رہی ہے کہ مجھ سے اللہ بچائے سارا دن اسی طرح ہی گزر جاتا ہے۔

۸) جی آنچل کی دوستوں سے ضرور شیئر کرنا چاہوں گی اس عید پر ہم بہت زیادہ خوش بھی ہیں اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں کیونکہ یہ رمضان المبارک اور یہ عید 2017ء کی ہم اپنے نئے مکان میں گزاریں گے (جن جن دوستوں نے نئے مکان کی مبارک باد دی ان سب کا شکریہ)۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ ہم اپنے مکان میں عید منائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے
ہمارا اپنا مکان ہے

(ذیشان انجم)

۹) عید الفطر پر ہمارا موڈ تو بہت ہی اچھا ہوتا ہے' میرے ملک صاحب اللہ تعالیٰ کے حکم سے پورے روزے پابندی سے رکھتے ہیں اس وجہ سے' بہت رونق ہوتی ہے اور عید پر بھی بہت اچھا موڈ ہوتا ہے ہمارے سارے رشتہ دار جلالپور ہیر والا میں ہوتے ہیں (جلالپور ہیر والا کی تمام دوستوں کو عید کی مبارک باد ایڈوانس) ہم خود ہی آپس میں عید مناتے ہیں' دوستوں کا آنا جانا سارا دن لگا رہتا ہے۔ عید کے دن میں گھر سے باہر نہیں جاتی سب ملنے کے لیے آتے ہیں۔ ہاں البتہ کچھ دور رہنے والے دوستوں کی منتظر ہوتی ہوں اور پھر تصور ہی میں ان سے عید مل کر خوش ہو جاتی ہوں دل میں رہنے والے دوست اگر پاس ہوں تو عید اور بھی زیادہ خوش گوار گزرتی ہے۔

گزری ہے عید کیسی یہ نہ پوچھ اے دوست
محسوس ہوئی صرف تیری کمی مجھے

اقراٗ مزمل آصفہ داؤد.....ظاہر پیر

۱) سحر و افطاری کی ذمہ داری میں سے ہم پر افطار کی ذمہ داری آتی ہے۔ افطاری ہم تیار کرتے ہیں سحری امی تیار کرتی ہیں۔

۲) رمضان المبارک میں ہم درود پاک زیادہ پڑھتے ہیں' اس کے بعد یہ وظائف معمول کا حصہ بناتے ہیں۔

فجر کے وقت یارحیم سو مرتبہ۔
ظہر کے وقت یا کریم سو مرتبہ۔
عصر کے وقت یارزاق سو مرتبہ۔
مغرب کے وقت سورۃ فاتحہ 7 بار۔
عشاء کے وقت سورۃ آل عمران (آیت نمبر 26) 21 بار۔

۳) عید کا چاند دیکھ کر عید کے دن کی تیاری میں پکانے کا ذمہ امی پر ہوتا ہے' ہم کپڑے پریس کرتے ہیں ان سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھوں میں مہندی رچاتے ہیں۔

۴) ہماری ہر عید یادگار ہے اب کون کون سی بتائیں گے۔

۵) ہم اپنی تیاری پندرہ رمضان کو شروع کرتے ہیں اور 20 یا 22 تک ختم۔

۶) خاص ڈشز میں سے بریانی' کسٹرڈ' شیر خرمہ۔

۷) عیدی لینے میں جی ہمیں ابو جانی سے عیدی لینے میں سب سے زیادہ مزہ آتا ہے اور ہمارے بہن بھائی اور بھائی بھی کنجوسی نہیں کرتے۔ ابو جانی اور اپنا والٹ ہمارے حوالے کر دیتے ہیں اور آگے آپ کو پتا تو ہے ہم......

۸) پہلے تو جی سب کو عید مبارک اور اللہ پاک سب ہم جولیوں کو خوشیوں بھری عید نصیب کرے جو جو اُن کی خواہشات ہیں وہ سب پوری کرے آمین۔

۹) عید الفطر پر ہم سب اکٹھے ہوتے ہیں موڈ اچھا رہتا ہے اور ابو جانی کے ساتھ مل کر عید کو خوشگوار بناتے ہیں۔

فوزیہ واحد.....راجن پور زرقہ نبی شاہ

۱) سحری کی تیاری امی اور بھابیاں مل کر کرتی ہیں اور افطار میں پانی یا جوس وغیرہ میں تیار کرتی ہوں۔

۲) ویسے تو ہر روز صبح سویرے نماز اور قرآن پاک پڑھتی ہوں لیکن رمضان میں پابندی سے نماز اور تین چار دفعہ قرآن پاک پڑھتی ہوں۔

۳) یہ تو آپ نے ہم سے خوشی کی بات پوچھ لی 2016 میں عیدالاضحیٰ کے دن مرد حضرات عید کی نماز کے لیے نکلے اور ہم سب کزنیں تیار ہو کر ایک دوسرے کے گھر عید ملنے پہنچ گئیں اور پھر سب کی سب کھیتوں میں نکل گئیں کیونکہ عید کے دن ہمیں مکمل آزادی ہوتی ہے اس کے بعد ہم مہمان خانے پہنچ گئیں کیونکہ عید کی نماز کے بعد جو مرد واپس آئے وہ سب رشتے داروں کے ہاں قربانی پر گئے ہوئے تھے' مہمان خانے کے صحن میں بڑ کا درخت' بہت بڑا تھا موج مستی میں کوئی اوپر تھا تو کوئی نیچے سب ہنسی مذاق میں تھی کہ ہارن کی آواز آئی سب نے مڑ کر دیکھا تو تین موٹر سائیکل آکر رکے شور کی وجہ سے انہوں نے سمجھا کہ قربانی ہو رہی ہے پھر تو کیا ہوا اوپر والی گرتی پڑتی نیچے آئیں اور سب کی سب ماموں کے گھر بھاگ گئی اس عید کو یاد کر کے بہت ہنسی آتی ہے۔

۴) کپڑے بنانا شعبان میں شروع کرتے ہیں اور باقی تیاری رمضان میں کرتے ہیں۔

۵) چھوٹے بھائی بلال احمد سے عیدی لینے میں بہت مزہ آتا ہے کیونکہ بھائی مجھے عیدی دینے میں تنگ کرتے ہیں اور میں اس کی تیاری میں اسے تنگ کرتی ہوں کنجوس کوئی نہیں ابو اور بھائی خوشی سے عیدی دیتے ہیں۔

۶) کوئی بھی عید یا خوشی ہو کسی کی تیاری اور کپڑوں پر تنقید مت کرنا کیونکہ ہر کوئی آپ جیسا نہیں کیونکہ خوش ہونا امیر غریب سب کا حق ہے۔

۷) بہت اچھا اثر ڈالتی ہے' عید کی رات بہت خوشی سے گزرتی ہے کوئی مہندی لگاتا ہے' کوئی کپڑے پریس کرتا ہے۔ سب دوست اور کزن مل کر مناتے ہیں۔

سعدیہ حورعین حوری.....بنوں' کے پی کے

۱) افطاری اور سحری تیار کرنے کا اپنا اپنا ہی مزہ آتا ہے' سحری امی ہی تیار کرتی ہیں کیونکہ میں تو کوشش کے باوجود اٹھ ہی نہیں پاتی۔ سب سے آخر میں اٹھتی ہوں امی آوازیں دے دے کر تھک جاتی ہیں (آپس کی بات ہے جب امی ڈانٹ پلاتی ہے تب ہی اٹھتی ہوں) ہماری نیند کا اندازہ تو ہو ہی چکا ہوگا۔ افطاری میں' بہن اور امی مل کر تیار کرتی ہیں' ساتھ ساتھ درود شریف کا ورد بھی زباں پر ہوتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی بھی چیز باہر سے نہیں آتی ہر چیز گھر میں بنتی ہے اور افطار پر تو خاص اہتمام ہوتا ہے' سموسے' پکوڑے' دہی بھلے اور میکرونی وغیرہ تیار کرتی ہے۔ آم اور کھجور کا ملک شیک ضرور دسترخوان پر ہوتے ہیں۔ الحمدللہ اللہ پاک کا خاص کرم ہے کہ ہم اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہورہے ہیں' اللہ ہم سب کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل کرے اور اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے ہمیں نوازتے رہیں آمین۔

۲) رمضان المبارک کی تین عشروں کی مخصوص دعاؤں کو اور درود شریف اور استغفار کی تسبیحات کو معمول بناتی ہوں' دن میں تین دفعہ تلاوت قرآن کرتی ہوں۔ سحری کے وقت نوافل پڑھتی ہوں' اللہ تعالیٰ ہم سب کی عبادات اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے آمین۔

۳) میں سمجھتی ہوں عید سے زیادہ چاند رات کا لطف آتا ہے ایک افراتفری اور عجیب سی ہڑبونگ مچی ہوتی ہے۔ شیر خرمہ پکانا صبح کے لیے' چاٹ اور بریانی کا سامان تیار کرکے رکھنا یہ کام تو امی سرانجام دیتی ہیں مگر ان کی مدد بھی تو کرنا ہوتی ہے اور واپڈا والوں کے تعاون سے وقفے وقفے سے ہم عید کے روز پہننے جانے والے ملبوسات بھی استری کرتے ہیں۔ ان سب کے بیچ میں مہندی کا کام چھڑ جاتا ہے جو رات ایک بجے تک جاری رہتا ہے۔ میں زیادہ تیار نہیں ہوتی عید کے دن' میں ٹراؤزر اور شرٹ پہنتی ہوں' آنکھوں کا میک اپ کرتی ہوں اور اپنے سیاہ' گھنے بالوں کا کسی ناول کے ہیروئن کی طرح جوڑا بناتی ہوں۔

۴) ہماری ہر عید کزنز کے ساتھ مل کر گزرتی ہے سو ہر عید یادگار ہوتی ہے لیکن جس عید سے بہت خوشگوار یادیں وابستہ ہیں یہاں اس کا ذکر کروں گی "جیسا کہ میں نے بتایا کہ ہم سب کزنز مل کر عید مناتے ہیں تو سب کزنز ہمارے گھر میں آئے ہوئے تھے خوب گپ شپ ہورہی تھی کہ اسی دوران امی کا فون بجنے لگا چونکہ ہم گپ شپ میں مصروف تھے فون امی نے ریسیو کیا اور آ کر ہمیں بتایا کہ آنٹی کا فون تھا وہ کہہ رہی تھیں کہ اس کے ہاں کوئی پارٹی ہے اور ہم سب وہاں انوائٹ ہیں یہ سنتے ہی سب خوش ہوئے اور جانے کی تیاری پکڑی جب ہم وہاں پہنچے تو جنید بھائی بھی آئے ہوئے تھے (ہمارا کزن ہے) جو کہ آرمی میں ہے اور لاہور میں ہوتا ہے ان فیکٹ اس سے بہت عرصہ بعد ملاقات ہوئی تھی اس لیے سب کو بہت خوشی ہوئی اس سے مل کر۔ سب سے عید ملے' عیدی بھی وصول کی (جو کہ ہم اپنا حق سمجھتے ہیں) اس کے بعد کھانے کا اہتمام کیا گیا کھانے سے فارغ ہو کر گپ شپ میں مصروف تھے کہ آنٹی اندر آ گئیں جیسے ہی آنٹی نے "اٹینشن ایوری باڈی" کہا سب خاموش ہو کر آنٹی کی طرف متوجہ ہوئے' آنٹی نے کہا کہ "میرے پاس آپ سب کے لیے خاص کر جنید کے لیے ایک سرپرائز ہے' وہ یہ ہے کہ ہم نے جنید کی منگنی طے کی ہے" پہلے تو سب حیران ہو گئے لیکن جب دوسری بات پتا چلی تو سب کے قہقہے بلند ہوئے۔ مزے کی بات یہ تھی کہ جس لڑکی کے ساتھ جنید بھائی کی منگنی طے پائی تھی وہ ہماری کزن تھی اور اس وقت ہمارے ساتھ تھی ہماری طرح یہ دونوں بھی لاعلم تھے پھر کیا.....وہ دونوں تھے اور ہم تھے دونوں کو خوب چھیڑا خوب تنگ کیا۔ اس عید کی یادیں میرے لیے ناقابل فراموش ہیں جب بھی میں سوچتی ہوں تو لبوں پر مسکراہٹ کھل جاتی ہے۔

۵) شاپنگ میں خود کرتی نہیں ہوں' اس لیے رمضان المبارک سے پہلے ہی ابو پیارے اور نفیس سے سوٹ میچنگ کے شوز اور جیولری بھی خرید تے ہیں' ان کی چوائس بہت اعلیٰ ہے ویسے میں فراکس اور ٹراؤزر اور لمبی شرٹ پہننا پسند کرتی ہوں۔

۶) ویسے تو عید کے ساری ڈشز امی ہی تیار کرتی ہیں' ہم صرف ان کی ہیلپ کرتے ہیں لیکن ہر عید پر شاہی کوفتے گھر والوں کی فرمائش پر خاص طور پر فری (میرا بھائی) کی فرمائش پر پکاتی ہوں بقول فری کے (آپ اتنے مزے دار کوفتے پکاتی ہیں آپ جیسے کوفتے کوئی نہیں پکا سکتا)۔

۷) عیدی لینے کا اپنا ہی مزہ ہے' ابو سے عیدی لینے کا مزہ ہی کچھ اور ہے سب کزنز سے بھی لیتی ہوں لیکن اپنے دونوں بھائیوں کا کیا کروں' جن پر کہنے سننے کا بھی فرق نہیں پڑتا' کنجوس کبھی اپنی پاکٹ ہلکی نہیں کرتے۔

۸) مجھے سب فرینڈز سے یہی کہنا ہے کہ آپ سب کو ایڈوانس عید مبارک اور عید کی خوشیوں میں ان لوگوں کو مت بھولیے گا جو یہ عید بھرپور طرح سے نہیں منا سکتے اگر کسی کو آپ کی وجہ سے کوئی خوشی

مل سکتی ہے تو میرے خیال میں اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہوسکتی کیونکہ اصل خوشی تو دوسروں کو خوش رکھنے میں ہے۔ اعتبار کا رشتہ سب رشتوں پر بھاری ہے' کبھی بھی اعتبار کا دامن مت چھوڑیں' ہوسکتا ہے اس کے پس پشت آپ کے پیاروں کی امیدیں ہوں جو ٹوٹ جائیں۔

۹) عیدالفطر سب کی طرح ہمارے موڈ پر بھی خوشگوار اثر ڈالتی ہے' ظاہر ہے اس قدر بابرکت دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس دن' امیر غریب سب خوشیاں مناتے ہیں ہر طرف خوشیوں کا سماں ہوتا ہے۔ عیدالفطر رمضان کے بعد روزے داروں کے لیے خدا کی طرف سے تحفہ ہوتا ہے' دل مکمل طور پر سکون میں ہوتا ہے ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ رمضان کے بابرکت مہینے سے بچھڑنے کا دکھ بھی ہوتا ہے اور عید کی خوشی بھی رہا خوشگوار بنانے کا سوال تو..... اس دن سارے کزنز صبح سویرے ہمارے گھر میں براجمان ہوتے ہیں (ڈھیٹوں کی طرح' ہاہا) سب عید ملتے ہیں' عیدی دینے اور لینے کی رسم ہوتی ہے پھر امی کے ہاتھ کی تیار کی گئی ڈشز خاص طور پر بریانی کا صفایا کرتے ہیں اس کے بعد ہم کزنز مل کر چاچو کے ہاں جاتے ہیں اور وہاں سب فیملی اکٹھی ہوتی ہے' سارا دن خوب مستی اور ہلہ گلہ کرتے ہیں' خوب گپ شپ ہوتی ہے اتنا مزہ آتا ہے شاید ہی دنیا کے کسی اور چیز میں ہو' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

کرن شہزادی..... مانسہرہ

۱) پچھلے رمضان میں سحر و افطار کی ذمہ داری میرے سر تھی چونکہ اب میری کیوٹ سی بھابی آ گئی ہیں تو مل جل کر سارا انتظام کریں گے۔

۲) رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں تین عشروں کے لحاظ سے جو وظائف ہوتے ہیں انہیں پڑھتی ہوں۔

۳) عید کا چاند دیکھنے کے بعد مصروفیت کچھ بڑھ جاتی ہے کیونکہ مجھے پکوان' لباس اور دیگر تیاریاں ایک ساتھ کرنی پڑتی ہیں اور خاص کر لباس کی تیاری' دوبارہ سے استری کر کے انہیں ہینگ کرنا اور مہندی وغیرہ لگوانا (کیونکہ مہندی کے بغیر سب کچھ پھیکا لگتا ہے)۔

۴) اب تک کی زندگی کی وہ تمام عیدیں جو میں نے اپیا جانی اور اپنی فرینڈز کے ساتھ گزاریں میرے لیے خوشگوار یادیں تازہ کرتی ہیں۔

۵) اپیا جان تھیں تو موجیں ہی موجیں تھیں پتا ہی نہ چلتا سب کچھ خود ریڈی ہو جاتا اب تو آدھا رمضان گزرنے کے بعد ہی مجھے ہوش آتا ہے (پھر تو آپ کو پتا ہی ہونا چاہیے کہ تیاری مکمل کب ہوتی ہے)۔

۶) ایسی تو کوئی خاص ڈش نہیں ہے (بالکل تکی نہ سمجھنا اب) ہاں میری فرینڈز میرے ہاتھ کی پکائی ہوئی بریانی کی تعریف کرتی ہیں۔

۷) فیضی بھیا سے عیدی لیتے ہیں بڑا مزہ آتا ہے' دینے میں تو تنگ کرتے ہیں لیکن میں بھی لے کر ہی رہتی ہوں۔

۸) رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ آ رہا ہے تو ہمیں چاہیے کہ غریب اور محتاج لوگوں کی اپنی استعداد کے مطابق مدد کریں اور انہیں بھی عید کی خوشیوں میں شامل کریں۔

۹) عیدالفطر میرے موڈ پر خوشگوار اثر ڈالتی ہے اور میں اس دن کو اپنی فرینڈز کے ساتھ گزار کر اور خوشگوار بناتی ہوں۔

مشی خان..... بھیر کنڈ' مانسہرہ

۱) سب سے پہلے امی اٹھتی ہیں پھر مجھے اٹھاتی ہیں' میں سحری پکانے میں ان کی مدد کرتی ہوں پھر باری باری سب کو جگانا اور ساتھ ساتھ سب لوازمات دسترخوان پر لگانا میری ذمہ داری ہے۔

۲) قرآن پاک کی تلاوت سب سے پہلے ہوتی ہے پھر دوسرے وظائف رمضان کی مناسبت سے تینوں عشروں کی دعائیں پڑھتی ہوں۔

۳) چاند دیکھتے ہی صبح کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں' لباس وغیرہ تو ریڈی ہوتے ہیں مگر کھانے کی تیاریاں ہوتی ہیں مثلاً چنے ابالنا' بریانی کی سب چیزیں ریڈی رکھنا تاکہ صبح کسی کو بازار نہ دوڑنا پڑے۔

۴) جی' بالکل بہت سی عیدیں بچپن کی جب یاد آتی ہیں تو بے اختیار مسکراہٹ لبوں کو چھو جاتی ہے۔ ہم سب کزنز پہلے سب سے عیدی لیتے پھر وہ ہی عیدی سب لوگ مل کر اکٹھی کرتے چیزیں خریدتے پھر سب مل کر انجوائے کرتے' ایک بار تو ہم لوگ میری کزنز' آپی' فائزہ' ناشہ باقی سب بچہ پارٹی قبرستان میں بیٹھ کر کھا کر آئے اپنی دادی' دادا کی قبروں کے پاس۔

۵) زیادہ تر شعبان میں تیاریاں مکمل ہوتی ہیں مگر شاپنگ تو آخری رمضان تک چلتی رہتی ہے۔

۶) ویسے تو کچھ خاص نہیں مگر میرے ہاتھ کی " چنے کی چاٹ' پسند ہے تو ہی اسپیشل تیار کرتی ہوں۔

۷) اب تو ویسے مزے نہیں جو بچپن میں ہوتے تھے' کوئی نہیں دیتا عیدی سوائے گھر والوں کے اور کنجوسی تو ہر دوسرا بندہ کرتا ہے۔

۸) سب سے پہلے آنچل و حجاب کی دوستوں سے یہ کہوں گی ہمیشہ مجھے یاد رکھا کریں اپنی تحاریر میں' بہت اچھا لگتا ہے جب کوئی آپ کو یاد کرتا ہے۔ یار سمیہ میں تمہیں بہت تنگ کرتی ہوں نا پلیز یار اگنور کر دیا کرو' تمہیں تنگ کرنا اچھا لگتا ہے جب میں اور کرن تمہیں تنگ کرتے ہیں بہت مزہ آتا ہے اور کنزہ ہمیں پوزیٹو سوچ رکھنے کا کہتی ہے جب ہم لوگ ساتھ ہوتے ہیں تو وہ پل کتنے اچھے ہوتے

ہیں۔ کتنے لوگ جل کر کوئلہ ہوچکے اور کتنے لوگ سلگ رہے ہیں ہماری دوستی سے اللہ ہماری دوستی کو نظر بد سے بچائے، سمیرہ کنزہ، کرن شہزادی، مشی خان، ہمیشہ خوش رہیں آمین۔

۹) بڑا اچھا لگتا ہے جب سب لوگ بچے سب دوستیں اور رشتہ دار خوشی خوشی گلے ملتے ہیں۔ پرانی سب رنجشیں بھلا کر ایک ہوجاتے ہیں اور ہماری پیاری کیوٹ سی دوست اچانک آ کر ہمیں سرپرائز دیتی ہے تو عید کی خوشی دیدنی ہوجاتی ہے، سب مل کر سب کے گھر جاتے ہیں، خوب تعریفیں وصول کرتے ہیں بہت مزہ آتا ہے، اللہ پاک سب کو ایسی ہزاروں خوشیاں دیکھنی نصیب کرے آمین۔

ثانیہ مسکان..... گوجر خان

۱) سحر و افطار دونوں کی ذمہ داری مجھ پر ہی ہوتی ہے، چچی بہت سگھڑ مگر نیند کی چور ہیں، مشکل سے ہی اٹھتی ہے ان کا بیٹا عماد اس بار محض پانچ ماہ کا ہوگا سو مشکل ہی ہے کہ وہ روزے رکھیں۔ اسے دودھ پلاتی ہیں یوں بھی گرمی کی روزے وہ کم ہی رکھتی ہیں اللہ ہماری ہمت برقرار رکھے اور انہیں ہمت دے کہ وہ روزے کی اہمیت و برکت کو سمجھے اور گرمی کی شدت کو شکست دیتے ہوئے تمام روزے رکھے، آمین (پلیز آنٹی نیور مائنڈ بٹ مجھے یہ بات بہت ناگوار گزرتی ہے جو آپ گرمی کے باعث روزہ چھوڑ دیتی ہے)۔

۲) رمضان المبارک میں فرض نماز کے علاوہ اشراق، چاشت اور تہجد کے نوافل ادا کرنے کو معمول میں شامل کرتی ہوں۔ پچھلے چار سال سے رمضان المبارک میں چھٹیاں ہی ہوتی ہیں تو فراغت کو پوری طرح انجوائے کرتی ہوں، جمعہ کو صلوۃ التسبیح کا اہتمام میں چچی دونوں کرتے ہیں، چچی مجھ سے زیادہ نماز کی پابندی کرتی ہوں (یہ بہت اچھی عادت ہے) قرآن پاک پڑھنا بھی معمول کا حصہ بن جاتا ہے۔ طاق راتوں میں خصوصاً وظائف وغیرہ کا اہتمام کرتی ہوں کاش ہم ان معمولات کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھ سکیں آمین۔

۳) عید کا چاند دیکھ کر اپنے اور ابو کے کپڑے پریس کرتی ہوں، مہندی لگانے کا بے حد شوق ہے محلے کی کسی لڑکی سے مہندی لگواتی ہوں۔ اہتمام مہندی کا ہی ہوتا ہے لباس رمضان میں ہی تیار ہوجاتا ہے اور پکوان جو بھی ہو چچی ہی تیار کرتی ہیں، مجھ سے صرف کٹنگ ہی کروائی جاتی ہے۔

۴) ہائے کیا سوال پوچھ لیا.....

بے چارگی کے زخم ہیں اور بے بسی کے پھول
دامن میں اور کچھ بھی نہیں عید کے لیے

دادا ابو حیات تھے تو ان کی ایک شفقت آمیز مسکراہٹ، ساتھ سر پر ہاتھ رکھنا اور عیدی دینا، عید کی خوشی مل جاتی تھی۔ اب محض نام کے رشتے رہ گئے ہیں، بے حس اور مفاد پرست، اپنائیت نام کی نہیں، ایسی کوئی عید نہیں جو لبوں پر مسکان لے آئے مگر دادا ابو کی یاد آنکھوں کو پرنم کردیتی ہے۔

سدا چلے رحمت کی ہوا تیری قبر پر
سدا جنت سے پھولوں کی مہک آتی رہے

آمین۔

۵) میری تیاری بے حد مختصر ہوتی ہے، سادہ سا لان یا کاٹن کا سوٹ کیونکہ گرمی شدید ہوتی ہے۔ میچنگ چوڑیاں، ائیر رنگز، سینڈل اور مہندی اس میں صرف ایک گھنٹہ یا اس سے بھی کم ہی وقت لگتا ہوگا۔ رمضان میں ہی ناغے کے دنوں میں سے کوئی ایک دن منتخب کیا، چچی کو ساتھ لیا اور ہوگئی تیاری۔ لانگ شرٹ، چوڑی دار پاجامہ بنواتی ہوں۔ بڑی تنقید ہوتی ہے کہ گرمی میں بھی چوڑی دار پاجامہ پر شوق دا کوئی مول اے بھلا؟

۶) مجھے چکن پکانا اور کھانا تینوں کام ناپسند ہیں۔ عید پر تو جو بھی ڈش تیار ہو، چکن اس کا لازمی حصہ ہوتا ہے۔ میٹھا کوئی شوق سے کھاتا نہیں مگر عید کے دوسرے دن کزنز آجائیں تو آلو کی ٹکیاں یا گول گپوں کی فرمائش ہوتی ہے سب کو میرے ہاتھ کی بنی آلو کی ٹکیاں پسند ہیں تو وہی تیار کرتی ہوں۔

۷) دادا ابو سے عیدی لینا اچھا لگتا تھا، وہ زندہ تھے تو میں بھی تھوڑی زندہ دل تھی۔ ثاقب چاچو سے تو ضرور ہی مانگتی تھی، اب کوئی دے تو مسکرا کر لے لی نہ دے تو پتا بھی نہیں ہوتا مگر میری تینوں چچیاں ضرور ہی عیدی دیتی ہیں۔ چچی کا بیٹا عادل فورتھ اسٹینڈرڈ میں ہے اور رضوانہ آنٹی کا بلال جدون میں ہے، دونوں عیدی دیتے ہیں۔ بلال کو تو بے حد شوق ہے مجھے عیدی دینے کا مگر عادل سے باقاعدہ جھگڑا کر لیتی ہوں، پھر ممکن ہو تو اپنی پاکٹ منی میں سے سب چھوٹے کزنز کو عیدی دیتی ہوں یہ بہت اچھا لگتا ہے بھائی، بہن ہے نہیں اور شوہر ابھی متوقع نہیں سو یہ عیدی تو نہیں مل سکتی۔

۸) میرے ہم جولیاں اگر مائنڈ نہ کریں تو یہ ہی کہنا چاہوں گی کہ سادگی اور معصومیت کا جو حسن ہے وہی حقیقت ہے اگر ہم کاسمیٹکس کی امپورٹڈ چیزیں لینا اور استعمال کرنا ترک کردیں تو اپنے ملک کا کتنا قیمتی سرمایہ بچالیں گی۔ اریج کہا کرتی تھی کہ حسن تو سادگی میں ہوتا ہے ورنہ میک اپ تو..... آہم۔ لڑکیاں سادگی میں بہت اٹریکٹ فل لگتی ہیں رئیلی (کہیں تمام پاکستانی خواتین میرے خلاف دھرنا نہ دے دیں)۔

۹) رمضان المبارک سے بھرپور استفادہ کرنے کے بعد عید کے تحفے خوش دلی سے خوش آمدید کہتے ہیں پھر چاہے عید کیسی بھی گزرے میری تو اداس ہی گزرتی ہے کہ رمضان ختم ہوگیا۔ پچھلے دو سال سے مسلسل جویریہ، میری بیسٹ فرینڈ عید کے دوسرے دن مجھ

سے ملنے آتی رہی تو اس کے ساتھ بے حد انجوائے کیا۔ وہ جتنا وقت ٹھہری وہ وقت خوش گوار رہا' پلیز یار اس بار بھی آ جانا مگر سب سے خاص میرے فیورٹ پلیئر کی اسمائل جو مجھے خون کی دو بوتلیں لگنے والی توانائی بخشتی ہے (پتا نہیں کیوں؟) تو اگر شعیب ملک کا انٹرویو سننے کو مل جائے تو سچ میں عید ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ خوشی اور کسی چیز کی نہیں ہوتی 'اللہ کرے کہ اس بار آپ کی شاندار پرفارمنس کی بنا پر قومی ٹیم جیت لا جائے' آمین تو عید کے مزے دوبالا ہو جائیں' صرف میرے نہیں پوری قوم کے آل دا بیسٹ تمام پاکستانیوں کو میری جانب سے خصوصی عید مبارک' اللہ اس دن کو سب کے لیے پرامن اور خوشگوار بنائے' آمین۔

یہ روز عید پر جشن طرب مبارک ہو
عطا ہوئی ہے خوشی بے طلب مبارک ہو

انیلا طالب..... گوجرانوالہ

۱) میرے اوپر ویسے ابھی پوری ذمہ داری تو نہیں ہے مگر رمضان المبارک میں اکثر افطاری میں تیار کرتی ہوں کیونکہ مجھے پانی کی کافی کمی ہے پانی نہ پینے سے گردے میں شدید درد شروع ہو جاتا ہے' میں روزہ نہیں رکھ سکتی اس کی وجہ سے افطاری میں تیار کرتی ہوں کیونکہ باقی سب روزے سے نڈھال ہوئے ہوتے ہیں۔

۲) ویسے عام طور پر بھی میرے وظائف چل رہے ہوتے ہیں' مجھے وظائف سے بہت لگاؤ ہے اپنی روٹین کے وظائف کے ساتھ میں رمضان شریف میں زیادہ تر دعائیں مانگتی ہوں۔

۳) عید کا چاند دیکھتے ہی میں اپنے لباس کی تیاری' جوتے اور دیگر چیزیں ایک کمرے میں سیٹ کر کے رکھ دیتی ہوں اکثر اپنی بہن سے اس ٹائم مہندی لگواتی ہوں باقی سب لوگ بھی مل کے عید پر پہننے والے ملبوسات اور دیگر چیزیں ریڈی کر کے ایک جگہ رکھتے ہیں۔

۴) وہ عید میرے بچپن کی تھی جب دادو زندہ تھیں' ہم بہن بھائی میں اور علی رضا بہت خوش تھے کہ وہ ہمارے ساتھ عید منائیں گی' اس چاند رات کو ان کے ایک طرف میں دوسرے طرف علی رضا لیٹ کے سوئے رات کو اپنے جوتے کپڑے چارپائی کے پاس رکھ لیے پھر رات کو کھول کھول کر دیکھتے جب میری آنکھ کھلی تو میں سب کو سوتا چھوڑ کر تیار ہوئی مجھے لگا میں نے سب سے پہلے تیار ہونے کا شرف حاصل کیا ہے مگر جب امی نے بعد میں پوچھنے پر بتایا علی تو ساڑھے چار بجے کا تیار ہو کے دوستوں سے ملنے باہر گیا ہے تو میں تو حیران ہی رہ گئی یہ عید اکثر میرے لبوں پر مسکراہٹ لے آتی ہے۔

۵) اپنی تیاری میں تو رمضان المبارک کے آخری عشرے سے لے کر چاند رات تک مکمل کرتی ہوں۔

۶) سچی بات بتاؤں عید کے دن تو ہمیں گاؤں کے لوگ اتنا کچھ بھجوا دیتے ہیں کہ پکانے کی ضرورت ہی نہیں پھر بھی امی جان ہی پکاتی ہیں اس دن میری چھٹی ہوتی ہے اس عید کے لیے دودھ دلاری کی فرمائش ہے اب دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

۷) عیدی ابو جی سے لینے میں مجھے مزہ آتا ہے بھائی چھوٹے ہیں وہ تو مجھ سے عیدی مانگتے ہیں میں عجیب لڑکی ہوں مل جائے عیدی تو بھی خوش نہ ملے تو بھی خوش نہ ہی اصرار کرتی ہوں نہ ہی کبھی مانگتی ہوں مجھے تو وہ وقت یاد آتا ہے جب میں جھجک رہی ہوتی تھی اور امی ڈانٹ کے کہہ رہی ہوتیں جاؤ جا کے ابو سے عیدی لے آؤ' آج تک مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے عیدی اپنے منہ سے مانگی ہو بس تیار ہو کے ملنے گئی تو فوراً انہوں نے بن مانگے نکال دی' وہ بالکل بھی کنجوسی نہیں کرتے مجھے تو لاڈلی ہونے کی وجہ سے اکثر پانچ ہزار یا دس ہزار بھی عیدی دیتے رہے ہیں۔ شوہر ابھی ہے نہیں' بھائی چھوٹے ہیں ابو جی ہی ہے وہ بالکل بھی کنجوسی نہیں کرتے' ان کی سخاوت ہمارے خاندان بھر میں مشہور ہے۔

۸) اس عید کے موقع پر میں یہی کہنا چاہتی ہوں اس دن نہ کسی سے ناراض رہیں نہ عید کی خوشی میں اللہ کو بھولیں' غریب کی ضروریات کا خیال کریں انہیں خوش کریں' اللہ آپ کو خوش کر دے گا' عید بار بار نہیں آئے گی' سیکھو اسے انجوائے کرو۔

۹) عید الفطر میرے موڈ پر خوشگوار اثر ڈالتی ہے اس عید پر تو موڈ اور ابھی خوشگوار رہے گا وجہ یہ ہے کہ الحمدللہ اللہ کا کروڑوں اربوں مرتبہ شکر ادا کرتی ہوں اس عید پر مجھے اپنے گاؤں میں رمضان المبارک کے جمعات اور عیدین پڑھاتے دس سال پورے ہو جائیں گے جب میں نے یہ کام شروع کیا تب میں دس سال کی تھی الحمدللہ اللہ نے مجھے اپنا ذکر کرنے کے لیے چنا' اب جبکہ اس 14 دسمبر کو میں بیس سال کی ہو جاؤں گی اس رمضان میں مجھے اپنے دس برس مکمل ہونے پر اپنی برتھڈے کی خوشی سے زیادہ اطمینان و خوشی مل رہی ہے۔ میری کوئی دوست نہیں اپنی فیملی کے ساتھ ہی مل کے یا میری ایک بہت ہی اچھی دوستوں کی طرح کی بہن عاصمہ الطاف ہیں وہ آ جاتی ہیں ان سے مل کے اسے خوشگوار بناتی ہوں مجھ سے وظائف لینے والے لوگ بھی اکثر اس دن ملنے آتے ہیں' گاؤں کے بہت سے لوگ میری عید خوشگوار کر دیتے ہیں۔

(جاری ہے)

فاخرہ گل

باپ سراں دیے تاج محمد
ماواں ٹھنڈیاں چھاواں

یوں تو ہر انسان کے گرد انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے اپنے پرائے، اچھے برے دوست دشمن، محلے دار، رشتے دار، ہم جماعت، ہم پیشہ، مانوس، اجنبی، بہن بھائی ماں اور باپ لیکن انسانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے باوجود ہماری زندگی صرف چند لوگوں کے ہی درمیان بسر ہوتی ہے اور انہی چند لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ عمر بھر بسر کرنے کی خواہش میں ہماری ہتھیلیاں آپس میں ملیں اور دامن ہمیشہ رب کریم کے سامنے پھیلے رہتے ہیں لیکن ہر دعا پوری ہونے کے لیے نہیں ہوتی بالکل اسی طرح جیسے ہر خواب محض خیال نہیں ہوتا بلکہ بند آنکھوں سے دیکھے گئے کچھ خواب سچ بھی ثابت ہو جاتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے میرے ساتھ ہوتا ہے کہ دیکھے گئے تقریباً اسی فیصد خواب سچ ہو جاتے ہیں چاہے وہ اچھے ہوں یا نہ ہوں۔

اس رات بھی میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا ایک دانت ٹوٹ گیا ہے صبح اٹھ کر فجر کے لیے وضو کرنے کے لیے جیسے ہی کلی کی تو واقعی دانت صرف کلی کرنے سے یوں منہ سے باہر گرا جیسے کہ منہ میں کوئی ٹافی کا ٹکڑا ہو انتہائی حیرت اور بوجھل دل کے ساتھ صدقے کے لیے مختص کیے گئے ڈبے میں کچھ پیسے ڈالے اور سوچا کہ دوپہر کو ڈینٹسٹ کے پاس جاؤں گی لیکن اس بات کا موقع ہی نہ مل سکا اور خواب کی عملی تعبیر سامنے آ گئی۔

''امی نہیں رہی تھیں۔''

یہ چار الفاظ پر مشتمل جملہ جسے لکھنے سے پہلے میں پون گھنٹے تک ہاتھ میں پین لے کر بیٹھی رہی ہوں اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں یہ چار الفاظ لکھوں لیکن یہ ہو چکا تھا اور یہی حقیقت تھی۔

ایڈیاں درد یاں اکھاں دے وچ
ہنجوں بھرن نہ دیورں
دس چلے تے ایس جہاں وچ
کسے توں مرن نہ دیواں

اور یہ ایسی دردناک حقیقت ہے کہ جس نے مجھ سمیت ہم سب گھر والوں کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا ہے کیونکہ امی ہمارے لیے صرف ماں نہیں تھیں ہماری سہیلی بھی تھیں اور صرف ہماری ہی نہیں بلکہ ہماری سہیلیوں کی بھی سہیلی تھیں وہ ہماری ہر دوست سے واقف تھیں ان کی خوشیو اور غموں کو جانتی تھیں اور صرف جانتی ہی نہیں تھیں بلکہ ان کے لیے بے تحاشہ دعائیں بھی کیا کرتی تھیں اپنی اولاد کے لیے تو ہر ماں پریشان رہتی ہے ان کے لیے دعائیں کرتی ہے لیکن کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی اپنی اولاد کے دوستوں تک کے لیے پریشان ہو، ان کے لیے دعائیں کرے اور کرائے لیکن میری امی ایسی تھیں وہ ایسا ہی کرتی تھیں وہ میری سب دوستوں کے لیے دعا گو رہتی تھیں ان کا واحد مشغلہ تسبیح کرنا تھا کبھی تسبیح کے بغیر نظر نہ آتیں زبان پر ذکر، ہاتھوں میں تسبیح اور دل میں ان گنت دعائیں یہی وجہ تھی کہ امی کے جانے کی خبر سے ہمیں تو صدمہ ہوا ہی لیکن سب جاننے والوں کے لیے بھی یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی اور فیس بک کے ذریعے یہ خبر جس طرح جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تو فون کالز کا تانتا بندھ گیا۔ ان سب کا یقینی طور پر شکریہ لیکن میں اپنے موبائل پر کسی بھی کال کا رپلائی نہیں کر سکی، پی ٹی سی ایل نمبر پر آنے والی دو کالز کے علاوہ کسی سے بات نہیں کر سکی صرف اس لیے کہ ذہن مانتا ہی نہیں ہے کہ امی کے لیے اس طرح کے تعزیتی الفاظ استعمال کیے جائیں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور انتہائی ناز و نعم اور لاڈوں میں پلی، ہماری ماں اتنی اچانک یوں بات چیت کرتے کرتے ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہیں یہ بات دل تسلیم ہی نہیں کرتا۔

میں کبھی کسی کے گھر تعزیت کے لیے نہیں جاتی کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ مجھے تعزیت کرنا آتی ہی نہیں ہے پرسہ دینے کے رسمی جملوں سے مجھے کوفت ہوتی ہے اگر کبھی کسی کے گھر تعزیت کے لیے جانا بھی ہو تو کسی دوست کو ساتھ لے جاتی وہاں اور خود وہاں زیادہ وقت خاموش رہ کر وہ تعزیتی گفتگو سنتی ہوں جس میں معلوم ہوتا ہے کہ اگلا جملہ کون سا ہوگا لیکن اب اپنے گھر میں صبح شام آنے والوں کے منہ سے یہی جملے، دلاسے، تسلیاں اور اظہار افسوس سن سن کر سوچتی

ہوں کہ واقعی ان چند جملوں کے سوا ہم کہہ بھی کیا سکتے ہیں؟ کر بھی کیا سکتے ہیں؟ آخر ہماری اوقات ہے ہی کیا؟ آج ہیں تو کل نہیں۔

ابھی اپنے دنیا سے جانے سے صرف ایک دن پہلے ہی تو امی نے مجھ سے ویڈیو کال پر بات کی تھی میں ہر سال چھٹیوں میں پاکستان جاتی ہوں لیکن اس دفعہ دوسری دونوں بہنیں انگلینڈ اور امریکا سے اپنے تعلیمی سال کے دوران ملنے والی چھٹیوں کا فائدہ اٹھا کر پاکستان گئیں تو میرا بھی دل چاہا کہ چھٹیوں سے پہلے پاکستان ہو آؤں۔

''امی میں نے تیرہ اپریل کی سیٹ کرالی ہے۔'' میں نے اپنی آخری ہونے والی گفتگو میں انہیں بتایا۔

''لیکن کیوں؟'' وہ حیران تھیں۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ناں اس لیے۔''

''میری طبیعت کو کیا ہوا ہے صرف شوگر ہی تو ہے جو آج کل ہر دوسرے بندے کو ہے اس کے علاوہ تو اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''ہاں ناں، لیکن میرا دل چاہ رہا ہے صرف ایک ہفتے کے لیے آؤں اور اس کے بعد پھر ہمیشہ کی طرح جون میں۔''

''اور بچے کہاں رہیں گے۔''

''ان کے پاپا پاس ہی ہوں گے۔''

''نہیں بیٹا بچوں کو چھوڑ کر کبھی نہ آنا باپ جتنا بھی اچھا ہو لیکن ماں کا نعم البدل نہیں ہو سکتا اور تمہارے بچے تو تمہارے بغیر ایک منٹ نہیں رہتے اور تم ایک ہفتے کا سوچ رہی ہو۔''

''وہ میرے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتے تو سوچیں میں بھی تو آپ کے بغیر رہتی ہی ہوں ناں۔''

یہ ہماری آخری بات چیت تھی اور بس......!

اس کے بعد تو بس ایک حسرت ہے کاش دوبارہ کبھی امی کی آواز سن سکوں ان کے گلے لگوں ان سے دنیا جہان کی نان اسٹاپ باتیں کرتی ہی چلی جاؤں کیونکہ یہ بھی......

اللہ کا شکر ہے کہ ہم اپنے امی ابو سے مذہب سے لے کر سیاست تک ہر بات کرتے ہیں اللہ میرے ابو کو سلامت رکھے کہ امی ابو کے ہوتے ہوئے ہمیں باہر کسی بھی فرد کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ کوئی ہماری باتیں سنے یا ہم کسی سے بھی اپنی باتیں شیئر کریں لیکن اب بہت کچھ ویسا نہیں ہے جیسا تھا۔

میں خود جو کبھی نعت رسول ﷺ پڑھنے، سننے اور دعا مانگنے کے علاوہ کبھی بھی نہیں روتی تھی اب اکیلے بیٹھ کر بھی آنسو ضبط نہیں کر پاتی اور سچ کہوں تو ہمیں پتا بھی نہیں تھا کہ دکھ کیا ہوتا ہے زندگی اس قدر مطمئن اور پُرسکون تھی کہ شکر کے علاوہ کچھ اور سوجھتا ہی نہیں تھا اور اب حال یہ ہے کہ صبر......لوگ بھی ہمارے لیے صبر کی دعا کرتے ہیں۔

حسن دیکھے نہ کسی کی یہ جوانی دیکھے
کتنی بے رحم الٰہی یہ قضا ہوتی ہے
اچھے لوگوں کو چھینتی ہے موت
کتنی مردم شناس ہوتی ہے

امی اپنی ذات میں درویش تھیں، آج تک وہ کس کس کی کفالت کرتی رہیں بند مٹھی کے ذریعے اللہ کی طرف سے کس کس کی دو وقت روٹی کا وسیلہ بنی رہیں، کس کس کی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے میں مالی معاونت کرتی رہیں، ہم تو آج تک ان کے اس عمل سے بے خبر ہی رہے اور شاید کبھی نہ جان پاتے اگر وہ لوگ خود آ کر بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ہمیں نہ بتاتے اور یقینی طور پر اگر ہماری ذات میں روحانیت کی کوئی جھلک نظر آتی ہے یا عادات واطوار میں خوش اخلاقی یا کوئی بھی اور اچھی عادت محسوس ہوتی ہے تو صرف امی ابو کی وجہ سے ہی ہے۔

ابھی دسمبر کے آخری ہفتے کی بات ہے جب امی ابو رات کو گاڑی میں گرم رضائیاں رکھ کر گجرات کی مختلف سڑکوں پر نکلتے اور فٹ پاتھ پر ٹھٹھرتے نظر آنے والوں کو رضائی پیش کر کے ان کی مشکلات کو دور کرنے میں اپنی سی کوشش کرتے اور یہ صرف ایک مثال ہے، اس طرح کے کئی اعمال جو لکھنے بیٹھوں تو کئی صفحات بھر جائیں لیکن اب تو صرف باتیں ہیں، یادیں ہیں اور کبھی نہ ختم ہونے والی سوچیں ہیں۔ کہنے کے لیے اب کچھ نہیں بچا اور سوچنے کو اب کچھ بھی نہیں بچا۔

میں امی کے الوداع ہونے کے بعد اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ قبرستان گئی اس سے پہلے عجیب خوف اور وحشت محسوس ہوتی تھی صرف قبرستان کے بارے میں سوچ کر ہی لیکن اب ایسا نہیں ہے اب ڈر ہی نہیں لگتا خوف آتا ہی

نہیں وحشت کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ شاید اس لیے کہ اب وہاں پر امی رہتی ہیں اور ماں کا تو وجود ہی سکون کی، تحفظ کی اور محبت کی علامت ہوتا ہے اور پھر امی...... میری امی جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہماری دنیا کی رونق ہمیشہ مجھ سے کہتیں۔

"تمہارے ساتھ جو برا کرے اسے اللہ کے حوالے کردو، اپنے دل میں کسی کے لیے غصہ نہ رکھو، کبھی کسی سے بدلہ لینے کی نیت بھی دل میں نہ رکھو، معاف کرتی جایا کرو اور بس اتنا سوچ لیا کرو کہ جس نے میرا دل دکھایا ہے وہ اللہ کے آگے جوابدہ ہے۔" اور ان کی یہی باتیں یہی تربیت تھی جس نے میرے مزاج کی سختی کو یوں غیر محسوس طریقے سے نرمی میں ڈھالا کہ میں خود حیران رہ جاتی ہوں اور اس بات پر میرا یقین پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے کہ ہماری ذات صرف اور صرف ہماری ماں کی تربیت کی مرہون منت ہے اور اگر ماں کو بہترین معلم کہا گیا ہے تو یقینی طور پر کچھ غلط نہیں ہے اور ہمارے امی ابو میں جہاں اور بہت سی عادات مشترک ہیں وہاں ایک یہ قدر بھی مشترک ہے کہ دونوں ہی درود پاک کے شیدائی ہیں۔

امی نے دنیا سے جانے سے ایک ہفتہ قبل اپنی مخصوص تسبیح پر سوا لاکھ یا شاید ڈیڑھ لاکھ مرتبہ درود ابراہیمی مکمل کیا اور پھر ہدیتاً عقیدتاً اور تحفتاً بارگاہ رسول ﷺ میں پیش کیا اور یقیناً یہ اسی درود پاک کی رونق تھی جو دنیا سے الوداع ہوتے ہوئے ان کے چہرے پر تھی' اس قدر نور کہ دیکھنے والے امی کو دیکھتے اور پھر حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے' وہ مخصوص طرح کی سفید روشنی تھی جو ان کے چہرے سے آدھ انچ تک محسوس ہورہی تھی' میں ان کی بیٹی ہوکر حیرت زدہ رہ گئی تھی تو باقی دیکھنے والوں کا عالم کیا ہوگا۔

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہے اس کو نواز دے یہ میرے حبیب کی بات ہے

امی جاتے ہوئے الحمدللہ پُرسکون تھیں لیکن ہماری زندگیوں میں شاید اب سکون نہیں رہا اب تک ایسا لگتا ہے کہ امی یہیں کہیں ہیں، ہمارے پاس اور ابھی بیڈروم میں داخل ہوتے ہی سامنے تسبیح کرتی نظر آئیں گی لیکن ایسا صرف لگتا ہے کیونکہ اب یہ منظر دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں۔ نفاست سے سجی ان کی وارڈروب، ہینگروں میں لٹکے استری شدہ کپڑے اور ان کے روزمرہ استعمال کی چیزیں دیکھ دیکھ کر دل پھٹنے لگتا ہے، اللہ کا کروڑ ہا مرتبہ شکر ہے کہ اللہ نے بن مانگے اتنا کچھ عطا کیا ہے جس کی کوئی بھی انسان حسرت کرسکتا ہے' خواہش کرسکتا ہے' دعا کرسکتا ہے لیکن اتنی بھرپور زندگی دینے کے بعد اتنی سخت آزمائش آن پڑی ہے کہ ہر وقت ہنسنے مسکرانے والوں کے منہ پر خاموشی کا تالا لگ گیا ہے اور زندگی کی رونق سے چمکتی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلائی رہنے لگی ہیں۔

ابھی تو ہم امی کی انگلی تھامے رشتوں اور دنیا کو سمجھنے کی کوشش ہی کررہے تھے کہ انگلی ہی چھوٹ گئی' اب ہم میں سے کوئی بھی اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہو پارہا، لڑکھڑاتے ہی جارہے ہیں سمجھ ہی نہیں آتا کہ اب کیا کرنا ہے امی جیسی دور اندیش اور جہاندیدہ خاتون جن سے ان کی عمر سے دوگنی خواتین آکر اپنے معاملات میں مشورے طلب کیا کرتیں اور امی کی دی گئی رائے کو وہ اپنے لیے حرف آخر سمجھا کرتیں کے چلے جانے سے صرف ہم نہیں بہت سے لوگ بے جان ہوکر رہ گئے ہیں لیکن......

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی تے میں سکھ نوں چولہے پاواں
یار خریدا کدی مل جائے سوہنترا اے میں رو رو حال سناواں

ابھی جولائی کی بات ہے میں پاکستان آئی ہوئی تھی اور میں نے امی کے ساتھ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کی مکمل کہانی شیئر کی میرے لکھنے پر وہ ہمیشہ بہت خوش ہوتی تھیں پوری کہانی کا خلاصہ سنا تو بولیں۔

"سکندر جیسے باپ یقینی طور پر اس دنیا میں موجود ہیں لیکن دیکھو پھر بھی اجیہ کے کردار سے کہیں بھی یہ ظاہر مت کرنا کہ والدین اگر سخت مزاج ہوں' اکھڑ ہوں یا ان کی ذات میں کوئی بھی خامی ہو تو اولاد کو یہ حق مل جاتا ہے کہ وہ ان سے بغاوت کریں کیونکہ والدین کا احترام اور عزت ہر حال میں اولاد پر فرض ہے اور مجھے کچھ کہنے کی تو ضرورت نہیں ہے تم خود پڑھی لکھی ہو ہر بات بہتر سمجھتی ہو۔"

لیکن میں مانتی ہوں کہ اولاد جتنی بھی پڑھ لکھ جائے وہ والدین سے بہتر نہیں سمجھ سکتی عقل و دانش میں اولاد ہمیشہ اپنے والدین سے کئی قدم پیچھے ہی رہتی ہے اور اس کا خود کو یوں پیچھے سمجھنا ہی اسے دنیا میں کئی لوگوں سے آگے بڑھا دیتا ہے۔ تبھی میں نے امی سے کہا۔

''آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے اور ان شاء اللہ ناول مکمل ہونے کے بعد پڑھنے والوں کے دل میں اپنے والدین کے لیے عزت واحترام مزید بڑھے گا ضرور لیکن کم ہرگز نہیں ہوگا اس بات پر آپ مطمئن رہیں۔''

اور امی خوش ہوگئی تھیں کیونکہ وہ چاہتی تھیں کہ میری کوشش ہوتی ہے کہ تحریر میں مثبت پیغام دیا جائے اس وقت بھی امی کا مسکراتا چہرہ میرے سامنے ہے جب میں ان کے بیڈ پر بیٹھی لکھ رہی تھی، وہ ساتھ تسبیح کررہی تھیں میں تھوڑا سا لکھتی پھر ان کے ساتھ لیٹ جاتی ہم دونوں باتیں کرنے لگتیں پھر امی کہتیں۔

''باتیں پھر بعد میں کرلیں گے تم پہلے لکھ لو کہیں تمہیں بھیجنے میں دیر نہ ہوجائے۔''

لیکن میرا دل ہی نہیں چاہتا تھا کہ ان کی موجودگی میں انہیں چھوڑ کر کوئی بھی اور کام کروں امی نے وہ قسط مجھ سے زبردستی لکھوائی تھی اور مجھ سے زیادہ انہیں ٹینشن تھی کہ وقت پر قسط لکھ کر ارسال کی جائے بار بار پوچھتیں کتنی رہ گئی ہے یا کتنا لکھ لیا ہے؟

یہی وجہ تھی کہ اس مرتبہ جب میں ایک ہفتے کے لیے پاکستان آنے کا سوچ رہی تھی تو میں نے طاہر بھائی سے کہا کہ ایک ڈیڑھ مہینے میں آپ کو ناول کی تمام اقساط بھجوادوں گی کیونکہ پاکستان جاکر امی ابو کے پاس بیٹھنے ان سے باتیں کرنے اور ان کی باتیں سننے کے علاوہ میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا۔

لیکن کیا خبر تھی کہ جو کچھ ہونے جارہا ہے اس کے بعد لکھنے کو ہی جی نہیں چاہے گا۔ آج بھی جو کچھ میں نے لکھا اس میں بے ربطگی ہے شاید اس لیے کہ اب زندگی میں ہی ربط باقی نہیں رہا تو میں اپنے الفاظ اور جملوں میں ربط کیسے پیدا کروں امی کہتی تھیں۔

''ہنسو سب کے سامنے لیکن روؤ رب کے سامنے۔''

میں اب تک سب کے سامنے ہنستی مسکراتی ہی رہتی ہوں کیونکہ رونے کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی لیکن اب جبکہ رونے پر اختیار نہیں رہا تو پھر بھی امی کی بات ہمیشہ یاد رہے گی اور کوشش ہوگی کہ ان کی تمام باتوں پر عمل کرسکوں۔

امی کے بارے میں لکھتے ہوئے نہ میرا ہاتھ تھکے گا نہ میری باتیں ختم ہوں گی لیکن سو باتوں کی ایک بات کہ امی کے جانے کے بعد ہماری ایک نئی زندگی شروع ہوئی ہے ایسی زندگی جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا آپ سے درخواست ہے کہ امی کے لیے تین مرتبہ سورۃ اخلاص ضرور پڑھیں اور ان کے بلند درجات کے ساتھ ہمارے لیے صبر وآسانی کی دعا کریں۔

وہ تمام لوگ بشمول طاہر قریشی صاحب، شاہین زمان، فاخرہ رباب، عاصمہ بتول، سارہ خان، ایچ آر رحمان، رشنا بتول، شبینہ گل اور دیگر کا انتہائی شکریہ جنہوں نے امی کے لیے ختم قرآن کا اہتمام کیا اور کئی قرآن کریم پڑھوا کر ان کے لیے ایصال ثواب کیے میں آپ سب کی ہمیشہ مقروض و احسان مند رہوں گی کہ آپ سب نے نہ صرف میرا دکھ محسوس کیا بلکہ امی کو بھی تحفہ عظیم ارسال کیا۔

ابھی تک میں فیس بک پر لاگ ان نہیں ہوئی اس لیے تمام کے نام نہیں لکھ سکی، جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت۔

اللہ آپ سب کے والدین سمیت میرے ابو جی کو بھی لمبی عمر، صحت، ایمان کی سلامتی اور ذہنی سکون سے نوازے اور جن کے والدین دنیا سے جاچکے ہیں ان سمیت میری امی کو بھی جنت الفردوس میں نبی پاک ﷺ کی غلامی نصیب فرما کر ان کی تمام منزلیں آسان فرمائے اور ہم سب کو صبر سے نواز کر اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کرے، آمین ثم آمین یاارحم الراحمین۔

Downloaded From
paksociety.com
چراغ خانہ
رفعت سراج
WWW.PAKSOCIETY.COM

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

بے سود نہیں جیتے ہم درد کے مارے بھی
دنیا تیری زینت ہیں کچھ خواب ہمارے بھی
تقدیر کی دنیا میں تدبیر نہیں چلتی
موہوم بھروسے بھی، لاچار سہارے بھی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

مشہود کو پیاس محسوس ہوتی ہے سینٹر ٹیبل پر رکھا جگ جو ہمیشہ پیاری بھر کر رکھتی تھی وہ اس وقت خالی تھا تب مشہود اپنی واکر کے سہارے کچن تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن درمیان میں لڑکھڑا کر اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پاتا اور زمین پر گر جاتا ہے۔ دوسری طرف سعدیہ مشہود کو کسی فزیشن کو دکھانے کی بات کرتی کمال فاروقی کو چونکا دیتی ہیں۔ کمال فاروقی اب تک مشہود کی کیفیت سے لاعلم ہونے کے ساتھ سعدیہ اور مانو آپا کی بے عزتی سے بھی بے خبر ہوتے ہیں جس پر دانیال بات سنبھالتا ڈھکے چھپے لفظوں میں مشہود کی سوچ سے انہیں آگاہ کرتا ہے تب ہی کمال فاروقی مشہود سے بات کرنے کے لیے فکر مند ہو جاتے ہیں۔ پیاری بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ مشہود اٹھ کر کھڑے ہونے کی ناکام کوشش کرتا ہے لیکن ماربل کا فرش ہونے کے باعث وہ پھسل جاتا ہے ایسے میں باہر گاڑی رکنے کے ساتھ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ مشہود کے ذہن میں ماسی کا خیال آتا ہے تب وہ حلق کے بل چیختا اسے اپنی موجودگی کا دلاتا ہے۔ عالی جاہ مانو آپا کو پیاری کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن مانو آپا اسے ڈانٹتی یوں پرائی لڑکی پر الزام لگانے سے منع کرتی ہیں ساتھ ہی اللہ سے اس کی نیک سیرت کی بھی دعا کرتی ہیں۔ عالی جاہ مانو آپا کی طرف سے مایوس ہو کر سعدیہ کو پیاری کے خلاف کرتا ہے دوسری طرف سعدیہ عالی جاہ کو اپنی بے بسی کا بتاتی اس سے ثبوت مانگتی ہیں۔ مشہود کو اپنا نچلا دھڑ مفلوج محسوس ہوتا ہے تب ہی کمال فاروقی اور دانیال اسے کمرے تک پہنچاتے ہیں۔ گھر کی ایک چابی پیاری کے پاس تھی، کمال فاروقی مشہود کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بات کرتے ہیں جس پر مشہود انکاری ہو جاتا ہے لیکن فاقے کی وجہ سے مشہود بے ہوش ہو جاتا ہے تب دانیال اور کمال فاروقی اسے ہسپتال لے جاتے ہیں۔

اب آگے پڑھیے

کمال فاروقی نے پیاری کی تنہائی کے خیال سے دانیال کو پیاری کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ وہ پیاری کو تسلی دی کہ مشہود اکیلا نہیں ہے، وہ سب لوگ اس کے قریب ہیں اور جیسے ہی اس کی حالت سنبھلے گی وہ اسے سمجھا بجھا کر گھر لے آئیں گے۔

پیاری خالی گھر میں اپنا ذہن جیسے بالکل بند کر کے بیٹھی ہوئی تھی کوئی امید بھری سوچ نا ذہن میں آرہی تھی یا وہ اپنی قوت ارادی سے اپنے ذہن کو جگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مٹی کے ڈھیر کی طرح صوفے پر پڑی ہوئی تھی کہ کال بیل کی آواز نے اسے چونکا کر رکھ دیا۔

"اس وقت کون آ گیا...... وہ سب لوگ تو ہسپتال میں ہوں گے" اپنے خیالوں میں الجھی ہوئی بمشکل اپنی جگہ سے اٹھی اور جیسے گھسٹتی ہوئی خود کو گیٹ تک لائی۔

"کون ہے؟" اس نے آہستہ آواز میں سوال کیا۔

"ہاں پیاری...... گیٹ کھولنا میں ہوں۔" گیٹ کے اس پار سے دانیال کی دھیمی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ پیاری نے جانے کس خیال کے تحت خوف زدہ ہو کر گیٹ کھولا تھا۔ پتا نہیں دل طرح طرح کے وہموں کا شکار کیوں ہونے لگا تھا۔ مشہود ہسپتال میں ہے تو دانیال یہاں کیوں آ گئے اندیشوں سے لبریز دل نے پہلا سوال یہی کیا تھا۔ گیٹ کھلتے ہی دانیال

اندر آیا اس سے پہلے کہ پیاری گیٹ بند کرتی دانیال نے ہاتھ بڑھا کر خود ہی گیٹ بند کیا اور پیاری کی طرف دیکھا' پیاری اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''وہ...... مشہود بھائی خیریت سے ہیں نا۔ ہوش آ گیا ہے ان کو؟'' اس نے بے تابی سے سوال کیا۔ دانیال نے گہری سانس لے کر پیاری کی طرف دیکھا چند ثانیے کچھ سوچا اور پھر آہستہ آواز میں گویا ہوا۔

''مشہود کی طبیعت ابھی سنبھلی نہیں ہے لیکن تم فکر نہ کرو پاپا وہیں ہیں۔ پاپا نے مجھے خود یہاں بھیجا ہے کہ تم یہاں اکیلی ہو۔'' دانیال نے اپنے آنے کی وجہ یوں بیان کی جیسے پیاری کا شوہر نہ ہو دور پرے کا رشتہ دار ہو اور منہ اٹھا کر چلا آیا ہو اور آنے کے بعد صفائیاں دے رہا ہو یا اخلاقیات جھاڑ رہا ہو اسے اچانک رشتہ داروں کی بڑی شدت سے یاد آئی ہو اور وہ خیریت دریافت کرنے چلا آیا ہو۔

''اکیلی ہوں تو کیا ہوا اپنے گھر میں ہوں۔ مشہود بھائی کو اکیلے چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔'' پیاری نے بڑی روکھائی سے دانیال کے تمام تر خلوص کو گویا ایک طرف رکھتے ہوئے جواب دیا۔ دانیال بڑی ہمت سے یہ بات سہہ گیا' اسے اندازہ تھا کہ اس وقت پیاری کی ذہنی حالت بہت مخدوش ہے اسے اس کی طرف سے آنے والی کوئی بھی ناگوار بات بہت حوصلے سے برداشت کرنا ہوگی۔ محبت بھرے دل بہت وسیع ہوتے ہیں خود بخود گنجائش نکل آتی ہے۔

''ہاں ٹھیک ہے مجھے بھی اس بات کا احساس تھا کہ تم اکیلی ہو پریشان ہو رہی ہو گی' بہرحال ایک اکیلا ہوتا ہے اور ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں۔'' دانیال نے بڑی آہستگی سے اس کے شانوں کو تھام کر کہا اور شانوں پر دباؤ ڈال کر اسے اندر کی طرف لے کر چل دیا۔ پیاری اس وقت تو خود کو گھسیٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی لیکن چند قدم چل کر اس نے دانیال کے ہاتھ شانوں سے ہٹائے اور انداز ایسا تھا جیسے دانیال کو خبردار کر رہی ہو کہ وہ آئندہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بات کرنے کی ہمت نہ کرے۔ دانیال یہ بھی سہہ گیا اور اس نے اپنے طور پر کوشش کی کہ پیاری اس سے پہلے آگے بڑھ جائے اور وہ اس کے پیچھے چل دیا۔

پیاری لاؤنج میں داخل ہو کر صوفے پر یوں بیٹھ گئی جیسے اسے دانیال کی موجودگی کی پروا ہی نہ ہو۔ دانیال اس کا یہ انداز محسوس کرتے ہوئے اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

''اگر تمہیں میرا آنا اتنا ناگوار گزرا ہے تو میں چلا جاؤں گا اگر ہو سکے تو ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دو۔'' دانیال نے پیاری کی سرد مہری کو بڑی شدت سے محسوس کرتے ہوئے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا اور صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی مانگنے پر اکتفا کیا۔

پیاری یہ سن کر اپنی جگہ سے اٹھی اور فوراً ہی ایک گلاس ٹھنڈا پانی لے آئی۔ وہ دانیال کے قریب کھڑی پانی کا گلاس پیش کر رہی تھی' دانیال نے بڑی گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور دھیرے سے مسکرا دیا۔

''اب تو بڑی شدت سے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ جیسے میں نے کسی کو چاہ کر بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہو۔ کوئی جرم کر بیٹھا ہوں مگر مجھے امید ہے کہ ایک دن میرا خلوص رنگ لائے گا اور میرے حالات میرے حق میں ہو جائیں گے۔'' اس نے پیاری کے ہاتھ سے گلاس لے کر یہ چند کلمات ضرور ادا کیے تھے کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ کوئی اچھی بات کرنے سے اس کی اپنی طبیعت ہی بہلے گی ورنہ پیاری کے انداز نے تو اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔

پانی کا گلاس وہ ایک سانس میں خالی کر گیا تھا' پیاری خالی گلاس تھامنے کے لیے منتظر تھی۔ دانیال نے گلاس پیاری کو تھمایا تو پیاری فوراً وہاں سے پلٹی نہیں بلکہ اس نے بڑی گہری نظر سے دانیال کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں جیسے برف جمی ہوئی تھی۔ بے تاثر جذبات سے عاری آنکھیں' جیسے کوئی پالتو مویشی اپنے مالک کو پاس سے گزرتے ہوئے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے۔

''میرا خیال ہے کہ آپ کو ہسپتال چلے جانا چاہیے اگر مشہود بھائی کو کہیں سے بھی پتا چل گیا کہ آپ اس وقت میرے پاس ہیں تو وہ...... الٹا سیدھا سوچنے لگیں گے۔''

''مثلاً کیا الٹا سیدھا سوچنے لگیں گے؟'' دانیال نے چونک کر پیاری کی طرف دیکھا۔

''یہی کہ ہم انہیں ہسپتال میں پہنچا کر خوشیاں منا رہے ہیں۔'' یہ کہہ کر پیاری اسی سرد مہر انداز میں گلاس رکھنے کے لیے آگے بڑھ گئی تھی۔

دانیال کو یوں لگا جیسے اس نے اب تک جو محنت کی تھی سب کسی کھڈے میں جا پڑی ہو۔ شدید مایوسی کی کیفیت میں اس نے اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو سنبھالا اور فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔

''میں جا رہا ہوں...... کوشش کروں گا کہ اب میں تمہارے سامنے آؤں تو مشہود میرے ساتھ ہو۔'' جانے کیوں خود بخود اس کے لہجے میں دل کی شکستگی چھلک رہی تھی۔ پیاری نے اس کی بات سن لی تھی اس نے اتنا تکلف بھی نہیں کیا کہ جاتے ہوئے دانیال کے سامنے کچھ دیر کے لیے ہی آ کھڑی ہوتی یا اسے اللہ حافظ کہتی' دانیال جا رہا تھا اور وہ اس کے قدموں کی آہٹیں سن رہی تھی۔

❁......❁......❁

مانو آپا جب تک گھر میں رہیں مشہود کی خیر خیریت معلوم کرتی رہیں' ہسپتال میں کمال فاروقی مشہود کے قریب تھے وہ مشہود سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتے تھے لیکن ہسپتال میں نہیں۔ مشہود بھی ان کی طرف دیکھ کر کچھ سوچتا لیکن خاموش ہو جاتا تھا اس کو ہوش آئے کافی دیر ہو چکی تھی اس کو تیسری ڈرپ لگ رہی تھی بقول ڈاکٹر کے کمزوری بہت ہے شاید انہوں نے ٹھیک سے کھایا پیا نہیں اس لیے بی پی بہت زیادہ لو ہو گیا تھا۔ کمال فاروقی مشہود کو آنکھیں بند کیے لیٹا دیکھ کر باہر آ گئے وہ سوچ رہے تھے کہ مشہود کو کچھ دن کے لیے ہسپتال میں ہی رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے اس دوران ان کو مشہود کے ساتھ تفصیل سے بات کرنے کا موقع مل جائے اور وہ جو ایک زہر آلود فضا عرصے سے طاری ہے جس کے بارے میں انہیں دانیال نے تفصیل سے بتا دیا تھا اس سے نجات مل جائے۔ وہ جیسے ہی کمرے سے باہر آئے ان کے سیل فون پر رنگ ہوئی انہوں نے کوٹ کی اندرونی جیب سے سیل فون نکال کر دیکھا مانو آپا کی کال آ رہی تھی' انہوں نے کال ریسیو کی۔

''جی آپا...... السلام علیکم۔'' انہوں نے بہن کو مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔ جیتے رہو اپنی اولاد کی بہاریں دیکھو۔''

''آمین ثم آمین۔''

''یہ بتاؤ کہ اس وقت تم کہاں ہو؟'' مانو آپا دوسری طرف سے پوچھ رہی تھیں۔

''آپا میں ہسپتال میں مشہود کے پاس ہوں' دانیال کو تو میں نے پیاری کے پاس بھیج دیا تھا ظاہر ہے وہ بھی وہاں اکیلی تھی میں نے سوچا پریشان ہو رہی ہوگی بھائی ہسپتال میں ہے ایسا نہ ہو الٹی سیدھی سوچیں اس کو پریشان کر دیں۔ پتا نہیں اس نے کچھ کھایا پیا بھی کہ نہیں۔ دانیال ساتھ ہوگا تو ظاہر ہے خیال رکھے گا۔''

''یہ تو تم نے بہت اچھا کیا کہ تم یہاں ہسپتال میں مشہود کے پاس رک گئے اور دانیال کو پیاری کے پاس بھیج دیا لیکن کمال...... ابھی نماز پڑھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ تم صبح سے اس بچے کے چکر میں پھر رہے ہو بہت تھک گئے ہو گے۔ میں ہسپتال آ جاتی ہوں تم گھر چلے جانا۔'' مانو آپا کو اپنے بھائی کی تھکاوٹ کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا جیسا کہ وہ کمال فاروقی کے بچپن سے لے کر ابھی تک ان کا خیال رکھتی آ رہی تھیں۔ اس وقت بھی اس قسم کے جذبات کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔

''ارے نہیں آپا...... آپ کہاں یہاں رات کو رکیں گی' پریشان ہو جائیں گی۔''

''کیوں پریشان ہو جاؤں گی' ارے کسی دکھیا کی خدمت کر کے دل کو سکون ملتا ہے' پریشانی تو نہیں اور میں کون سا ساری رات پڑ کر سوتی ہوں' دو تین گھنٹے کے لیے سوتی ہوں رات دو ڈھائی بجے اٹھ جاتی ہوں پھر میرا دن ہو جاتا ہے' بس اب اتنی ہی نیند رہ گئی ہے۔ تم تھک گئے ہو گے صبح کے اٹھے ہوئے ہو ہسپتال کے چکر پریشانی تم گھر جا کر آرام کر لینا۔''

''نہیں نہیں آپا' آپ یہاں پر...... پتا نہیں خاتون کو یہاں رکنے کی اجازت ہے کہ نہیں۔''

''ارے میں سب اجازت وجازت لے لوں گی بچہ ہے میرا' میں نے دیکھا ہے مائیں اپنے بچوں کے ساتھ ہسپتال میں رک جاتی ہیں' کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ میں آ رہی ہوں بس تم کسی قسم کی کوئی فکر نہیں کرو۔'' یہ کہہ کر مانو آپا نے فون بند کر دیا تھا۔

کمال فاروقی پُرسکون ہونے کی بجائے پریشان ہو گئے تھے' مانو آپا مشہود کے ساتھ رکیں گی' پتا نہیں مشہود ان سے کیا سوال جواب کرے کس طرح سے بات کرے خوامخواہ ہماری وجہ سے بے چاری سیدھی سادی مانو آپا کو رنج پہنچے گا اور انہیں عادت بھی نہیں ہے انہیں تو ہمیشہ اپنا دکھ تکلیف چھپانے کی عادت ہے' دوسروں کے دکھ تکلیف سمیٹنے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہیں' وہ بہن کی محبت میں چور مختلف خیالات میں کھو گئے تھے۔

❁......❁......❁

دانیال پیاری کے پاس سے اٹھ کر چلا تو آیا تھا لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی اسے عجیب طرح کی پریشانی نے آلیا' گھر جائے تو کس منہ سے جائے ہسپتال جائے تو باپ کو کیا جواب دے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کرے تو کیا کرے گھر جائے گا تو ماں پوچھے گی کہ کہاں سے آرہے ہو' ہسپتال جائے تو باپ پوچھے گا کہ پیاری کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آگئے۔ وہ بری طرح سے الجھ کر رہ گیا تھا کچھ سمجھ نہ آئی تو سمندر کنارے چلا آیا ویسے بھی جس راستے سے وہ سمندر پر آیا کرتا تھا اس راستے پر ٹریفک کا دباؤ بہت کم ہوتا تھا۔

گاڑی بہت آرام سے اس روڈ پر گاڑی ڈالتے ہی وہ گاڑی کا اے سی بند کردیا کرتا تھا۔ گاڑی کے دونوں شیشے نیچے کرکے سمندر کی ہواؤں سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا جو سمندر سے کافی پہلے ہی اسے محسوس ہونا شروع ہوجاتی تھیں۔ ساحل سمندر پر آکر چہل قدمی کرنا ہمیشہ اس کا پسندیدہ مشغلہ رہا تھا' اس وقت بھی جب اسے کچھ سجھائی نہ دیا تو خیال آیا کہ کچھ دیر سمندر کی جھاگ اڑاتی لہروں پر نظر جما کر بیٹھ جائے گا اور ذہن کوئی عقل کی بات سوچنے کے قابل ہوگا کیونکہ اس وقت تو اس کی ایسی حالت تھی کہ اسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ دنیا کا احمق ترین انسان ہے۔ وہ ماں کے پاس جائے باپ کے پاس جائے یا پیاری کے پاس جائے۔

اس کے پاس کرنے کو کوئی بات نہیں ہے ایسا بھی کیا کہ انسان اتنا خالی ہوجائے کہ اس کے پاس کرنے کو کوئی بات ہی نہ رہے اور جب کسی اپنے کے پاس بیٹھا جاتا ہے تو اس کی صورت نہیں تکی جاتی' کچھ اپنی کہی جاتی ہے کچھ اس کی سنی جاتی ہے اور اس وقت حال یہ تھا کہ نہ کسی کی سننے کو دل چاہتا تھا اور نہ کہنے کو۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کو محسوس کرتا ہوا وہ بہت جلد سمندر تک پہنچ گیا تھا' کچھ لوگ چہل قدمی میں مصروف تھے کچھ لوگ گاڑی میں بیٹھے آئس کریم کھا رہے تھے' بچے باہر کھیلتے کودتے' بھاگتے دوڑتے نظر آرہے تھے۔ کچھ بچے گھوڑوں اور اونٹوں کی سواری سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ منظر بدل گیا تھا اسے حیرت ہوئی' منظر تبدیل ہوتے ہی اس کی ذہنی کیفیت خودبخود تبدیل ہونے لگی اسے یوں لگا جھاگ اڑاتا سمندر اس کے سکون کی ضمانت بنتا جارہا ہو۔ وہ گاڑی سے اتر کر جینز کے پائنچے فولڈ کرکے آہستہ آہستہ چلتا ہوا جھاگ اڑاتی لہروں کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

لہریں اس کے پاؤں کو چھو چھو کر واپس پلٹ رہی تھیں' یوں لگ رہا تھا کہ وہ اس کا سارا ڈپریشن پیروں سے چوس کر واپس سمندر میں جارہی ہوں اور وہ گہرے سکون میں اترتا جارہا ہو۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ کافی گہرے پانی میں آکھڑا ہوا تھا' ٹھنڈا ٹھار پانی' اب اس کے دماغ میں بھی تراوٹ آرہی تھی' جی چاہا بس یہیں کھڑے کھڑے رات گزار دے۔ محبت ناقدری پر ملول ضرور ہوتی ہے لیکن محبت کے سلسلے اگر خلوص کی بنیاد پر قائم ہوں' استوار ہوں تو قبر میں اترنے تک ٹوٹتے نہیں ہیں۔ دل شکنی ہوئی تھی مگر پیاری کی محبت اب ٹھنڈی ہواؤں کی صورت اس کو ہولے ہولے تھپک رہی تھی۔

❁……❁……❁

ماتو آپا کو پتا تھا کہ بارہ ایک بجے سے پہلے تو عالی جاہ نے گھر میں قدم نہیں رکھنا' اس لیے انہوں نے نوکروں کو جو ہدایات دینا تھیں وہ دیں اور نکلنے سے چند منٹ پہلے عالی جاہ کو فون ملایا۔ عالی جاہ کتنی ہی من مانی کرنے والا خودسر سہی لیکن ایک بات تھی کہ وہ کبھی بھی ماں کی طرف سے آنے والی کال کو نظر انداز نہیں کرتا تھا حالانکہ ماتو آپا دوسروں سے سنا کرتی تھیں کہ وہ اپنی مرضی سے کال پک کرتا ہے' موڈ ہوتا ہے تو بات کرلیتا ہے ورنہ نا جواب دیتا اور نہ ہی کال بیک کرتا' اب وہ اولاد کی پردہ پوشی کرنے کو کچھ اچھے سے کلمات بول کر اس کی صفائی پیش کردیا کرتی تھیں لیکن ان کے اپنے دل میں اس بات کی بہت قدر تھی کہ ان کا بیٹا اتنا تو احساس کرتا ہے' کتنا ہی مصروف ہو اور کہیں بھی ہو ان کی کال کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ پہلی ہی رنگ پر عالی جاہ نے ان کی کال پک کرلی تھی۔

"جی اماں…… کھانا تیار ہوگیا ہے اور آپ میرا انتظار کررہی ہیں بس یہی کہنے کو فون کیا ہوگا' ویسے تو سب اچھا ہے کوئی خاص خبر نہیں ہے۔ میں نے یہاں پر ٹی وی پر خبریں بھی چیک کی تھیں' اللہ کا شکر ہے شہر میں سکون ہے' کوئی خاص بات نہیں ہے اور رہا ٹریفک جام تو اس سے شاید تو مرکر ہی جان چھوٹے گی اور سنائیں سب خیریت ہے؟" عالی جاہ ایک تواتر سے شروع ہوگیا تھا یوں جیسے جان چھڑانے کے لیے اکٹھی باتیں کرکے فارغ ہوجانا چاہتا ہوتا کہ اس کے بعد مزید بات نہ کرنا پڑ جائے۔

"ارے سانس بھی لے لو' بولے چلے جارہے ہو' بولے چلے جارہے ہو…… مرنے جینے کی باتیں نہ اپنے سامنے اٹھا

کر رکھو میرے ساتھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے پاس کوئی کام کی بات نہیں ہوتی تو خاموش رہا کرو۔''

''یہ لیجیے کہ میں کیسے خاموش رہوں' آپ نے مجھے فون کیا ہے اب فون پر آپ مجھے دیکھ تو نہیں رہیں' بات ہی کرنا پڑے گی۔''

''تو بیٹا یہ بات کرنے کا کون سا انداز ہے؟'' مانو آپا نے زچ ہو کر کہا۔ ''اب ماں کا فون آیا ہے تو ماں کی سنو کہ ماں نے کیوں فون کیا ہے' بس اندازوں کے گھوڑے دوڑانا شروع کر دیئے۔ اللہ تمہیں سمجھے بس اور کیا کہوں بیٹا یہ ہی دن رات دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں نیک ہدایت دے' سیدھے راستے پر چلائے' اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو' تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔''

''اماں..... جب گھر آؤں گا تو سامنے بٹھا کر پورا ایک گھنٹہ دعائیں دیجیے گا' ابھی تو سامنے کلائنٹ بیٹھے ہوئے ہیں یہ بتادیں کہ آپ نے مجھے کسی خاص وجہ سے فون کیا ہے یا میری خیر خیریت لینے کے لیے فون کیا ہے؟'' عالی جاہ اب تھوڑا بے زار کن لہجے میں گویا ہوا تھا کیونکہ جن کو بیٹھے بٹھائے کچھ قصور کیے بغیر یا غلطی کرنے کے بعد بھی دعائیں ملتی رہیں تو ان کو تو ایسا لگتا ہے کہ تین ٹائم کا ناشتا' کھانا ہو' معمول کا حصہ ہوں اور وہ لوگ جو دعا کو ترستے ہیں ان کو جب دعا ملتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ وہ کسی دوزخ سے نکل کر کسی بہشت میں آ کھڑے ہوئے ہوں۔

''بیٹا..... میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں آج رات گھر پر نہیں ہوں گی مگر صبح گھر آجاؤں گی۔ نوکروں کو سب بتادیا ہے میں نے' سمجھادیا ہے تم آرام سے گھر آ کر کھانا کھا کر سو جانا.....''

''کہاں جارہی ہیں آپ؟''

''ارے بھئی مجھے بھی دس کام ہوتے ہیں تم سمجھتے ہو کہ دنیا کے سارے کام تم نے اپنے ذمہ لیے ہوئے ہیں اور ہم بے کار بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''لیکن اماں..... ایسا کیا کام پڑ گیا آپ تو کبھی گھر سے باہر رکتی نہیں' ظاہر ہے مجھے پریشانی ہورہی ہے۔ کیا ہو گیا ہے' آپ کہاں رکنے جارہی ہیں؟'' عالی جاہ اپنی ساری چوکڑیاں بھول کے بہت فکر مند ہو کر اب ماں سے سوال کررہا تھا۔

''ارے بیٹا تم چڑ جاؤ گے مگر بات یہ ہے کہ اب کسی کی ناراضگی کی فکر کروں یا یہ سوچوں کہ ایک دن اللہ کو جان دینی ہے۔'' علی جاہ کی سمجھ میں خاک نہیں آیا۔

''بیٹا میں ہسپتال جارہی ہوں پیاری کا بھائی وہاں داخل ہے تمہارے ماموں صبح سے اس کے ساتھ ہیں' تھک کے چور ہوگئے ہوں گے..... ارے آج تو وہ اپنے سارے کام چھوڑ کر اس کے ساتھ رہے ہیں۔''

''ہاں تو یہ انہی کا کام ہے آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''میں تم سے اجازت نہیں مانگ رہی۔ ارے بیٹا..... ماں ہوں میں تمہاری..... کوئی کسی کی قبر میں جا کر نہیں لیٹتا سب کو اپنی اپنی قبر میں جانا ہے اور اپنے اعمال نامے کا جواب دینا ہے جس دن میرا حساب کتاب ہورہا ہوگا تم آ کر سوال جواب دینے کے لیے ماں کے ساتھ کھڑے نہیں ہوجاؤ گے۔ ارے تمہیں اپنی پڑی ہوئی ہوگی مجھے اپنی پڑی ہوئی ہوگی' بس میں نے تمہیں بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ میں ہسپتال میں ہوں گی اگر تمہیں مجھ سے ملاقات کرنی ہو' دل چاہے اور تمہیں عیادت کی توفیق ملے تو تھوڑی دیر کے لیے آجانا۔''

''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہ کون لگتے ہیں میرے جو میں سب کام چھوڑ کر عیادت کے لیے جاؤں آپ کو مفت کی نیکیاں سمیٹنے کا بہت شوق ہے۔ ظاہر میں آپ کو منع نہیں کرسکتا' نہیں روک سکتا جو چاہے آپ کا دل کرے کرتی رہیں۔'' یہ کہہ کر عالی جاہ نے بڑے غصے میں فون بند کردیا تھا لیکن مانو آپا کو پتا تھا کہ تھوڑی دیر میں وہ بیوپاریوں کے ساتھ لگ کر سب کچھ بھول جائے گا جب وہ واپس پلٹے گا تو یاد آئے گا کہ ماں کہاں ہیں۔

❁.....❁.....❁
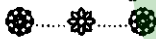
''ہاں..... دانیال تو پیاری کے پاس ہے' میں نے ہی کہا تھا وہاں پر وہ اکیلی ہے تو بہتر ہے کہ تم وہاں چلے جاؤ۔''

''تو اب اس کے بھائی کی طبیعت کیسی ہے؟'' سعدیہ نے کمال فاروقی کی بات سن کر بڑے صبر وضبط کے ساتھ سوال کیا۔ کوشش کررہی تھیں کہ لہجے میں خلوص ہمدردی اور فکر و پریشانی کا تاثر نمایاں ہو اور کمال فاروقی کو یقین آجائے کہ وہ پیاری کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

''ہاں طبیعت تو اس کی کافی سنبھل گئی ہے مگر میں نے جان بوجھ کر ڈاکٹر سے کہا کہ بھئی اس کو ایک دو دن ہسپتال میں

رکھیں' اچھا ہے سارے ٹیسٹ وغیرہ ہو جائیں ابھی تو فی الحال یہی ممکن ہے کہ یہ پتا چلانے کی کوشش کی جائے کہ خدانخواستہ آنے والے دنوں میں اسے کوئی صحت کے مسائل تو درپیش نہیں رہے۔" کمال فاروقی نے سعدیہ کو جواب دیتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف قدم بڑھائے۔

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی۔" وہ خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئیں حالانکہ وہ مخاطب کمال فاروقی سے تھیں' کمال فاروقی نے پلٹ کر سعدیہ کی طرف دیکھا۔

"کیا سمجھ نہیں آئی تمہیں' ایسی کیا بات ہے جس کو سمجھنا مشکل ہے۔"

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ پیاری اور دانیال کو اس گھر میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ لاک کرکے یہاں آجائیں' دانیال بے آرام ہوگا اس گھر میں تو بڑے مسئلے ہیں میرے خیال میں تو اس گھر میں فل ٹائم نوکر بھی نہیں ہے۔" سعدیہ نے اپنے طور پر غالباً پیاری کے ساتھ بہت اپنائیت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں' ماشاء اللہ وہ دونوں فٹ ہیں' اکیلے ہیں ان کو کسی نوکر کی ضرورت بھی نہیں ہے چھوٹے موٹے کام ہیں وہ پیاری خود کرلیتی ہے۔ تم کیوں پریشان ہورہی ہو۔"

"نہیں' میرا مطلب یہ تھا کہ بھئی جیسے کھانا پکانا وغیرہ مشکل ہوگا۔ دانیال کو کافی پریشانی ہوسکتی ہے' وہ ایسے ماحول کا عادی نہیں ہے۔"

"کیا ہوگیا ہے سعدیہ...... ایک وقت کا کھانا پکانا کون سا مشکل کام ہے آج کل تو ہوم ڈیلیوری ہوجاتی ہے ایک فون کال کرو اور من پسند چیز حاضر۔ تم آرام کرو۔"

"تو آپ...... تو ابھی گھر پر ہی ہیں نا' کہیں جانا تو نہیں......" سعدیہ کو اپنی بات کے جواب میں اتنا مضبوط جواب ملا کہ انہیں موضوع ہی بدلنا پڑا۔

"ہاں میں گھر پر ہی ہوں' مانو آپا مشہود کے پاس ہیں۔"

"مانو آپا......!" سعدیہ نے چونک کر کمال فاروقی کی طرف دیکھا۔

"ہاں بھئی انہوں نے ہی اصرار کیا میں نے تو منع کیا تھا' کہہ رہی تھیں کہ تم صبح سے ہسپتال ہی میں ہوگے۔ تھک گئے ہوگے' گھر جاکر آرام کرو' رات ہی کی تو بات ہے میں رک جاتی ہوں اول تو ایسی ڈرنے والی بات نہیں ہے پھر بھی خدانخواستہ کوئی ایمرجنسی ہو جاتی ہے تو میں دیکھ لوں گی۔" یہ کہہ کر کمال فاروقی ڈریسنگ روم میں غائب ہوگئے۔ سعدیہ سر جھکائے سوچ رہی تھیں۔

"یہ مانو آپا...... مفت کا ہمدرد دواخانہ' بتاؤ اب ان کو ہسپتال میں رکنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس بھائی کی نظر میں اچھا بننے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ پائے۔" وہ اب وہ کڑھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

❁......❁......❁

دانیال کی زندگی تو ایک عجیب مشکل میں پڑگئی تھی' نہ پیاری کے پاس جاسکتا تھا نہ گھر جاسکتا تھا اور مشہود کے پاس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ساحل پر کئی گھنٹے گزارنے کے بعد اس کا ذہن سوچ سوچ کر شل ہوگیا کہ جائے تو کہاں جائے۔ پیاری کے پاس جائے تو اس کی سرد مہری کس طرح برداشت کرے اور گھر جائے تو وہاں ایک سوال ہوگا کہ وہ پیاری کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آگیا' آخر وہ اس کی بیوی ہے ایسے وقت میں اسے اس کے ساتھ ہونا چاہیے۔

مشہود کے پاس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مشہود اسے پاکر شاید کمرہ ہی چھوڑ دیتا۔ ویسے تو شہر میں کئی دوست تھے لیکن وہ کسی دوست کے گھر جاکر رات گزارنے کا کیا بہانہ بناتا جبکہ اس کا اسی شہر میں گھر تھا' اس نے بہت دیر غور وغوض کرنے کے بعد بالآخر یہی سوچا کہ اسے پیاری کے پاس چلے جانا چاہیے کیونکہ رات بھی کافی ہوگئی ہے ہوسکتا ہے وقت بدلنے سے پیاری کے احساسات میں بھی کوئی تبدیلی واقع ہوجائے اور پھر آخر اسے کچھ تو کرنا ہے گھر میں گھر والوں کا سامنا کرنے سے زیادہ آسان کام یہ ہے کہ وہ پیاری کی دو چار سن کر سونے کی کوشش کرے۔

اسی سوچ پر آکر دل جیسے جم گیا تو اس نے پیاری کے بارے میں سوچتے ہوئے کار کی طرف قدم بڑھادیئے۔ یہ مشکل کس طرح حل ہوگی یہ مرحلے کس طرح طے ہوں گے کب تک یہ سب کچھ اسی طرح رہے گا آخر پیاری اس کے بارے میں اپنائیت کے ساتھ کیوں نہیں سوچتی۔ اسے کیوں خیال نہیں آتا کہ اس کا جرم صرف ایک محبت ہے اور جرم محبت کو کم از کم پیاری تو اتنی بڑی سزا نہ بنائے' اسے میرا خیال کرنا چاہیے۔ خون کے رشتے ایک حقیقت صحیح لیکن محبت کا رشتہ بھی کوئی کچے دھاگے کا رشتہ تو نہیں اور کتنا آزمائے گی مجھے۔" وہ

کار کا دروازہ کھولتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

❁......❁......❁

"یا اللہ ارحم الرحمین......اس بچے پر رحم کر اس بن ماں باپ کے بچے پر رحم فرما۔ اے میرے مالک اس بچے کو صحت و تندرستی عطا فرما' تیرا یہ پیارا بندہ اس وقت بہت تکلیف میں ہے۔ اے دکھیوں کے دکھ دور کرنے والے اے اس کی ماں سے زیادہ چاہنے والے تیرے آگے دامن پھیلائے دعا کررہی ہوں کہ اپنے عاجز بندے پر اپنا رحم فرما۔ یہ معصوم بچہ بہت مشکل میں ہے اسے اپنے بندے کو اپنے ماں باپ سے زیادہ چاہنے والے میرے مولا میں تجھ سے اس بچے کی صحت و تندرستی کی بھیک مانگتی ہوں۔ اے میرے آقا' اے میرے مالک تُو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے' اس تکلیف میں مبتلا بچے پر رحم فرما۔ یارب العالمین اس کی زندگی خوشیوں سے بھر دے' یا اللہ اس کے دل سے بدگمانیوں کو دور کردے۔ یا اللہ اسے رشتوں کی قدر کرنے والا بنا' یا اللہ تو اس کو ایسا بنادے جیسا کہ تُو چاہتا ہے کہ تیرا بندہ بنے نظر آئے' یا اللہ تُو اسے ایسا بنادے کہ اسے سب پیار کریں یا اللہ تُو پیار کرے۔"

مانو آپا کی دعا اگرچہ سرگوشیوں کی صورت میں تھی وہ جانماز پر بیٹھی اپنا آنچل پھیلائے بڑے خلوص اور دلسوزی سے مشہود کے لیے دعا میں مصروف تھیں مگر شاید اس جذبے میں اتنی طاقت تھی کہ مشہود کی غنودگی اور غفلت رفو چکر ہوگئی تھی۔ وہ بہت غور سے مانو آپا کی دعا سن رہا تھا' ان کی آواز بہت آہستہ تھی اس لیے اسے کان لگانا پڑے۔ مانو آپا کی دعا کے الفاظ کیا تھے کوئی طلسم تھا کہ مشہود کے ذہن سے نیندیں دور ہوئی جیسے وہ سویا ہی نہیں تھا اور صدیوں سے جاگ رہا تھا کوئی اس کے لیے اللہ کے آگے جھک کر اتنی رقت' اتنی دلسوزی سے دعا کررہا تھا۔ پہلے مرحلے میں تو اسے یقین ہی نہ آیا اسے یوں لگا جیسے وہ دنیا آب وگل سے رخصت ہوکر کسی اور جہاں میں آ گیا ہے اور اس کی روح جنت میں سیر کناں ہے۔

مانو پا کی سرگوشیاں ہنوز کمرے میں گونج رہی تھیں وہ اللہ کے سامنے گڑگڑا رہی تھیں اور دعا کی قبولیت کے لیے ایک ضدی بچے کی طرح اللہ سے اصرار کررہی تھیں۔

"یا ارحم الرحمین' میری دعا کو شرف قبولیت عطا فرما' اے پالن ہار! میری اس دعا کو پُر اثر بنادے۔ یارب العالمین' میری دعا کو اس بچے کے حق میں قبول فرما' آمین ثم آمین

یاارحم الراحمین۔'' انہوں نے دعا مکمل کی غالباً چہرے پر ہاتھ بھی پھیرلیا تھا لیکن مشہود حیرت کی تصویر بنا چھت کی طرف یوں گھور رہا تھا جیسے زندگی کا سب سے حیران کن مرحلہ طے کررہا ہو۔

❁......❁......❁

''کون......؟'' گیٹ کے پیچھے سے پیاری کی سہمی سہمی دھیمی سی آواز دانیال کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

''میں دانیال......'' دانیال نے اپنا نام یوں لیا جیسے کسی گناہ کا ارتکاب کررہا ہو۔ زندگی کس موڑ پر آگئی تھی کہ اپنے دل کی مالک کو یہ بتاتے ہوئے کہ وہ دانیال ہے اسے طرح طرح کے وسوسے آنا شروع ہوگئے۔

''یاالٰہی ایسا بھی ہوتا ہے۔'' اسے اپنا نام بتانے کے بعد مزید کچھ نہیں کہنا تھا' اب تو یہ پیاری کا فرض بنتا تھا کہ وہ گیٹ کھولے اور اسے اندر آنے دے۔ اسے پیاری کو کوئی درخواست تو پیش نہیں کرنا تھی' پیاری کے لیے کیا یہ کافی نہیں تھا کہ گیٹ پر دانیال ہے۔ دانیال کو عجیب سے صدمے نے گھیر لیا کیونکہ نہ تو مزید سوال ہوا تھا نہ گیٹ کھلا تھا۔

''پیاری میں دانیال ہوں۔'' اس نے یہ سوچ کر ذرا بلند آواز میں کہا کہ شاید پہلے پیاری نے سنا نہیں۔ چند سیکنڈ کے بعد ذیلی دروازہ وا ہوگیا' ہلکی روشنی میں پیاری اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''اس طرح کیا دیکھ رہی ہو کیا مجھے اندر آنے کے لیے تم سے اجازت لینا ہوگی؟'' نا چاہتے ہوئے بھی ایک جملہ دانیال کی زبان سے پھسل گیا۔ پیاری یہ سن کر فوراً دو قدم پیچھے ہٹ گئی جیسے کچھ شرمندہ ہوگئی ہو۔

دانیال نے اندر داخل ہوکر ذیلی دروازہ بند کیا اور مین گیٹ کھولنے لگا۔ بھاری بھرکم کنڈی کھلنے کی آواز نے ماحول میں پھیلی ہوئی خاموشی کو جیسے چیر کر رکھ دیا۔ پیاری بڑی حیرت سے دانیال کی طرف دیکھ رہی تھی یہ تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ مین گیٹ کیوں کھول رہا ہے۔ ظاہر ہے مین گیٹ اسی وقت کھولا جاتا ہے جب گاڑی اندر لانا ہوتی تھی۔ پیاری یہ دیکھ کر دانیال گاڑی اندر لانے کی تیاری کررہا تھا ابھی ابھی سی مزید پیچھے ہٹ گئی تھی۔ گیٹ کھول کر دانیال گاڑی میں بیٹھا جو پہلے ہی سے ایسی کھڑی کی ہوئی تھی کہ سیدھی اندر آجائے۔ گاڑی اسٹارٹ ہوئی گاڑی کی ہیڈ لائٹس جگمگانے لگیں' پیاری وہیں کھڑے کھڑے جیسے روشنیوں میں نہاگئی۔ دانیال گاڑی کے اندر بیٹھا ہوا روشنیوں میں نہائی پیاری کی طرف دیکھ رہا تھا' اس انداز میں جیسے بڑی مشکل سے اسے یہ نادر مواقع ملا ہو کہ وہ پیاری کو جی بھر کے دیکھ سکے کیونکہ پیاری تو آناً فاناً اتنے فاصلے پر جا کھڑی ہوئی تھی کہ اسے ایک آنکھ دیکھنا بھی کارِ مشقت بن گیا تھا۔

وہ چند سیکنڈ میں گاڑی اندر لے آیا اور گاڑی اندر لاتے ہی بجلی کی سرعت سے کار سے باہر آیا اور مین گیٹ بند کیا۔ پیاری حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی حالانکہ وہ اندر آچکا تھا' اب وہ اس سے کیا بات کرسکتی تھی۔ دانیال نے اسے روٹھے روٹھے انداز میں دیکھا اور کہا۔

''آپ اندر جا کر آرام کیجیے' آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں گھر میں نہیں ہوں۔''

''تھینک یو۔'' اس کے ایک ایک لفظ نے پیاری کو جتادیا کہ وہ خاطر جمع رکھے وہ یہاں اس وقت محبت کے ہاتھوں مجبور ہوکر نہیں آیا ہے' وہ اس سے ناراض ہے کیونکہ اب اسے ناراض ہونے کا حق پہنچتا ہے۔ پیاری نے اس کے رویے میں اتنی تبدیلی پائی تو حیران ہوکر دیکھا کیونکہ اس کے لیے یہ غیر متوقع تھا۔

''آپ پلیز اندر جائیے اور آرام کیجیے میں نے کہا نا آپ یوں سمجھئے کہ میں گھر میں نہیں ہوں۔ یقین کیجیے میں آپ کو تکلیف دینے کی نیت سے نہیں آیا اور ان شاء اللہ میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آج کی رات مجھے مرا ہوا سمجھ لیجیے۔'' یہ کہہ کر دانیال نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر بند کرلیا' پیاری بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی کہ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر جا کر کیوں بیٹھ گیا ہے پھر پیاری نے دیکھا کہ وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہی نہیں لیٹ گیا تھا کیونکہ وہ اب کھڑکی سے نظر آنا بند ہوگیا تھا۔

پیاری کے لیے عجیب مشکل تھی وہ اسے منانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ دانیال کو بھی خبر نہیں تھی کہ پیاری اتنا بڑا فیصلہ کرچکی ہے۔ جس کے بعد نہ کسی فیصلے کی اہمیت ہوسکتی تھی اور نہ ضرورت۔

❁......❁......❁

مشہود کے دونوں ہاتھوں میں مانو آپا کا ہاتھ تھا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے رقت کی وجہ سے بات کرنا

محال تھا۔ مانو آپا مسلسل بڑی شفقت سے مشہود کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"بیٹا بس کرو تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے اگر تکلیف ہے تو بیٹا مجھے کہو میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔ مجھے تمہارے رونے کی وجہ بالکل سمجھ نہیں آ رہی۔" وہ پریشانی کی کیفیت میں مشہود کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ مشہود بولنے کی کوشش کر رہا تھا وہ الفاظ جمع کر رہا تھا لیکن قوت گویائی کام نہیں کر رہی تھی جیسے ہی وہ کچھ کہنے کی کوشش کرتا آنسوؤں کے پھندے اس کے گلے میں پھنسنے لگتے اور وہ آنکھیں بھینچ کر آنسوؤں کو پی جانے کی کوشش کرتا۔ چند منٹ تک مانو آپا نے اس کے بولنے کا انتظار کیا پھر بڑی نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولیں۔

"بیٹا حوصلہ رکھو میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں ویسے تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے کہیں درد ہو رہا ہے بیٹا؟" وہ بہت مضطرب تھیں مشہود کے آنسوؤں نے جیسے ان کے کلیجے میں برچھی اتار دی تھی نرم دل مانو آپا جو کسی کی بھیگی ہوئی آنکھیں دیکھ کر پگھل جاتی تھیں ان کے سامنے ایک نوجوان بچوں کی طرح سسک رہا تھا۔

مشہود نے مانو آپا کا ہاتھ مزید مضبوطی سے تھام لیا اور انکار کے انداز میں گردن اِدھر اُدھر ہلاتے ہوئے جیسے اشارے سے بولا کہ نہ جائیں۔ مانو آپا بے بسی سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئیں پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے آنسو پونچھنے لگیں۔ ان کی اپنی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے جن کو وہ چھپانے یا روکنے کی کوشش تو کر رہی تھیں مگر وہ دو چار قطرے گالوں پر پھسل آئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں مشہود ان کا ہاتھ چھوڑ کر نہیں دے رہا تھا اور نہ ہی کچھ کہہ رہا تھا۔ مانو آپا چند لمحے اس کی طرف دیکھتی رہیں عجیب بے بسی کی تصویر بن چکی تھیں۔ مشہود نے اپنا ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھا اور بچوں کی طرح آنکھیں پونچھنے لگا۔

"پھوپو....." اس کے منہ سے بدقت لفظ پھوپو نکلا تھا۔ مانو آپا بے تاب ہو کر اسے دیکھنے لگیں ایک شوق اور انتظار کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے ان کی آنکھوں سے چھلکنے لگا۔

"پھوپو..... آپ یہیں رہیں میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے آپ جیسی خاتون کہیں نہیں دیکھی۔" مشہود اب اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کیا کیا نہیں کہا میرا آپ سے خون کا کوئی رشتہ نہیں اور آپ نے کس طرح وہ باتیں بھلا کر میرے لیے رو رو کر اس وقت دعائیں کیں۔ آپ دعا کر رہی تھیں میں سن رہا تھا میں سویا ہوا نہیں تھا پھوپو..... میں جاگ رہا تھا۔" یہ کہہ کر مشہود بچوں کی طرح سسکنے لگا۔ مانو آپا کا جی چاہا وہ اسے دل میں اتار لیں۔ ان کا کلیجہ جیسے پھٹ رہا تھا وہ تو لوگوں کی خطاؤں کو درگزر کر دیا کرتی تھیں مشہود ان سے معافی مانگ رہا تھا وہ تو الٹا مشہود سے شرمندہ ہو گئیں۔

"ارے میرے بچے..... تم تکلیف میں ہو میں چل پھر رہی ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ جو تکلیف میں ہیں میں ان سے کوئی گلہ شکوہ نہ کروں اور ان کی جو خدمت کر سکتی ہوں کروں شاید میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے مجھے تو خود نہیں پتا کہ میرے رب کی نگاہ میں میری کیا حیثیت ہے بس عمر کا آخری پہر چل رہا ہے اب گئے کہ تب گئے۔ ارے کچھ ایسا کر لیں کہ سرخروئی ہو جائے نجات ہو جائے۔ میرے بیٹے..... مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں تم اپنے دل پر بوجھ نہ رکھو مجھے تو یاد ہی نہیں تم نے مجھے کیا کہا تھا۔ یقین کرو مجھے تو صرف یہ یاد ہے اللہ تمہیں شفا دے تم اپنے پیروں پر چلتے پھرتے نظر آؤ خوشیوں بھری زندگی گزارو۔" یہ کہہ کر مانو آپا نے اس کے آنسو پونچھنا شروع کر دیئے۔

"پھوپو میں بہت برا ہوں مجھے شاید انسانوں کی سمجھ ہی نہیں ہے یا شاید..... میں اس لائق ہی نہیں ہوں کہ اچھے لوگوں کے ساتھ رہوں۔" مشہود نے یہ کہہ کر بڑے کرب سے آنکھیں بند کر لی تھیں مانو آپا نے اس کے گالوں پر پھسل آنے والے آنسوؤں کو بڑی محبت سے صاف کیا اور کمال شفقت سے گویا ہوئیں۔

"میں بھول گئی بیٹا..... تم بھی بھول جاؤ ارے کچھ نہیں ہوا جو تکلیف میں ہوتا ہے نا اس کا خیال کرنا چاہیے یہ تو اپنی صحت کا صدقہ ہے شکر ہے اللہ پاک کا اور میرے خیال میں شکر کرنے کا اس سے کوئی اچھا طریقہ نہیں کہ آپ صحت مند ہو اور کسی دکھیا کی مدد کرو۔" مانو آپا کی آواز آنسوؤں میں بھیگنے لگی تھی مشہود نے ان کا ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھا اور ایک ایسا بوسہ دیا جیسے کوئی بیٹا اپنی ماں کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔

❁ ❁ ❁

پیاری اپنے بیڈ پر بیٹھی مسلسل کھلے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی ہر ساعت یوں لگتا تھا کہ ابھی دانیال کے قدموں

کی آہٹیں ابھریں گی اور وہ سیدھا اس کے پاس آئے گا لیکن بیٹھے بیٹھے وہ تھک گئی...... نا دانیال کے قدموں کی آہٹیں ابھریں نا اسے کچھ ایسا محسوس کہ دانیال کہیں آس پاس ہے۔ اب اسے تجسس لاحق ہونے لگا کہ دانیال کار میں بیٹھا آخر کر کیا رہا ہے؟ ابھی تک اندر کیوں نہیں آیا۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر بالآخر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور محتاط انداز میں چلتی ہوئی ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی باہر کی طرف بڑھی۔ باہر پورچ میں آ کر اس نے دانیال کی کار کی طرف دیکھا کار کے اندر تاریکی تھی' دانیال یہاں وہاں کہیں دکھائی نہیں دیا۔ کیا دانیال کار کے اندر ہے معاً ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح ذہن میں لپکا

"کیا دانیال کار کے اندر سو رہا ہے؟"

وہ اندر کیوں نہیں آیا وہ تو سوچ رہی تھی کہ تھوڑی دیر تنگ کرنے کے بعد وہ اندر آجائے گا لیکن اب تو کافی دیر ہو چکی تھی وہ مخمصے میں پڑ گئی کہ وہ آگے بڑھے یا یہیں سے لوٹ جائے۔ دل مان کر نہ دیا تو بالآخر آگے بڑھی اور کار کے اندر جھانکنے کی کوشش کی' کار میں پھیلی ہوئی تاریکی میں پہلی نظر میں تو کچھ دکھائی نہ دیا پھر اس نے شیشے پر ناک ٹکا کر جھانکنے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا دانیال گہری نیند سویا ہوا ہے۔ دل کو عجیب سا محسوس ہونے لگا۔

"اتنا بڑا گھر خالی ہے' چار بیڈ روم چاروں میں ڈبل بیڈ ہیں' لاؤنج میں ڈرائنگ روم میں صوفہ سیٹ رکھے ہوئے ہیں اور تو اور بوا کا تخت بھی خالی ہے' شاید وہ اسے تنگ کر رہا ہے لیکن میں دانیال سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ ٹھیک ہے ان کو کار کی سیٹ پر نیند آگئی ہے یہیں سوتے رہیں مجھے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ خود کو سمجھاتی بہلاتی اندر کی طرف پلٹ گئی' لاؤنج میں پہنچ کر اس نے پلٹ کر دیکھا یوں جیسے کوئی معجزہ ہوجائے گا اور دانیال کار سے نکل کر اندر آتا دکھائی دے گا لیکن دل ایک خیال پر مضبوطی سے جم چکا تھا کہ شاید دانیال اندر نہیں آئے گا۔ اس نے یہ سوچا ہوگا کہ پیاری کار کا دروازہ کھول کر اس کی منتیں خوشامدیں کرے گی اسے بیڈ پر آ کر سونے کے لیے کہے گی لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گی۔ اس نے طے کرلیا ہے کہ اس مسئلے کا ایک ہی حل نظر آرہا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اور دانیال اپنے راستے الگ کرلیں۔ وہ دانیال کی خاطر اپنے بھائی کو بے بسی کے عالم میں ہرگز تنہا نہیں چھوڑ سکتی' دانیال سے چند روزہ محبت کا رشتہ ہے اور مشہود سے قیامت تک کا' وہ خون کے رشتے سے ہرگز دستبردار نہیں ہوگی خواہ اس کو کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ وہ دانیال کو صاف صاف کہہ دے گی کہ میں نے تمہاری جان چھوڑ دی اب تم بھی مجھے چھوڑ دو' ہماری قسمت میں شاید ہمیشہ کا ساتھ نہیں تھا ہمارے راستے جدا ہیں۔ وہ سوچتے ہوئے دل پر منوں بوجھ لیے اپنے بیڈ روم کی طرف جارہی تھی۔

❀......❀......❀

کمال فاروقی نے مشہود کے کمرہ کا روم فریج کھانے پینے کی چیزوں سے بھرادیا تھا' مانو آپا نے جوس کا ایک ٹن نکالا اور اس کی سیل کھول کر مشہود کو دیا تو اس نے بنا ہچکچاہٹ پی لیا۔ مانو آپا کو جیسے دلی مسرت ہوئی' یہ وہ مشہود ہی نہیں جس سے آخری ملاقات گھر پر ہوئی تھی' چھوٹے بچے کی طرح پلکیں جھپکاتا ہوا معصوم سا تفکرات میں الجھا ہوا گاہے بگاہے مانو آپا کو نظریں اٹھا کر دیکھتا تھا پھر نظریں جھکا لیتا ہے۔ اس نے جوس کا ٹن خالی کیا تو مانو آپا نے خالی ٹن لے کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا اور پیار سے گویا ہوئیں۔

"بس بیٹا...... بہت رات ہوگئی ہے اب تم آنکھیں بند کرکے سونے کی کوشش کرو۔"

"جی پھوپو۔" مشہود بھی انہیں پھوپو کہہ رہا تھا اس نے ان کے ساتھ پھوپی کا رشتہ جوڑ لیا تھا۔ مانو آپا اس کے پھوپو کہنے سے یوں خوش ہوئی تھیں جیسے پہلی بار جب بچہ ماما یا امی کہتا ہے تو اس کی خوشی سے بری حالت ہوجاتی ہے۔ وہ بڑی تابعداری سے سیدھا لیٹ گیا اور آنکھیں موندلی تھیں' مانو آپا اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

"جب تک یہ ہسپتال میں ہے میں اس کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کروں گی جس سے اس کے ذہن پر بوجھ پڑے۔ وہ بچی علیحدہ خوار ہورہی ہے جیسے خوشی اسے راس ہی نہ آئی ہو۔ وہ بھی تو انسان ہے اور بے قصور بھی اس سارے قصے میں اس بے چاری کا قصور کیا ہے' ذرا اس کی طبیعت سنبھلے تو پھر اس سے بات کروں گی۔" وہ تیز لائٹ بجھا کر پلٹیں تاکہ خود بھی دوسرے بیڈ پر لیٹ جائیں' ان کے کانوں سے مشہود کی آواز ٹکرائی' وہ جیسے زیر لب گویا ہوا تھا۔

"پھوپو......" مانو آپا تیزی سے اس کے قریب آئیں اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ہاں میرا بیٹا...... بولو۔" وہ اس کے بالوں پر ہاتھ

پھیرنے لگیں۔

"پھوپو کل جو رات گزری ہے وہ میں نہیں بھول سکتا آپ مجھے ہسپتال میں ہی رہنے دیں اب میں گھر نہیں جاؤں گا۔" نجانے مشہود کے ذہن میں کیا سوچ آئی تھی کہ وہ گھبرا کر مانو پھوپو سے مخاطب ہوا تھا۔ مانو آپا نے چونک کر اس کی شکل دیکھی وہ انہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مانو آپا نے فوراً نظریں چرالیں اور آہستہ سے گویا ہوئیں۔

"بیٹا گھر گھر ہوتا ہے ہسپتال ہسپتال ہوتا ہے۔ اللہ دشمن کو بھی ہسپتال کا منہ نہ دکھائے' ہسپتال کون خوشی سے آتا ہے۔ انسان اگر مجبور نہ ہو تو ہسپتال کا نام سننا بھی پسند نہ کرے لیکن بیٹا...... تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گی۔ اتنا بڑا گھر اور ہم دو جانیں' اللہ کا شکر ہے بڑا احسان ہے اللہ نے ہر نعمت دی' کسی شے کی کمی نہیں جیسا میرا عالی جاہ ہے تم بھی ویسے ہی ہو۔"

"نہیں پھوپو...... آپ خرچے کی فکر نہ کریں مجھے پتا ہے اس اسپیشل وارڈ کا خرچہ کیا ہوگا لیکن میں وہ سب ادا کردوں گا بس آپ کمال انکل سے بھی کہیں میں جب تک بالکل ٹھیک نہیں ہوجاتا مجھے یہیں رہنے دیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......" مانو پھوپو نے برجستہ انداز میں کہا۔

"نہیں پھوپو...... آپ یہ سمجھ رہی ہوں گی کہ کون مجھے اتنے دنوں تک اٹینڈ کرے گا اس کی بھی آپ فکر نہ کریں میں نرس کو بھی رقم ادا کردوں گا میل نرس کا بھی انتظام ہوجائے گا اور مجھے پورا یقین ہے کہ میں بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہوجاؤں گا' بالکل ٹھیک ہوجاؤں گا۔" یہ سن کر مانو آپا کو جیسے ٹوٹ کر پیار آ گیا۔

"آمین...... تم آمین' ان شاء اللہ جب تمہیں امید ہے اللہ تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔ تمہاری امید ضرور پوری ہوگی' ارے اب تم دنوں میں نہیں گھنٹوں میں ٹھیک ہوجاؤ گے' بس انسان کو ناامید نہیں ہونا چاہیے اور رہی یہ بات کہ خرچہ تم کرو گے' ارے بیٹا' ہمیں کوئی شک ہے' پتا ہے اللہ نے تمہیں بہت نوازا ہے لیکن ہسپتال میں انسان کا آخر کار دل گھبرانے لگتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ذہن پر کوئی بوجھ پڑے ارے نرس گھر پر رکھ لوں گی میں خود تمہاری دیکھ بھال کروں گی۔ اللہ نے مجھے اجر کمانے کا موقع دیا ہے تم کیوں مجھے محروم کرنا چاہتے ہو۔" وہ مشہود سے باتیں کرتے ہوئے مسلسل یہ بھی سوچ رہی تھیں کہ یہ تو بہت اچھا ہوجائے گا' پیاری دانیال کے ساتھ اپنے گھر میں بس جائے گی۔ مشہود میرے پاس ہوگا آہستہ آہستہ اس کو سمجھاتی رہوں گی تو ان شاء اللہ سارے مسئلے ختم ہوجائیں گے لیکن وہ......

"پھوپو...... یہ تو آپ کی پیشکش ہے آپ کا ایک بیٹا ہے اسے تو شاید یہ بات پسند نہ آئے کہ کوئی زبردستی کا مہمان آ کر اس کے گھر لیٹ جائے۔"

"ارے تم اس کی فکر مت کرو۔" مانو آپا نے فوراً مشہود کی بات کاٹ دی۔ "وہ صبح کا نکلا رات کو گھر کا منہ دیکھتا ہے اسے بڑا گھر کا ہوش رہتا ہے' ارے اس کے لیے گھر نہ ہوا ہوٹل ہوگیا' آرام کرنے کی جگہ اور پیٹ پوجا کرنے کا آسرا۔ اللہ اسے صحت وتندرست رکھے' میرا بیٹا میری بات کے آگے بات نہیں کرتا' تھوڑا اکھڑ مزاج ہے منہ پھٹ بھی ہے لیکن میری بات سمجھتا ہے۔ تم بالکل بھی فکر نہ کرو۔" انہوں نے مشہود کی پیشانی آہستہ آہستہ دباتے ہوئے اپنے مخصوص شفیق لہجے میں کہا۔ مشہود کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ بچا' اب وہ بالکل خاموش ہوگیا تھا اور خاموشی کو نیم رضامندی کہا جاتا ہے' مانو آپا کو یقین تھا کہ وہ اسے راضی کرنے میں کامیاب ہوجائیں گی۔

❁......❁......❁

دل پر بڑی وحشت چھارہی تھی' پیاری کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ نیند نہیں آرہی وہ کیا کرے۔ وہ اِدھر اُدھر ٹہلتی ہوئی بوا کے تخت کے قریب آ کھڑی ہوئی اور تخت کی طرف غور سے دیکھنے لگی اسے یوں لگا جیسے تخت خالی نہ ہو اور بوا کروٹ کے بل گہری نیند سوئی ہوئی ہیں۔ تصور اتنا مضبوط تھا کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر بوا کو چھونا چاہا مگر پھر بے بسی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرکے تخت پر بیٹھ گئی اور بوا کے تکیے پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کتنی جلدی چلی گئیں بوا آپ' آج آپ ہوتیں تو شاید منظر ہی دوسرا ہوتا اور مشہود بھائی کو آپ ہی سمجھا سکتی تھیں۔ انہیں آپ کے سوا کسی کی بات سمجھ ہی نہیں آتی تھی۔" اس کے حلق میں آنسوؤں کے گولے پھنسنے لگے' یوں محسوس ہورہا تھا جیسے بوا اس کے بالکل قریب بیٹھی ہوں اور وہ دل کی کہہ رہی ہو اور بوا بڑی توجہ سے سن رہی ہوں۔ اچانک اس کے دل میں

ایک خیال یوں اترا جیسے خشک ریت پر پانی کی بوند ٹپک کر جذب ہوجاتی ہے۔

''بیٹا جب دل گھبرائے کسی طرح چین نہ آئے' نیند اڑ جائے تو اللہ کا کلام پڑھنا چاہیے۔ اللہ کے کلام میں ایسی تاثیر ہے کہ ساری گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے۔ ارے یہ کلام الٰہی ایک ایسا راستہ ہے جس میں صرف اور صرف انسان کی بھلائی اور فلاح ہے۔'' اسے بوا کی آواز اپنے کانوں میں آتی ہوئی محسوس ہورہی تھی' ایک رات وہ باہر پڑھ رہی تھیں اس وقت انہوں نے یہ بات کہی تھی کہ طبیعت گھبرا رہی تھی۔ ''ارے میں نے سوچا کولیاں پھانکنے سے کیا ملے گا اللہ سے باتیں کرتی ہوں۔''

پیاری کو اس خیال سے بڑی تقویت پہنچی وہ اپنی جگہ سے اٹھی وضو کیا اور قرآن مجید کھول کر بیٹھ گئی۔ وہ بوا کے تخت پر بیٹھ کر ہی قرآن پڑھ رہی تھی ابھی اس کا ایک رکوع بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ اچانک لائٹ چلی گئی جیسے کہ معمول تھا کہ صبح سے لے کر رات تک تین چار مرتبہ کسی بھی وقت چلی جاتی تھی۔ اچانک پھیلنے والی تاریکی قبر کی تاریکی محسوس ہورہی تھی' چند لمحے کے لیے تو اسے اپنے ہاتھ تک دکھائی نہیں دیئے تھے ایسی ہولناک تاریکی دل سکڑا اور سمٹا یوں لگا جیسے کسی نے مٹھی میں دبا کر بھینچا ہو اس نے آہستگی سے کلام پاک تکیے پر رکھا اور پاؤں تخت سے لٹکا کر اپنے سلیپر ٹٹولے۔ ایمرجنسی لائٹ لاؤنج میں تھی مگر بوا کے تخت سے لاؤنج تک کا راستہ طے کرنا ایک مرحلہ لگ رہا تھا۔

وہ جیسے ہی سلیپر پہن کر کھڑی ہوئی اسے دانیال کا خیال آیا' وہ دو منٹ کے اندر اندر پسینے سے شرابور ہوچکی تھی۔ کپڑے بھیگ کر جسم سے چپک گئے تھے دانیال بند گاڑی میں سو رہا ہے اور گاڑی تو اسٹارٹ بھی نہیں ہے اسٹارٹ ہوتی تو یہ خیال آتا کہ اے سی چلا کر سو رہا ہے۔ کافی دیر پہلے جب وہ باہر گئی تھی اور دانیال کو کار کی پچھلی نشست پر سوتا پا کر واپس آگئی تھی تو اس وقت اسے خیال نہیں آیا تھا کہ دانیال گرمی کے موسم میں کار کے شیشے چڑھائے کس طرح سو رہا ہے کیونکہ اس وقت جب اس نے کار پر نظر دوڑائی تھی تو کار کے سب شیشے چڑھے ہوئے تھے اور کار کے شیشے نیچے کرکے وہ سو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ لان میں مچھر بہت ہوتے تھے اور شیشے اوپر چڑھا کر سونا اس کی انتہائی مجبوری تھی۔

پیاری کے دل کو کچھ ہونے لگا اب بہر حال اس کی نظریں تاریکی میں کام کرنے لگی تھیں' دھندلی دھندلی سی روشنی ہورہی تھی اور اس دھندلی روشنی میں اسے دروازے تک رسائی بھی مل رہی تھی پھر بھی وہ بہت احتیاط سے قدم بڑھا رہی تھی دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ پڑتے ہی اس نے سکون کا گہرا سانس لیا۔ اس کے لیے لاؤنج میں آنے کے بعد ایمرجنسی لائٹ اٹھانا کوئی مشکل نہ تھا۔ وہ ایمرجنسی لائٹ ایک خاص جگہ رکھتی تھی جو ہاتھ لگتے ہی مل جاتی تھی۔ ایمرجنسی لائٹ آن کرتے ہی اس نے اپنی بھیگی ہوئی شرٹ کو چٹکی میں پکڑ کر جیسے جسم کو ہوا لگانے کی کوشش کی اتنی شدید گرمی میں دانیال بند کار میں کس طرح سے سو گئے۔ ایک احساس جرم تھا جو زخمی پرندے کی طرح دل پر یوں پھڑپھڑایا کہ بس حالت غیر ہونے لگی۔

''یہ میں نے کیا کیا...... وہ آ ہی گئے تھے تو مجھے ضد کرکے اندر لے جانا چاہیے تھا۔ وہ کار میں لیٹ گئے اور میں نے لیٹنے دیا' کتنی خود غرض ہوں میں' اپنی آسانی اپنے سکھ کے راستے ڈھونڈتے ڈھونڈتے بھول گئی کہ اس شخص نے مشکل وقتوں میں میرا کیسا ساتھ دیا۔'' ایک پل کے لیے بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا وہ اندھیرا جس میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ دانیال کبھی پل بھر کے لیے الگ محسوس نہیں ہوا۔'' اس نے جی بھر کر اپنے آپ کو لعنت ملامت کی اور ایمرجنسی لائٹ ہاتھ میں تھامے پورچ کی طرف بڑھنے لگی۔

''اُف اللہ...... کتنی گرمی ہے یقیناً جاگ رہے ہوں گے اتنی گرمی میں کسی کو نیند نہیں آسکتی۔'' اب سب کچھ پیاری کے ذہن سے نکل چکا تھا' شدید احساس جرم نے اسے بری طرح جکڑ لیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

جب وفاؤں کا سلسلہ ہی نہ رہا
پھر تو جینے کا کچھ مدعا نہ رہا
دل دھڑکنے کی آواز آتی رہی
سازِ ہستی کبھی بے صدا نہ رہا

اس کا تو بھیجا ہی الٹ گیا تھا جب اس نے گیٹ کے پار اندر بیلوں سے گھرے کمپاؤنڈ میں شہریار کو کھڑے دیکھا تھا۔

اسے اپنی آنکھوں پر شبہ سا ہوا۔ ایک لحظہ کے لیے اس نے آنکھیں میچ لیں مگر آنکھیں کھولیں تو وہی منظر تھا۔ اس کے ساتھ ہما بھی تھی اور وہ اس کی جانب جھک کر نجانے کیا کہہ رہا تھا کہ ہما نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ یقیناً ہنس رہی تھی کہ اس کے ہنسنے کے اسٹائل کو وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی۔

وہ تو ہما سے ملنے آئی تھی اور بیل بجانے سے پہلے غیر ارادی طور پر اس نے گیٹ کے اوپر سے جھانک کر یہ دلدوز منظر دیکھا تھا۔ اس کا ہاتھ لرز کر رہ گیا اور آنکھوں میں سنگریزے چبھنے لگے تھے۔ وہ ایک دم ہی پلٹی رکشہ ریورس ہو چکا تھا کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے روکا تو وہ جھٹکے سے اس کے قریب رکا۔

"واپس چلنا ہے۔" اس نے کہا اور ڈرائیور کے جواب دینے سے پہلے ہی اچک کر بیٹھ گئی۔ رکشہ آگے بڑھ گیا۔ اس کا ذہن سلگ رہا تھا اور دل کی عجیب حالت تھی۔

تو تم مل لیں ہما سے بشریٰ بیگم۔ ہما سے ملنے کی گھبراہٹ تمہیں یہاں تک لے آئی تھی۔ تمہارا دل اسی لیے گھبرا رہا تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو کوئی حادثہ یا کچھ بھی اور...... اور یہ بات کسی حادثے سے کم تو نہ تھی کہ شہریار اس کی عزیز ترین سہیلی ہما وقار کے ہاں اس وقت موجود تھا جو اس کا ڈیوٹی ٹائم تھا۔ اس کے اعتبار کے شیشے میں کتنی دراڑیں پڑ گئی تھیں مگر پھر بھی اس نے چٹخے ہوئے شیشے کو حوصلے سے تھاما ہوا تھا کہ اسے معلوم تھا اگر شیشہ اس کے ہاتھ سے چھوٹا تو کرچیاں اس کے اپنے ہی دل میں دھنسیں گی۔ وہ ابھی تک آنکھوں دیکھی حقیقت پر اعتبار کرنے کی پوزیشن میں خود کو نا پا رہی تھی۔

"شاید جو میں نے دیکھا وہ نظر کا دھوکا ہو۔" اس نے خود کو سمجھانا چاہا۔

"دوبارہ چلی جاؤ اس سے مختلف نہ دیکھو گی۔" ذہن چلبلا کر بولا۔

"کس طرف جانا ہے جی؟" ڈرائیور رکشہ کی رفتار دھیمی کر کے گردن موڑ کر پوچھ رہا تھا۔

"الٹے ہاتھ کو موڑ لو نہیں...... نہیں سیدھے ہاتھ کی سڑک پر......" اس کا ذہن ہی قابو میں نہ تھا اور رکشہ والا بھی کوئی شریف ہی آدمی تھا...... جس نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ شاید وہ اس کی ذہنی کیفیت کو جان رہا تھا یا پھر واقعی تحمل والا بندہ تھا ورنہ ایسے لوگ اس پیشے میں بہت کم ہی ہیں۔

"بس یہاں روک دو۔" اپنے گھر کا گیٹ کھول کر اندر چلی آئی۔ قدم کہیں رکھتی اور پڑتے کہیں تھے۔

اس کا جی چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر روئے تاکہ دل کا درد تو کچھ کم ہو...... اپنے کمرے میں آ کر اس نے شہریار کو آفس فون کیا...... حالانکہ اسے علم تھا کہ وہ وہاں نہیں ہوگا' مگر اعتبار کا بت اب بھی اس کے دل میں ایستادہ تھا۔ حسب معمول شہریار کے پی...... اے نے ریسیور اٹھایا۔

''میں مسز شہریار بول رہی ہوں' ذرا صاحب سے بات کروائیں۔''

''وہ صاحب تو وزٹ پر گئے ہیں۔''

''کہاں؟''

''شاید کاٹن فیکٹری۔''

''کب سے گئے ہیں؟'' وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''تقریباً دو گھنٹے ہو گئے ہیں۔''

''بہتر۔''

''آئیں تو فون کروادوں؟''

''نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے' ویسے کب تک آئیں گے؟''

''اب تک تو آ جانا چاہیے' جی دیر بھی لگ سکتی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

''تو تم وزٹ پر گئے ہو؟'' یقیناً ہما کے گھر کے قریب ہی کہیں تمہارا ڈرائیور بھی گاڑی لیے کھڑا ہوسکتا ہے' یا یہ بھی ہوسکتا ہے اسے تم نے بھیج دیا ہو اور تھوڑی دیر بعد آنے کا کہا ہو۔ اگر ڈرائیور نے مجھے دیکھا ہے تو وہ تمہیں ضرور بتائے گا...... مگر اس سے پہلے میں ہما سے کیوں نہ پوچھوں کہ تم اس کے گھر کیا کر رہے تھے؟ ہما کے باپ اور بھائیوں کا نہ ہی کوئی بزنس ہے اور نہ ہی وہ لوگ مل اونر ہیں۔ پھر تمہارا وہاں جانے کا مقصد کیا ہے؟

اگر میرے ناطے گئے ہو تو یہ خلاف اصول بات ہے' ہما میری دوست ہے اور تم میرے ساتھ ہی وہاں جاسکتے ہو...... ویسے نہیں' مگر...... مگر مجھے تو لگتا ہے وہ گھر اور اس گھر کے مکین تمہارے لیے نئے نہیں ہیں...... اگر ایسا نہ ہوتا تو تم وہاں بے دھڑک کیسے جاتے؟ ہاں شہریار...... ہما کے تم اتنے قریب کھڑے تھے کہ...... شاید یہ بھی نظر کا دھوکا ہو...... اس نے خود کو پھر دلاسا دیا...... دوستی اسے بہت عزیز تھے اور اس کے اندر کی اچھائی اور سچائی ہی تو تھی جو اسے ہما سے بدگمان ہونے سے روک رہی تھی۔

''تم ہما سے پوچھ لو کہ شہریار اس کے ہاں کیوں گیا تھا؟'' اس کے ذہن ہی نے اسے راہ دکھائی' آخر الجھن کا کوئی تو سرا ملنا ہی چاہیے تھا۔ اس نے ہما کا نمبر ڈائل کیا۔ تیسری گھنٹی پر کال پک کر لی گئی اور دوسری جانب سے ہما کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ہیلو ہما اسپیکنگ۔''

''میں بشریٰ بول رہی ہوں۔''

''اوہ بشی کیسی ہے تو؟''

''ٹھیک ہوں' ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی میں نے فون کیا تھا مگر تم نے کال نہیں پک کی۔''

''کب؟''

''تقریباً بیس منٹ ہوئے ہیں۔''

''میں لان میں دھوپ سینک رہی تھی۔''

''میں نے سمجھا شاید کہیں گئی ہوئی ہو۔''

''یار میں نے کہاں جانا ہے۔''

''آنٹی کہاں ہیں؟''

''وہ صفدر بھائی کے ہاں کل سے گئی ہوئی ہیں فرزانہ بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' ہما تفصیل بتانے لگی جس سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کا دل بار بار کہہ رہا تھا وہ اس سے پوچھے کہ شہریار اس کے گھر کیوں آیا تھا؟ مگر لفظ ہونٹوں تک آ ہی نہ رہے تھے۔

''یعنی ہما آج گھر میں اکیلی ہی تھی۔'' اسے پتا تھا کہ ہما کے والد جو ریٹائرڈ کرنل تھے وہ تو زیادہ تر اپنے فارم ہاؤس پر رہتے تھے' جو اندرون سندھ میں تھا' یہاں گھر پہ ہما اپنی والدہ کے ساتھ رہتی تھی جبکہ تینوں بھائی الگ رہتے تھے۔

تو کیا شہریار کو علم تھا کہ آج ہما اکیلی ہے؟ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے ہما نے اسے بلایا ہو مگر کیوں؟ یہی کیوں اس کے لیے عذاب بنا ہوا تھا۔

''تم کیا کر رہی ہو؟''

''کچھ نہیں۔''

''تو آ جاؤ ادھر۔'' اس کا جی چاہا ہما سے کہے میں آئی تو تھی تمہاری طرف لیکن واپس لوٹنا پڑا۔ پتا نہیں شہریار کہاں تک پہنچا ہوا ہے وہ واپس آئے گا بھی یا مزید آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

''آ جاؤ نا۔'' ہما اصرار کر رہی تھی۔

''پھر کبھی آ جاؤں گی' شہریار آنے والے ہوں گے۔ دوپہر کا

کھانا گھر ہی میں کھاتے ہیں نا' اگر میں گھر میں موجود نہیں ہوئی تو پارہ ہائی ہو جائے گا۔"

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔"

"تم نہیں جانتیں۔"

"اچھا......" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

"یا شاید مجھ سے زیادہ تم جانتی ہو۔"

"کیا مطلب؟" ہما نے چونک کر کہا۔ یقیناً اس کا رنگ زرد ہو گیا ہوگا۔ بشریٰ نے تصور کی آنکھ سے دیکھا اور ہنس کر بولی۔

"بھئی تم مردم شناس ہو اور بقول تمہارے میں ایک دم بونگی ہوں۔"

"اوہ......!" ہما نے اطمینان کی سانس لی...... جو برقی لہروں پر بشریٰ کی سماعتوں میں اتر گئی تھی۔

"اچھا بھئی او کے۔ میں کھانا پکا رہی ہوں۔" بشریٰ نے ہما کے جواب سے پہلے ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

تو بشریٰ شہریار یہ بھی ہونا تھا...... ایسے بھی ہونا تھا...... کب تم نے سوچا تھا اس طرح؟

آج اس کا کس قدر جی چاہ رہا تھا ہما سے ملنے کا بالکل اچانک ہی ایک دم ہی۔ اس نے تو لباس بدلنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کی تھی۔ وہ رات کا پہنا ہوا پھولوں والا براؤن سوٹ جس میں کتنی ہی سلوٹیں تھیں اس میں وہ ہما کے ہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ جو بہت ہی ویل ڈریسڈ مشہور تھی۔ ہر لباس کے ساتھ میچنگ کی شوقین...... تقریبات میں وہ جو لباس بھی پہنتی تھی ایک بار تو دیکھنے والا ٹھٹک کر رہ جاتا...... عورت کو پہننے اوڑھنے کا ڈھنگ آتا ہو تو معمولی شکل و صورت کی عورت بھی محفل کی جان بن سکتی ہے مگر وہ تو خوب صورتی میں بھی یکتا تھی۔ بالکل مجسمے کی طرح اس کا جسم تھا...... ہر لباس اس پر سجتا اور لوگ شہریار پر رشک کرتے تھے۔

شہریار کی خاطر ہی تو وہ سجتی سنورتی تھی۔ وہ ایکسائز میں آفیسر تھا' شوہر کے عہدے کا رعب بھی بشریٰ کے چہرے پر عیاں ہوتا' پھر شہریار کی طرف سے کوئی روک ٹوک تو نہ تھی کسی بھی معاملے میں اسی لیے سارے شوق وہ پورے کرتی...... سب سے بڑھ کر اس کا شوق فرینڈز سے گپ شپ لگانے کا تھا...... شادی کے بعد بھی یہ شوق ماند نہ پڑا تھا۔ ذمہ داریاں زیادہ نہ تھیں' گھر میں کام کے لیے ملازم تھے تو وہ بھلا کیا کرتی اس لیے فرینڈز سے ناتا نہ توڑا تھا اور نہ ہی وہ توڑنا چاہتی تھی۔

اسے تو حیرت ہوتی تھی کہ عورتیں شادی کے بعد اپنی دوستوں سے دور کیوں ہوجاتی ہیں؟

بشریٰ کو اچھی طرح یاد تھا جب وہ کالج میں پڑھتی تھی تو انہی دنوں اس کے بڑے بھائی حسنات احمد کی شادی جمیلہ مختار سے ہوئی تھی۔ اتفاق سے جمیلہ بھابی کی دوست رضیہ انہی کے کالج میں پڑھاتی تھیں اور آئے روز ہی مس رضیہ اسے جمیلہ کے لیے سلام دعا کا پیغام دیتی تھیں اور وہ جمیلہ بھابی کے گوش گزار کرتے ہوئے کہتی۔

"آپ کبھی ان سے ملنے کالج آئیں نا؟"

"بھئی فرصت نہیں۔"

"لیں فرصت کی کیا بات ہے، گھر میں رخسانہ آپا ہیں، امی ہیں چند گھنٹے کی تو بات ہے۔"

"بھئی جواباً تم بھی میری محبتیں پہنچا دیا کرو۔"

"اچھا..... آپ نہیں جاتیں تو میں انہیں لے آؤں گی۔"

"نہیں..... نہیں شاید امی برا مانیں۔" جمیلہ بھابی گھبرا گئیں تھیں۔

"لیں کیوں برا مانیں گی۔" بشریٰ نے کہا تھا مگر جمیلہ بھابی اس کی دلیلوں پر بھی راضی نہ ہوئیں کہ رضیہ ان کے گھر آئے۔

"بھئی شادی کے بعد ایک الگ لائف ہوتی ہے۔ پرانے سارے رشتے توڑ کر نئے لوگوں میں ایڈجسٹ کرنے کے لیے بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں بشریٰ تمہیں کیا پتا کہ زندگی شادی کے بعد کس قدر بدل جاتی ہے۔"

"یعنی شادی کے بعد سب چھوڑ دو دوست بھی۔"

"ہاں..... اب دیکھو ناں، میں رضیہ سے اس بے تکلفی سے بات نہیں کرسکوں گی جیسا کہ ہم پہلے کرتے تھے پھر وہ یہ سمجھے گی میں سسرال میں خوش نہیں ہوں تو یہ بات وہ کتنی ہی اپنی اور میری مشترکہ ملنے والیوں سے کرے گی یوں رائی کا پہاڑ بننے سے بہتر ہے کہ ملا ہی نہ جائے۔" ان کی بات اپنی جگہ تھی مگر یہ دلیل بشریٰ کے نزدیک نہایت بودی تھی۔ جس نے اس کے دل پر ذرا اثر نہ کیا۔

مگر اس نے محسوس کیا تھا کہ شادی کے بعد لڑکیاں عموماً اپنی دوستوں سے کنارہ کش ہوجاتی ہیں یہ بات اس کی سمجھ ہی میں نہ آتی تھی..... مگر اس نے طے کرلیا تھا کہ وہ اپنی دوستوں سے کبھی بھی ملنا نہیں چھوڑے گی۔ یونیورسٹی میں اپنے اکنامکس ڈیپارٹمنٹ میں ان پانچوں کا گروپ ’فائیو اسٹار گروپ‘ کی حیثیت سے مشہور تھا۔ آپس میں اتنی انڈراسٹینڈنگ تھی کہ کہیں جانا ہوتو ایک ساتھ جاتیں، چھٹی کرنی ہوتی تو ایک ساتھ ہی کرتیں..... غرض کہ وہ پانچوں یعنی وہ، طلعت علی، لبنیٰ ظفر، ہما رفیق اور تابندہ انجم ساتھ ساتھ رہتیں۔ نوٹس اکٹھے بناتیں، ایک دوسرے سے جدا ہونے کا سوچ بھی نہ سکتی تھیں..... وہ ابھی فائنل ایئر میں آئی ہی تھیں کہ ہما کی دھڑکنوں میں آفندی بس گیا..... وہ کراچی جمخانہ میں ایک تقریب میں ہما سے ملا تھا اور ہما بہت جلد گوڈے گوڈے اس کی محبت میں دھنس گئی تھی۔

یہ اس کا ذاتی معاملہ تھا اس لیے ان میں سے کسی نے سرزنش نہ کی تھی اور نہ ہی وہ آفندی سے ملاقاتوں کی روداد سناتی تھی۔ بس اس نے وہ کارڈ ضرور دکھایا تھا جو آفندی نے اس کے جنم دن پر بھیجا تھا۔ خوب صورت سا کارڈ جس پر گلاب کی کلی بنی ہوئی تھی اور لکھا تھا۔

"پیاری ہما!

تمہاری سالگرہ کے موقع پر میری تمام تر نیک خواہشات اور پیار صرف اور صرف تمہارے نام.....

تمہارا..... آفندی"

اور ہما کی فائل میں وہ کارڈ کتنے ہی دن رکھا رہا تھا۔

"اگر تجھے نہ ملا تو.....؟" بشریٰ نے پوچھا۔

"تو شاید میں کبھی کسی دوسرے کو وہ جگہ نہ دے سکوں گی وہ مقام کسی کو نہیں دے پاؤں گی جو آفندی کا ہے۔" ہما کی آنکھوں میں رنگ لہرانے لگے تھے اور اس روز ان چاروں نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

"ہما اپنی محبت کو پالے۔"

ہما کے چھوٹے بھائی تنویر علی کی شادی تھی اور ان سب نے خصوصی شرکت بھی کی تھی۔ شادی میں ہما نے آفندی کو بھی بلایا تھا، وہ خود ہی جان گئی تھی کہ آفندی بلا روک ٹوک اس کے ہاں آتا رہتا ہے اور یہ بڑی بات بھی نہ تھی۔ باہر ملنے کی بجائے وہ آفندی سے اپنے گھر میں مل لیتی تھی مگر ان سب کو افسوس تھا کہ وہ آفندی سے نہ مل سکی تھیں..... ہما کی پسند دیکھنے کا اچھا موقع ضائع ہوگیا تھا..... تنویر علی بھی شادی کے بعد اور دونوں بھائیوں کی طرح الگ ہوگیا تھا اب گھر میں وہ دونوں ماں بیٹی تھیں۔ کرنل رفیق احمد فارم ہاؤس پر چلے گئے تھے۔ ہفتے بعد آجاتے تھے۔

زندگی اپنے معمول پر رواں دواں تھی کہ ایک دم ہی بشریٰ کی پرسکون زندگی میں ہلچل مچ گئی۔

اس کے فائنل سمسٹر کے کمپری ہنسوٹسٹ ہونے والے تھے کہ صادق آباد سے امی کی بچپن کی فرینڈ سلمیٰ بیگم برسوں بعد ملنے چلی آئیں۔ کراچی میں ان کا بیٹا رہتا تھا' آئی تو وہ اپنے بیٹے کے پاس تھیں کہ امی کی یاد بھی آ گئی۔ ایڈریس تو وہ بشریٰ کے ماموں عابد خان سے لے ہی آئی تھیں۔ بس انہیں نہ جانے بشریٰ میں کیا نظر آیا کہ وہ انہیں اپنے بیٹے شہریار کے لیے بے تحاشہ پسند آ گئی اور انہوں نے رشتہ دے دیا۔ جو دوسرے روز منظور بھی ہو گیا اور ایک ہفتے کے اندر ہی اس کا نکاح شہریار سے ہو گیا۔ رخصتی بشریٰ کے ایگزام کے بعد ہونی تھی۔ وہ نہایت حیرت سے اپنے ہاتھوں پر لگی مہندی کو دیکھتی...... اپنے ہاتھ کی تیسری انگلی میں انگوٹھی کو دیکھ کر خود کو یقین دلاتی کہ واقعی اس کی زندگی میں اتنی بڑی تبدیلی آ گئی تھی۔ ہما بہت گم صم سی رہنے لگی تھی' مگر بشریٰ تو خوشی کے ایسے ہنڈولوں میں جھول رہی تھی کہ اسے بھلا کیا احساس ہوتا۔ وہ تو طلعت نے توجہ دلائی تھی۔

"بشی...... تو نے غور کیا ہما کیسی بجھ گئی ہے؟"

"نہیں تو......"

"تجھے فرصت ملے شہریار بھائی کے خیالوں سے تب نا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" وہ بری طرح جھینپ گئی۔ "تم نے پوچھا نہیں؟"

"نہیں...... ایسا کچھ ہوتا تو ضرور بتاتی۔"

"میں پوچھوں گی......" بشریٰ نے کہا اور پھر اس کے پوچھنے پر ہما نے وہی جواب دیا تھا جو وہ طلعت کو دے چکی تھی کہ تنہائی اسے پریشان کرتی ہے۔ اور اس کی بات پر سب ہی نے اعتبار کر لیا تھا۔

فائنل ایئر کے ایگزام ہوئے تھے وہ گھر بیٹھ گئیں' مگر ایک دوسرے سے ملنا جلنا قائم رہا تھا۔ لبنیٰ تو اپنے پاپا کی ٹریولنگ ایجنسی میں کھپ گئی تھی۔ جب کہ طلعت کی شادی ہو گئی اور اس کی شادی کے ایک ہفتے بعد ہی بشریٰ بھی بیاہ کر شہریار کے ساتھ صادق آباد چلی آئی۔ شہریار کی ہو کر اسے اپنے آپ پر رشک آتا۔ وہ بھی تو پروانہ وار اس پر نثار ہوتا' ایک ماہ کی چھٹی ختم ہونے کا پتا بھی نہ چلا تھا۔ وہ دونوں کراچی لوٹ آئے۔

بشریٰ نے اپنے گھر کو خوب سجایا' سنوارا اسے شہریار کا انتظار کرنا بے حد اچھا لگتا تھا' دوپہر کا کھانا وہ گھر ہی آ کر کھاتا تھا اور وہ ملازموں کے ساتھ مل کر کھانے تیار کرتی۔

اس کا رزلٹ آیا تو "فائیو اسٹار گروپ" فرسٹ کلاس میں

عید

کنگن، چوڑی پہنوں میں
دھنک رنگ آنچل اوڑھوں میں
تم جو آؤ تو
یوں عید مناؤں میں
خوشبوؤں سے خود کو مہکاؤں میں
مہندی سے ہاتھوں کو سجاؤں میں
تم جو آؤ تو
یوں عید مناؤں میں
لذیذ ذائقوں سے ٹیبل سجاؤں میں
گھر، آنگن دلہن سا بناؤں میں
تم جو آؤ تو
یوں عید مناؤں میں
دید کی پیاسی ان آنکھوں میں
تمہارا موہنا روپ بساؤں میں
تم جو آؤ تو
یوں عید مناؤں میں
یوں تم کو دل میں چھپاؤں میں
بند آنکھوں ہی دیکھتی جاؤں میں
تم جو آؤ تو
یوں عید مناؤں میں

شاعرہ: ریحانہ اعجاز...... ڈیفنس کراچی

کامیاب ہو گیا تھا۔ شہریار نے اس خوشی کے موقع پر گھر ہی میں تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ تب بشریٰ نے ان چاروں کا تعارف کرایا تھا اور اسی روز اسے پتا چلا کہ اس عرصے میں اس نے شہریار کی محبت میں کھو کر اپنی دوستوں کو مس ہی نہیں کیا۔

کیا واقعی ایک شخص کی محبت اتنی زور آور ہوتی ہے کہ ساری محبتیں اور تعلق بھلا دیتی ہے۔ وہ یہ سوچ سوچ کر حیران کم اور پریشان زیادہ ہوتی رہی تھی اور پھر اس نے طے کر لیا تھا کہ وہ اپنی دوستوں سے ملنا نہیں چھوڑے گی۔ تابندہ انجم نے تو بینک میں جاب کر لی تھی' جبکہ طلعت اپنے میاں کے ساتھ پنڈی چلی گئی تھی' لے دے کے ہما ہی ایسی تھی جس سے اس کی گاڑی چھن سکتی تھی۔ وہ کبھی شام کو تابندہ کے ہاں چلی جاتی اور کبھی لبنیٰ کی

طرف۔ کبھی شہریار اسے ہما کے ہاں چھوڑ جاتے اور وقت گزرنے کا پتا بھی نہ چلتا۔ جب وہ چند گھنٹوں بعد لوٹتا تو ہارن کی آواز پر بشریٰ جلدی سے باہر آتی...... ہما نے کئی بار شہریار کو اندر آنے کو کہا تھا مگر وہ آتا ہی نہ تھا۔

''بھئی دو دوستوں کے درمیان ظالم سماج نہیں بن سکتا۔'' وہ نہایت خوب صورتی سے انکار کردیتا۔ اور ایک روز جب بشریٰ نے ہما سے کہا تھا۔

''یار اب تو بھی آفندی سے کہہ اپنے گھر لے جائے تجھے۔''

''شاید وہ مجھے کبھی نہ لے جائے۔'' ہما آہ بھر کر بولی۔

''کیوں؟'' بشریٰ نے اسے دیکھا۔

''بس۔'' ہما مسکرائی۔ ''ضروری تو نہیں محبت کی معراج شادی ہو۔''

''یہ کیا تک ہے بھلا؟''

''بس مجھے اس سے شادی نہیں کرنی۔''

''مگر کوئی وجہ بھی تو ہوگی نا۔''

''میرے پاپا نہیں مانتے...... بس جب تک دوستی ہے رہے گی۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی' تو اس کے بغیر کیسے رہ لے گی۔''

''رہنا پڑے گا بشی...... اور میں رہنے کی کوشش کرتی ہوں' ارادہ کرتی ہوں مگر...... مگر وہ میرے ارادے توڑ دیتا ہے' میں اس سے ملنا نہیں چاہتی' نہیں جانا چاہتی اس راہ پر جو اس کی سمت جاتی ہے لیکن......'' ہما کی آواز بھرا گئی۔

''ہما میرے لائق کوئی بات ہو تو کہو۔ میں انکل سے بات کروں۔''

''کیا کرو گی بات کرکے بھی کھو دو گی' وہ نہیں مانیں گے۔'' ہما کا لہجہ یاسیت بھرا تھا اور بشریٰ اس کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔ اس بارے میں پھر اس کی ہما سے بات نہ ہوئی تھی۔

چھٹی کے روز وہ تینوں اس کے ہاں آجاتیں...... اور خاصا شغل سا رہتا...... زندگی میں ہر طرف رنگ ہی رنگ تھے۔

گزرے ڈیڑھ برس میں اسے شہریار سے کوئی شکایت نہ ہوئی تھی۔ وہ اسے بے تحاشہ چاہتا تھا (اب پتا نہیں حقیقت تھی یا اپنی کوئی کمزوری وہ چھپاتا تھا) اس کی دوستوں کے آنے پر بھی اس نے منہ نہ بنایا تھا۔ وہ خود کو بہت خوش قسمت سمجھتی تھی مگر آج اسے پتا چلا کہ ایسا تو نہ تھا۔ وہ تو بہت ہی کمتر تھی' سارے پردے ہٹ گئے تھے۔

تو ہما رفیق کا آفندی یہی تھا...... جو میرا شوہر ہے یعنی شہریار آفندی...... تو شہریار آفندی...... تم میں اتنی سکت نہیں تھی جو تم اپنی ماں سے احتجاج کر سکتے' اپنی بات منوا سکتے' اپنی پسند اپنا سکتے' یااللہ میں کس قدر اندھیرے میں رہی۔

''کیا تم نے ہما سے محبت کا کھیل کھیلا تھا...... یا پھر مجھ سے کھیل رہے ہو؟''

''کیا سچ ہے شہریار...... تم اتنے دوغلے بھی ہو سکتے ہو۔'' رہ رہ کر درد کی لہریں اس کے دل میں اٹھ رہی تھیں۔

''کاش...... مجھے پتا ہوتا کہ میرا شہریار' ہما کی محبت آفندی ہے تو شاید میں شادی ہی سے انکار کردیتی۔'' ہاں مجھ میں اس قدر حوصلہ تھا اس کا جی چاہ رہا تھا کہ دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر روئے۔ خیالوں میں اس قدر غلطاں تھی کہ اسے شہریار کے آنے کی بھی خبر نہ ہوئی تھی۔

''کیا بات ہے بیگم آج تم میری گاڑی کی آواز سن کر بھی باہر نہیں نکلیں...... طبیعت تو ٹھیک ہے نا......؟'' شہریار اس کا بازو چھو کر محبت بھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا...... اس کا جی چاہا کہے میرے اندر اتنی آوازیں اودھم مچا رہی ہیں کہ باہر کی کوئی آواز میری سماعتوں میں نہیں اتر رہی۔

''کیا ہوا......؟'' اس کی خاموشی سے شہریار گھبرا گیا۔

''کچھ نہیں......'' وہ ہولے سے بولی۔

''پھر اس قدر گم صم کیوں ہو؟'' شہریار اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''سوئی ہوئی اٹھی ہوں۔'' اب بھی بشریٰ کا لہجہ مدھم تھا۔

''مگر مجھے تو لگتا ہے...... تم گھنٹوں سے اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی ہو۔'' وہ بولا۔

''کبھی کبھی انسان بیٹھے بیٹھے بھی تو سو جاتا ہے نا؟''

''بھئی فلسفہ مت بولا کرو میری سمجھ میں نہیں آتا۔'' شہریار ہنس کر بولا۔

''اور تم نے کپڑے بھی چینج نہیں کیے غلط بات ہے بشی...... میں تر و تازہ چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں تمہارا۔''

''اور اگر میں مرجھا گئی تو......'' بشریٰ نے اس کی طرف دیکھا۔

''میری محبت کے چھینٹے تمہیں کبھی مرجھانے نہیں دیں گے۔'' وہ جذب دل کی تمام تر شدتیں اپنے لہجے میں سمو کر بولا۔

"اتنا اپنی محبت پر یقین ہے؟" بشریٰ کا لہجہ چبھتا ہوا تھا جو شہریار نے محسوس کیا۔

"جی جناب..... اس سے بھی کہیں زیادہ۔" وہ چہکا۔

"مگر بعض مرتبہ لوگ محبت کے مینہ کے باوجود کیوں کملا جاتے ہیں؟" بشریٰ کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"پھر ان کی محبت میں یقیناً کھوٹ ہوتا ہے۔"

"پھر آپ کی محبت میں بھی تو کھوٹ ہے کہ....." بشریٰ نے لب بھینچ لیے۔

"کیا مطلب؟" شہریار چونکا۔

"کچھ نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "کھانا لگواؤں؟"

"تم..... تم میری محبت پر شک کیوں کر رہی ہو بشی؟" شہریار کا لہجہ اس قدر نرم تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی بشریٰ کی آنکھوں میں گھٹائیں امڈ آئیں۔

"پلیز بشی..... مجھے بتاؤ مجھ سے کہاں غلطی ہوئی ہے کہ آج بے اعتباریاں تمہاری آنکھوں اور لہجے میں بول رہی ہیں۔" شہریار اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ دیتا ہوا بولا۔

"آپ..... آف..... آفس سے کہاں گئے تھے؟"

"وزٹ پر گیا تھا۔"

"سچ بول رہے ہیں.....؟" بشریٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور بشریٰ کے لہجے اور آنکھوں میں نجانے کیا تھا کہ شہریار سمجھ گیا کہ وہ کچھ نہ کچھ جان گئی ہے۔ شہریار کی نظریں جھک گئیں اور وہ بولا۔

"میں ہما کی طرف گیا تھا۔"

"ارے اتنی جلدی مان گئے۔" بشریٰ ہنسی تو آنکھوں سے پلکوں کا بند توڑ کر آنسو بھی اس کے گالوں پر آ گئے۔

(کاش شہریار تم کہہ دیتے کہ تم وہاں نہیں گئے تھے اور میری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے میرا اعتبار تو قائم رہتا)

"ہاں میں گیا تھا وہاں۔" اس نے دوبارہ اعتراف کیا۔

"شیری..... آپ واقعی ہما کو چاہتے ہیں تو..... تو آپ اس سے شادی کر لیں یقین کریں مجھے....."

"پلیز بشی..... آگے کچھ مت کہنا تم نے ایسا سوچا ہی کیوں؟" شہریار نے ترش لہجے میں کہا۔

"جب پرانی محبت اب تک آپ کے پیروں کی زنجیر بنی ہوئی ہے تو پھر خود کو جلانے تڑپانے سے فائدہ۔"

"یہ بھی نہیں ہو سکتا؟"

عید کا تحفہ

میں نے چاہا کہ تجھے عید پہ تحفہ بھیجوں
جس میں یادوں کے کنول، کلیوں کے نذرانے ہوں
جس میں موجود تیرے پیار کے افسانے ہوں
جس میں لپٹی ہوئی، اک شب ہو ستاروں والی
جس میں پوشیدہ میری روح کے اجیالے ہوں
جس میں دکھے ہوں، تیرے پیار کے وعدے سارے
اور جو ٹوٹ کے بکھرے وہ ارادے سارے
میں نے چاہا کہ تجھے عید کا تحفہ بھیجوں
جس میں خوابوں کے نگر سپنوں کی گلیاں ہوں سجی
جس میں مہکی ہوئی ہنستی ہوئی کلیاں ہوں سجی
جس میں ہر سمت وعدوں کی جھلک ہو باقی
جس کے ہر گوشے میں چوڑی کی کھنک ہو باقی
اور یہ خواب، بس اک خواب رہا
عید کی صبح کا عذاب رہا
میں نے سوچا تھا، تجھے عید کا تحفہ بھیجوں
جس میں یادوں کے کنول، کلیوں کے نذرانے ہوں

ناہید کپور..... کراچی

"انکل کو میں منا لوں گی۔"

"بات ان کی نہیں میرے ماننے کی ہے۔" شہریار بولا تو بشریٰ نے نہایت حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں بشی..... میں ہی نہیں کرنا چاہتا میری ماں کی پسند مجھے جی جان سے پیاری ہے۔"

"آپ بھول رہے ہیں کہ ہما آپ کی پسند ہے۔" بشریٰ نے یاد دلایا۔

"ہونے دو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"پھر آپ اس سے کیوں ملتے ہیں۔ جب ماں کی پسند پہ اکتفا کیا ہوا ہے۔" بشریٰ نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"یہ ہما کی خواہش ہے اور میں بھی جسٹ فار انجوائمنٹ چلا جاتا ہوں۔" وہ ہنسا۔

"انجوائے منٹ کا نام لے کر خود کو اور مجھے مت بہلائیں شیری..... صاف کہیں کہ دل کے کسی جذبے اور تقاضے سے مجبور ہو کر آپ وہاں جاتے ہیں۔"

"تم یقین کرو بشریٰ..... تمہارا کیا خیال ہے اگر میں ہما سے شادی کرنا چاہتا تو میری ماں میرے راستے میں رکاوٹ ڈالتی کبھی نہیں..... میں نے تو ہما کا غرور توڑا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہما ہمارے دور پار کی رشتہ دار بھی ہے اس کی والدہ بابا جان کی کزن ہوتی ہیں خاندانی رنجشوں کے باعث یہ لوگ اور ہم ان سے نہیں ملتے اور گزرے کچھ برس پہلے فرزانہ بھابی جو میری ماموں زاد ہونے کے ساتھ ساتھ میری بہت اچھی دوست بھی ہیں عمر کے فرق کے باوجود بھی جب ایک بار انہوں نے یہ ذکر کیا کہ دونوں خاندان ایک ہوجائیں اس کے لیے انہوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہما کو مجھ سے منسوب کردیا جائے۔ ان دنوں ہما سیکنڈ ایئر میں تھی اور اس نے اچک کر کہا تھا کہ وہ کسی صورت ایک پینڈو سے شادی نہیں کرے گی۔ یہ بات فرزانہ آپا کی بہن ریحانہ باجی نے مجھے بتائی تھی ان دنوں میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کررہا تھا۔ تم اندازہ کرسکتی ہو کہ میری مردانگی پر کیسی ضرب لگی تھی۔"

"یعنی آپ نے اپنے ٹھکرائے جانے کا بدلہ اس سے لیا ہے۔" بشریٰ اس کے چپ ہوتے ہی بولی۔

"یہ بات میں نے کبھی سوچی بھی نہ تھی بس اچانک سامنے آگئی تو میں نے سوچا آخر حرج ہی کیا ہے۔" شہریار نے وضاحت کی۔

"اور آپ نے اس کا غرور توڑتے توڑتے اسے بھی توڑ ڈالا۔ یہ کیسی مردانگی ہے شیری؟"

"ایسا ہی ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔" وہ ہنسا۔

"فرزانہ آپا کو نہیں پتا کہ آپ نے ان کی نند کے ساتھ یہ کھیل کھیلا ہے۔"

"میں کبھی ان کے سامنے ہی نہیں گیا اور یوں بھی برسوں سے وہ ہمارے ہاں نہیں آئیں کہ ان کے مجازی خدا پسند نہیں کرتے..... میں عرصہ تین برس سے کراچی میں ہوں۔ میں خود کبھی ان سے ملنے نہیں گیا کوئی اپنے سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔"

"اور آپ ہما کے گھر چلے جاتے ہیں....."

"اس وقت جب اس کے والدین نہیں ہوتے اور تمہیں یاد ہونا چاہیے کہ میں تنویر کی شادی میں بھی نہیں گیا تھا۔" شہریار نے یاد دلایا۔

"آپ کا نام اس کے لیے نیا تو نہ تھا۔"

"وہ میرا نام جانتی تھی پھر ہماری شادی پر وہ سب کچھ جان گئی..... سب کو دیکھ لیا تھا اس نے مگر جو جذبے میری وجہ سے اس کے اندر جاگے تھے وہ اسے مجبور کرتے رہے کہ وہ مجھ سے ملتی رہے اور میں نے بھی سوچا اپنا کیا جاتا ہے مگر اب میں نے سوچ لیا ہے کہ آج کے بعد اس سے نہیں ملوں گا۔"

"کیوں؟" بشریٰ نے پوچھا۔

"تم جو بدگمان ہوگئی ہو۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"میری وجہ سے نہیں ملیں گے؟"

"ہاں اور ویسے بھی میں اب اکتا گیا ہوں۔" وہ طویل سانس لے کر انتہائی بے پروائی سے بولا تو بشریٰ نے نہایت حیرت سے اسے دیکھا شہریار نے آنکھیں موندلیں اور وہ سوچنے لگی۔

"کچھ بھی کہو شہریار آفندی..... تم بھی اس کی محبت میں گوڈے گوڈے دھنسے ہوئے ہو..... خاندانی چپقلش تمہیں ایک ہونے سے روکتی رہیں اب مجھے ادراک ہوا ہے کہ تمہاری ماں بھی اسی لیے آئی تھیں اور جب ہما کے والد نہیں مانے تو انہوں نے ایک دم ہی تمہیں پابہ زنجیر کرنے کا فیصلہ کرکے میرے پلے باندھ دیا کہ تم کوئی قدم نہ اٹھالو..... تم کچھ بھی کہتے رہو..... مگر میرے دل کے شیشے میں دراڑ آگئی ہے..... اور عورت کا دل کتنا نازک ہوتا ہے۔ اب میرے دل کے شجر پر کبھی بھی اعتبار کا موسم نہیں اترے گا میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی مگر سدا بے اعتبار..... تم نے اور ہما دونوں نے ہی میرا اعتبار توڑا ہے اور میری مجبوری دیکھو میں تم دونوں کو کچھ کہہ نہیں سکتی۔ مگر یہ تو کرسکتی ہوں کہ ہما کی دوستی سے دستبردار ہوجاؤں؟" بشریٰ نے یہ فیصلہ کیا تو اس کے اندر کہیں بھی دکھ کی لہر نہ اٹھی بلکہ ہر طرف سکھ چین کے پودے لہلہانے لگے تھے۔

"یار کھانا لگواؤ سخت بھوک لگی ہے۔" شہریار کی آواز پر وہ چونکی اور مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

سمجھوتے کی زندگی میں..... بے اعتباریوں کے موسم میں نہ چاہتے ہوئے بھی تو مسکرانا پڑتا ہے اور اب طویل عمر اس نے یونہی گزارنی تھی.....!!

جنون سے عشق تک
سمیرا شریف طور
WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

"ہائے یہ کیا کردیا شہری بی بی آپ نے۔" شہرینہ کی تیز رفتار گاڑی نے بائیک کوٹکر مارنے کے بعد جیسے ہی سرخ بتی کو کراس کیا تو پچھلی سیٹ پر بیٹھا فضل دین ایک دم چلایا، مگر وہ اس کی دہائیوں کی پروا کیے بغیر گاڑی کی اسپیڈ مزید تیز تر کرتی چلی گئی۔

"بی بی جی اللہ کا واسطہ ہے گاڑی کی رفتار دھیمی کرلیں ورنہ گاڑی الٹ جائے گی، اسٹارش ہے سڑک پر......" فضل دین بے انتہا خوف زدہ ہو چکا تھا جبکہ اس کی آواز پر شہری نے ایک دم اسے ڈانٹ دیا۔

"شٹ اپ، اب اگر تم بولے تو تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" وہ غرائی۔

فضل دین اچھا خاصا گھبرا چکا تھا اس کا دل کانپ رہا تھا وہ مسلسل گردن پیچھے کرکے دیکھ رہا تھا جہاں سرخ بتی کی خلاف ورزی کرنے پر ٹریفک پولیس والا یوں کھلے عام قوانین کی خلاف ورزی دیکھتے اب اپنے وائرلیس پر فوراً کسی سے رابطہ کررہا تھا۔ فضل دین کا دل تو پہلے ہی اس ناگہانی پر لرز رہا تھا اب شہری بی بی کی اس حرکت پر گویا حلق میں آ گیا تھا۔

"شہری بی بی اس ٹریفک والے نے وائرلیس پر اطلاع کردی ہے اب ہم ضرور پکڑے جائیں گے آپ کو اللہ کا واسطہ ہے گاڑی کی رفتار کم کریں ورنہ گاڑی کسی سے ٹکرا جائے گی۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا تو شہری نے بیک مرر سے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"اب تم نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو گاڑی سے اٹھا کر باہر پھینک دوں گی۔" شہری کے الفاظ پر وہ مزید پریشان ہوا تھا اسے اپنے مالک کا غصے سے سرخ چہرہ ابھی سے صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"شہری بی بی اس شخص کی بائیک سلپ ہوگئی تھی، اس کا پتا نہیں کیا بنا ہوگا جس طرح ہماری گاڑی نے اس کی بائیک کو ٹکر ماری ہے، وہ زخمی تو ضرور ہوا ہوگا۔" وہ فضل دین ہی کیا جو شہری کے تیوروں کو دیکھتے چپ سادھ لے ایک پل کے بعد پھر شروع ہو چکا تھا شہرینہ نے بہت غصے سے اسے گھورا۔

"فضل دین، اس شخص کو اور اس کی بائیک کو کچھ نہیں ہوا گاڑی نے جسٹ اس کی بائیک کو ٹچ کیا تھا وہ صرف ایک طرف سائیڈ پر لڑھک گئی تھی میں نے سائیڈ مرر سے دیکھا تھا اسے کوئی خاص چوٹیں نہیں آئی ہوں گی اگر زخمی بھی ہوا تو چند ایک نارمل سی چوٹیں ہوں گی۔" شہری کی بے پروائی اور بے فکری میں سر مو فرق نہ آیا تھا۔

فضل دین نے نہایت بے بسی سے اپنا سر پکڑ لیا تھا، شہری بی بی کو سمجھانا اس کے بس سے باہر تھا، تبھی فضل دین اپنے عقب سے آتی ٹریفک موبائل کی آواز سن کر چونکا۔

"ہائے شہری بی بی پولیس ہمارے پیچھے لگ گئی ہے۔" وہ ایک دم رو دینے کو ہوا۔

"اب وہ بھاری چالان کرے گی اور اس شخص کی بائیک کو ٹکر مارنے کے جرم میں ہوسکتا ہے کہ ہمیں سیدھا جیل لے جائیں۔" فضل دین کا خوف کے مارے برا حال تھا۔ وہ خود تو ہول رہا تھا ساتھ شہرینہ کو بھی ہولانے کی کوششوں میں تھا۔

"اوف...تم تو چپ کرکے بیٹھو، کچھ نہیں ہوگا۔" شہری بھی ایک پل کو ٹھٹکی مگر اپنے ازلی پُراعتماد انداز کو برقرار رکھتے فضل دین کو ڈانٹا تھا۔ فضل دین اس ساری صورت حال پر بری طرح خوف زدہ تھا۔

اگر کچھ ایسا ویسا ہو جاتا تو شہری بی بی کا کیا جانا تھا وہ تو مالک تھیں پھنستی تو اس بے چارے کی گردن، اس نے اپنی گردن پکڑ

لی جوان دیکھے پھندے میں جکڑی لگ رہی تھی۔ اسے رہ رہ کر اپنی متوقع شامت اعمال یاد آنے لگی جو عثمان صاحب کی طرف سے ہونی تھی۔

شہرینہ بی بی تو سدا کی ضدی، بے پروا، خودسر طبیعت کی مالک تھیں عام حالات میں وہ ہر وقت ہنگامے برپا کیے رکھنے والی ہستی تھیں اب تو جو بھی ہوتا سو کم تھا۔ آج وہاں سے نکلتے وقت بیگم صاحبہ نے کتنی نصیحتیں اور ہدایتیں دیتے دونوں کو روانہ کیا تھا اور اسے بار بار سمجھایا تھا کہ وہ ڈرائیونگ خود کرے گا، اگر عثمان صاحب گھر پر ہوتے تو آج شہری بی بی کو بائے روڈ بھیجنے کی بجائے بائے پلین بھیجتے اور شہری بی بی تو ان کے سامنے دم بھی نہیں مار سکتی تھیں لیکن اب شہری بی بی نے ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ اب فضل دین بھگت رہا تھا۔ وہ رہ رہ کر خود کو لعنت ملامت کر رہا تھا۔ کاش اس نے شہری بی بی کے اصرار پر ان کو ڈرائیونگ سیٹ پر نہ بیٹھنے دیا ہوتا۔

اسلام آباد سے لاہور تک کا طویل سفر باپ کی غیر موجودگی میں شہرینہ بی بی کو تھرل سوجھا تھا اور پھر ماما سے ضد کر کے فلائٹ کی بجائے بائی روڈ سفر کرنے کی اجازت لے لی تھی؛ بیگم صاحبہ کو منانا کون سا شہری بی بی کے لیے مشکل تھا سو مجبوراً شہری بی بی کی دھمکیوں سے تنگ آ کر انہوں نے بائی روڈ سفر کرنے کی اجازت دے دی تھی مگر بیٹی کی طبیعت اور مزاج سے بھی بخوبی آگاہ تھیں سو فضل دین کو سختی سے وارن کر دیا تھا۔

''گاڑی تم خود ڈرائیو کرو گے، نہایت احتیاط اور دھیان سے ڈرائیو کرنی ہے اسپیڈ تیز نہیں ہونی چاہیے رستہ بھر میں تم سے رابطہ رکھوں گی سو تم اپنا موبائل آن رکھو گے اگر کسی مقام پر قیام بھی کرنا پڑا تو بھی مجھے خبر کرنا ہوگی، کسی ایسی ویسی جگہ گاڑی نہیں روکنی، میں بھائی صاحب کو کال کروں گی، شہری کی بھی اچھی طرح برین واشنگ کر دی ہے اس کے پاپا کی غیر موجودگی میں شہری کو بھیج رہی ہوں اگر کچھ الٹا سیدھا ہوا تو ساری ذمہ داری تم پر ہوگی۔'' ان کا طویل ہدایت نامہ سن کر اس نے فوراً سر تسلیم خم کیا تھا۔

سفر کے شروع میں ہی شہری بی بی کے من میں نجانے کیا سمائی تھی کہ اس نے فضل دین کو ہائی وے کی بجائے جی ٹی روڈ پر گاڑی ڈالنے کا حکم دیا، وہ بے چارہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق حکم بجا لانے پر مجبور تھا۔ کامونکی تک رستہ بڑا بخیر و عافیت سے گزرا تھا۔ اتنے گھنٹے مسلسل ڈرائیونگ سے وہ تھک گیا تھا۔ یہ اسلام آباد سے یہاں تک ایک طویل سفر تھا۔ درمیان میں وہ لوگ جہلم کے قریب ایک ہوٹل میں کچھ دیر کے تھے کھانا کھا کر فریش ہونے کے بعد دوبارہ سفر شروع ہوا تھا تو پھر کامونکی کے قریب روڈ پر واقع ایک ہوٹل کے پاس رک کر انہوں نے تھوڑی دیر قیام کیا تھا؛ بیگم صاحبہ سے مسلسل رابطہ تھا وہ انہیں سب ٹھیک ہے کی مسلسل رپورٹ دے رہا تھا کامونکی کے ہوٹل میں رک کر انہوں نے صرف چائے پی تھی۔ چائے پی کر دونوں پھر سفر کے لیے تازہ دم تھے۔

''تم خاصے تھک گئے ہو فضل دین...... تم ایسا کرو ادھر پچھلی سیٹ پر جا کر لیٹ جاؤ، اب باقی کی ڈرائیونگ میں خود کروں گی۔'' شہری بی بی نے اس کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی لے لی تھی اور اب کھڑی حکم دے رہی تھی۔

''مگر شہری بی بی......!'' وہ سخت پریشان ہوا تھا۔ اسے اچھی طرح خبر تھی کہ شہری بی بی روڈ پر گاڑی چلاتی نہیں بلکہ ہوا میں اڑاتی ہیں۔

''بیگم صاحبہ نے سختی سے منع کیا تھا کہ گاڑی آپ ڈرائیو نہیں کریں گی۔'' متوقع خطرے سے گھبرا کر اس نے فوراً کہا۔

''شٹ اپ فضل دین...... ماما یا کسی کو بھی بھلا بتائے گا کون کہ گاڑی تم نے ڈرائیو کی ہے یا میں نے ویسے بھی اب تھوڑا سا رستہ رہ گیا ہے اور تم جس طرح کچھوے کی رفتار سے گاڑی چلا رہے ہو مجھے نہیں لگتا کہ ہم آج کی ڈیٹ میں اپنے مقام پر پہنچ جائیں گے، چلو شاباش تم اندر بیٹھو، گاڑی میں خود ڈرائیو کروں گی۔'' شہری بی بی کا انداز دوٹوک اور حتمی تھا وہ اچھا خاصا گھبرا گیا۔

''مگر شہری بی بی...... بیگم صاحبہ بہت ناراض ہوں گی آپ کو تو کسی نے کچھ بھی نہیں کہنا میری ہی شامت آنی ہے۔'' اس نے دہائی دی مگر وہ کہاں پروا کرنے والی تھی۔ وہ جس بات اور ضد پر اڑ جاتی تھی تو پھر دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے اس چیز سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔

''کچھ نہیں ہوگا...... اب بیٹھو اندر۔'' وہ جھنجلا کر کہہ رہی تھی انداز اٹل اور دوٹوک تھا۔

وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا وہ مالک تھی اور نجانے کب مالکوں کا موڈ بدل جائے، مان کر بھی شامت آنی تھی اور نہ مان کر بھی۔ باقی کا سارا رستہ اس کی جان سولی پر لٹکی

رہی تھی وہ ہولتا رہا تھا اور سارا راستہ دل ہی دل میں سلامتی کی دعائیں مانگتا رہا تھا۔ شہرینہ بی بی فل موڈ میں تھیں، فل والیوم میں ریکارڈ آن کیے اس نے گاڑی کو تیز اسپیڈ پر چھوڑ رکھا تھا۔

''بی بی جی اسپیڈ کم کریں آپ کو نہیں پتا یہاں لاہور کی ٹریفک کا اگر کسی جگہ ہم پھنس گئے تو پھر بری طرح شامت آئے گی۔'' وہ باقی کا سارا راستہ مسلسل دہائیاں دیتا رہا مگر دوسری طرف قطعی اثر نہ تھا جیسے شہرینہ کان میں روئی ڈالے ڈرائیو کررہی تھی۔

لاہور میں داخل ہونے تک شہری کی گاڑی کی اسپیڈ فل موڈ میں تھی اور فضل دین کی جان شکنجے میں اس نے بیگم صاحبہ کو بھی بتانے سے منع کررکھا تھا۔ کلمہ چوک پہنچنے تک خیریت رہی تھی (لاہور میں داخل ہوتے ہی شہری نے اسپیڈ قدرے کم کرلی تھی مگر تسلی بخش پھر بھی نہ تھی)۔ ایک جگہ وہ اسی رفتار سے گاڑی ڈرائیو کررہی تھی اور سگنل ریڈ ہونے کے باوجود وہ بروقت گاڑی پر کنٹرول نہیں کرپائی تھی جس کی وجہ سے چالان ہوگیا تھا۔

''گاڑی ایک طرف پارک کردیں اور باہر آجائیں۔'' شہری گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی جبکہ ٹریفک وارڈن نے اسے کہا۔

''اوکے۔'' اس نے بڑے پُراعتماد انداز میں شرافت سے سر ہلایا تھا جیسے ہی اس نے گاڑی رش سے نکال کر ایک طرف پارک کرنے کے لیے نکالی تھی وارڈن کو مطمئن کرنے کے لیے ایک دو پل کو سائیڈ میں کھڑی کی اور جیسے ہی وارڈن کی نگاہ پلٹی وہ وارڈن کو ہاتھ ہلا کر مسکرا کر زن سے گاڑی وہاں سے نکال لے گئی تھی۔ ایک پل کو تو فضل دین بھی صورت حال نہ سمجھ پایا تھا مگر برا ہوا اس تیزی کا کہ اس چکر میں دوسری طرف سے آتی بائیک گاڑی سے ٹکرا کر ایک طرف لڑھک گئی تھی۔ اب تو شہری کے لیے گاڑی کو روک لینا خود کو پھنسوانے کے مترادف تھا۔ اگر وہ گاڑی روک کر بائیک والے کی خیر خبر لینے کو رکتی ''آ بیل مجھے مار'' والی صورت حال ہوجاتی اور اب یہ نئی صورت حال شروع ہوچکی تھی۔ فضل دین کی چیخیں دہائیاں برقرار تھیں پیچھے ٹریفک پولیس کی موبائل تھی اور آگے شہری کی گاڑی کی فل اسپیڈ میں تھی۔

''بی بی جی، آپ کو اللہ کا واسطہ ہے اپنی نہیں تو میری جان کا ہی کچھ سوچ لیں۔'' لیکن شہرینہ پر کچھ اثر نہ تھا۔

''ہائے کیوں مجھ غریب کو مروانے کا ارادہ ہے صاحب جی تو مجھے سیدھا عالم بالا پہنچا کر دم لیں گے۔'' فضل دین ماما، بابا کا خاصا منہ چڑھا چہیتا ملازم تھا اس نے اب کی بار بس گھورنے پر ہی اکتفا کیا تھا کہ اب کی بار ساری توجہ ڈرائیونگ اور پیچھے آتی موبائل پر تھی۔ ایک جگہ چاروں طرف سے تیز رفتار بائیکر نے آکر اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اب اسے مجبوراً گاڑی روکنا پڑی تھی۔

''ہائے بی بی جی اب کیا ہوگا؟'' پیچھے موبائل باقی تینوں طرف ٹریفک پولیس کی موٹر بائیکر تھیں اس نے فضل دین کو دیکھا جس کی حالت رو دینے والی تھی۔

''تم تو چپ کرو..... نحوست مارے کہیں کے۔'' اس نے اسے بڑی طرح جھڑکا۔

''آپ محترمہ باہر آجائیں۔'' ایک بائیک سے چالیس پینتالیس سال کے لگ بھگ عمر کا وارڈن جس نے وائرلیس پر اطلاع دی تھی وہ اتر کر اس کی گاڑی کا دروازہ کھول کر کھڑا ہوگیا تھا۔

''کیوں؟'' وہ شاید تھی ہی اتنی پُراعتماد یا پھر اپنی فطرت سے مجبور تھی ذرا بھی خوف زدہ نہ تھی۔ فضل دین نے سر تھام لیا وارڈن نے شہرینہ کو گھور کر دیکھا۔

''آپ خود باہر آئیں گی یا ہمیں زحمت کرنا پڑے گی۔'' دو ٹوک اور پتھریلا لہجہ تھا نہ وہ ایسے لہجوں کی عادی تھی اور نہ ہی اس میں برداشت کی ہمت، وارڈن کے لب ولہجے پر از حد غصے سے اسے دیکھا۔

''شٹ اپ۔'' وارڈن نے اسے دیکھا وہ از حد اطمینان سے غصیلے تاثرات لیے اپنی سیٹ پر براجمان تھی کہ اس کا اپنی گاڑی سے اتر کر باہر آنے کا قطعی ارادہ نہ تھا۔

وارڈن پلٹ کر موبائل کی طرف گیا..... وہاں کسی کو آواز دی اگلے ہی پل گاڑی سے ایک لیڈی وارڈن اتر کر قریب آگئی۔

''آپ گاڑی لے کر ہمیں فالو کریں۔ یہ اگر بدتمیزی کریں تو اپنی زبان میں بہت اچھے انداز میں سمجھا دیجیے گا، اب یہ معاملہ سر کے سامنے آفس جا کر ہی حل ہوگا، بات صرف رولز اینڈ ریگولیشن کی ہی نہیں تھی ان محترمہ نے ایک بائیک سوار کو ٹکر مار کر اسے زخمی بھی کیا ہے ان پر کیس بنے گا اب تو۔'' اس شخص نے خاتون سے کہا۔

''یس سر۔'' وہ فوراً سر ہلاتے حکم کی تعمیل میں جت گئی تھی جبکہ وہ شخص دوبارہ اپنی بائیک پر جا بیٹھا تھا۔

وہ لیڈی وارڈن فرنٹ ڈور کھول کر شہری کے ساتھ آ بیٹھی

تھی۔ ”گاڑی اسٹارٹ کرو۔“ اس کا بے لچک، پیشہ ورانہ تحکم آمیز انداز تھا شہری جو ابھی تک تمام صورت حال پر پُراعتماد و مطمئن تھی ایک دم چیخ گئی۔

”کیوں...... تم لوگ مجھے زبردستی کہیں نہیں لے جاسکتے، جو چالان ہوا ہے وہ کاٹو میں ابھی پے کردوں گی مگر میں کہیں نہیں جاؤں گی۔“ فضل دین اس ساری صورت حال پر اس قدر پریشان اور گھبرایا ہوا تھا کہ حقیقت میں اس کی سٹی گم ہوگئی تھی وہ اب بالکل خاموش تھا۔

”شٹ اپ...... گاڑی چلاؤ، ہری اپ۔“ عورت کے لہجے میں کوئی نرمی نہ تھی۔ اب کے شہرینہ کے چہرے کا رنگ بدلا۔

اس کے لیے یہ سب جسٹ ایک تھرل تھا ایک فن تھا۔ ایک انجوائے منٹ...... اور بس وہ ہر دوسرے تیسرے دن ایسے ایڈوانچر کری ایٹ کرتی رہتی تھی وہ تو ایسے خطرات میں کودنے میں ماہر تھی درحقیقت وہ خاصی بے خوف، بہادر اور نڈر لڑکی تھی بلا سوچے سمجھے آگ میں کود جانے والی، ہمیشہ دل کی مانتی اور جب بھی مانتی تھی آخری حد تک مانتی تھی اس کے پیچھے اپنے پاپا کے مضبوط سیاسی بیک گراؤنڈ کا زعم تھا جس کی وجہ سے اسے کبھی احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ کچھ غلط بھی کرتی ہے اب بھی اپنی اس انجوائے منٹ کو اس نے انا کا مسئلہ بنالیا تھا۔

”میں ایسے تو نہیں جانے والی تم لوگ مجھے جانتے نہیں کہ میں کون ہوں، میں ابھی ایک کال کروں تو تم سب لوگوں کی سٹی گم ہوجائے گی۔“ اس نے دھمکی دیتے ڈیش بورڈ پر پڑا اپنا قیمتی موبائل اٹھانا چاہا تھا مگر ٹریفک وارڈن نے اس سے پہلے ہی موبائل اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔

”تم جو بھی ہو شرافت سے گاڑی ڈرائیو کرو، تمہارا بیک گراؤنڈ کیا ہے آفس چل کر سن لیں گے، تم پر دو مقدمے درج ہوں گے ایک جان بوجھ کر سگنلز توڑ کر فرار ہونے کا اور دوسرا موٹر بائیک سوار کو جان بوجھ کر ٹکر مار کر زخمی کرنے کا اب تم نے ایک لفظ بھی کہا تو منہ توڑ دوں گی تمہارا، جو بھی کہنا ہے آفس چل کر کہنا۔“ وارڈن نے سخت پتھریلے انداز میں کہا تو شہرینہ کے اندر ایک دم شدید اشتعال کی لہر اٹھی۔

”اوکے۔“

”بہت شوق ہے تم لوگوں کو مجھے لے جانے کا...... اوکے...... ایز یو وش۔“ اس نے بغیر گھبرائے ڈرے کندھے اچکا کر کہتے گاڑی ڈرائیو کی...... فضل دین سکتے میں تھا۔

عثمان صاحب کی لاڈلی، چہیتی اکلوتی بیٹی کو ٹریفک پولیس حراست میں لے چکی ہے اور اب انہیں اسٹیشن لے جایا جارہا تھا وہ بھی گاڑی سمیت وہ بے یقین تھا یہ صورت حال اس کی سمجھ بوجھ سے باہر تھی۔ گاڑی روانہ ہوئی تو فضل دین حواس میں لوٹا اس نے موبائل نکال کر نمبرز ملائے۔

”کس کو کال کرنے لگے ہو فضل دین؟“ شہری نے اسے مڑ کر موبائل کان سے لگائے دیکھ لیا تھا۔ لیڈی وارڈن نے خاصی حیرت سے شہرینہ کا اطمینان ملاحظہ کیا تھا۔

”بیگم صاحبہ کو۔“ فضل دین نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

”اوہ یو شٹ اپ۔ خبردار ماما کو پریشان کیا تو؟“ وہ ایک دم بھنا اٹھی۔

”کہیں بھی کال کرنے کی قطعی ضرورت نہیں جو ہوگا میں خود ہی ہینڈل کرلوں گی بڑا شوق ہورہا ہے ان لوگوں کو مجھے اپنے ساتھ لے جانے کا دیکھ لیتی ہوں کیسے ان کے کس بل نکلتے ہیں۔“ طنزیہ زہر خند لہجے میں کہتے اس نے لیڈی وارڈن کو بھی دیکھا تو فضل دین ایک دم گھبرا کر موبائل بند کرتے چپ ہوکر بیٹھ گیا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شہرینہ بی بی نے کبھی اپنی غلطی قبول نہیں کرنی تھی اسے علم تھا کہ بیگم صاحبہ کو اطلاع نہ دے کر وہ ایک اور غلطی کررہا تھا اور اگر شہرینہ بی بی کا حکم نظر انداز کرتے ہوئے وہ وہاں فون بھی کرتا تو شہرینہ نے اس کا بھرتہ بنا دینا تھا۔ وہ عجیب مصیبت میں آ پھنسا تھا۔ شہرینہ قطعی پریشان نہ تھی وہ اپنے مخصوص بے پروا، پُراعتماد انداز سمیت اپنے آگے دوڑتی ٹریفک بائیک کو فالو کرتی رہی تھی۔ متعلقہ آفس پہنچنے کے بعد وہ وارڈن کے کہنے پر گاڑی پارک کرتے باہر نکل آئی تھی۔

فضل دین ہمراہ تھا جبکہ اس کا شولڈر بیگ اور موبائل وارڈن نے اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔ جبکہ باقی سارا ساز و سامان ڈکی میں موجود تھا۔ وہ اس وقت لانگ شرٹ کے ہمراہ نیرو پینٹ پہنے ہوئے تھی، کندھوں پر ایک لمبا چوڑا اسکارف تھا جس کے دونوں پلو دونوں کندھوں کے علاوہ سینے کو بھی ڈھانپتے ہوئے نیچے تک آرہے تھے اسکارف کا تیسرا کونہ اس کی پشت کو ڈھانپے ہوئے تھا اونچا لمبا قد اس کے درمیانے سائز کے بالوں کی آبشار کیچر کی اوٹ سے پشت پر بکھری ہوئی تھی کئی سیاہ لٹیں چہرے کے اطراف میں رقصاں تھیں اپنے

روپے کے برعکس عجیب متضاد سا حلیہ تھا مجموعی طور پر وہ مردانہ ٹائپ تیوروں میں مشرقی انداز و اطوار کی لک دکھاتے اس متضاد حلیے میں ماحول پر عجیب سا تاثر چھوڑ رہی تھی، اتنی قیمتی اور شاندار گاڑی پھر اپنے شاہانہ لباس و اطوار کے ہمراہ وہ دیکھنے والوں کو پہلی نگاہ میں ہی اپنی طرف متوجہ کرگئی تھی، آفس کے اندر روم تک آتے آتے لیڈی وارڈن کا رویہ اس کے ساتھ خودبخود نرم ہوگیا تھا۔ وہ جس روم میں لائی گئی تھی وہاں آفیسرانہ ٹھاٹھ باٹھ والا ماحول تھا۔

''کیا بات ہے یہ کون ہے؟'' ان کے روم میں داخل ہونے کے بعد وہاں موجود شخص نے لیڈی وارڈن اور دوسرے شخص کو دیکھا یہ شخص تقریباً پچاس سال کے لگ بھگ تھا۔ شہرینہ کی شخصیت اور پُر اعتماد انداز اسے بھی چونکا گیا تھا۔ اتنی شاندار لڑکی کم از کم کوئی جرم تو نہیں کرسکتی تھی۔

''سر انہوں نے کلمہ چوک سے آگے ٹریفک سگنل توڑا تھا۔'' لیڈی وارڈن نے بتایا۔

''تو پھر...... یہاں آفس تک لانے کی کیا ضرورت تھی یہ پرابلم وہیں سولو کرتے آرام سے چالان کرتے۔'' آفیسر نے تحکم بھرے انداز میں کہا۔

''سر انہوں نے رکنے کی بجائے گاڑی بھگالی تھی اور ان کی گاڑی کی اسپیڈ بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے دوسری طرف سے آتی بائیک کو ٹکر ماردی تھی اس کا سوار بھی زخمی ہوا تھا اس کے بعد اگلے سگنل پر بھی ان کی گاڑی نہیں رکی تھی مجبوراً موبائل پولیس کی مدد لینا پڑی تھی۔'' اب کے دوسرے شخص نے بتایا تھا جس کے حکم پر انہیں یہاں تک لایا گیا تھا۔

''اوہ......'' آفیسر نے اپنے ماتحت کے منہ سے خاصی سنجیدگی سے ساری تفصیل سنی تھی۔

اور پھر شہرینہ کو دیکھا جو از حد اطمینان سے اطراف میں دیکھ رہی تھی اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے یہ سب کارنامہ اس نے نہیں بلکہ کسی اور نے سرانجام دیا ہو...... شہرینہ کا حلیہ بھی آفیسر کو اس کی حیثیت بتانے کے لیے کافی تھا وہ کسی ایلیٹ ہائی فائی کلاس کی بگڑی ہوئی لڑکی لگ رہی تھی۔

''سر یہ ان کا موبائل اور بیگ ہے۔'' اس نے اپنے موبائل سے کال کرنا چاہی تھی مگر میں نے منع کردیا تھا۔'' لیڈی وارڈن نے اس کا بیگ اور موبائل ٹیبل پر رکھا۔ آفیسر نے اپنے سامنے رکھے آئی فون کو دیکھا۔ اس نے ایک گہری سانس فضا میں خارج کی۔

یعنی لڑکی اچھے خاصے گھرانے سے بی لانگ کرتی تھی۔ یہ یقیناً کسی بہت امیر کبیر گھرانے کی انتہائی بگڑی ہوئی صاحب زادی تھی جو لاہور کی سڑکوں کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ بیٹھی تھی اور نتیجتاً دھر لی گئی تھی۔

''بیٹھو......'' آفیسر کی آواز پر شہرینہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

وہ اب تک جو بھی حرکات سرانجام دے چکی تھی ان کی موجودگی میں اسے یہ رعایت خاصی حیران کن لگی تھی۔

''تھینکس۔'' وہ اپنے مخصوص پُر اعتماد شاہانہ انداز میں کہتے کرسی پر ٹک گئی۔

''جس آدمی کو ان کی گاڑی نے ٹکر ماری ہے اس کی کیا کنڈیشن ہے؟'' آفیسر نے اب کے اپنے سامنے کھڑے مرد وارڈن سے پوچھا۔

''سر وہاں فوراً ریسکیو کو کال کردی گئی تھی وہ نوجوان زخمی ہوا ہے میرا خیال ہے کوئی سیریس کنڈیشن نہیں تھی تاہم اب تک ریسکیو والے اسپتال لے گئے ہوں گے میں نے اپنے ہمراہ موجود ساجد خان کو اس کا ساتھ دینے اور آئندہ صورت حال سے آگاہ کرنے کا کہہ دیا تھا جبکہ مجھے گاڑی کو فالو کرنا پڑا تھا تو فوراً وہاں سے نکلا تھا۔''

''ہوں آپ کیا فرماتی ہیں خاتون اس سلسلے میں؟'' وہ پچاس سال کے لگ بھگ ایک جہاندیدہ شخص تھا شہرینہ نے کندھے اچکادیے۔

''آئی نو گاڑی کی اسپیڈ تیز تھی، جس کی وجہ سے سگنلز پر بروقت بریک نہ لگ پائی اور سگنلز کراس ہوگیا تھا اور بس......'' وہ شخص اس کے انداز پر حیران ہوا۔

''اور باقی کا معاملہ، رکنے کی بجائے گاڑی بھگا لینے اور موٹر بائیک سوار کو زخمی کرنے والا؟'' اب کے آفیسر کے لہجے میں تلخی تھی۔

''گاڑی میں نے ضرور بھگائی تھی مگر بائیک کا ایکسیڈنٹ میری غلطی سے نہیں ہوا تھا وہ بائیک سوار بھی آؤٹ آف وے تھا اور اس کی بائیک کی اسپیڈ بھی خاصی تیز تھی، دوسرے روڈ سے اس نے جس طرح ٹرن لیتے روڈ کراس کرنے کی کوشش کی تھی وہ سب بھی ٹریفک رولز کے خلاف تھا نتیجتاً بائیک سوار کی اپنی غلطی کی وجہ سے میری گاڑی اوور اسپیڈ ہونے کی وجہ سے اسے

ہٹ کر گئی تھی اینڈ ڈیٹس آل۔'' شہرینہ کا ابھی بھی وہی بے پروا اطمینان بھرا انداز تھا۔ آفیسر نے اسے گھورا۔

''کہاں کی رہائشی ہیں آپ؟''

''اسلام آباد۔'' وہی مخصوص پُرسکون انداز تھا۔

''واٹ؟'' آفیسر نے گھورا۔

''یہاں کیا کررہی تھیں آپ؟''

''ریلیٹوز کے ہاں آرہی تھی۔'' مخصوص انداز میں جواب دیا تو آفیسر الجھ گیا۔ ذرا بھی تو اس لڑکی کے چہرے پر گھبراہٹ یا پریشانی نہ تھی اور نہ ہی اپنے فعل پر وہ شرمندہ لگ رہی تھی۔

''جانتی ہیں، ٹریفک رولز کی خلاف ورزی پر آپ پر کیس بھی بن سکتا ہے اور اگر خدانخواستہ جس شخص کو آپ نے زخمی کیا ہے وہ سیریس حالت میں ہوا تو آپ پر کس سطح کا کیس بن سکتا ہے۔'' آفیسر نے اب کی بار خاصی سختی سے کہا۔

''سوواٹ؟'' شہرینہ کا اعتماد قابل رشک تھا۔

''آپ بظاہر کسی اچھی فیملی سے تعلق رکھتی ہیں، ایسی جگہوں پر مرد تو آتے جاتے رہتے ہیں مگر خواتین کا پایا جانا آپ کے لیے شرمندگی کا باعث ہونا چاہیے۔'' آفیسر نے اسے شرم دلانا چاہی تو وہ مسکرادی۔

''میرے پاپا ہیں مجھے سپورٹ کرنے والے چلیں میں مان لیتی ہوں کہ اوور اسپیڈ اور سگنل کراس کرنا میری غلطی تھی مگر بائیک کا ہٹ ہونا میری غلطی سے نہیں ہوا تھا۔'' شہرینہ نے مسکرا کر کہا تو آفیسر نے پاپا کی سپورٹ پر فخر کرنے والی اس لڑکی کو بغور دیکھا۔

''کیا کرتے ہیں آپ کے فادر؟''

''پولیٹکس میں ہیں۔'' آفیسر چونکا تبھی یہ لڑکی اتنی مطمئن تھی۔

''حکومت میں ہیں؟'' شہری نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کس شعبے میں ہیں؟''

''شعبہ اطلاعات ونشریات۔''

''دیکھیں ہمیں خواتین کو ادھر بلوانا یا لانا اچھا نہیں لگتا آپ میری بیٹی کی ہم عمر ہیں سو رعایت دے رہا ہوں اگر وہ شخص جس کو آپ نے زخمی کیا ہے اس کی سیریس کنڈیشن نہیں تو آپ پر کیس نہیں بناؤں گا مگر چالان تو ضرور ہوگا اور جرمانہ علیحدہ آپ بے شک اپنے کسی جاننے والے کو بلوالیں، اب کچھ گھنٹے آپ کو ادھر رکنا پڑے گا۔ جب تک اس نوجوان کی کنڈیشن واضح نہیں ہوجاتی۔'' آفیسر نے اب کے خالص پروفیشنل انداز میں کہا جس پر شہرینہ خاموش ہوگئی تھی۔

''آپ اپنا ایڈریس اور کنٹیکٹ نمبرز اس پر لکھ دیں ہم ان کو اطلاع دے دیتے ہیں ان سے رابطہ کرکے صورت حال بتا کر ہی اب کوئی اگلا قدم اٹھائیں گے۔'' آفیسر نے اپنا رائٹنگ پیڈ اور پین اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

''اوکے۔'' وہ قدرے ریلیکس ہوئی اور کندھے اچکاتے ٹیبل پر جھک گئی تھی۔

''سر ان محترمہ کے ساتھ ایک ملازم بھی تھا وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا وہ ڈرائیور تھا مگر گاڑی یہ خود ڈرائیو کررہی تھیں ہم نے ان کو باہر بٹھایا ہوا ہے۔'' مرد وارڈن نے اطلاع دی تو آفیسر نے سر ہلا دیا شہرینہ نے ایڈریس اور کنٹیکٹ نمبرز لکھ کر پیڈ واپس آفیسر کی طرف بڑھا دیا تھا۔

''عثمان فاروق۔'' آفیسر نے زیرلب دہرایا اور چونکا۔

''رہائش اسلام آباد ہاؤس۔'' باقی کے الفاظ آفیسر کے منہ میں رہ گئے تھے اس نے بہت چونک کر شہرینہ کو اور پھر موبائل کو دیکھا اور پھر شہرینہ کے پُرسکون اور مطمئن انداز کو۔

''یہ عثمان فاروق سے کیا ریلیشن ہے آپ کا؟'' اب کے آفیسر کچھ گھبرایا ہوا تھا۔

''ہی از مائی فادر۔'' انگلش لب و لہجے میں اس لڑکی نے روانی سے کہا۔

''یہ مسٹر عثمان فاروق.....'' آفیسر ایک دم پریشان ہوگیا تھا شہرینہ مسکرادی۔

''یہ میرے فادر ہیں اور شعبہ اطلاعات ونشریات میں منسٹر ہیں رہائش اسلام آباد میں ہے کنٹیکٹ نمبرز دے چکی ہوں، مزید کچھ پوچھنا ہے تو بتایئے۔'' ردعمل شہرینہ کی توقع کے مطابق تھا آفیسر تو ایک طرف اس کے عقب میں کھڑے مرد اور عورت وارڈن دونوں ہی چونک گئے تھے شہرینہ کے مطمئن و پُرسکون انداز کی وجہ انہیں اب سمجھ آئی تھی۔

''یہ میرے فادر کا کارڈ ہے۔'' گاڑی سے نکلنے سے پہلے اس نے ڈیش بورڈ سے کارڈ اٹھالیا تھا اور اب وہی کارڈ آفیسر کے سامنے رکھ دیا تھا۔ آفیسر نے اپنے سامنے کھڑے اپنے ماتحتوں کو بڑی کینہ توز نظروں سے گھورتے لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔

وہ ابھی ابھی بابا صاحب کے ایک ضروری کام کے سلسلے میں تمام عدالتی کاغذات لیے نیچے اترا تھا۔ اس کا ارادہ فوراً کسی سے ملنے جانے کا تھا اسی لیے وہ تیار ہوکر نکلا تھا رات کے آٹھ بج رہے تھے، گھر میں اس قدر مہمان تھے اور اسی کے حساب سے شوروغل بھی تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی وہ سب سے بچتا بچاتا باہر نکل آیا تھا۔ وہ آج ہی گاؤں سے لوٹا تھا اور جب سے آیا تھا کورٹ کچہری کے جھمیلوں میں الجھا ہوا تھا کچھ دیر پہلے وہ گھر آیا تھا کہ بابا صاحب کی کال آ گئی تھی۔ وہ گاؤں میں مزید زمین خرید رہے تھے دوسری پارٹی سے ان کی بات چیت ہوگئی تھی۔ اسی سلسلے میں انہوں نے اسے شہر میں رہائش پذیر زمین کے مالکان اور ان کے وکیل سے مل کر باقی کا معاملہ طے کرلینے کا کہا تھا بدقسمتی سے ابھی میٹنگ ٹائم سیٹ ہوا تھا وہ جو سارے دن کی بھاگ دوڑ سے خاصا تھک چکا تھا۔ جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا اور وہ اب آرام کرنا چاہتا تھا مگر بابا صاحب کی کال آنے کے بعد وہ آرام کو پس پشت ڈالتے تیار ہوکر میٹنگ کے لیے تیار تھا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تو ملازم کی آواز سن کر رکا۔

"چھوٹے صاحب۔" وہ پلٹا۔

"آپ کو بڑے صاحب جی یاد کررہے ہیں۔" ملازم نے اس کے سامنے آ کر کہا۔

"خیریت۔" اس نے سنجیدگی سے ملازم کو دیکھا۔

"پتا نہیں صاحب جی نے آپ کو بلانے کا کہا ہے بس۔"

"کہاں ہیں؟" اس نے گھڑی میں وقت دیکھا کچھ دیر بعد اسے جمیل جعفری اور اس کے وکیل سے ملنا تھا' نجانے اب اس کو کیوں بلوایا گیا تھا۔

"وہ ادھر لان میں ہی ہیں آپ کو بلا رہے ہیں۔" وہ باہر لان کی طرف آ گیا تھا۔

اشفاق صاحب اپنے موبائل پر کسی سے خاصے غصے اور طیش میں محوکلام تھے اسے آتے دیکھ کر انہوں نے کال بند کی۔

"آپ نے بلایا تھا؟" اس نے باپ کو دیکھا ان کا چہرہ مضطرب تھا۔

"ہوں۔" انہوں نے اسے دیکھا۔ "کہیں پھر سے جارہے ہو؟"

"جی بابا صاحب نے جمیل جعفری والی زمین کے سلسلے میں آپ کو شاید بتایا ہو ان سے ہماری ڈیلنگ فائنل ہوگئی ہے وہ زمین بیچنا چاہ رہے ہیں سو اسی سلسلے میں ان لوگوں سے ملنے جارہا تھا۔"

"اچھا۔" انہوں نے سر ہلایا۔

"تمہاری خالہ کی کال آئی تھی شہری بیٹی' اسلام آباد سے لاہور آئی ہے۔" افگن نے چونک کر باپ کو دیکھا۔

"بائے پلین۔"

"نہیں...... بائے روڈ اس کی گاڑی سے کسی کی بائیک کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ وہ شخص اسپتال میں ہے اور شہرینہ ڈرائیور اور گاڑی سمیت ٹریفک پولیس کے پاس...... تمہیں علم تو ہے کہ آج کل عثمان بیرون ملک کے دورے پر ہے فائقہ بہت پریشان ہورہی تھی بلکہ رو رہی تھی گھر میں کوئی لڑکا بھی نہیں تم خود ذرا پتا کرو کہ اصل میں معاملہ کیا ہے؟" افگن نے خاصی حیرت سے تمام صورت حال سنی تھی' اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ شہرینہ کا ذکر ہوا اور اس کی کوئی متوقع ناگہانی آفت وحماقت کی کوئی کہانی نہ ہو ناممکن سی بات تھی افگن نے لب بھینچ لیے۔

"ایم سوری پاپا...... میں نہیں جاسکتا شایان کدھر ہے اس کو بھیج دیں میں پہلے ہی خاصا لیٹ ہوچکا ہوں وہ محترمہ تو ہر وقت کوئی نہ کوئی سنگین کارروائی ڈالے رکھتی ہے میرے پاس کوئی فالتو وقت نہیں ہے۔"

"شایان کو تمہاری والدہ نے کسی کام سے کہیں بھیجا ہے اور اسد کا تمہیں علم ہے کہ کتنا لاابالی اور جذباتی ہے وہ بنانے کی بجائے بگاڑنے میں ماہر ہے وہاں بچی پریشان ہورہی ہوگی اور ادھر فائقہ گھبرائی ہوئی ہے' مجھے بھی ابھی فوراً بزنس سیمینار میں جانا ہے آفیسر کو میں نے فون کردیا ہے وہ معذرت کررہا تھا۔ مگر تم جانتے تو ہو ایسے لوگ خوامخواہ کیس اچھالیں گے' میڈیا تک بات لے جانے کی کوشش کریں گے' ایسے لوگ تو عثمان کے خلاف چھوٹی چھوٹی باتوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں جو عثمان کی سیٹ کو نقصان پہنچائے میں نے آفیسر کو سختی سے وارن کردیا ہے کہ اس خبر کو ہرگز باہر نہ نکلنے دیں' عثمان یہاں نہیں ہے اس کے پیچھے ایسی کوئی صورت حال ہوگئی تو وہ بےچارہ پریشان ہوگا۔"

"تم جاؤ کام تو ہوتے رہتے ہیں' جمیل جعفری سے تو تم پھر بھی مل سکتے ہو ادھر ہماری بچی بھی گھبرا رہی ہوگی۔" باپ کے حکم پر اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

ٹریفک پولیس کے دفتر پہنچنے تک وہ خود کو کافی حد تک بحال کرچکا تھا' اسے آدھ گھنٹہ لگا تھا وہاں پہنچنے میں۔ اسے فوراً

آفیسر کے روم میں پہنچادیا گیا تھا۔
''السلام علیکم۔'' فضل دین اور شہرینہ دونوں چیئرز پر بیٹھے ہوئے تھے فضل دین اسے دیکھ کر فوراً کھڑا ہوا تھا افگن نے سرسری طور پر سر ہلادیا تھا۔
''افگن۔'' افگن کو دیکھ کر شہرینہ حلق تک کڑوا ہوتا چلا گیا تھا۔
وہ یہاں اس کڑوے کڑیلے کے علاوہ ہر کسی کو ایکسپیٹ کررہی تھی۔ افگن نے بھی بڑی طنزیہ عصیلی اور زہریلی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے آفیسر سے ہاتھ ملانے لگا۔
''آئی ایم افگن اشفاق فاروق۔'' اس نے اپنا تعارف کرایا۔
''میں عثمان فاروق کا بھتیجا ہوں آپ سے یقیناً میرے والد اشفاق فاروق صاحب فون پر بات کرچکے ہیں' میں ان لوگوں کو لینے آیا ہوں۔'' وہ اپنے مخصوص پُر مغرور انداز میں گویا تھا ذرا بھی لچک نہ تھی شہرینہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی تھی۔
شہرینہ کا بیگ اور موبائل اس کے پاس تھا آفیسر نے اس کے والد کے تعارف کے بعد اسے بڑی عزت سے بٹھایا تھا اور فضل دین کو بھی بلوالیا تھا آفیسر کا منسٹر کی بیٹی کے تعارف کے بعد اچھا خاصا رویہ بدل گیا تھا...... فوراً اسلام آباد رابطہ ہوا تھا دوسری طرف بائیک سوار سے متعلق اطلاع بھی مل چکی تھی اور یہ اطلاع خاصی حوصلہ افزا تھی۔
ماما نے اس سے بھی فون پر بات کی تھی ماما یہی سمجھ رہی تھیں کہ یہ سب فضل دین کی نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ خاصی پریشان ہورہی تھیں' انہوں نے اسے پریشان نہ ہونے کا کہہ کر تایا ابا سے رابطہ کرنے پھر کال کرنے کا کہا تھا اور اس کے بعد بڑے پاپا کی کال آتے ہی آفیسر مزید بدحواس ہوا تھا اور اب افگن کو سامنے پاکر وہ بچھا جارہا تھا۔
''پلیز بیٹھیں نا۔'' افگن کے بے لچک انداز پر آفیسر نے کہا تو افگن مارے باندھے بیٹھ گیا۔
''تم لوگ گاڑی میں جاکر بیٹھو میں ضروری کارروائی نبٹا کر آتا ہوں۔'' دوٹوک انداز میں فضل دین سے کہتے وہ شہرینہ کو مکمل طور پر اگنور کرتے آفیسر سے گفت وشنید میں مصروف ہوگیا' اس نے فضل دین کو گاڑی کی چابی بھی پکڑادی تھی۔ فضل دین فوراً افگن کے رعب میں آیا تھا۔
''آئیں بی بی جی۔'' شہرینہ افگن پر ایک عصیلی نگاہ ڈالتے اس کے ساتھ اٹھ کر باہر نکل آئی تھی۔
باہر افگن کی بلیک کرولا کھڑی تھی وہ فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ اے سی کی کولنگ میں کچھ پُر سکون ہوئی۔ افگن کا خیال تھا کہ یہ ساری صورت حال فضل دین کی نااہلی کا نتیجہ ہے مگر آفیسر سے تمام تفصیل سننے کے بعد اس کا پارہ آسمان تک جا پہنچا تھا۔
وہ ایک اصول پرست اور ڈسپلنڈ انسان تھا اسے یہ ساری بے اصولی اور بدنظمی سخت گراں گزرتی تھی' اس کا جی چاہا کہ ایک دم شہرینہ جیسی پارہ صفت، فتنہ پرور لاابالی لڑکی کا حشر نشر کرڈالے وہ تو اسے ہمیشہ سے ہی اپنی تمام تر بے پروائیوں اور شرپسند حرکات کے سبب پہلے ہی خاصی زہر لگتی تھی اور اب تو رہی سہی کسر بھی پوری ہوگئی تھی۔
وہ آفیسر چچا جان کی وجہ سے اس معاملے میں مکمل تعاون کررہا تھا مگر اس زخمی اور چالان سے متعلق تمام تر ذمہ داری قبول کرنے کو کہا تو افگن نے ایک گہرا سانس لیا۔ آفیسر سے تمام معاملہ کلیئر کرانے میں افگن کو تھوڑی دیر لگی تھی۔ وہ جب تمام معاملہ نبٹا کر واپسی اپنی گاڑی کی طرف آیا تو فرنٹ سیٹ پر شہرینہ کو بیٹھے دیکھ کر اس کی تمام تر تحمل مزاجی ایک شدید غصے کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔
''تمہیں اسلام آباد میں اپنی تخریب کارانہ کارروائیوں کے لیے مواقع کیا کم میسر آئے تھے جو یہاں آتے ہی خون خرابہ شروع کردیا تم نے۔'' گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ پھٹا تھا۔ شہرینہ تو ایک دم ڈرسی گئی تھی۔ اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ آتے ہی ایسے کہے گا۔
''میں نے کوئی خون خرابہ نہیں کیا میری غلطی تو خیر واضح نظر آرہی ہے اور وہ شخص بھی غلط انداز میں روڈ کراس کرنے کی جو کوشش کررہا تھا وہ کسی کو نظر میں نہیں آتی بدقسمتی یہ تھی کہ میری گاڑی کی اسپیڈ تیز تھی اور وہ زخمی ہوگیا۔'' وہ شہرینہ ہی کیا جو اپنی غلطی قبول کرے اگلے ہی پل خود کو سنبھالتے اس نے بے پروائی سے کہا تو افگن نے ایک تیز، گرم، سلگتی نگاہ اس پر ڈالتے پچھلی سیٹ پر براجمان فضل دین کو دیکھا۔
''اور تمہیں چچی جان نے اس کے ساتھ اس لیے بھیجا تھا کہ یہ محترمہ اپنی مرضی سے اپنی من مانیاں کریں' جسے مرضی اپنی تیز رفتار گاڑی تلے روند کر گزر جائیں۔''
''میں نے بی بی جی کو ڈرائیو کرنے سے منع بھی کیا تھا مگر یہ نہیں مانی تھیں۔'' فضل دین منمنایا۔

”تمہیں تو اب چچا جان ہی آ کر پوچھیں گے۔“ افگن کا غصے سے برا حال تھا۔ فضل دین ایک دم سہم کر رہ گیا۔

”چچا جان کے حوالے سے آفیسر کے سامنے شدید سبکی محسوس ہو رہی تھی اطلاعات ونشریات کے منسٹر کی دختر نیک اختر اتنی شر پسند حرکات کرتی پھر رہی تھیں کہ حد نہیں جس جگہ کبھی ان کے خاندان کا کوئی مرد نہیں گیا تھا وہاں یہ محترمہ پہنچ گئی تھیں۔“ وہ نجانے کیسے اپنے غصے کو کنٹرول کر رہا تھا۔

”گاڑی کی چابی کس کے پاس ہے؟“ اس نے دونوں کو دیکھا شہرینہ نے غصے سے منہ کھڑکی کی طرف کرلیا۔

”بی بی جی کے پاس۔“ فضل دین نے کہا۔

”گاڑی میں کچھ سامان وغیرہ بھی ہے یا پھر خالی ہے۔“ اب کے اس نے براہ راست شہرینہ سے پوچھا جو ہنوز کھڑکی کی طرف منہ کیے ہوئے تھی۔

”محترمہ شہرینہ صاحبہ میں آپ سے مخاطب ہوں......“ ایسے ٹھنڈے ٹھار طنز وہ بھی شہرینہ جیسی لڑکی پر اس کی انا بلبلا اٹھی۔

”شٹ اپ۔“ وہ فوراً بھنا اٹھی......افگن نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

”کنٹرل یور لینگویج۔“ بڑے سلگتے لہجے میں انگلی اٹھا کر وارن کیا مگر شہرینہ کو پروا ہی کب تھی۔

”میں نے آپ محترم کو کال نہیں کی تھی اس لیے خبردار مجھ پر طنز کرنے کی کوشش کی تو......؟“ وہ ایسی ہی تھی ایک دم آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑنے والی اب بھی قطعی لحاظ نہ کیا تھا۔

”اپنی زبان کو لگام دو۔ میں تمہارا ملازم نہیں ہوں کہ اپنا وقت برباد کرتا پھروں۔ گاڑی کی چابی ادھر دو۔“ افگن اس سے زیادہ غصیلی اور بدفطرت طبیعت کا مالک تھا۔ افگن کا لب ولہجہ اور تضحیک لیا انداز شہرینہ کی انا اور جذباتی فطرت پر کاری ضرب لگا گیا تھا۔ وہ ایک دم سلگ اٹھی۔

”میں نے آپ کو کال نہیں کی تھی تو پھر کسی نے کہا تھا وقت برباد کرے کو الحمدللہ میرے والدین میرا ہر پرابلم سالو کرنے کو موجود ہیں...... چلو فضل دین اترو گاڑی سے ہم ابھی اور اسی وقت واپس اسلام آباد جارہے ہیں۔“ وہ ایسے ہی تیکھے مزاج والی ضدی اور خودسر لڑکی تھی، نفع ونقصان کی پروا کیے بغیر ایک دم آخری حد تک چلی جانے والی اس کے رویے اور الفاظ پر افگن کا بھی دماغ گھوم گیا تھا۔

”شٹ اپ......اور خبردار تم نے اب کوئی نیا تماشہ کری ایٹ کیا تو......!“ اسے گاڑی سے اترتے دیکھ کر افگن نے اس کا بازو پکڑ کر غصے سے اپنی طرف کھینچا‘ وہ نرم لچکیلی نازک شاخ کی مانند افگن کی سخت گرفت کی بدولت اس کی طرف لڑھک گئی تھی۔

”آرام وسکون سے بیٹھی رہو، اگر یہاں سے ذرا بھی ہلنے کی کوشش کی تو ٹانگیں توڑ کر رکھ دوں گا تمہاری۔“ وہ ایسا ہی تھا دوٹوک سخت اور پتھریلا۔ شہرینہ کو سخت گرفت میں اپنا بازو چٹختا محسوس ہوا۔

”چھوڑو مجھے۔“ افگن کی گرفت سے اپنا بازو کھینچ کر اس نے نہایت غضب بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

افگن نے اس کی طرف جھک کر ہاتھ بڑھا کر اس کی جانب کا دروازہ لاک کردیا۔ فضل دین تو دونوں کے تیور دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔ وہ اگراپنی مالکن کے غصیلے تیوروں اور پارہ صفت مزاج سے اچھی طرح باخبر تھا تو دوسری طرف افگن کی دوٹوک، بے لچک اور پتھریلی سخت طبیعت بھی اس سے مخفی نہ تھی۔

”گاڑی کی چابی دو، سنا نہیں تم نے......“ افگن کے سخت پتھریلے انداز پر اس کے اندر اشتعال کی ایک شدید لہر اٹھی تھی۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس شخص کے ساتھ کچھ کر بیٹھے۔ کم ازکم اس شخص کو اس کی گاڑی سمیت آگ ہی لگا دے، یا پھر اس کا خوب صورت خدوخال سے سجا چہرہ نوچ ڈالے۔ یہ شخص ہمیشہ سے ہی اس طرح اس کا ضبط آزماتا تھا اور ہمیشہ شکست سے دوچار کردیتا تھا۔ اس طرح کہ شہرینہ جیسی بدلحاظ لڑکی اس کے سامنے بے بسی وبے چارگی سے دوچار ہوتے خون کے گھونٹ پینے پر مجبور ہوجاتی تھی۔ اس نے نہایت طیش سے ہینڈ بیگ سے گاڑی کی چابی نکال کر افگن کی طرف پھینکی جو اس کے سینے پر لگنے کے بعد اس کی جھولی میں گرگئی تھی۔ افگن نے اس بدتمیزی وجسارت پر اسے گھورتے اپنے اشتعال پر بمشکل قابو پاتے چابی اٹھا کر فضل دین کی طرف بڑھائی تھی۔

”یہ لو چابی آفیسر سے میں بات کرچکا ہوں تم گاڑی لے کر گھر پہنچو، اوکے۔“

”جی صاحب......“ وہ فوراً چابی لے کر اتر گیا تھا۔

افگن کا پہلے ہی اتنا سارا وقت اس معاملے کو سلجھانے اور اب مزید اس بددماغ لڑکی کو ہینڈل کرنے میں ضائع ہوگیا تھا‘ وہ مزید اس سرپھری لڑکی سے الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا اس نے

شہرینہ کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔ ابھی اسے شہرینہ کو گھر پہنچا کر واپس جمیل جعفری اور اس کے وکیل سے بھی ملنا تھا۔

❁......❁......❁

ابھی وہ دونوں رستے میں ہی تھے کہ ماما، بڑے پاپا (اشفاق صاحب) کے علاوہ فرح شایان کی بھی کال آنا شروع ہوگئی تھی افگن نے برقی قمقموں سے سجے اپنے گھر کے سامنے گاڑی روک دی تھی شہرینہ گاڑی سے یوں نکلی گویا برسوں بعد کسی قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی ہو جبکہ افگن نے وہیں سے گاڑی موڑ لی تھی۔ بڑی امی، فرح، اسد اور شایان بھی شدت سے منتظر تھے۔ وہ جیسے ہی گیٹ سے اندر داخل ہوئی سبھی لان میں ٹہلتے مل گئے تھے۔

"السلام علیکم۔" وہ بے اختیار بھاگ کر بڑی امی کے گلے لگ گئی تھی۔

"وعلیکم اسلام...... جیتی رہو...... خوش رہو......" بڑی امی اس کی سگی خالہ بھی تھیں اور یہ سب اس کے نہ صرف تایازاد تھے بلکہ خالہ زاد بھی تھے۔

"ایکسیڈنٹ کا سن کر تو میری جان نکل گئی تھی رہ رہ کر دسوسے ستار ہے تھے اور دیکھو فائقہ (شہرینہ کی والدہ) کی عقل کو بھی کیا ہوا؟ اتنی دور، تنہا جہاز کی بجائے گاڑی سے ہی بھیج دیا تمہیں۔" خود سے جدا کرتے اس کی روشن پیشانی چومتے انہوں نے کہا تو وہ سارے رستے افگن کو کوستے، غصہ پیتے اپنا خون جلاتی آئی تھی اب ایک دم بڑی امی کی اس قدر محبت پر بے اختیار کھلکھلا مسکرا دی۔

"اس میں ماما کا کوئی قصور نہیں بائے روڈ آنا میری اپنی ضد تھی۔"

"کوئی زیادہ نقصان تو نہیں ہوا نا؟" ان کی تشویش ابھی بھی کم نہ ہوئی تھی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا تھا بڑی ماما...... بس یوں سمجھ لیں بچت ہوگئی تھی ڈونٹ وری۔" اس نے اپنے مخصوص بے پروا انداز میں کہا تو بڑی امی قدرے ریلیکس ہوئیں۔

"اگر پیار کے یہ مظاہرے ختم ہوگئے ہیں تو جناب ادھر بھی دیکھ لیں ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔" فرح کے الفاظ پر وہ بے اختیار بڑی ماما کے بازوؤں کے حصار سے نکل فرح سے لپٹ گئی۔

"افگن اندر نہیں آیا...... آ کر صورت حال ہی بتا دیتا، باہر سے ہی چلا گیا ہے کیا؟" بڑی ماما پوچھ رہی تھیں افگن کے ذکر پر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا محض سر ہلا دیا۔

"چلو تم لوگ بہن کو لے کر اندر آ جاؤ۔" بڑی ماما کہہ کر اندر کی طرف بڑھ گئیں تو وہ بھی ان تینوں کے ساتھ ہال میں آ گئی۔ اس وقت ہال کیا سارا گھر ہی مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ فرداً فرداً سبھی لوگوں سے ملنے لگی تھی۔

"اکیلی آئی ہو کیا...... تمہاری ماں اور باقی لوگ کہاں ہیں؟" رخشندہ خالہ جو کہ ماما کی خالہ زاد تھیں انہوں نے پوچھا۔

"جی ماما اور باقی لوگ پاپا کے ساتھ ہی آئیں گے۔" اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

"لو فائقہ کی عقل کو کیا ہو گیا لڑکی ذات کو اکیلے اتنی دور بھیج دیا آئی کس کے ساتھ ہو۔" رخشندہ خالہ تو بات کا بتنگڑ بنانے میں ماہر تھیں بڑی ماما فوراً قریب آئیں۔

"اکیلی کہاں آئی ہے افگن لے کر آیا ہے۔ وہ صبح گاؤں سے ہی اسلام آباد چلا گیا تھا اور واپسی پر شہری کو لے آیا۔"

"اچھا......" رخشندہ خالہ کے تیور ایک دم بدلے تھے۔ "مگر افگن کو تو کچھ دیر پہلے میں نے خود اوپر سے نیچے اترتے اور باہر جاتے دیکھا تھا۔" ان کا انداز مشکوک تھا۔

"شہری کو شاپنگ کرنی تھی تو وہ فضل دین کے ساتھ وہاں چلی گئی تھی اور افگن گھر آ گیا تھا اسے ضروری کام تھا فوراً تیار ہو کر نکل گیا۔" شہرینہ نے الجھ کر بڑی ماما کو دیکھا نجانے وہ رخشندہ خالہ کو یہ بیان کیوں دے رہی تھیں۔

"اوہ...... اچھا......!" رخشندہ خالہ سر ہلاتے ساتھ بیٹھی کسی دوسری خاتون سے محو کلام ہوگئیں تو بڑی ماما نے اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کر دیا وہ فرح کے ہمراہ وہاں سے نکل آئی تھی۔

یہ سارے مہمان شایان کی شادی کے سلسلے میں اکٹھے ہوئے تھے تین دن بعد شایان کی شادی تھی پاپا نے شیڈول کے مطابق دو دن بعد آنا تھا اور ماما کا پاپا کے ساتھ آنے کا پروگرام تھا اور وہ اتنے دن بھلا کہاں انتظار کر سکتی تھی۔ اس کے کالج میں مڈٹرم ہو رہے تھے سو اسے رکنا پڑ گیا تھا ورنہ شایان کی شادی ہو اور وہ ادھر ایک مہینہ تو ضرور ڈیرے ڈالتی۔

آج اس کا آخری پیپر تھا اور فارغ ہوتے ہی وہ فوراً ماما سے ضد کر کے سفر پر روانہ ہوگئی تھی اور یہ اور بات تھی کہ یہ سفر اس کی توقع کے برعکس ثابت ہوا تھا۔ اوپر سے افگن سے ہونے والی

بدمزگی نے خاصا بدمزہ کرڈالا تھا۔ افگن بڑے پاپا کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ بڑے پاپا جو کہ اس کے تایا بھی تھے اور خالو بھی‘ افگن اپنا زیادہ وقت گاؤں میں بابا صاحب اور اماں بی کے پاس گزارتا تھا۔ افگن کے بعد شایان تھا پھر فرح اور آخر میں اسد تھا شایان کی شادی بڑی پھوپو کی بیٹی زوبیہ سے ہورہی تھی۔ افگن سے پہلے شایان کی شادی کی بھی ایک وجہ تھی کہ بڑی پھوپو ایک عرصہ دراز سے دل کے عارضے میں مبتلا چلی آرہی تھیں‘ پچھلے دنوں انہیں پھر اٹیک ہوا مگر بروقت طبی امداد سے وہ بچ گئی تھیں مگر اس کے بعد انہیں وہم ہوگیا تھا کہ اب وہ زندہ نہیں بچ سکیں گی اور اپنی اسی بیماری کے خوف میں وہ اپنی اکلوتی بیٹی زوبیہ کی شادی اپنی زندگی میں ہی کردینے کی خواہاں تھیں۔

شایان اور زوبیہ کی آپس میں کچھ انڈراسٹینڈنگ تھی پھوپو کا خیال تھا کہ زوبیہ کا رشتہ افگن سے طے ہوجائے مگر جب بڑوں تک بات پہنچی تو شایان نے بڑے صاف اور واضح الفاظ میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کردیا تھا گھر کی بات تھی انا کا مسئلہ بنانے کی بجائے نہ صرف یہ رشتہ طے ہوا تھا بلکہ جٹ پٹ شادی کی ڈیٹ بھی فائنل ہوگئی تھی۔ بڑے پاپا بزنس مین تھے تعلیم کے بعد اپنے بڑوں کے برعکس انہوں نے بزنس شروع کیا تھا جبکہ ان سے چھوٹے بھائی عثمان فاروق کا رجحان سیاست کی طرف تھا‘ عثمان سے پہلے بابا صاحب سیاست میں تھے اس طرح اپنے علاقے کی سیٹ ہمیشہ ان کے پاس ہی رہی تھی اب کچھ عرصے سے عثمان‘ بابا صاحب کے عہدے پر فائز ہوگئے تھے جبکہ بابا صاحب اب صرف گاؤں میں موجود زمینوں وغیرہ کے معاملات دیکھتے تھے۔

شایان نے پچھلے سال ہی بزنس میں ڈگری لینے کے بعد اپنے بابا کے ساتھ آفس جوائن کرلیا تھا جبکہ شایان سے بڑا افگن جو ایڈووکیٹ تھا افگن نے لاء پڑھا تھا اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر چلا گیا تھا مختلف کورسز کے بعد وہ وطن لوٹا تو بابا صاحب کے ساتھ زمینوں کے معاملات میں ان کا ہاتھ بٹانے لگا تھا‘ اس کے علاوہ وہ بڑے بابا کا بزنس ایڈوائزر ہونے کے ساتھ ساتھ بابا صاحب کی زمینوں کے تمام مقدمات خود ہی ہینڈل کرتا تھا‘ اس کا مستقل قیام ماں باپ کی بجائے گاؤں میں بابا صاحب اور اماں بی کے ساتھ ہوتا تھا‘ افگن کی پرورش بھی مکمل طور پر بابا صاحب اور اماں بی کی زیرنگرانی ہوئی تھی اسی لیے وہ اپنے ماں باپ کی نسبت دادا دادی کے زیادہ قریب تھا‘ وہ خاصا بارعب شخص تھا اسی لیے وہ سبھی کے ساتھ خاص فاصلے پر رہتا تھا اس کا سبھی پر رعب تھا اس کے اپنے بہن بھائی اسے دیکھ کر فوراً مؤدب ہوجاتے تھے مگر شہرینہ ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کرجاتی تھی کہ وہ مارے طیش کے اکثر اس کے ساتھ بہت بری طرح پیش آتا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

”یہ ایکسیڈنٹ کا اصل چکر کیا ہے اور تمہیں یہ فلائٹ کی بجائے بائی روڈ آنے کی کیا سوجھی؟“ کھانا کھانے کے دوران فرح اور اسد اس کے پاس ہی چلے آئے تھے۔

”ایکسیڈنٹ کا کوئی خاص چکر نہیں اور فلائٹ رات گیارہ بجے کی سیٹ سے مل رہی تھی اتنی دور اکیلے ماما بھیجنے کو راضی نہ تھیں اور مجھ سے صبر نہیں ہورہا تھا بس ماما کو پٹانا پڑا..... سو تھوڑی سی ایکٹنگ کے بعد ماما مان گئیں اور اب میں ادھر ہوں۔“

”اور ایکسیڈنٹ کے پیچھے کیا چکر تھا؟“ شایان بھی ادھر ہی چلا آیا تھا اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

”کوئی چکر نہیں تھا۔“ اس نے ٹالا۔

”محترمہ فضل دین گاڑی لے کرآ گیا ہے۔ گاڑی بالکل ٹھیک ٹھاک اور اصلی حالت میں ہے اس کا مطلب ہے کہ فریق ثانی کا نقصان ہوا ہے اور فضل دین سے جو معلومات ملی ہیں وہ کافی سینگین ہیں ساری غلطی تمہاری ہے اگر اس بندے کی جان چلی جاتی تو؟“ شایان نے سنجیدگی سے شرم دلانے کی کوشش کی۔

”اف..... آپ کے وہ دھانسو بگ برادر پہلے ہی اچھا خاصا سنا چکے ہیں۔ اس سے پہلے کہ میرا موڈ بری طرح ری ایکٹ کرے ایک لفظ بھی اب مزید نہیں کہنا۔“ اس نے انگلی اٹھا کروارن کیا۔

”افگن بھائی نے تو صرف زبانی کلامی سنائی ہوں گی اگر میں ہوتا تو اس وقت دو ہاتھ تمہیں ضرور لگاتا۔“

”شٹ اپ۔“ وہ فوراً بھنائی..... شایان نے ریلیکس انداز میں اسے دیکھا۔

”چھوڑیں شایان بھائی ان تلوں میں تیل نہیں ہے آپ اس کا وہ پچھلے سال کا ہنگامہ بھول چکے ہیں کیا جو اس نے گاؤں میں سرانجام دیا تھا..... گاؤں کی سڑک کو محترمہ نے موٹروے سمجھ کر ریس لگائی تھی اور مائی خیراں آٹھ دن تک اسپتال بھگت کر

آئی تھیں تب افگن بھائی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ پسٹل سے اس کی کھوپڑی اڑا دیتے بس اماں اور بابا صاحب کی وجہ سے بچت ہوگئی تھی اس کی اسے تو تب بھی عقل نہ آئی تھی تب افگن بھائی کو اماں بی کے فورس کرنے پر اتنے تلخ رویے کی اس سے معذرت کرنا پڑی تو پھر جاکر ان محترمہ کا موڈ بحال ہوا تھا اور اب اس کو سمجھانا قطعی فضول ہے۔'' اسد نے کہا تو اس کا پارہ ایک دم ہائی ہوا۔ اس نے پانی والا گلاس ٹیبل پر پٹخ دیا۔

''تم سب انتہائی فضول ہو اور تم شایان تمہاری وجہ سے میں اتنی افراتفری میں بھاگم بھاگ سب کو وہیں چھوڑ کر آئی ہوں اور تم لوگ مجھے ہی الزام دے رہے ہو اس سے بہتر تھا کہ میں نہ ہی آتی اب بھی اگر کسی نے مزید ایک لفظ کہا تو میں اپنا سامان لوں گی اور واپس اسلام آباد چلی جاؤں گی۔'' اس کا غصے سے برا حال تھا۔

''بڑی مہربانی بڑی نوازش...... تمہارا یہ احسان میں بندہ ناچیز عمر بھر نہیں بھلا پاؤں گا۔'' شایان نے فوراً ہاتھ اٹھا کر کہا تو وہ گھورنے لگی۔

''اب اپنی آنکھوں کی یہ نشانے بازی بند کرو اور کھانا کھاؤ۔'' شایان نے مسکرا کر کہا تو وہ ناچار مسکرادی۔

''ویسے شہری چچا جان کو پتا ہے تمہارے اس سارے ہنگامے کا۔'' اسد نے پوچھا۔

''آئی ڈونٹ نو، ویسے ماما سے بات ہوئی تھی وہ کہہ رہی تھیں کہ ابھی پاپا کو نہیں بتایا میرا خیال ہے ماما بتائیں گی بھی نہیں، بڑے پاپا نے ہی اس آفیسر سے بات کرکے افگن کو بھیجا تھا۔'' وہ کھانا کھا چکی تھی نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے بتایا۔

''شکر کرو کہ ابھی تک کسی اور کو خبر نہیں ہوئی تمہارے اس تازہ ترین کارنامے کی پاپا نے سختی سے مجھے اور ماما کو کہہ دیا تھا کہ کسی اور سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اور رخشندہ خالہ سے تو بالکل بھی نہیں اور مٹی ڈالو تم سب لوگ اب اس قصے پر اور تم نے کھانا کھا لیا ہے تو اب اٹھو، تمہاری وجہ سے میں نے ڈھولک کچھ دیر کے لیے رکوادی تھی اب تم آگئی ہو تو مل کر خوب رونق لگاتے ہیں۔'' فرح نے برتن سمیٹتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''ابھی میرا کسی بھی ایکٹیویٹی میں بزی ہونے کا موڈ نہیں، آج کالج میں ٹیسٹ تھا کل ساری رات تیاری کرتے گزر گئی اور کالج میں سارا دن بڑا لطف اور بزی رہا اوپر سے اس قدر لمبا تھیوری اور پریکٹیکل تھا گھر آتے ہی یہاں کی تیاری کی، ایک طویل سفر اور وہ گھنٹہ ڈیڑھ جو ٹریفک پولیس کے اسٹیشن میں گزرا اب یوں لگتا ہے کہ جسم میں جان ہی نہیں رہی، بڑی تھکن ہو رہی ہے دل کر رہا ہے کہ فوراً جاکر نرم گرم بستر میں گھس جاؤں۔'' اس نے کہا تو فرح نے گھورا۔

''تو پھر کیا فائدہ اس ساری خجل خواری کا اس سے بہتر تھا کہ تم رات گیارہ کی فلائٹ سے آتی اور آکر سو مر جاتی۔'' فرح نے منہ پھلایا۔

''اچھا ناراض کیوں ہو رہی ہو، یہ بتاؤ کل کا کیا پروگرام ہے؟''

''کل ہم پھوپو کے ہاں جا رہے ہیں اور پرسوں ہوٹل میں دونوں طرف کا کمبائن فنکشن ہوگا۔'' اسد نے بتایا تو اس نے سر ہلایا۔

''اوکے، یار تم اس وقت مجھے کوئی روم دکھاؤ بلکہ تمہارے روم میں ہی چلتے ہیں میں فریش ہولوں اس کے بعد کچھ دیر سوؤں گی اور پھر کل اور پرسوں دن میں تم لوگوں کے ساتھ مل کر ہر ایکٹیویٹی میں پیش پیش رہوں گی پراس۔''

''اٹھو، مرو اور میرا روم اس وقت تمہارے شایان شان بالکل نہیں ہے شادی کے سلسلے میں کل ہی سے رخشندہ خالہ اپنی تینوں دختران کے ہمراہ یہاں قدم رنجہ فرما چکی ہیں اور اس وقت تینوں دختران کا قیام میرے روم میں ہے اور تمہیں پتا تو ہے کہ ان لوگوں کی طبیعت کا وہ کتنا پھیلاوہ پھیلاتی ہیں۔'' وہ اسد اور شایان کو وہیں چھوڑے فرح کے ہمراہ باہر آگئی تھی ایک دم رکی۔

''اوہ...... نو...... پھر......''

''ان کی وہ بڑی بیٹی عجیب ماڈل ہے ہر وقت جان کو چپکنے کو تیار رہتی ہے میں تو ہر وقت اس سے بچنے کے چکر میں ہوتی ہوں مگر وہ بھی اس قدر ڈھیٹ ہے کہ جان بوجھ کر کلام کرنے کی کوشش کرے گی ویسے اس وقت کدھر ہیں ہال میں تو مجھے نظر نہیں آئیں تینوں۔''

''اوپر ہیں وہاں کوئی موی دیکھ رہی ہیں شکر کرو ابھی تم سے ملاقات نہیں ہوئی ورنہ ان کے ایکشنز دیکھ دیکھ کر تمہارا بی پی خوامخواہ ہائی ہوتا۔'' فرح نے ہنستے ہوئے کہا تو اس نے محض سر ہلا دیا۔ وہ فرح کے کمرے میں آئی تو دیکھ کر چکرا گئی۔

''مائی گاڈ یہ تمہارا کمرہ ہے یا کوڑا دان۔'' اس نے سر تھام لیا۔

"اب اس کمرے میں تم بھی قیام کرو گی میں ماسی کو بلا کر کچھ سیٹنگ کروا دیتی ہوں تم بھی تو اچانک آئی ہو کوئی اطلاع بھی نہ دی ورنہ میں ان لوگوں کا کہیں اور بندوبست کرا دیتی اور کمرہ صاف کروا لیتی مہمانوں کی وجہ سے اوپر نیچے کے سب روم فل ہیں نا۔"

"شیور یار، اس روم کو دیکھ کر مجھے چکر آرہے ہیں میں تو اب ایک پل بھی یہاں رات نہیں ٹھہروں گی تم کہیں اور ارینج کرو کوئی صاف ستھرا کمرہ ہو تم جانتی ہو میں ایسی جگہ ایک پل نہ ٹکوں۔" اس نے ناک منہ چڑھا کر کہا۔ وہ اتنی ہی نخریلی اور نازک مزاج تھی گندگی اس کی طبیعت پر ہمیشہ سخت گراں گزرتی تھی۔

"آج رات مجبوری ہے ادھر ہی گزارہ کرلو صبح میں ان کو کہیں اور سیٹ کردوں گی۔"

"ہرگز نہیں کہیں اور ارینج کرو میرا۔" وہ فوراً کمرے سے باہر نکلی تھی۔

"رکو تو سہی۔" فرح اس کے پیچھے پیچھے تھی ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"کیا بات ہے کیا ہوا؟" بڑی ماما ادھر سے گزریں تو دونوں کو دیکھ کر رک گئیں۔ فرح نے انہیں ساری بات بتادی۔

"اوہ۔" وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

"اوپر افگن والا کمرہ فارغ ہے اپنی بالکل اصلی حالت میں اب پتا نہیں افگن رات واپس آتا ہے یا بابا صاحب کا کام مکمل کر کے واپس گاؤں چلا جاتا ہے؟ کل اماں بی بی اور بابا صاحب کو ساتھ لے کر آئے گا۔ وہاں کام تھا تو وہ دونوں آج نہیں آسکے فرح تم شہری کو افگن کے کمرے میں لے جاؤ۔" بڑی ماما نے رسانیت سے کہا۔

"اگر افگن بھائی گاؤں جانے کی بجائے ادھر آگئے تو؟" افگن کا کمرہ کوئی اور استعمال کرے اور وہ بھی شہرینہ قیامت آجانے کے آثار تھے فرح ماما کی بات پر ایک دم گھبرائی تھی۔

"اس کے پروگرامز کا بھی پتا نہیں چلتا وہ یہاں رکتا کب ہے اب بھی بابا صاحب کے کام سے آیا تھا اور بھاگم بھاگ چلا گیا نجانے واپس ادھر آتا بھی ہے یا سیدھا گاؤں جاتا ہے تم ٹینشن نہ لو، افگن کے کمرے میں شہری کو لے جاؤ فضل دین میرے کمرے میں شہرینہ کا سامان رکھ گیا تھا وہ کسی ملازمہ کو کہہ کر کمرے میں بھجوا دو۔" انہوں نے محبت سے اس کے بالوں کی لٹوں کو چہرے سے ہٹاتے کہا تو وہ ان کے اس خصوصی سلوک پر ایک دم شرمندہ ہوگئی۔

"تھینکس بڑی ماما۔" محبت و والہانہ پن سے ان کو خود سے لپٹا کر کہا تو وہ ہنس دیں۔

وہ فرح کے ساتھ اوپر آگئی تھی۔ افگن خاندان کا پہلا اور بڑا بچہ تھا سو خصوصی توجہ اور سلوک سے نوازا جاتا ادھر گاؤں میں بھی اس کا کمرہ بہت خوب صورت انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا یوں گمان ہوتا تھا کہ کسی شہزادہ عالم کی خواب گاہ ہو۔ اور اب یہ شہر والا کمرہ بھی بہت خوب صورت تھا شہرینہ نے قدرے سکون محسوس کیا۔

"تھینک گاڈ اوپر شور نہیں ہے ورنہ دماغ خراب ہو کر رہ جاتا۔" وہ آرام سے بستر پر گر گئی تھی۔ تبھی ملازمہ اس کے دو بھاری بیگز اٹھائے چلی آئی تھی۔

"ویسے یہ افگن ہے کہاں؟" اپنا بیگ کھول کر نائٹ سوٹ نکالتے اس نے فرح سے پوچھا۔

"وکیل صاحب بابا صاحب کے کسی کام سے نکلے ہوئے ہیں۔" فرح نے بتایا۔

"یہ پریس کر کے فٹافٹ لے آؤ۔ میں اتنی دیر باتھ لے لوں۔"

"اور اس وقت وکیل صاحب کی کون سی کچہری کھلی ہوئی ہے۔" ملازمہ کو رخصت کر کے فرح سے پوچھا ساتھ ساتھ اس نے خود کو جیکٹ سے آزاد کرنے کے بعد بالوں سے کیچر نکال کر ہاتھوں سے بالوں کو سنوارا تھا لیئر شیپ میں کٹے بال کندھوں پر اردگرد بکھر گئے تھے۔

"کوئی ذاتی کام ہے بابا صاحب کا جائیداد وغیرہ کا اسی سلسلے میں کسی سے ملنے جانا تھا انہیں۔" فرح نے بتایا تو سر ہلا گئی اور اپنا ٹاول بیگ سے نکال کر باڈی اسپرے، کلون اور شیمپو اور سوپ نکال کر باتھ روم کی طرف بڑھی۔

"چائے پیو گی یا دودھ بھجواؤں؟" فرح نے جاتے جاتے پوچھا۔

"نہیں یار، اب کچھ بھی مت بھجوانا اب صرف باتھ لے کر سوؤں گی۔" فرح سر ہلاتے دروازہ بند کرکے واپس آگئی تھی اسے ابھی نیچے بہت سے مہمانوں کو دیکھنا تھا اور ڈھولک کا ہنگامہ علیحدہ منتظر تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

بلے بلے

او بلے بلے..... ٹور پنجابن دی

او بلے...... بلے...... ٹور پنجابن دی
جتی کھل دی مڑ وڑ آہیں او چل دی
ٹور پنجابن دی
بلے بلے......

وہ جیسے ہی اندر کی طرف بڑھا تھا تیز ہنسی قہقہوں سے لبریز کان پھاڑ دینے والی آوازیں اس کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برسی تھیں۔ افگن نے کوفت سے اندر کی طرف دیکھا جہاں ہال کمرے میں یہ نشست جمی ہوئی تھی بھانت بھانت کی بولیاں تھیں اور ان گنت لوگ۔ دن بھر کی بھاگ دوڑ اور اس رات گئے کی مشقت نے اسے اس قدر تھکا ڈالا تھا کہ اب جی چاہ رہا تھا کہ سب کچھ نظر انداز کرتے سیدھا اپنے بیڈ روم میں جائے اور بستر پر گر کر لمبی تان کر سوئے۔

شادی والے گھر میں ایسے ہنگامے تو عام سی بات تھی۔ رات کے اڑھائی بج رہے تھے مگر لگتا تھا کہ ادھر کسی کا بھی کوئی سونے کا ارادہ نہیں تھا کہیں بھی نیند کا نام ونشان نہ تھا۔ وہ اندر جانے کے بجائے باہر راہداری سے ہی ہوتا ہوا ٹیرس کی طرف جانے والے زینہ پر چڑھ گیا تھا اس وقت افگن کا کسی سے بھی سامنا کرنے کا قطعی موڈ نہیں تھا اس لیے وہ چپکے سے ادھر چلا آیا تھا۔ کھانا وہ جمیل جعفری اور اس کے وکیل کے ساتھ کھا کر آیا تھا اب صرف تھکے ماندے جسم کی پہلی ترجیح ایک پُرسکون نیند تھی۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے ساؤنڈ پروف کمرے میں قدم رکھتے ہی نیچے سے آنے والی تمام چہکتی آوازوں کا گویا کسی نے گلا گھونٹ دیا تھا کمرے کی لائٹس آن کر کے ہاتھ میں پکڑا بریف کیس نزدیکی صوفے پر رکھتا کی چین اور موبائل ٹیبل پر رکھتے وہ پلٹا تھا۔ اگلے ہی پل اسے رک جانا پڑا تھا۔ منہ کے بل کمبل سر تک تانے سوتے وجود کو دیکھ کر وہ ایک پل کو جامد ہوا تھا۔

''یہ کون ہے۔'' اس کا کمرہ بڑے استحقاق سے کسی نے استعمال کیا تھا۔

''واٹ از آ نان سینس۔'' اپنی پرائیویسی میں یہ مداخلت افگن کو قطعی نہیں بھائی تھی وہ ایک دم ناگواری سے بڑبڑا لیا تھا۔

یہ وجود نجانے کون تھا۔ وہ تیزی سے بستر کی طرف بڑھا مگر اگلے ہی پل رکنا پڑا۔ بستر سے نیچے قالین پر پڑے لیڈیز چپل، سائیڈ ٹیبل پر پڑا خوب صورت جگمگاتا کیچر، قریب ہی رکھا قیمتی موبائل اور سرہانے پر بکھرے بال وہ اچھا خاصا الجھ گیا تھا۔

''اوف...... کون ہے یہ محترمہ؟'' منہ کے بل تکیے میں منہ گھسائے سوتا وجود وہ بغور دیکھنے پر بھی نہ پہچان پایا تو ایک دم جھنجلا اٹھا تھا جس قدر تھکن سے وہ دوچار تھا ایسے میں یہ نئی صورت حال اسے خاصے طیش میں مبتلا کر رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ یہ محترمہ جو کوئی بھی ہیں بس اٹھا کر باہر پھینک دے۔ کس قدر پُرسکون انداز میں اس کا روم استعمال کیا گیا تھا وہ جو اپنی پرائیویسی کے معاملے میں اس قدر حساس تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر ملازم اس کا روم تک صاف کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے اب کوفت کا شکار ہو چکا تھا۔ نجانے کون تھی مہمان تھی یا پھر کوئی رشتہ دار؟ وہ بلا سوچے سمجھے ایک دم آگے بڑھا تھا۔ سوتے ہوئے وجود پر پڑا ہوا کمبل کا کونا تھام کر کھینچنا چاہا تو رک گیا ایک دم اس کے جذبات پر عقل غالب آ گئی تھی۔ نجانے کون تھی اور کس قسم کے مزاج و اطوار کی مالک تھی؟ پھر نیند سے یوں اٹھائے جانے پر نجانے کیا ری ایکشن ظاہر کرے محترمہ۔

کیا بعید تھا اسے یوں اپنے سامنے دیکھ کر چیخنا چلانا ہی نہ شروع کر دے اور خوامخواہ کوئی نئی صورت حال کری ایٹ ہو جائے۔ مہمانوں سے بھرا پرا گھر تھا ایسے عالم میں اگر کوئی محترمہ اس قدر اطمینان وسکون سے آرام فرما رہی تھی تو یقیناً گھر میں سے بھی کسی نہ کسی فرد کے نالج میں ان محترمہ کی اس کمرے میں موجودگی ہوگی نا؟ افگن نے ہاتھ کھینچ لیا تھا ایک عصیلی نگاہ سوتے ہوئے وجود پر ڈالتے وہ تیزی سے کمرے سے نکلتے سیڑھیاں پھلانگتے ہال کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ تمام قریبی رشتہ دار خواتین ڈھولک کے گرد جمع ابھی بھی زور وشور سے محفل جمائے ہوئے تھیں صورت حال ایسی تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ فرح ڈھولک پر چمچ بجاتے مکمل طور پر اسی ماحول کا حصہ بنی ہوئی تھی۔

''فرح۔'' اس نے آواز دی مگر بے فائدہ رہی نقار خانے میں بھلا طوطی کی آواز کون سنتا...... اس نے غصے سے اطراف میں دیکھا ماما ایک صوفے پر کسی قریبی رشتہ دار خاتون کے ساتھ محو گفتگو تھیں۔ وہ فرح کو وہیں چھوڑتا ماما کی طرف چلا آیا۔

''ماما۔'' ماما اسے دیکھ کر چونکیں۔

''آ گئے تم۔''

''جی آپ ذرا ایک منٹ باہر آئیں مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' وہ اپنی بات کہہ کر پلٹ گیا تو ماما فوراً اس کے پیچھے آئیں۔

"میرا خیال تھا کہ تم کام نبٹاتے ہی حویلی چلے گئے ہوں گے اتنا لیٹ ہوگئے تھے نا تم۔" ماما نے فوراً قریب آ کر کہا تو اس نے سر جھٹکا۔

"میرے روم میں کون ہے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"او...... اچھا تم کمرے سے بھی ہو آئے ہو۔" انہوں نے افگن کے سنجیدہ انداز کو نظر انداز کیا اور نارمل انداز میں بتانے لگیں۔

"شہری ہے، تمہیں اس کے موڈ کا تو پتا ہے نا کسی قدر چوزی ہے فرح کا کمرہ خالی نہ تھا اوپر سے رخشندہ کی بیٹیوں نے خوب پھیلاوہ پھیلا رکھا تھا اس نے بے ترتیب کمرے میں رہنے سے انکار کردیا تمہارا کمرہ صاف ستھرا اچھی حالت میں اور خالی بھی تھا تو میں نے اسے وہاں ٹھہرا دیا بچی تھکی ہوئی تھی کھانا کھاتے ہی سوگئی ہے پھر مجھے یہ تھا کہ تم سیدھا حویلی ہی چلے جاؤ گے ادھر نہیں آؤ گے۔" شہرینہ کے ذکر پر افگن کا غصہ ایک دم سوا نیزے پر آیا تھا۔

"حد ہوتی ہے گھر میں اتنے کمرے ہیں کسی میں بھی اسے ٹھہرا دیتیں لیکن نہیں لے دے کے میرا کمرہ ہی دے دیا۔" وہ غصے سے بولا تو ماما نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"بیٹا وہ تھکی ہوئی تھی پھر گھر میں باقی سارے کمرے بھی دوسرے مہمانوں کے پاس ہیں میں صبح کوئی کمرہ خالی کرا کر اسے وہاں شفٹ کروادوں گی تم پریشان کیوں ہورہے ہو؟" انہوں نے رسانیت سے کہا تو افگن نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"آئی ڈونٹ کیئر۔ آپ ابھی اور اسی وقت میرا کمرہ خالی کرائیں میں اس جیسی بے ترتیب، آتش فشاں لڑکی کو ایک منٹ بھی اپنے کمرے میں مزید برداشت نہیں کرسکتا آپ اسے فوراً وہاں سے نکالیں ورنہ میں خود اٹھا کر اسے باہر پھینک دوں گا۔" ماما افگن کے غصے سے ایک دم پریشان ہوئی تھیں۔

"افگن وہ مہمان ہے ہماری۔" انہوں نے سنجیدگی سے ٹوکا۔

"مائی فٹ مہمان نہیں دردسر بلکہ بلائے جان کہیے تو بہتر ہوگا آتے ہی اس محترمہ نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے میرا تو سوچ سوچ کر ابھی تک خون کھول رہا ہے یہ سب چچا جان اور خالہ جان کی بے جا ڈھیل کا نتیجہ ہے اس کے لیے انسانی زندگی اس قدر ارزاں ہے کہ اپنے تھرل کے نام پر جسے مرضی روند کر گزر جائے مجھے شدید نفرت ہے ایسے لوگوں سے۔" وہ پھٹ پڑا تھا۔

اسے حقیقتاً شہرینہ جیسے فتنہ پرور لوگوں سے شدید نفرت تھی شہرینہ نے ہمیشہ ایسی ہی الٹی سیدھی حرکتیں سرانجام دی تھیں اور سونے پر سہاگہ باپ کے سیاسی بیک گراؤنڈ پر بے جا فخر افگن کو ایسے لوگ زہر لگتے تھے آج جو کچھ بھی ہوا تھا اس کے بعد تو افگن کے دل و دماغ میں شہرینہ سے متعلق کوئی خوشگوار یا اچھی سوچ باقی نہ رہی تھی۔

"افگن۔" ماما نے حیرانی سے افگن کا یہ انداز ملاحظہ کیا۔

"ماما پلیز آپ فوراً میرا کمرہ خالی کرائیں۔"

"وہ سو رہی ہے اس کی نیند خراب ہوگی۔"

"ماما پلیز میں بھی صبح سحری کا اٹھا ہوا ہوں، اب تک بھاگ دوڑ سے تھک کر چور ہورہا ہوں اور اس وقت میں بس اپنے کمرے میں سکون سے ریسٹ کرنا چاہتا ہوں۔" وہ جھنجلا گیا تھا۔

"تم ایسا کرو میرے کمرے میں چلے جاؤ تمہارے پاپا تو اب کل صبح ہی واپس لوٹیں گے میں سب کو کہہ دوں گی وہاں تمہیں کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا آرام سے سونا۔" انہوں نے محبت وشفقت سے اس کی پیشانی پر بکھرے بال سمیٹتے لجاجت سے کہا تو افگن نے ایک گہرا مضطرب سانس لیا۔ ماما کے اس لاڈ پر وہ ہمیشہ خاموش ہوجاتا تھا اب بھی بے چارگی سے انہیں دیکھا تھا۔

"ماما اپنا کمرہ ہونے کے باوجود میں آپ کو کیوں ڈسٹرب کروں۔"

"کہہ تو رہی ہوں نا میں صبح کوئی کمرہ صاف کرا کر اسے وہاں شفٹ کرادوں گی پلیز میری خاطر۔" انہوں نے کہا تو افگن نے ازحد سنجیدگی سے انہیں دیکھا تھا۔

"مگر یہاں شور بہت ہوگا آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ شور میں مجھے نیند نہیں آتی۔" وہ شہرینہ عثمان سے کم نخریلا نہ تھا وہ ہنس دیں۔

"بس یہ محفل برخاست کراتی ہوں تم کمرے میں لیٹ کر دروازہ بند کرلو۔"

"اور آپ کہاں جائیں گی۔" ماں کے سامنے وہ ہمیشہ خود کو بے بس محسوس کرتا تھا اب بھی ہار مانتے ہوئے پوچھا۔

"کہیں بھی لیٹ جاؤں گی اپنا گھر ہے ویسے بھی صبح ہونے والی ہے کچھ دیر میں فجر کی نماز پڑھ کر ہی لیٹوں گی، صبح کو بھی کام ہوں گے وہ بھی دیکھنے ہیں۔" اس کو مانتے دیکھ کر انہوں نے

رسانیت سے کہا۔

"مجھے اب چینج بھی کرنا ہے شایان کا کمرہ بھی تو اچھا خاصا سیٹ ہے اس میں ٹھہرا دیتی اسے۔" افلن کو پھر کمرے کا خیال آ گیا تھا۔

"عروسی سجاوٹ کے لیے اس میں کام ہو رہا ہے ہر طرف سامان اور چیزیں بکھری ہوئی ہیں شہرینہ کبھی نہ رکتی وہاں۔" افلن کا جی چاہا کہ وہ نک چڑھی شہرینہ سامنے آ جائے تو اس کا گلا ہی دبا دے لیکن اس وقت وہ ماما کے سامنے صرف صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔

"کسی کو بھیج کر میرے کمرے سے سیلپنگ سوٹ اور چند ایک اور استعمال کی اشیا منگوا دیں۔" وہ نخریلے انداز میں کہہ کر ماما کے کمرے کی طرف بڑھا تو انہوں نے سکون کا سانس لیا ورنہ اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ حقیقتاً شہری کو اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیتا۔

❁ ❁ ❁

وہ صبح خیز تھی وہ جتنی بھی بگڑی تھی لیکن اس میں بہت سی اچھی کوالٹیز بھی تھیں جن میں ایک صبح خیزی بھی تھی رات چاہے وہ کسی بھی وقت سوتی آنکھ ہمیشہ فجر کے ساتھ ہی کھل جاتی تھی۔ فجر کی نماز کی عادت ماما اور اماں بی (دادی) کی وجہ سے پڑ گئی تھی پہلے اماں بی کے ساتھ گاؤں میں رہتی تھیں اور وہ تینوں بہن بھائی ایجوکیشن کی وجہ سے ہاسٹلز میں ہوتے تھے بعد میں چھٹیوں وغیرہ میں گاؤں جانا ہوتا تھا تو گاؤں کے ماحول میں رچنا بسنا بہت مشکل لگتا تھا ایسے میں اماں بی کی روک ٹوک۔

اماں بی بہت مذہبی خاتون تھیں اور نماز کی از حد پابند وہ جب چھٹیوں میں گاؤں جاتی تو وہ سختی سے نماز پڑھواتی تھیں اور پھر عمر بڑھنے کے ساتھ فجر کی نماز کی عادت پختہ ہوتی چلی گئی تھی پاپا سیاست میں چلے گئے تو وہ لوگ اسلام آباد شفٹ ہو گئے تھے پھر بہت کم گاؤں جانا ہوتا تھا زیادہ تر اماں بی خود ہی اسلام آباد آ کر مل جایا کرتی تھی آج بھی وہ جلدی اٹھ گئی تھی۔ رات ایک بھرپور نیند لی تھی فجر کی نماز ادا کر کے وہ کمرے سے نکل آئی تھی وہ نیچے آئی تو ہر سو ہلکا ہلکا سا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ رات جس گھر میں شور شرابہ اور ہنگامہ برپا تھا قہقہے گونج رہے تھے اب وہاں مکمل سکوت تھا ہر کوئی تھکا ہارا اپنی اپنی آرام گاہ میں محو استراحت تھا۔ لان میں آ کر وہ ادھر ادھر ٹہلنے لگی تھی۔

وہ اس وقت ٹائٹ کے ساتھ گھٹنوں سے اوپر شرٹ پہنے در میانے سائز کی شال کندھوں پر لپیٹے اپنے کل سفر والے حلیے سے قطعی مختلف تھی۔ رات کی بھرپور نیند اور آرام وہ بستر نے اس کی ساری تھکن اڑا دی تھی اور اس وقت وہ خود کو خاصا فریش اور پرسکون محسوس کر رہی تھی۔ ٹہلتے ہوئے اسے ماما کا خیال آیا تو اس نے پاکٹ سے موبائل نکال کر ماما کا نمبر ڈائل کیا۔ کال ریسیو ہوتے ہی سلام دعا کے بعد ماما نے اس کی فوراً کلاس لینا شروع کر دی تھی ورنہ رات سے وہ موبائل بند کیے سو رہی تھی سو ابھی تک ان کی ڈانٹ سے بچی ہوئی تھی۔

"مجھے تم پر بہت غصہ آ رہا ہے میں لاہور میں ہوتی تو تمہاری خوب خبر لیتی، افلن سے ساری تفصیل سن چکی ہوں جب اس آفیسر نے کال کی تو مجھے یہی لگا تھا کہ فضل دین سے ایکسیڈنٹ ہوا ہے لیکن رات جب افلن سے بات ہوئی تو ساری حقیقت جان کر بہت دکھ ہوا مجھے تمہارے پاپا ملک سے باہر ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں تم ایسے مسئلے کری ایٹ کر رہی ہو، ابھی تو ان کو کوئی اطلاع نہیں دی لیکن جب بھی انہیں تمہارے اس تازہ کارنامے کی خبر ملے گی تو سب سے زیادہ وہ مجھ پر خفا ہوں گے کہ میں نے تمہیں بائے روڈ جانے کی پرمیشن دی ہی کیوں تھی۔" ماما تو سخت غصے میں تھیں شروع ہوئیں تو کہتی چلی گئی اور وہ کان دبائے شرافت سے ان کی جھاڑ سن رہی تھی۔

"ایم سوری ماما" اس نے ان کے توقف کرنے پر فوراً کہا تو دوسری طرف ان کا غصہ مزید بڑھا۔

"تمہارے یہ ایڈوانچرز دن بدن سنگین صورت حال پیدا کرتے جا رہے ہیں میں اب تمہیں کسی بھی قسم کی اوورا یکٹیویٹی نہیں کرنے دوں گی۔"

"کہا نا ماما ایم سوری، آپ کو علم تو ہے کہ جب اسٹیرنگ میرے ہاتھ میں آتا ہے تو گاڑی کی رفتار خود بخود تیز ہوتی چلی جاتی ہے اب جان بوجھ کر تو نہیں گاڑی ماری میں نے۔" اس نے انتہائی معصومیت سے کہا تو دوسری طرف ماما کو شدید تپ چڑھی تھی۔

"شٹ اپ شہری، اب تمہیں بابا ہی آ کر سمجھائیں گے یہ چھوٹی موٹی انجوائے منٹس اور تھرل بعض اوقات بہت مہنگے بھی پڑ جاتے ہیں۔"

"ماما پلیز اب بس بھی کریں نا، ایک وہ ہٹلر کا جانشین بھی اتنا کچھ سنا گیا تھا اوپر سے اب آپ کی کلاس۔"

"بری بات شہری...... افلن تم سے بہت بڑا ہے عزت سے

بلایا کرو بھائی کہا کرو اسے۔''

''عزت تو میں ان کی کرتی ہوں جو واقعی عزت کے قابل ہوں ان جیسے لوگ جو خوانخواہ مجھ پر رعب جمائیں انتہائی زہر لگتے ہیں مجھے...... مجھے دیکھ کر تو وہ انگارے چبانے لگتے ہیں اگر یہ عزت مآب افگن صاحب بڑی ماما کے سپوت نہ ہوتے تو اب تک میں ان کو اپنی فرسٹ کلاس قسم کی نشانہ بازی کی زد پر رکھ چکی ہوتی۔'' کڑوے کسیلے لہجے میں کہتے اس نے جیسے ہی رخ بدلا تو ٹھٹک گئی اس سے کچھ فاصلے پر افگن صاحب کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھتے اسی کی طرف متوجہ تھے۔

یقیناً اس نے اپنے متعلق فرمائے گئے شہری کے نادر فرمودات سن لیے تھے وہ مسلسل کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔ شہرینہ بجائے شرمندہ ہونے کے ڈھٹائی سے مسکرائی تھی۔

''اوکے ماما پھر بات ہوگی بائے۔'' اس نے کال بند کی اور موبائل واپس پاکٹ میں ڈالتے پھر مسکرا کر افگن کو دیکھا۔

''ہائے...... گڈ مارننگ۔'' اس نے جان بوجھ کر افگن کو مخاطب کیا۔

وہ جاگنگ سوٹ میں ملبوس کچھ پل پہلے کمرے سے نکلا تھا اس کا ارادہ لان میں کچھ دیر ایکسرسائز کرنے کا تھا لیکن شہرینہ کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا اور پھر اس کے بینادر و نایاب فرمودات سن کر اس کا غصہ ایک دم سوا نیزے پر پہنچا تھا۔

''شٹ اپ۔'' وہ انتہائی درشت لہجے میں کہہ کر اسے گھور کر دیکھتے واپس پلٹا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا وہ اندر چلا گیا تھا۔

شہرینہ نے محظوظ ہوتی نگاہوں سے اسے جاتے دیکھا اور کندھے اچکا کر پھر لان میں چہل قدمی کرنے لگی تھی۔

❁......❁......❁
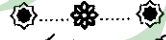
وہ اندر آئی تو سبھی سو رہے تھے بلکہ رت جگے کی نیند پوری کر رہے تھے وہ کچن میں آ گئی ملازمائیں رات کے بکھرے برتن دھو رہی تھیں اور ایک ملازمہ چولہے کے سامنے کھڑی تھی۔

''آپ کچھ لیں گی بی بی صاحبہ۔'' ملازمہ نے دریافت کیا اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔

''بس چائے دے دو، اسٹرانگ سی ہو۔'' وہ وہیں کھڑی رہی ملازمہ نے فوراً چائے کا برتن رکھا تھا۔

''ناشتہ بھی بنا دوں؟''

''نہیں ابھی نہیں جب سب کریں گے تو میں بھی کرلوں گی اس وقت تو بس چائے کی طلب ہو رہی ہے۔'' ملازمہ نے اسے چائے پیش کر دی تھی وہ مگ تھام کر لاؤنج میں آئی تو اپنے کمرے سے نکل کر آنکھیں ملتی فرح ادھر ہی چلی آئی تھی۔

''اٹھ گئیں تم؟'' فرح اسے جاگتے وہ بھی چائے کے مگ کے ساتھ دیکھ کر حیران ہوئی۔

''تم جانتی ہو میں شروع سے ہی صبح خیز ہوں۔''

''ہاں بس یہی ایک اچھی عادت ہے تمہارے اندر ورنہ......'' وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی شہرینہ نے اسے گھورا۔

''واٹ ڈو یو مین ورنہ......''

''مذاق کر رہی تھی یار۔'' فرح نے ہنس کر کہا شہرینہ نے سر جھٹکا۔

''میرے اندر اور بھی بہت سی اچھی اچھی کوالٹیز ہیں اور یہ کوالٹیز صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو مجھے بہت اچھے سے جانتے ہیں۔''

''مثلاً......'' فرح نے مذاق کیا۔ ''وہ کون عزت مآب لوگ ہیں۔''

''جیسے کہ میرے پاپا۔'' چائے کا گھونٹ بھرتے اس نے کہا۔

''ہاں یاد آیا چچا جان کب تک آئیں گے اور آفاق بھائی اور ٹیپو کب پہنچ رہے ہیں؟'' ٹیپو اور آفاق اس کے بھائی تھے آفاق شایان اور ٹیپو اسد کے ہم عمر تھا آفاق تعلیم کی غرض سے امریکا میں تھا جبکہ ٹیپو اسلام آباد میں ہی زیر تعلیم تھا ٹیپو نے ماما اور پاپا کے ساتھ ہی شادی میں شرکت کرنی تھی جبکہ آفاق بھائی کا ابھی کنفرم نہیں تھا۔

''پاپا کل واپس آئیں گے یہاں ان کو آفس کے کچھ کام ہیں وہ نبٹا کر ہو سکتا ہے شادی والے دن ہی پہنچ پائیں ماما کہہ رہی تھیں کہ اگر پاپا لیٹ ہو گئے تو وہ ٹیپو کے ساتھ ایک دن پہلے ضرور شرکت کریں گی۔'' اس نے تفصیلاً بتایا۔

''یہ تو زیادتی ہوئی گھر کی شادی ہے اور یہ لوگ عین شادی والے دن پہنچیں گے۔''

''یار ان لوگوں کی مصروفیات ہی کچھ ایسی ہیں گھر کی تقریبات میں بھی بمشکل ٹائم نکال پاتے ہیں ماما پاپا۔''

''رات میں کمرے میں گئی تھی تم تو گہری نیند میں تھی۔''

''ہاں یار کافی تھکن ہو گئی تھی لیٹتے ہی نیند نے آلیا صبح آنکھ کھلی تھی۔''

"یہ افگن بھائی کب آئے تھے؟"

"رات میں ہی لوٹے تھے ان کے کمرے میں تم تھیں تو ماما نے ان کو اپنے کمرے میں ٹھہرالیا تھا تم سے ملے وہ؟"

"نہیں میں نے لان میں دیکھا تھا مجھے دیکھ کر ایک دم غصے میں آگئے' میں نے سلام دعا کرنے کا ابھی سوچا ہی تھا کہ وہ تن فن کرتے چلے گئے۔" فرح نے گھورا وہ ہنس دی مگ خالی کرکے اس نے سائیڈ پر رکھا۔

"سچ سچ بتاؤ تمہارا بھائی پیدائشی ایسا تھا یا آفٹر برتھ کوئی مسئلہ ہوگیا تھا۔" بہت سنجیدگی سے اس نے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"مثلاً آنکھوں کو ایسے کرکے دیکھنے کا اسٹائل۔" شہرینہ نے آنکھوں کو باقاعدہ بھینگا کرکے ہٹایا تو فرح نے ایک زور کا جھانپڑ اس کے کندھے پر مارا۔

"بکومت۔"

"توبہ تمہارا ہاتھ ہے یا کسی پہلوان کا ہتھوڑا۔" شہرینہ نے درد سے کراہتے فوراً کندھا مسلا۔

"خبردار میرے بھائی کو کچھ کہا تو افگن بھائی جیسی گہری، موٹی اور سیاہ آنکھیں خاندان میں کسی مرد کی نہیں ہیں' تمہیں کیا پتا لڑکیاں مرتی ہیں ان کی آنکھوں پر۔" اس کی دہائی کو نظر انداز کرتے فرح نے "بھائی نامہ" سنایا۔

"ہاں موٹی تازی باہر کو ابلتی آنکھیں ایسی خوب صورت آنکھیں تو گاؤں میں ماسی خیراں کی بھینس کی بھی ہوتی تھیں جن پر پورے گاؤں کی فی میل بھینسیں مرتی تھیں۔" شہرینہ بی بی نے فرح کے بھائی نامے کی اچھی خاصی ٹانگ مروڑ دی تھی۔

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے تم تو ہو ہی میرے بھائی کی ازلی دشمن۔" وہ کہہ کر لاونج کے ساتھ ملحق واش روم میں گھس گئی۔

شہرینہ کندھے اچکا کر ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے پر ٹانگیں پسار کر نیم دراز ہوئی۔

"تمہارے ہلاکو خان قسم کے بھائی سے دشمنی کرکے مجھے کیا مل جانا ہے بلکہ یوں کہو تمہارا وہ کھڑوس ٹائپ بھائی مجھ سے جلتا ہے۔" اس نے اونچی آواز میں کہا تھا تاکہ باتھ روم میں موجود فرح بھی سن لے۔

"میری ذہانت سے میری خوب صورتی سے اور میری مضبوط بیک سے......!" اس نے مزید جلانے کی وضاحت دی۔

فرح نے باتھ روم کا دروازہ کھول کر اسے گھورا۔ وہ منہ دھو رہی تھی صابن منہ پر لگا ہوا تھا بمشکل آنکھیں کھل پائی تھیں۔

"قربان جاؤں تمہاری ان خصوصیات پر پورا اسلام آباد چھوڑ کر ایک میرا بھائی ہی ملا تھا تمہیں جلانے کے لیے اور خوب کہی اس ذہانت کی چچا جان کی تختی کی بدولت اگر تم کچھ پڑھ لکھ رہی ہو تو اس میں اترانے کی قطعی ضرورت نہیں رہ گئی خوب صورتی اس میں بھی سارا کمال خالہ جان کا ہے کہ تم ان کی بیٹی ہو ان جیسی نازک مزاج' خوب صورت' حسین وجمیل اور نفاست پسند ہستی کی بیٹی ہو تو تم بھی خوب صورت ہو ورنہ تمہارا اپنا کمال نہیں۔" اس نے فوراً اس کی خوبیوں کو زیرو کیا شہرینہ نے گھورا۔

"اور وہ رہ گئی مضبوط بیک گراؤنڈ والی بات تو تمہارا بیک گراؤنڈ اماں بی اور بابا صاحب سے ہے اسی حساب سے افگن بھائی کا بھی' اس لیے ہواؤں میں اڑنے کی بجائے آرام سے زمین پر قیام پذیر رہو تو بہتر ہے' افگن بھائی اگر تم پر غصہ کرتے ہیں تو کچھ غلط نہیں کرتے تمہاری باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں۔" منہ ہاتھ دھو کر تاول سے چہرہ رگڑتے وہ واپس شہرینہ کے پاس آبیٹھی تھی اور شہرینہ بی بی اس کی اس درجہ صاف گوئی پر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"تم میری دوست ہو یا اپنے بھائی کی بہن۔" شہرینہ نے پوچھا تو فرح ہنس دی۔

"دونوں ہی ہوں اچھا چھوڑو میں تو مذاق کررہی تھی سیریس کیوں ہوتی ہو۔" شہرینہ بہت جلد خفا ہوجاتی تھی سو فرح نے فوراً بات بدلی۔

"بی بی اور بابا صاحب کب آرہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"کل شاید آجائیں۔"

"اور چھوٹی پھوپو۔"

"وہ بڑی پھوپو کے ہاں سے شامل ہوں گی بڑی پھوپو کے ہاں بھی لوگوں نے مل کر خوب رونق لگا رکھی ہے تمہارا روزانہ ادھر کا چکر لگتا ہے بہت مزہ آتا ہے آج دوپہر کو چلیں گی پھر تم بھی دیکھنا پھوپو کے سسرالی رشتہ دار کس قدر باذوق ہیں ہمارے ہاں تو باقی دونوں خالاؤں اور ماموؤں نے اسٹے کیا ہوا ہے' ڈھولک یا ڈانس کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں کسی کو۔" فرح نے منہ بسورا۔

"تو پھر کیا مسئلہ ہے ہم بھی رونق لگالیتے ہیں ویسے کیا کیا ایکٹیوٹیز ہیں ان لوگوں کی۔"

”شاعری کی محفلیں سجاتے ہیں باقاعدہ چادریں بچھا کر گاؤ تکیے لگا کر گیتوں کا مقابلہ ہوتا ہے ایک سے بڑھ کر ایک سنگر موجود ہے وہاں اور کیا کمال کا انتخاب ہوتا ہے کبھی چھت پر باربی کیو کی محفلیں ہورہی ہیں تو کہیں پکنک پر جارہے ہیں سب ہفتہ بھر سے یہ سب چل رہا ہے کیا کیا پلان بنائے تھے بھائی کی شادی کے لیکن ہائے حسرت ان غنچوں پر......“ فرح واقعی افسردہ تھی۔

”ایک تم سے امید تھی اور تم آئیں بھی جب شادی میں صرف دو دن باقی رہ گئے۔“ شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

”ڈونٹ وری یار، میں آگئی ہوں کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں کچھ نہ کچھ رونق ہم بھی لگالیں گے۔“ فرح کی افسردگی کو اس نے کم کرنا چاہا۔

”چلو دیکھتے ہیں تم کہاں تک رونق لگاتی ہو۔“ اس نے چیلنجنگ انداز میں کہا......وہ اچھی طرح جانتی تھی کسی بھی چیلنج کو قبول کرلینا شہرینہ بی بی کی کمزوری تھی۔

”دیکھ لینا۔“ ردعمل توقع کے مطابق تھا فرح ہنس کر کھڑی ہوگئی۔

”اس وقت تو سخت بھوک لگی ہے چلو کچن میں چلتے ہیں۔“ شہرینہ بھی اس کے ساتھ کھڑی ہوگئی تھی۔

⁂

افگن اپنے کمرے میں آیا تو کچھ ریلیکس ہوا۔ جیسے وہ توقع کررہا تھا اس کے برعکس کمرہ بکھرا ہوا نہیں تھا ہاں البتہ بستر پر کمبل بکھرا ہوا تھا کشنز بھی بے ترتیب تھے اور بیڈ شیٹ بھی باقی سارا سامان اپنی جگہ موجود تھا۔ اس نے ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔

صبح صبح لان میں شہرینہ محترمہ کو دیکھ کر موڈ تو بگڑا ضرور تھا لیکن اس قدر بھی نہیں کہ وہ اپنی مارننگ واک کا شیڈول ہی ڈسٹرب کردیتا جیسے ہی شہرینہ لان سے نکلی تھی وہ چلا آیا تھا واک کے بعد وہ اندر جانے کی بجائے سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور اس کی توقع کے مطابق کمرہ خالی تھا۔ افگن نے الماری کھول کر اپنا ڈریس نکالا اور واش روم کی طرف بڑھا تھا لیکن واش روم میں آکر وہ ٹھٹکا واش روم میں وہاں محترمہ شہرینہ صاحبہ کا لباس فاخرہ لٹک رہا تھا۔ بیسن کے اوپر شیمپو، باڈی اسپرے، لوشن اور بھی چند لوشنز موجود تھے جو کہ بالکل لیڈی یوز کے لیے تھے اپنے کمرے کے واش روم میں شہرینہ جیسی آفت لڑکی سے متعلقہ سامان دیکھ کر افگن کو شدید غصہ آیا، جی تو چاہا تھا کہ سب کچھ اٹھا کر فوراً کمرے سے باہر پھینک دے لیکن وہ اگنور کرتا لب بھینچ کر رہ گیا۔ وہ باتھ لے کر واپس کمرے میں آیا......بال بنا کر وہ آئینے کے سامنے سے ہٹ کر بیڈ کی طرف بڑھا تھا سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا تو رکا کیچر وہاں رکھا ہوا تھا افگن نے بہت غصے سے کیچر کو گھورا اس نے کیچر اٹھا کر پوری قوت سے دروازے کی طرف پھینکا تھا لیکن بدقسمتی سے فرح کے ساتھ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتی شہرینہ بی بی کے کندھے پر وہ کیچر آ کر پوری قوت سے لگا۔

”ففففف۔“ شہرینہ بی بی کی شدید چیخ نکلی اور افگن ایک پل کو ٹھٹکا تھا۔

”کیا ہوا؟“ کیچر شہرینہ کو لگ کر دروازے میں گرا تھا لیکن فرح سمجھ نہ پائی تھی کہ شہرینہ کیوں چیخی جبکہ شہرینہ محترمہ کندھا تھامے ایک دم جھکی تھی۔

”کیا ہوا شہری بتاؤ تو؟“ وہ دونوں تو ناشتے کا آرڈر دے کر افگن کے کمرے میں آئی تھیں کہ وہاں سے ماما کی ہدایت کے مطابق شہرینہ کا سامان نکال کر فی الحال فرح کے کمرے میں منتقل کرنا تھا پھر ماما نے کسی کمرے کی صفائی کرا کر شہرینہ کو وہاں شفٹ کردینا تھا لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی ہونے والے سواگت نے فرح کو پریشان کردیا تھا۔

شہرینہ کندھا سہلاتے سیدھی ہوئی......اس نے افگن کو کینہ توز نظروں سے دیکھا اور پھر دروازے کے بیچوں بیچ گرنے والی چیز کو اسے کیچر بہت زور سے لگا تھا۔ اسٹیل کا بنا یہ کیچر کافی قیمتی اور شہرینہ کا فیورٹ تھا جو کہ اب دروازے میں گرنے سے ٹوٹ گیا تھا۔ فرح نے بھی شہرینہ کی تقلید میں کیچر کو دیکھا اور جلدی سے کیچر اٹھالیا تھا۔

”یہ تو تمہارا کیچر ہے۔“ وہ ابھی بھی صورت حال نہیں سمجھی تھی لیکن شہرینہ بی بی کم عقل نہ تھی کندھے کے درد سے زیادہ افگن کی نظروں میں موجود اپنے لیے جو ناپسندیدگی دکھائی دی تھی اس نے اسے شعلہ جوالہ بنادیا تھا۔

”ہاؤ ڈیئر یو۔“ وہ افگن کے سامنے آ کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پھنکاری۔

”کوئی بھی ناپسندیدہ چیز جو میری اجازت کے بغیر میرے کمرے میں آئے میں اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا ہوں شکر کرو کہ تمہارا کیچر تھا ورنہ تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیتا۔“ وہ

کون سا بڑے صبر سے تھا اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا۔
اپنے سے کئی سال کم عمر لڑکی آنکھوں کو آ رہی تھی افکن کا بس چلتا تو ایک لمحے میں شوٹ کر دیتا فرح ایک دم صورت حال کی سنگینی سمجھی تھی۔
"آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں مسٹر افکن۔" جواباً شہرینہ بھی بہت غصے سے بولی۔
"انسلٹ تو ان کی ہوتی ہے جن کی کوئی عزت ہو..... جن کی کوئی عزت ہی نہ ہو ان کی انسلٹ ہی کیا ہو؟" جواباً افکن نے شعلے پھوڑے تھے۔
"واٹ ڈو یو مین؟" شہرینہ تو بھڑک اٹھی تھی ایک دم آپے سے باہر ہو گئی تھی۔
"عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔" افکن نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہا تو شہرینہ سر تا پا سلگ اٹھی۔
"آپ میرے تایا زاد ہیں' میں آپ کا بہت لحاظ کرتی ہوں لیکن آپ ہمیشہ اس طرح مجھے ڈی گریڈ کرتے ہیں اٹ از ٹو مچ۔"
"میں بھی صرف چچا جان کے لحاظ سے خاموش رہتا ہوں ورنہ....." افکن ایک دم خاموش ہوا۔
"ورنہ کیا....." شہرینہ تو گویا آگ کا شعلہ بن گئی تھی۔
"بھائی پلیز کیا کر رہے ہیں آپ یہ ہماری مہمان ہے۔"
"اس سے پہلے کہ افکن شہرینہ کے جواب میں کچھ کہتا فرح فوراً درمیان میں کودی۔
"آپ حد کر رہے ہیں بھائی، ماما کو علم ہو گیا تو وہ بہت ہرٹ ہوں گی۔"
"تو اس کو کہو کہ اپنا سامان سمیٹے اور یہاں سے چلتی بنے میں ایسے ناپسندیدہ لوگوں کو اپنے کمرے میں ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کروں گا۔" وہ کہہ کر تن فن کرتا زور سے دروازہ بند کرتا یہ جا وہ جا اور شہرینہ وہ تو مارے توہین کے اپنی جگہ ساکت ہی رہ گئی تھی اور فرح گم صم۔ چچا جان کی چہیتی شہرینہ کی جس طرح افکن کو شالی کر کے نکلا تھا یعنی کچھ دیر بعد ایک بہت بڑی آفت ٹوٹ پڑنے کے آثار تھے۔
فرح نے کن اکھیوں سے بمشکل اپنی آنکھوں میں چمکتے پانی کو ضبط کرتی شہرینہ کو دیکھا اور تاسف سے اس کے کندھے پر تسلی بھرا ہاتھ رکھنا چاہا تھا لیکن شہرینہ ایک دم اس کا ہاتھ جھٹکتی افکن سے بھی زیادہ زور سے دروازہ بند کرتی باہر نکلی تو فرح کا دل ایک دم لرزنے لگا تھا۔

❁......❁......❁

شہرینہ بیگ تیار کیے واپس جانے کو تیار بیٹھی تھی بڑی ماما پریشان تھیں اور فرح الجھی ہوئی..... انہوں نے بمشکل اسے روک رکھا تھا اور غصے میں افکن کا بلوا لیا تھا۔
"افکن مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی فرح بتا رہی تھی تم نے بہت مس بی ہیو کیا ہے پلیز تم شہری سے ایکسکیوز کرو۔"
"ایکسکیوز کروں وہ بھی میں.....!" افکن ایک دم بھڑکا جبکہ شہرینہ اپنا بیگ کندھے پر ڈالے کپڑوں والا سوٹ کیس سامنے رکھے بالکل جانے کو تیار تھی۔
"افکن جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"
"میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا جو ایکسیوز کرتا پھروں جس نے جانا ہے وہ بخوشی جائے کسی کے شامل نہ ہونے سے ہماری شادی رک نہیں جائے گی۔" قطعی انداز تھا بڑی ماما نے سر پکڑ لیا۔
افکن اپنی بات کہہ کر جا چکا تھا انہوں نے شہرینہ کو دیکھا جو بیگ کندھے پر ڈالے پلٹی تھی شہرینہ کا چہرہ مارے توہین کے سرخ ہو رہا تھا۔
"او کے بڑی ماما چلتی ہوں میں۔"
"لیکن بیٹا۔" انہوں نے کچھ کہنا چاہا لیکن شہرینہ نے ایک دم ٹوک دیا۔
"مجھے اب کچھ نہیں سننا میں بہت شوق سے شادی میں شریک ہونے کے لیے آئی تھی لیکن یہاں آ کر میری جو انسلٹ ہو چکی ہے وہی کافی ہے' میں اب ایک منٹ بھی یہاں رکنا اپنی توہین سمجھتی ہوں میں کوئی کریکٹر لیس لڑکی نہ تھی جو اس بری طرح مجھے ڈی گریڈ کر کے گئے ہیں' بس آپ فضل دین کو کہیں گاڑی نکالے ہم ابھی واپس جا رہے ہیں۔" قطعی انداز تھا انہوں نے بے بسی سے فرح کو دیکھا جو صورت حال خراب ہونے پر خود بھی رنجیدہ تھی۔
"کیا ہو رہا ہے یہ سب؟" اشفاق صاحب گزشتہ رات بزنس سیمینار اٹینڈ کرنے گئے ہوئے تھے وہ ابھی لوٹے تھے لیکن لاؤنج میں موجود افراد کو دیکھ کر وہیں رک گئے' ان کا خیال تھا کہ وہ شہرینہ بیٹی سے مل کر کمرے میں جائیں گے لیکن اندر موجود صورت حال نے انہیں چونکا دیا تھا۔ بڑی ماما اور فرح نے

پلٹ کر انہیں دیکھا۔

بڑی ماما تو شوہر کو دیکھ کر ایک دم سٹپٹائی تھیں جبکہ فرح کا چہرہ باپ کو دیکھ کر کھل اٹھا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ شہرینہ صرف اپنے باپ کو ہی نہیں بلکہ اشفاق صاحب کو بھی بہت عزیز تھی۔

"السلام علیکم بڑے پاپا۔" غصے سے بدلحاظ بنی شہرینہ بڑے پاپا کو دیکھ کر ایک دم مؤدب ہوئی تھی۔ باپ کے بعد اسے تایا سے بھی خصوصی پیار تھا' بلکہ اسے پیار تو سب لوگ ہی کرتے تھے ماسوائے افگن کی نفرت کے۔

"وعلیکم السلام۔" بڑے پاپا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر محبت سے ساتھ لگایا۔

"میرا بیٹا ٹھیک ہے نا؟" شہرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ابھی کہاں جانے کی بات ہو رہی تھی۔" یقیناً انہوں نے شہرینہ کی مکمل بات نہیں سنی تھی جبھی دریافت کر رہے تھے۔

"پاپا شہری واپس جا رہی ہے۔" فرح فوراً بولی۔

"کیوں بھئی۔" انہوں نے حیرت سے شہرینہ کو دیکھا جسے پھر سے اپنی توہین یاد آئی۔

"کوئی بھی کمرہ خالی نہ تھا ماما کا خیال تھا کہ افگن بھائی رات کو گھر نہیں آئیں گے انہوں نے شہری کو ان کے کمرے میں ٹھہرا دیا تھا وہ رات گئے لوٹے تو ماما نے ان کو اپنے کمرے میں ٹھہرا لیا لیکن صبح کچھ دیر پہلے شہری اور میں ان کے کمرے سے شہری کا سامان لینے گئیں تو انہوں نے شہری کو بہت ڈانٹا۔" فرح کیسٹ کی طرح شروع ہو گئی باپ کے چہرے کے زاویے بدلے تھے بیگم کو دیکھا جو پشیمان سی کھڑی تھیں۔

"ڈانٹا نہیں بلکہ میری انسلٹ کی ہے انہوں نے اتنا برا بھلا کہا ایسے ٹریٹ کرتے وہ مجھے کہ خدانخواستہ میں بہت غلط لڑکی ہوں...... اول تو میں کہیں آتی جاتی ہی نہیں اور اگر بائے چانس کبھی ان سے سامنا ہو جائے تو ہر بار ان کا رویہ ایسا ہی ہتک آمیز ہوتا ہے۔" شہرینہ کی آواز ایک دم رندھ گئی تھی۔ وہ کمزور لڑکی نہ تھی لیکن بڑے پاپا کے سامنے وہ ایموشنل سی ہو گئی تھی انہوں نے سنجیدگی سے ساری گفتگو سنی۔

"افگن گھر پر ہی ہے؟" انہوں نے بیگم سے پوچھا۔

"پتا نہیں ابھی تو ادھر ہی تھا لیکن اب کا نہیں پتا یہاں سے جب نکلا تھا تو اس کے ہاتھ میں گاڑی کی چابیاں تھیں۔" بڑی ماما نے تفصیلاً بتایا۔

"آپ سامان واپس رکھیں میں افگن سے بات کرتا ہوں" اشفاق صاحب نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں بڑے پاپا مجھے جانے دیں میں اپنی انسلٹ نہیں بھول سکتی۔" شہرینہ کا انداز ابھی بھی اٹل تھا۔

"آپ میری بہت اچھی بیٹی ہیں اس لیے جو کہہ رہا ہوں وہ کریں آئی پرامس میں افگن سے بات کروں گا۔" انہوں نے کہا تو وہ خاموش ہو گئی' لیکن دل اب یہاں رکنے کو آمادہ نہ تھا۔

"جاؤ فرح شہری کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔" انہوں نے فرح کو اشارہ کیا تو وہ شہرینہ کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

"مجھے بہت حیرت ہو رہی ہے افگن میچورڈ پرسن ہے' مجھے اس کے شہرینہ سے ایسے مس بی ہیو کی سمجھ نہیں آئی۔" وہ وہیں صوفے پر ٹک گئے۔

"حیرت تو مجھے بھی ہو رہی ہے' افگن تو بہت سمجھدار ہے نجانے ایسے کیوں کیا اور شہرینہ بھی لاڈلی ہے ذرا بھی برداشت نہیں کر سکی فرح بھی وہیں موجود تھی بتا رہی تھی ساری غلطی افگن کی ہے۔"

"میں کمرے میں چلتا ہوں اسے میرے پاس بھیجیں میں بات کرتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے کہہ کر اور اپنے کمرے کی طرف چل دیے اور بڑی ماما باہر نکل آئی تھیں۔ انہوں نے ملازمہ کو آواز دی تو وہ فوراً پاس آئی۔

"افگن سے کہو ہمارے کمرے میں آجائے اس کے پاپا بلا رہے ہیں۔"

"لیکن وہ تو صاحب جی کے آنے سے پہلے ہی گاڑی لے کر نکل گئے تھے۔"

"کہاں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے سنا تھا چوکیدار کو کہہ رہے تھے کہ ماما کو بتا دینا وہ گاؤں جا رہے ہیں وہاں کچھ کام ہے۔" ملازمہ نے بتایا تو انہوں نے ایک گہرا سانس لیا اور سر ہلا کر واپس اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

❁......❁......❁

وہ کچھ دیر پہلے گاؤں پہنچا تھا فریش ہو کر کھانا کھایا' شہر سے وہ کچھ بھی کھائے پیے بغیر نکلا تھا اب ڈٹ کر ناشتہ کرنے کے بعد وہ اماں بی کے پاس چلا آیا تھا جو اپنے کمرے میں شہر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھیں' ملازمہ ان کا بیگ تیار کر رہی تھی افگن

کے آنے پر وہ اماں بی کے اشارہ کرنے پر کمرے سے چلی گئی، افگن بستر کے کنارے تک گیا تھا۔
''ہوگئی تیاری آپ کی؟''
''تیاری تو بس بہت دنوں سے کیے ہوئے ہوں بس تمہارے بابا صاحب کے کام ہی ختم نہیں ہوتے اب دیکھ لو مجھے تیار ہونے کا کہہ کر خود کہیں باہر نکل گئے ہیں اب لوٹیں گے دو تین گھنٹوں بعد۔'' اماں بی کا انداز شکوے سے بھرپور تھا۔ افگن مسکرایا۔ اماں بی کو بابا صاحب سے ہمیشہ اسی بات پر شکوہ رہتا تھا کہ وہ ہمیشہ کوئی کام کہہ کر خود زمینوں کی طرف جا کر واپس آنا بھول جاتے تھے۔
''رستے میں میری ان سے بات ہوئی تھی نہر والی زمین کے سلسلے میں پانی دینے کا مسئلہ بنا ہوا ہے بس اسی کے سلسلے میں گئے تھے۔''
''اپنے بچوں کی شادی ہے اشفاق ناراض ہو رہا تھا کہ میں ابھی تک نہیں پہنچی اور ادھر ان کے زمینوں کے مسئلے ہی جان نہیں چھوڑتے، کئی بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے افگن کے ساتھ بھیج دیتے' کہتے ہیں نہیں میرے ساتھ ہی جانا ہے عجیب ضد ہے ان کی۔'' چادر سلیقے سے اوڑھتے وہ بھی افگن کے پاس ہی بستر پر آ بیٹھی تھیں۔
''اچھی بات ہے اس عمر میں بھی بابا صاحب کو آپ کا اس قدر خیال ہے آپ کو ساتھ لے کر شادی میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔'' افگن نے چھیڑا تو وہ ہنسیں اور بستر پر رکھی چیزیں بیگ میں رکھنے لگیں۔
''فائقہ کی کال آئی تھی۔'' اچانک یاد آنے پر بتانے لگیں۔
''بتا رہی تھی کہ شہری بیٹی بھی آ چکی ہے۔'' کچھ توقف کے بعد انہوں نے مزید کہا تو افگن چونکنا ہوا تھا۔
''میں پریشان ہوگئی تھی سن کر دیکھو یہ فائقہ کی عقل کو کیا ہوگیا ہے جوان جہان لڑکی تنہا بھیج دی میں نے فائقہ کو کال کی تھی لیکن ملازمہ نے کال ریسیو کی کہہ رہی تھی کہ بیگم صاحبہ کسی ضروری کام سے نکلی ہوئی ہیں۔'' افگن پھر بھی خاموش رہا۔ اس کے چہرے پر شہری کا نام سن کر ہی انتہا درجے کی بیزاریت چھا گئی تھی اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اخبار اٹھالیا۔
''عثمان ملک سے باہر ہے فائقہ کو اس قدر جلدی بھلا کس چیز کی تھی کسی کو کال کر کے بلوالیتی مجھے ابھی تک ہول اٹھ رہے ہیں کہ بچی تنہا آئی تھی۔''

''چھوڑیں ایڈوانس لوگ ہیں جو مناسب لگا کرلیا۔'' اخبار کا صفحہ پلٹتے افگن نے طنزیہ انداز میں کہا تو اماں بی نے گھورا۔
''لو کیوں چھوڑ دوں وہاں جا کر خبر لوں گی فائقہ کی بھی اور شہری کی بھی بچی ضدی ہے لیکن ایسی بھی کیا ضد کہ ماں تن تنہا بھیج دے اسے۔''
''اب اس میں فائقہ چچی کا کیا قصور ان کی دختر نیک اختر ہی ان کے کنٹرول میں نہیں ہے تو......'' افگن کا انداز حد سے زیادہ طنزیہ تھا اماں بی نے چونک کر افگن کو دیکھا۔
''کیا مطلب ہے تمہاری بات کا......؟'' وہ از حد سنجیدہ تھیں' اماں نے بغور افگن کو دیکھا جس کا آدھا چہرہ اخبار کی اوٹ میں تھا لیکن آنکھوں کی کیفیت عجیب سرد مہری سی لیے ہوئے تھی۔
''کچھ خاص نہیں، ویسے ہی کہہ رہا ہوں۔'' اماں بی کی نگاہوں کی گرمی محسوس کر کے افگن نے اخبار ایک طرف کرتے مسکرا کر کہا۔
''پچھلے مہینے رخشندہ اور اس کی بڑی بیٹی کیا نام تھا اس کا......'' اماں بی یاد کرنے لگیں۔ ''ہاں فریحہ......'' اماں بی کو ایک دم یاد آیا تھا۔
''دونوں ماں بیٹی گاؤں آئی تھیں مجھ سے بھی مل کر گئی تھیں، رخشندہ عجیب الجھی الجھی باتیں کرتی رہی تھی خصوصاً فائقہ اور شہری بیٹی کے لیے تب سے میرے دل میں عجیب سے وسوسے سے آ رہے ہیں۔'' وہ پریشان تھیں۔ افگن نے ایک گہرا سانس لیتے اخبار ایک طرف رکھ دیا تھا۔
وہ اچھی طرح جانتا تھا تب رخشندہ خالہ نے کیا کہا تھا۔ اتفاقاً اس دن جب رخشندہ خالہ اماں بی سے شہرینہ سے متعلق باتیں کررہی تھیں افگن اس وقت عقبی کمرے میں موجود تھا جہاں اماں بی کے کمرے میں ہونے والی تمام گفتگو لفظ بہ لفظ افگن کے کانوں تک پہنچی تھی اور افگن بھی اس دن کی گفتگو سننے کے بعد شہرینہ محترمہ سے مزید بدظن ہوگیا تھا۔ وہ ضدی تو شروع سے ہی تھی لیکن اس حد تک بگڑ چکی ہوگی قطعی اندازہ نہ تھا۔ افگن کے دل میں اس کے لیے رہی سہی مروت بھی ختم ہوگئی تھی اور پھر جب کل ٹریفک پولیس کے درمیان اسے دیکھ کر افگن کا دماغ گھوما تھا ایک پل کو اس کا دل کیا تھا کہ ایک پل لگائے اور اس چھٹانک بھر لڑکی کا چہرہ تھپڑوں سے لال کردے لیکن وہ بڑے ضبط سے اس کی بدتمیزی جھیل گیا تھا لیکن جب اسے اپنے

کمرے میں دیکھا تو پھر ضبط نہیں ہوا تھا۔

''اماں بی کچھ ہوتا ہے تو لوگ باتیں بناتے ہیں نا۔ رخشندہ خالہ اور ان کی بیٹی نے کچھ دیکھا ہوگا تو ہی کچھ کہہ رہی تھیں نا۔''

اماں بی نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''نہ بیٹا رخشندہ کو تو پرکا کوا بنانے کی عادت ہے شروع سے اللہ ہدایت دے، میری فائقہ سے تو اسے شروع سے ہی اللہ واسطے کا بیر رہا ہے، بچپن سے جوانی اور پھر شادی کے بعد بھی فائقہ کا مقابلہ کیا ہے اس نے سارا خاندان رخشندہ کی عادت سے باخبر ہے کہ کیسے وہ رائی کا پہاڑ بنانے میں ملکہ رکھتی ہے میری شہری ضدی ضرور ہے لیکن کردار کی ہلکی نہیں ہے نہ بچے میرا دل نہیں مانتا۔'' اماں نے پرزور تردید کرتے نفی میں سر ہلایا تھا۔ افگن طنزیہ مسکرایا۔

''شہرینہ محترمہ حد سے زیادہ ماڈرن اور لبرل ہے اس بات سے تو کوئی بھی انکاری نہیں ہے۔'' اماں نے بغور افگن کے چہرے پر مزین طنزیہ مسکراہٹ کا جائزہ لیا۔

''ماڈرن اور لبرل ہونا اور بات ہے لیکن بدکردار ہونا بالکل مختلف چیز ہے، میرا دل نہیں مانتا میں نے تو جب رخشندہ نے وہ سب کہا تھا تبھی اسے ڈانٹ دیا تھا کہاں میری شہری اور کہاں اس کی الجھی الجھی گفتگو۔''

''اماں بی وہ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے لڑکوں سے انٹیچمنٹ ہو جانا فطری بات ہے اس میں نہ ماننے والی کیا بات ہے۔'' افگن کا انداز دوٹوک تھا۔ اماں بی کے چہرے پر پریشانی کی کیفیت چھا گئی تھی۔

''تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ رخشندہ اور اس کی بیٹی سچ کہہ رہی تھیں.....؟'' ان کی آواز خدشوں سے مزین تھی افگن سنجیدگی سے مسکراتے کھڑا ہوگیا۔

''ان کو شہری سے ایسی کوئی خاص پرخاش نہیں ہوگی کہ خوامخواہ کسی کے خلاف جھوٹ گھڑتی پھریں۔'' وہ کہہ کر مڑا..... اماں بی نے چہرے پر عجیب سی کیفیت لیے اسے دیکھا تھا۔ افگن کا انداز بہت سنجیدہ دوٹوک اور پراسرار سا تھا۔ اماں بی کے دل میں عجیب سا وہم جاگا تھا۔

''میں باہر بابا صاحب کو دیکھ لوں۔'' وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا..... اماں بی چہرے پر سوچ کیفیت لیے اسے خاموشی سے جاتا دیکھتی رہی تھیں۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

فرح کے کمرے سے خالہ رخشندہ کی بیٹیوں کا کہیں اور انتظام کردیا گیا تھا شہری فرح کے کمرے میں بستر پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی اور فرح مسلسل اس کی دلجوئی میں مصروف تھی۔

''اچھا بس بھی کرو بابا نے کہا ہے نا کہ افگن بھائی کو دیکھ لیں گے سو بی کول۔''

''بات مت کرو تم مجھ سے اتنی انسلٹ کے بعد کون کول ہوتا ہے میرا دل کررہا ہے کہ تمہارا یہ ہلاکو خان بھائی میرے سامنے آجائے تو میں اسے شوٹ کردوں۔'' اپنا چہرہ ٹشو سے صاف کرتے شہرینہ نے بھنا کر کہا۔

''اچھا سوری یار..... ان کی طرف سے میں معذرت کررہی ہوں نا۔'' شہرینہ نے فرح کو دیکھا وہ پریشان سی صورت لیے اس کا ہاتھ تھامے مسلسل منتیں کررہی تھی جبکہ وہ بے قصور تھی۔

''اوکے لیکن اپنے بھائی کو سمجھا دینا میں اس کی زرخرید نہیں ہوں اگر وہ آئندہ میرے ساتھ ایسا مس بی ہیو کرے گا تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' وہ اسے وارن کرکے غصے سے اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔ فرح نے ایک گہرا لیکن پرسکون سانس فضا میں خارج کیا تبھی دروازہ ناک ہوا تھا فرح نے پلٹ کر دیکھا فریحہ موجود تھی۔

''ہیلو۔'' فرح نے جبراً مسکرا کر اسے ویلکم کہنے کو سر ہلایا تھا۔ فریحہ حد سے زیادہ باتونی اور چرب زبان لڑکی تھی اس کی بہ نسبت اس کی باقی دونوں بہنیں ماریہ اور حوریہ کافی سلجھی ہوئی اور ملنسار سی تھیں، پچھلے دنوں سے یہ تینوں بہنیں اس کے کمرے میں موجود تھیں اور فرح سر سے پاؤں تک فریحہ بی بی کی بناوٹی محبتوں سے بیزار ہوچکی تھی۔

''شہرینہ کدھر ہے؟'' وہ اس کے پاس ہی بستر پر آکر بیٹھ گئی تھی۔

''واش روم میں ہے۔'' اس نے واش روم کی طرف اشارہ کیا تبھی شہرینہ منہ دھو کر کمرے میں آئی تھی اور فریحہ کو دیکھ کر اس کے چہرے کے زاویے بگڑتے گئے تھے۔ فریحہ اس کی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھی۔ دونوں میں بظاہر کوئی چپقلش نہ تھی لیکن نجانے کیوں وہ فریحہ سے کبھی بھی کھل مل نہ سکی تھی فریحہ اس سے بہت محبت جتاتی تھی لیکن وہ اس سے دور بھاگتی تھی۔

''ارے شہرینہ تم تو یہاں آکر غائب ہی ہوگئی تھی رات سے میں تمہارا اتنا پوچھ چکی ہوں لیکن تم کہیں نظر ہی نہیں آرہی تھی۔''

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی آرام کررہی تھی۔" وہ ٹاول سے چہرہ صاف کرتے وہیں بستر کے کنارے ٹک گئی۔ فریحہ نے اسے بغور دیکھا۔

"ارے تم روئی ہو کیا؟" شہرینہ کی آنکھوں کی لالی اور سوجھے پپوٹوں نے فوراً فریحہ کی توجہ کھینچ لی تھی شہرینہ نے فرح کو دیکھا۔

"نہیں بھی شہری کو آئی انفیکشن ہوگیا ہے۔"

"اوہ..... زیادہ مسئلہ تو نہیں ہوا نا؟ کوئی ڈراپس وغیرہ یوز کیے۔" اس کا انداز متفکر تھا۔

"ہاں شہری نے آئی ڈراپس یوز کیے ہیں۔" فرح کہہ کر کھڑی ہوگئی۔

"شہری ناشتہ کرلیا؟" شہرینہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"پلیز مجھے سخت بھوک لگی ہے صبح سے پیٹ میں چوہوں کا میچ ہورہا ہے میں کچھ لاتی ہوں پھر مل کر کھاتے ہیں۔" وہ کہہ کر چلی گئی اور شہرینہ بی بی ایک گہرا سانس لیتے باتونی اور چرب زبان فریحہ کی باتیں سننے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔

❁......❁......❁

وہ فرح کے ساتھ مارکیٹ آئی تھی اسد ساتھ تھا اور فریحہ بھی کان کھانے کو موجود تھی۔ ماما نے اس کے لیے بطور خاص اسلام آباد کے سب سے اچھے بوتیک سے بہت ہی زبردست ڈریس ڈیزائن کرائے تھے لیکن اب فرح نے اسے شاپنگ کے لیے کہا تو وہ فوراً جانے پر آمادہ ہوگئی فریحہ ہر دوسری تیسری چیز دیکھ کر رک کر جائزہ لینے لگتی تھی مجبوراً فرح اور اسد کو بھی رکنا پڑتا تھا جبکہ شہری کے لیے یہ سب انجوائے منٹ تھا۔ شاپنگ کا اسے ایسا کوئی خاص تجربہ نہ تھا۔

ساری فیملی کی شاپنگ ماما خود کیا کرتی تھیں پاپا جب بھی کسی بھی جگہ کے دورے پر جاتے تو ساری فیملی کے لیے بہت ہی اچھے اچھے اور قیمتی تحائف لے کر آتے تھے۔ شہرینہ کی ڈریسنگ سے کر ہر چیز ہی نہایت اعلیٰ کوالٹی کی ہوتی تھی وہ سب کی لاڈلی تھی تو سبھی اس کا خاص خیال رکھتے تھے اسٹڈی میں بزی رہنے کی وجہ سے ذاتی طور پر شاپنگ کا اتفاق بہت کم ہوا تھا سو آج وہ مطمئن ہوکر ہر چیز کو دیکھ رہی تھی۔ مارکیٹ سے انہوں نے کچھ چیزیں لی تھیں مہندی کے لیے آرائش وغیرہ کا کچھ سامان درکار تھا اسد ان کو شاپنگ مال میں چھوڑ کر خود سامان دیکھنے لگا تھا وہ لوگ شاپنگ مال میں ایک شاپ میں جیولری کی اشیا دیکھ رہی تھیں جب گلاس وال سے باہر کی طرف دیکھتی فریحہ نے فرح کو کہنی ماری۔

"وہ دیکھو۔" فریحہ نے آنکھوں سے باہر کی طرف اشارہ کرتے کہا تو فرح کے ساتھ رنگز دیکھتی شہرینہ نے بھی باہر دیکھا وہاں کوئی لڑکا کھڑا تھا۔ فرح نے سوالیہ نظروں سے فریحہ کو دیکھا۔

"یہ لڑکا مارکیٹ سے ہمیں فالو کررہا ہے پہلے اسد کی وجہ سے دور دور سے دیکھ رہا تھا اب اسد کو موجود نہ پاکر سامنے آگیا ہے۔" فریحہ کا انداز سرگوشیانہ تھا فرح نے الجھ کر دیکھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" فرح نے لڑکے کو دیکھا جو ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا ان لوگوں کو متوجہ پاکر وہ بڑے اسٹائل سے مسکرا کر باہر کی طرف دیکھنے لگ گیا تھا۔

"جس طرح وہ دیکھ کر مسکرایا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔" فریحہ پُراعتماد تھی۔ فرح نے شہرینہ کو دیکھا اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

"ہاؤ کیئر، اگنور اٹ یار۔" وہ کہہ کر پھر جیولری کی طرف متوجہ ہوگئی جبکہ فریحہ اور فرح بدستور سامنے کی طرف متوجہ تھیں۔

"یہ رنگ کیسی ہے؟" شہرینہ نے ہاتھ کی انگلی میں رنگ پہن کر ہاتھ فرح کے سامنے کیا تو وہ سر جھٹکتی شہرینہ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ جیولری لے کر باہر نکلیں تو وہ لڑکا ایک دفعہ پھر ان کے پیچھے ہولیا۔

"وہ لڑکا پھر پیچھے آرہا ہے۔" نوٹ تو تینوں نے ہی کیا تھا لیکن بولی فریحہ ہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

جو آسماں پر ہمیشہ رہا ہے آج اسے
ہمیں بتانا ہے اک جگہ زمین بھی ہے
انا پرست ہے وہ جانتے ہیں ہم لیکن
وہ خود بلائے گا اس بات کا یقین بھی ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

جہاں آرا کے ساتھ لاریب کو اپنے گھر میں دیکھ کر انشراح شدید مشتعل ہو جاتی ہے اس کے بے باک انداز کے پیش نظر وہ اس کا سامنا کرنے سے کتراتی ہے جبکہ لاریب اس کے حسن سے متاثر ہوتا اسے کسی بھی طور گنوانا نہیں چاہتا۔ عمرانہ بیگم زید کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہتی ہیں کہ وہ مائدہ سے معافی مانگتے ہوئے اس غلط فہمی کو بھول جائے لیکن زید اس بات پر تیار نہیں ہوتا جب ہی وہ اسے سودہ کے خلاف ورغلاتی ہیں ایسے میں ان کی بگڑتی طبیعت کے پیش نظر زید مائدہ کو معاف کر دیتا ہے مگر وہ اس سے بات کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ عمرانہ اور مائدہ کا رویہ سودہ سے مزید تلخ ہو جاتا ہے اور ان کی یہ تلخ کلامی زید بھی سن لیتا ہے جب ہی اپنی ماں اور بہن کے رویے پر بے حد پشیمان ہوتا ہے۔ عمرانہ تنہائی میں مائدہ سے تمام حقیقت جاننے کی کوشش کرتی ہیں جس پر مائدہ انہیں سچ بتاتے ہوئے کسی کاشف نامی لڑکے کا ذکر کرتی ہے جو کہ دراصل اس کی کزن کا دوست تھا اور اس سے تعارف بھی اس نے کرایا تھا یہ سب جان کر عمرانہ شاکڈ رہ جاتی ہیں مگر دیگر گھر والوں کو اس بات سے بے خبر رکھتی ہیں۔ یونیورسٹی میں نوفل اور انشراح کا رویہ بے حد تلخ اور بیزاری لیے ہوتا ہے نوفل اس کی تضحیک کو برداشت نہیں کر پاتا جب ہی اسے چوٹ پہنچا کر بدلہ لیتا ہے لیکن انشراح اس کی اوچھی حرکت پر ششدر رہ جاتی ہے وہ ایسے میں نوفل کا نام لینے کی بجائے اب اس معاملے کو اپنے طور پر ہینڈل کرنا چاہتی ہے جب ہی نوفل اسے اس کی حیثیت یاد دلاتے اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ وہ اس سے مقابلہ کرنے کا ارادہ دل سے نکال دے مگر انشراح کے لیے یہ تذلیل بھلانا آسان نہیں ہوتا۔ نوفل کے والد عکرمہ کی برسی کے موقع پر جہاں نوفل اداس ہوتا ہے وہیں یوسف صاحب کا دل بھی غم سے بوجھل ہوتا ہے عکرمہ ایک نہایت ملنسار اور محبت کرنے والے آدمی تھے مگر ان کی بیوی عشوانہ ایک مادہ پرست عورت تھی اپنی تفریحات کے لیے وہ اولاد کے حق میں بھی نہ تھیں نوفل کی ذات ان کے لیے سوائے قید کے کچھ نہ تھی جب ہی وہ اسے نہایت تلخ جملوں اور مار پیٹ سے ہراساں رکھتی تھیں اپنے ملازم راجو کے ساتھ ان کے گہرے مراسم تھے جو ان کا ڈرائیور اور باڈی گارڈ بھی تھا عشوانہ سے محبت کے پیش نظر عکرمہ ان کی غلط باتوں کو بھی نظر انداز کر دیتے تھے اور ایسی ہی ایک رات انہیں کسی پارٹی سے واپس لانے کی خاطر وہ گھر سے نکلے تھے مگر واپسی پر موت ان کا مقدر بنی تھی ان سب باتوں کو جانتے ہوئے نوفل کو اپنی ماں اور خصوصاً صنف نازک سے بے حد نفرت تھی۔

(اب آگے پڑھیے)

❀ ...... ❀ ...... ❀

وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا تھا' اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا' اسپیلٹ کی فاسٹ کولنگ کے باوجود جسم پسینے سے شرابور تھا۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا' وہ کمرے میں اندھیرا کر کے سونے کا عادی تھا۔

''اوہ...... میرے سر پر وہ لڑکی اتنی شدت سے سوار ہو گئی ہے کہ سوتے میں بھی اس کے ہی خواب دیکھ رہا ہوں؟'' اس نے آگے بڑھ کر ٹیبل لیمپ جلایا اور روم ریفریجریٹر سے پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگائی پھر بیڈ پر آ کر کتنی دیر تک ساکت بیٹھا رہا۔

''یہ کیا ہے' نوفل عکرمہ...... حسین سے حسین تر لڑکی تمہاری نگاہوں میں لحہ بھر بھی ٹھہرنے کے لائق نہ رہی کبھی بھی...... پھر کیا وجہ ہے وہ لڑکی تم پر اس قدر سوار کیوں رہنے لگی ہے کہ سوتے جاگتے اس کا چہرہ تمہیں اپنی گرفت میں رکھتا ہے؟ اگر وہ تمام لڑکیوں سے زیادہ حسن ورعنائی کا پیکر ہے پھر تم کب سے حسن کے شیدائی بن گئے؟ کیا اس لڑکی کے حسن نے تمہارے دل میں بھری نفرت کے اس چھاگل کو خشک کر دیا ہے' جس کی بوند بوند بچپن سے تمہاری رگ وپے میں اترتی جارہی ہے؟''

''حسن...... مائی فٹ؟'' وہ آئینہ کے آگے کھڑا غرایا۔

''حسن سے مجھے اس وقت نفرت ہوگئی تھی' جب میں نفرت کے معنی سے آگاہ نہ تھا۔ عمر تو میری حسن سے بھی آگہی کی نہ تھی لیکن حسن سے واقفیت ان جملوں نے کردی جو کم عمری سے سنتا رہا تھا۔''

''واہ...... کتنا لکی ہے یار عکرمہ...... کس قدر حسین وائف ہے تیری۔''

''عکرمہ...... کہاں سے چرا کر لایا ہے اس حسن کی دیوی کو؟ پھولوں کا رنگ' چاند کی چاندنی' ستاروں کی چمک سارے ہی جلوے ہیں شعوانہ تم میں' بے مثال حسن کی ملکہ ہو تم۔'' ایسے ہی جملے اور بہت کچھ وہ سنتا آرہا تھا اس عورت کے چاہنے والوں کے منہ سے بہت چھوٹی عمر میں وہ جان گیا تھا کہ حسن زہر ہوتا ہے اور جس عورت میں حسن کا زہر پھیل جائے وہ عورت ناگن بن جاتی ہے اور پہلے اپنوں کو ہی ڈس کر ہلاک کرتی ہے۔

ہر حسین چہرے میں اسے اپنی ہرجائی وبدچلن ماں کا چہرہ دکھائی دیتا تھا اور انشراح کی صورت میں اسے اپنی ماں کی شبیہہ نظر آتی تھی۔ آزاد خیال وبے باک اپنے حسن کے زعم میں دنیا کو حقیر سمجھنے والی۔ نیند اچاٹ ہوچکی تھی اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ کس طرح اسے نیچا دکھائے' زچ کرتا رہے' یہ انسانی فطرت کا عجیب پہلو ہے۔ دوستی میں وہ دوست اتنا یاد نہیں آتا جتنا دشمنی میں دشمن سائے کی مانند چمٹا رہتا ہے۔ بڑے پاپا اور ماما نے بہت محبت دی تھی بہت پیار کرتے تھے اس سے اور وہ بھی دل وجان سے فدا تھا ان پر لیکن دل کے کسی کونے میں ایک حسرت ہمیشہ سے سسکتی تھی۔ کاش اس کی ماں دنیا کی بدصورت ترین عورت ہوتی اور اس کا باپ غریب ترین مرد ہوتا' محل کی جگہ کسی کچی جھونپڑی میں زندگی گزر رہی ہوتی اور وہ ہی زندگی مزے دار ہوتی جہاں آدھی روٹی کے ساتھ پیار پورا ملتا' جہاں آسائشات کا ڈھیر نہ ہوتا مگر پیار وخلوص کی فراوانی ہوتی اور نہ باپ مرتا نہ ماں کا آنچل سر سے جدا ہوتا...... کاش......

❁......❁......❁

چائے کا مگ چھوٹ کر اس کے پاؤں پر گرا اور بے اختیار اس کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی۔ چائے گرما گرم بھاپ اڑاتی ہوئی تھی وہاں بیٹھے سب لوگ اس کی طرف اٹھ کر آئے تھے بوا بھاگ کر برنال لے آئی تو صوفیہ نے جلدی سے لگانا شروع کردیا تھا۔ لمحے بھر میں ماحول ٹینس ہوکر رہ گیا تھا' شاہ زیب نے جو شرارت سے اس کا ہاتھ دبایا تھا اور اسی وجہ سے مگ اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا وہ شرمندگی وخجالت کے باعث اٹھ بھی نہ سکا جبکہ زید اسی طرح اطمینان سے بیٹھا چائے پیتا رہا' ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ اس کی طرف نہ ڈالی اور یہ اس کی ایک نگاہ کی ہی حدت تھی جو اس کے ہاتھ سے کپ گرا تھا۔ تکلیف کی وجہ سے سودہ کے چہرے کی رنگت بدل کر رہ گئی تھی' منور صاحب کے کہنے پر بوا اور صوفیہ اسے وہاں سے لے گئی تھیں تاکہ وہ اپنے کمرے میں آرام کرسکے۔

''تم کیوں اس قدر ٹینس ہوگئے ہو؟'' زید پشیمان بیٹھے شاہ زیب سے مخاطب ہوا۔

''میری شرارت کی وجہ سے سودہ کتنی تکلیف میں مبتلا ہوگئی ہے' نہ میں اس کا ہاتھ دباتا نہ چائے گرتی اور نہ......''

''اوہ کم آن یار...... تم گلٹی فیل کیوں کررہے ہو معمولی سی جلن ہے کچھ دیر میں ختم ہوجائے گی اور ایسا عموماً ہوتا رہتا ہے' لیڈیز کے ساتھ کچن میں۔'' وہ مسکرا رہا تھا نہ معلوم کس جذبے کے تحت شاہ زیب کو اس کی مسکراہٹ بہت عجیب لگی لیکن وہ چاہنے کے باوجود نہ پوچھ سکا کہ کسی کی تکلیف پر راحت سے مسکرانا کیا معنی رکھتا ہے؟

''آپ شرمندہ نہ ہوں بیٹا' اتفاقیہ طور پر یہ حادثہ ہوا ہے چائے بہت زیادہ گرم تھی اس لیے اس کا پاؤں جل گیا ہے اور تکلیف بھی زیادہ ہے وگرنہ سودہ بہت صبر وبرداشت والی بچی ہے۔'' منور صاحب نے کہا۔

''تکلیف کے مارے ہی اس کے منہ سے چیخ نکلی ہے ورنہ وہ اندر ہی اندر گھٹ کر ہر دکھ درد کو سہنے کی عادی ہے۔'' زمرد

گویا ہوئیں۔

''دراصل تائی جان میں سودہ کی تکلیف کو فیل کررہا ہوں' مجھے اچھی طرح یاد ہے کچھ عرصہ قبل انڈہ فرائی کرتے ہوئے ایک چھینٹ اچھل کر میرے ہاتھ پر گرگئی تھی اور کئی گھنٹے تک میں بے چین رہا تھا' تکلیف سے یہاں تو سودہ کے پاؤں پر پورا مگ چائے کا گرا ہے۔''

''جا کر دیکھتی ہوں کیا حال ہے بچی کا؟'' زمرد نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ چائے پئیں تائی جان' میں دیکھتا ہوں جا کر۔'' شاہ زیب جو خاصا بے چین ہورہا تھا فوراً اٹھتا ہوا گویا ہوا۔

''ہاں' ذرا اچھی طرح دیکھنا چھالے وغیرہ نہ پڑ گئے ہوں۔'' اس نے شاہ زیب کی طرف دیکھتے ہوئے لفظوں کو جما کر کہا۔

''آپ بھی چلیں نہ بھائی میرے ساتھ......''

''میں...... میں کیوں جاؤں؟'' وہ خاصا حیران ہوا۔

''کسی کی عیادت کرنے کا بڑا ثواب ملتا ہے بھائی' پھر سودہ ہماری کزن ہے اس کا ہم پر حق زیادہ ہے۔'' ان کی گفتگو بے حد آہستگی سے ہورہی تھی۔

''میں نہیں مانتا اس حق وق کو تم جارہے ہو تو جاؤ۔'' ایک دم اس کا مزاج بگڑا تھا۔

شاہ زیب کے جانے کے بعد وہ پھر زمرد اور منور صاحب سے باتوں میں لگ گیا تھا۔

❁......❁......❁

''ہیلو! اب آپ کے پاؤں کا زخم کیسا ہے؟'' جہاں آرا بیگم ماہانہ خریداری کے لیے سودا سلف لینے آئی تھیں بالی تو ساتھ تھی ہی وہ زبردستی اسے بھی لے آئی تھیں۔ پاؤں کے درد کے باعث وہ گزشتہ دو دن سے یونیورسٹی بھی نہیں گئی تھی' بخار کے ساتھ چڑچڑاپن بھی اس پر حاوی ہوگیا تھا۔ ان کا خیال تھا وہ گھر سے باہر نکلے گی تو طبیعت میں تازہ ہوا سے بہتری آئے گی اور ابھی وہ شاپنگ سینٹر کی پارکنگ لاٹ میں تھیں معاً لاریب سے ملاقات ہوگئی تھی۔ غیر متوقع طور پر اس کو دیکھ کر جہاں انشراح کا موڈ آف ہوا وہیں جہاں آرا خوشی سے نہال ہوگئی تھیں۔ نانی اور بالی سے ملاقات کے بعد وہ تیزی سے اس کی طرف آیا تھا اور اس نے سنی ان سنی کر کے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔

''آپ نے سنا نہیں مس انشی آپ کے......''

''شٹ اپ آپ کو کوئی حق نہیں ہے انشی کہنے کا......'' وہ اس کی بات کاٹ کر غصے سے گھور کر گویا ہوئی۔

''ایسا بھی ہوسکتا ہے سارے حق ہی مجھے حاصل ہوجائیں پھر کیا کریں گی آپ؟'' وہ اس کی غصے سے چمکتی براؤن آنکھوں میں دیکھتا ہوا عجیب لہجے میں بولا۔

''ایسا خواب میں بھی نہیں ہوگا۔'' وہ نفرت سے چیخی۔

''میں بھی حقیقت کی بات کررہا ہوں' خواب میں مجھے بھی پسند نہیں ہے۔'' اس نے دوبدو کہا۔

''ارے یہ آپ دونوں کیا بچوں کی طرح آپس میں ضد بحث میں لگ گئے ہیں اور انشی تم...... جگہ دیکھتی ہو نہ ماحول زبان لڑانے بیٹھ جاتی ہو۔ لاریب صاحب نے تمہارے زخم کے مطابق معلوم کیا تھا اور تم جواب دینے کے بجائے ان سے الجھ رہی ہو۔'' جہاں آرا انشراح کا جارحانہ انداز دیکھ کر جلدی سے مصالحتاً لہجے میں بولیں۔

''ڈونٹ مائنڈ آنٹی' انشراح کی باتوں کا برا نہیں مان سکتا' مجھے ان کی کڑوی باتیں بھی شہد جیسی لگتی ہیں۔'' اس کے ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے اور نگاہیں انشراح کے چہرے پر۔

''ہونہہ......'' اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

''ارے بیٹا یہی تو آپ کا بڑا پن ہے اسی خاندانی انداز نے آپ کا گرویدہ بنایا ہوا ہے تب ہی میں آپ کو اتنا پسند کرتی ہوں۔''

''تھینکس آنٹی' یہ آپ کی محبت ہے جو ہم ہر جگہ مل جاتے ہیں' جہاں ملنے کے آثار بھی نہیں ہوتے' خیر آپ یہاں پر گروسری کے لیے آئی ہیں؟'' اس نے بالی کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"ہاں' کچن کا سارا سامان ختم ہوگیا ہے میں بالی کو لے کر آرہی تھی پھر خیال آیا کہ انشی گھر میں پڑی پڑی بور ہورہی ہے ساتھ لے آئی کہ اچھا ہے اس بہانے اس کی بھی آؤٹنگ ہوجائے گی۔" بالی کے بجائے جہاں آرا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آؤٹنگ کی جگہ ہے یہ کوئی آئیے آؤٹنگ پر میں لے کر چلتا ہوں۔"

"ہم یہاں گروسری کرنے آئے ہیں چلیں نانی۔" انشراح کا ضبط جواب دے گیا وہ آگے بڑھتی ہوئی نانی سے بولی۔

"آنٹی...... گروسری کی لسٹ کہاں ہے وہ دیجیے۔"

"لسٹ میرے پرس میں ہے آپ وہ لے کر کیا کریں گے؟"

"آپ دکھایئے پلیز۔" وہ اصرار کرنے لگا۔

"یہ لیں بیٹا۔" انہوں نے ہینڈ بیگ سے پیپر نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے لسٹ لے کر کچھ فاصلے پر کھڑی کار کے قریب موجود ڈرائیور کو اشارے سے بلایا۔ وہ سرعت سے ان کے قریب چلا آیا۔

"یہ تمام سامان اور وہاں موجود دوسرے آئٹمز پرچیز کر کے مجھے کال کرو' میں ایڈریس بتاؤں گا وہاں لے آنا۔" وہ کوٹ کی جیب سے والٹ نکال کر چند بڑے نوٹ ڈرائیور کو تھماتے ہوئے بولا۔

"یہ کیا کررہے ہیں آپ؟" انشراح نے آگے بڑھ کر لسٹ لینی چاہی معاً جہاں آرا نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے لاریب سے کہا۔

"ارے بیٹا...... یہ تکلف کیوں کررہے ہو یہ اچھی بات نہیں ہے نا۔" وہ لگاوٹ بھرے انداز میں گویا ہوئیں۔

"بیٹا بھی کہتی ہیں اور غیروں جیسی باتیں بھی کرتی ہیں' بس اب آپ کو گروسری یا دوسری کسی بھی قسم کی ضرورت ہو تو آپ کا یہ بیٹا حاضر ہے آئیں آؤٹنگ پر چلتے ہیں۔" اس کی نگاہیں غصے و جھنجھلاہٹ سے سرخ چہرے میں الجھی ہوئی تھیں تب ہی جہاں آرا نے انشراح کو سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور کرلیا تھا۔

❀......❀......❀

بھولی ہوئی ہوں داستاں
گزرا ہوا خیال ہوں
جس کو نہ تم سمجھ سکے میں ایسا ایک سوال ہوں
تم نے مجھے بھلا دیا نظروں سے یوں گرا دیا
جیسے کبھی ملے نہ تھے
ایک راہ پر چلے نہ تھے

"اوہ شٹ...... کیا ہے یہ فضول بکواس...... کون ہو تم...... کیا چاہتے ہو؟" یوسف صاحب نے کارڈ پڑھ کر ایک طرف اچھالا اور کارڈ پر درج سیل نمبر پر رابطہ کرتے ہی وہ دھاڑے تھے۔

"ریلیکس...... کول ڈاؤن مائی ڈیئر' ایک سانس میں اتنے سوال؟" دوسری طرف سے بے حد اطمینان سے شوخ لہجے میں کہا گیا تھا۔

"شٹ اپ...... کیا بکواس لکھ کر بھیجی ہے؟ مقصد کیا ہے تمہارا؟"

"اوہ...... بکواس نہیں پوئٹری کہتے ہیں اسے اور ایسی پوئٹری جو سیدھی ٹھاہ کر کے دل پر لگتی ہے کسی بلٹ کی مانند۔"

"مجھے شاعری و ادب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تم رونگ نمبر ڈائل کررہے ہو۔" وہ غصے سے کہہ رہے تھے۔

"میں رونگ نمبر کبھی بھی ڈائل نہیں کرتا سر' میرے پاس تمام نمبرز رائٹ اینڈ پرفیکٹ ہیں۔" دوسری طرف مکمل خود اعتمادی تھی۔

"میں تم جیسے دو کوڑی کے جرنلسٹ کو اچھی طرح جانتا ہوں' تمہارے لیے بہتر یہی ہے جتنا جلد مجھے بھلا دو اتنا ہی تمہارے حق میں اچھا ہے آئندہ ایسی کوئی حماقت نہیں ہونی چاہیے۔"

"حماقت تو آپ کرچکے ہیں سر...... میں ایسا کوئی کام نہیں کرتا جو کسی کی پکڑائی میں آؤں اور اپنا آپ کسی کے ہاتھ میں دے

دوں سمجھے۔'' بھرپور قہقہہ لگایا۔
''تم مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کررہے ہو؟''
''بلیک میل کرنے کی کوشش......'' وہ ہنسا پھر ہنستا چلا گیا۔
''باسٹرڈ......'' وہ حلق کے بل چیخے۔
''اونہوں پلیز......جو گالی ہم کسی کو دیتے ہیں وہ لوٹ کر ہم تک واپس آتی ہے اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں میں آپ کو بلیک میل کرنے کی کوشش نہیں...... بلکہ بلیک میل کررہا ہوں۔''
''لیکن کیوں......کیا چاہیے تمہیں مجھ سے؟''
''بہت معمولی سی خواہش ہے سر۔'' دوسری طرف لہجہ مہذب ہوگیا۔ ''میں اپنا ایک چینل لانچ کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے آپ کی بھرپور عنایت کی اشد ضرورت ہے۔''
''چینل لانچ کرنا چاہتے ہو...... یہ کوئی بچوں کا کھیل ہے کیا؟''
''تب ہی تو آپ سے استدعا کی ہے سر۔'' لہجے میں برجستگی نمایاں تھی۔
''میں نے بہت تحمل سے تمہاری بکواس سنی ہے پہلی و آخری بار......اب غلطی سے بھی مجھ سے رابطہ مت کرنا ورنہ تمہاری آواز ہمیشہ کے لیے بند کروانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔'' انہوں نے غصے سے کہہ کر رابطہ ختم کردیا تھا۔

❁......❁......❁

''او مائی گاڈ......زید بھائی کو معلوم ہوگیا' کیا ان کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تم کو اور اس کو ملوانے میں میں بھی شامل ہوں؟'' عفرا اس انکشاف پر خوف سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
''ارے تم اس قدر خوف زدہ کیوں ہورہی ہو ابھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔'' مائدہ اس کی حالت دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔
''تم پہلے یہ بتاؤ تم نے زید بھائی کو میرا تو نہیں بتایا نہ؟''
''ارے نہیں بابا......ان کو میں نے اپنا نہیں بتایا تو تمہارا کیا بتاؤں گی' تھپڑ کھانے کے بعد بھی حامی نہیں بھری سارا الزام سودہ پر لگا دیا تھا۔''
''پھر تو زید نے بالکل بھی یقین نہیں کیا ہوگا کیونکہ سودہ اس کی محبت ہے اور وہ اپنی محبت کے خلاف ایک ورڈ سننے والا نہیں ہے۔'' قریب لیٹی موبائل پر کسی سے چیٹنگ کرتی عروہ مسکرا کر طنز سے بولی۔
''پتا نہیں آپ کس غلط فہمی کا شکار ہیں عفرا آپی! سچ تو یہ ہے کہ وہ سودہ کی پرچھائیں بھی دیکھنے سے گریز کرتے ہیں ایسی محبت ہوتی ہے کیا......کمال کرتی ہیں آپ بھی۔''
''تمہیں کیا پتا مائدہ' وہ اس چڑیل سے کتنی محبت کرتا ہے اس کی محبت کی شدت میں نے دیکھی ہے۔ اس نے اس رات راستے میں اس چڑیل کو دیکھا اور پھر اسے کچھ دکھائی نہیں دیا تھا ہوٹل میں میرے آگے اس نے کھانوں سے ٹیبل بھردی تھی اور بھوک ہونے کے باوجود خود نے ایک لقمہ بھی نہیں لیا تھا اور کیوں نہیں لیا تھا تم جانتی ہو یہ بات؟'' مائدہ نے حیرانی سے نفی میں گردن ہلائی۔
''زید کو اس کے چہرے سے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ چڑیل کسی تکلیف میں ہے اس نے گھر آتے ہی غیر محسوس انداز میں بوا سے معلوم کیا تھا اور وہ بڑھیا تو جیسے سب بتانے کے لیے تیار بیٹھی تھی' فرفر اس کی زبان چلی تھی اور جب زید کو معلوم ہوگیا کہ اس چڑیل کو آرام آگیا ہے تو اس نے اسی ٹائم بوا سے کھانا لگوا کر کھایا تھا۔''
''آپ کو کیسے معلوم ہوا یہ سب؟'' عفرا نے حیرانی سے پوچھا۔
''میں نیچے آرہی تھی اس سے پوچھنے کے لیے کہ اس نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا اور بنا پوچھے سب معلوم ہوگیا تھا۔'' وہ ان لمحوں کو یاد کرکے مضطرب سی ہوگئی تھی۔
''حیرت انگیز بات ہے آپ کو باتیں سنتے ہوئے کسی نے دیکھا نہیں تھا؟''

''کون دیکھتا...... مجھے اس بڑھیا کی نظر پہلے ہی کمزور ہے اور زید وہ کہاں دیکھتا ہے مجھے۔ اسے صرف ایک منحوس چہرہ نظر آتا ہے۔''

''آپ کچھ بھی کہیں میں مان ہی نہیں سکتی کہ بھائی سودہ سے پیار کرتے ہیں' یہ ناممکن بات ہے بھائی کے ساتھ میرا وقت گزرتا ہے۔''

''کاش ایسا ہی ہو' میں جو کہہ رہی ہوں وہ جھوٹ ہو' زید صرف مجھ سے ہی محبت کریں۔ میں ہی ان کے پیار کے قابل ہوں۔'' وہ جذباتی انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی۔

''تم میں کسی چیز کی کمی ہے کیا...... دیکھنا وہ پیار بھی تم سے کریں گے اور شادی بھی' کیوں مائدہ' ٹھیک کہہ رہی ہوں نہ میں؟'' عفرا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... ہاں رائٹ!'' مائدہ نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

''اگر اس نے شادی نہ کی ناں مجھ سے تو میں تمہیں ہتھیار بناؤں گی اور اسے تم ہی میرے لیے راضی کرو گی۔'' وہ دل میں مائدہ سے مخاطب ہوئی۔

❁......❁......❁

نوفل نے بے حد تعجب سے ان لوگوں کو وہاں سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ شہر کا مہنگا ترین ہوٹل تھا جہاں وہ اپنے چند غیر ملکی دوستوں کو لے کر آیا تھا۔ لاریب کے ساتھ جو تین وجود تھے ان تینوں کو وہ بخوبی پہچانتا تھا وہ لفٹ سے نیچے جارہے تھے اور وہ اوپر آرہا تھا درمیان میں فاصلے کے باوجود لاریب نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ تنبیہ کے باوجود اس نے انشراح کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا' جبراً دوستوں کی خاطر اس کو وہاں بیٹھنا پڑا تھا' کھانے پینے سے رغبت بالکل ہی ختم ہوگئی تھی جیسے تیسے دوستوں کو نبٹا کر وہ گھر آیا تھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا نہ اس لڑکی سے دور رہنا۔'' وہ ٹھوکر مار کر اس کے کمرے میں داخل ہوا اور دھاڑ کر بولا۔

''اگر کوئی لڑکی مجھ سے دور نہ رہنا چاہے تو......'' وہ کسی حد تک اپنے خوف پر قابو پاچکا تھا اس لیے بات سمجھ کر ڈھٹائی سے بولا۔

''تم جانتے ہو لڑکی کی قربت' اب کوئی خود قریب آئے تو میں کس طرح خود دور رہ سکتا ہوں' بتاؤ مجھے؟''

''وہ خود تمہارے قریب آئی تھی؟'' نوفل نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور اس نے گڑبڑا کر نگاہیں چرائیں تھیں۔ ''یا تم اس کو قریب لانے کے لیے اس کی نانی کو دانہ ڈال رہے ہو؟''

''اب جو تم کو بھا گئے' ایک بات مجھے سمجھ نہیں آتی...... جب تمہارا اس لڑکی سے کوئی ریلیشن نہیں ہے پھر تمہیں کیا اعتراض ہے میں اس سے دوستی کروں یا نہ کروں؟'' پھر اس کی طرف جھک کر بولا۔

''آپس کی بات ہے' تم انشراح کو لائک کرتے ہو؟ آئی نو مائی ڈیئر برادر' تمہیں عورت سے نفرت ہے۔ تم عورت کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہو لیکن دل گلیشیر کی مانند ہوتا ہے اندر ہی اندر آہستگی سے کوئی حدت اسے پگھلانے لگتی ہے اور وہ ایک دن اچانک ہی پگھل کر پانی بن جاتا ہے' بہہ جاتا ہے۔ تمہارے دل کی بھی کہیں یہی حالت تو نہیں ہے' ایک لڑکی کی اتنی کیئر تم جیسا بے پرواہ بے حس بندہ خوامخواہ تو نہیں کرے گا؟''

''کہہ چکے...... یا کچھ اور بھی کہنا باقی ہے؟'' وہ ہنوز سرد و سپاٹ لہجے میں گویا ہوا۔

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' اس کے وجیہہ چہرے پر چھائی سرخی اسے بوکھلانے لگی تھی۔

''میں تمہیں جواب دینے کا پابند بھی نہیں ہوں۔''

''اوکے...... میں پرامس کرتا ہوں کہ خود سے وہاں رابطہ نہیں کروں گا۔'' وہ پھر بنا کچھ کہے وہاں سے نکل گیا تھا۔

لاریب کی باتوں نے اسے آئینہ دکھادیا تھا کہ جب وہ انشراح کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے تو پھر اس کی پروا کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ وہ جو دل چاہے کرے' اس کو پروا نہیں ہونی چاہیے تھی' وہ خود کو سمجھاتا ہوا آگے بڑھتا ہی گیا تھا معاً اس کی نگاہ یوسف صاحب کے کمرے کی طرف گئی تھی جہاں وہ ملازم پر برس رہے تھے۔

''کیا ہوا ہے بڑے پاپا...... آپ ٹینس لگ رہے ہیں؟'' وہ ملازم کو جانے کا اشارہ کرتا ہوا ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"کوئی بات نہیں ہے' بس کبھی کبھی غصہ آجاتا ہے۔" اس کو فکر مند دیکھ کر انہوں نے خود کو کمپوز کیا۔
"غصہ آنے کی کوئی وجہ بھی ہوگی اور مجھے معلوم ہے آپ کو بلاوجہ غصہ نہیں آتا' کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔" وہ انٹر کام پر ملازمہ کو کافی کا آرڈر دینے کے بعد گویا ہوا۔
"ایسی خاص بات نہیں ہے بیٹا...... بس جو وہ جرنلسٹ ہے سیف فاروقی' اس نے آج کارڈ پر فضول سی پوئٹری لکھ کر بھیجی تھی میں نے کال کی تو الٹی سیدھی بکواس کرنے لگا۔" وہ سیف فاروقی سے ہونے والی گفتگو دہراتے ہوئے بولے۔
"حیرت ہے آپ نے اس کی بکواس برداشت کس طرح سے اور کیوں کی؟ وہ کیوں بلیک میل کرنا چاہتا ہے؟ آپ کو اس سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔" اس کی پیشانی پر شکنیں در آئی تھیں۔
"کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو نہ سننے کے باوجود بھی سننی پڑتی ہے۔ نہ چاہنے کے باوجود بھی سننی پڑتی ہے؟" اس نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا' وہ نگاہیں جھکا گئے تھے۔
"واہ بابا......! آپ اتنے کمزور کس طرح ہوگئے کہ کوئی آپ سے بکواس کرے اور آپ نہ چاہنے کے باوجود سننے پر مجبور ہوجائیں۔" زیتون کافی لے کر آئی اور اس کے آنے سے ان کے درمیان موضوع بدل گیا تھا۔ وہ کاروباری باتیں کرنے لگے تھے چند ماہ بعد اس کا ایم بی اے مکمل ہونے والا تھا اور وہ اتنی شدت سے اسے بزنس کی طرف راغب کررہے تھے نئی کمپنیوں کے متعلق وہ اسے بتارہے تھے لیکن وہ محسوس کررہا تھا ذہنی طور پر وہ حاضر نہیں کسی اُدھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں۔
وہ کافی پی کر اٹھ گیا تھا یوسف صاحب نے ذہنی الجھن کے باعث اس سے وہ باتیں شیئر کرلی تھیں جو نارمل انداز میں کبھی بھی نہ بتاتے کیونکہ بات ساری بھی سیف فاروقی کا پُراعتماد لہجہ و بھرپور معنی خیز گفتگو ان جیسے نڈر وجہاں دیدہ بندے کو بھی پریشان کرگئی تھیں وہ یہ سوچ کر پریشان تھے کہ انجانے میں ماضی میں اس سے کیا ہوا تھا؟

❀......❀......❀

عمرانہ' مائدہ اور عروہ کے اصرار پر رضوانہ کے گھر رک گئی تھیں فون پر زید کو مطلع کیا تھا اسے ان کا وہاں رکنا بہت برا لگا تھا۔
"مما...... آپ کو میرا ذرا خیال نہیں ہے اگلے ہفتے آپ وہاں رکی تھیں اور اب پھر آپ وہاں رکنے کی بات کررہی ہیں' یہ ٹھیک نہیں ہے۔"
"اب آپی اتنے پیار سے ٹھہرنے کا کہہ رہی ہیں تو کس طرح ان کا دل توڑ دوں بتایئے؟ ایک عرصے میں اپنوں کی قربت کو ترسی ہوں اب مجھے اپنوں کی رفاقت سے سیری حاصل کرنے دیں۔" ان کے مخصوص انداز میں وہ ہی شکایت' خفگی و تناآسودگی تھی۔
"مما...... میں بھی آپ کے بغیر تنہا ہوجاتا ہوں آپ کے بنا گھر گھر نہیں لگتا۔ آپ کو معلوم ہے ناکہ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" مائدہ کی حمایت لینے پر ان ماں بیٹے کے درمیان غیر محسوس طریقے سے کچھ فاصلے آگئے تھے جن کو ختم کرنے کی اس نے ہر ممکن سعی کی تھی جبکہ عمرانہ اپنی ازلی ضدی و ہٹ دھرم طبیعت کے باعث پہل نہ کرسکی تھیں اور اس کے دل میں ماں کی محبت پہلے سے بھی دگنی ہوگئی تھی۔
"آپ یہاں پر آجائیں یہ گھر بھی آپ کا اپنا ہے رضوانہ آپی بار بار اصرار کررہی ہیں کہ آپ بھی ادھر ہی آجائیں' آفٹر آل خالہ کا گھر بھی ماں کے گھر جیسا ہی ہوتا ہے۔" وہ پیار سے گویا ہوئیں۔
"سوری مما...... مجھے اپنے بیڈروم کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی۔"
"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟ اب اس دعوے میں کوئی صداقت نہیں رہی ہے جب آپ لاؤنج میں سوسکتے ہیں تو خالہ کے گھر بھی نیند آجائے گی۔" ان کے طنز بھرے لہجے میں زہر تھا جو اس کی رگ رگ میں اترتا چلا گیا۔
"لاؤنج گھر کا ہی حصہ ہے اور خالہ کا گھر ایک اجنبی گھر ہے مما......" اس نے موبائل رکھا اور گہرا سانس لے کر بیڈ پر ترچھا لیٹ گیا تھا' بہت خلوص سے کی جانے والی نیکی اس کے گلے کا طوق بن گئی تھی۔ شدید بے زاری و دحشت اس پر سوار ہوگئی تھی۔ دل میں بسنے والے لوگ ہی جب دل کو زخم دینے لگتے ہیں تو پھر ان زخموں کا مرہم کہیں دستیاب ہی نہیں ہوتا۔
"زید میاں...... کھانا لگادوں آپ کے لیے؟" بوا دستک دے کر اندر آئیں۔

''صرف میرے لیے کھانا لگائیں گی بوا..... سب لوگ کہاں ہیں؟'' وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔

''زمرد بہو اور منور میاں صوفیہ بٹی کے ہمراہ ان کی نند چندا کے گھر عیادت کے لیے گئے ہیں۔ چندا کے شوہر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' بوا نے قریب آ کر بتاتا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''اچھا چائے لے آؤں بیٹا؟''

''شکریہ بوا..... کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے آپ آرام کریں۔'' بوا باہر کی طرف قدم بڑھاتی ایک دم رکیں۔

''ایک بات کہوں بیٹا..... برا تو نہیں مانیں گے؟''

''جی کہیں۔'' اس نے چونک کر دیکھ کر کہا۔

''وہ..... وہ سودہ بٹی کا پاؤں جل گیا ہے نا.....'' وہ اس سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہی تھیں کہ اس کے موڈ سے وہ بھی خوف زدہ رہتی تھیں کہ کب وہ بگڑ اٹھے کوئی پتا نہیں چلتا تھا۔

''جی..... مجھے معلوم ہے اس کا پاؤں معمولی سا جلا ہے آپ پریشان نہ ہوں۔''

''ارے نہیں بہت زیادہ جل گیا ہے اس بچی نے تکلیف میں جلے ہوئے پاؤں پر ٹھنڈا پانی ڈال لیا ہے اور دیکھو اتنے بڑے بڑے آبلے ہوگئے ہیں۔'' وہ ہاتھ سے اشارے کرتی ہوئی بولیں وہ سودہ سے کچھ زیادہ ہی محبت کرتی تھیں۔

''ایسا کب کیا اس نے..... پھوپو اور آپ کہاں تھیں؟''

''کمرے میں جاتے ہی اس نے پاؤں پر پانی ڈال لیا تھا ہم تو بعد میں گئے ہیں تکلیف ضبط کرنے کی عادت ہے نہ ان کی کسی کو کیا پتا چلتا انہوں نے شاہ زیب کو بھی نہیں بتایا پاؤں پر کپڑا ڈال کر رکھا ہوا تھا وہ تو میں نے اتفاق سے ابھی پاؤں دیکھا تو معلوم ہوا۔''

''میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں وہ آ کر چیک اپ کرلیں گے۔''

''میں جانتی ہوں میاں وہ ڈاکٹر کو بھی اپنا پاؤں نہیں دکھائیں گی۔''

''نہیں دکھائے گی تو تکلیف کس طرح ختم ہوگی؟''

''وہ آپ ہی کر سکتے ہیں آپ کے ہی قابو میں آئیں گی وہ آپ سے بہت ڈرتی جو ہیں۔'' وہ دھیمے سے مسکرائیں۔

''مجھ سے ڈرتی ہے میں نے کب ڈرایا ہے اس کو؟'' وہ منہ بنا کر گویا ہوا تو وہ جلدی سے بات بنا کر گویا ہوئیں۔

''میرا یہ مقصد نہیں تھا میاں..... آپ کی بے حد عزت کرتی ہیں بہت احترام ہے ان کے دل میں آپ کے لیے میں گواہ ہوں ان باتوں کی۔'' وہ سٹپٹا کر جو زبان پر آیا بولتی چلی گئیں۔

''آپ کیوں اس قدر پریشان ہو رہی ہیں بوا..... پریشان تو پھوپو جان کو ہونا چاہیے تھا جو بیٹی کو چھوڑ کر نندوئی کی عیادت کرنے گئی ہیں۔ بیٹی کی پروا نہیں ہے ان کو پھر آپ کیوں ہلکان ہو رہی ہیں۔''

''کیا کروں میاں..... سودہ بڑی مظلوم و صابر بچی ہے ان کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی..... اب بھی اتنی تکلیف کے باوجود ایک آہ نہیں نکلی ہے بس خاموشی سے درد برداشت کیے جا رہی ہیں۔'' بوا نے اس کی محبت میں رونا شروع کر دیا تھا۔

''اچھا آپ روئیں نہیں میں چل رہا ہوں آپ کے ساتھ۔''

❁.....❁.....❁

''اماں..... کیا کر رہی ہو؟ کیوں کسی غیر مرد کو کھلے عام گھر میں آنے کی اجازت دے رہی ہو؟ کس چیز کی کمی ہے تمہیں اماں؟''

''مجھے پتا تھا معلوم تھا مجھے بس آنے والی ہے تیری کال پہلی فرصت میں تجھے فون کیا ہوگا انشراح نے۔''

''مجھے نہیں تو کسی کرے گی کال؟ میرے علاوہ اور کون ہمدرد ہے اس کا؟ تمہیں نا معلوم کون سی لالچ و حرص نے گھیر لیا جو بالکل آنکھیں بند رکھنا چاہتی ہو۔'' روشن بے حد غصے و تفکر میں مبتلا تھیں۔

''لاریب کوئی ایسا ویسا لڑکا نہیں ہے بہت بڑے مال دار گھرانے سے تعلق ہے اس کا پھر وہ انشراح میں دلچسپی رکھتا ہے میں

نے اس کی آنکھوں میں انشی کے لیے محبت دیکھی ہے پسند کرتا ہے وہ اسے۔“

”اماں..... کیا ہماری انشی اتنی ہی بے مول و بے وقعت ہے کہ کوئی بھی تھوڑی سی سخاوت دکھا کر حاصل کرلے؟“

”تھوڑی سی سخاوت..... ہاں دیکھنا تم میں کس طرح اس سے دولت اگلواتی ہوں انشی سونے کی کان ہے سونے کی.....“

”پلیز اپنے منصوبے اپنے پاس ہی رکھیے ایک زمانہ بیت گیا آپ کو اپنا تعلق اس بازار سے توڑے ہوئے مگر دل میں آپ کے ابھی تک وہ بازار ہی بسا ہوا ہے جہاں ہوس وزر کا سودا ہوتا ہے اور رشتے کی ہر ڈور پیسے اور صرف پیسے سے بندھی ہوتی ہے۔“ وہ بہت تلخ و کڑوے لہجے میں بولی تھی۔

”خاموش ہو جا روشن.....“ وہ ایک دم ہی بھڑک کر گویا ہوئیں۔

”آج تو نے مجھے بازاری ہونے کا طعنہ دیا ہے اور میں برداشت کرگئی مگر دوبارہ تیرے منہ پر یہ بات آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“

”تم سے برا تو صرف نصیب ہی ہوسکتا ہے اماں۔“

”کاش..... نویرہ زندہ ہوتی میری۔“

”مرنے والے واپس نہیں آتے ..... اسپیشلی وہ جن کو ہم اپنے ہاتھوں سے مار کر دفن کر دیتے ہیں۔“ وہ استہزائیہ لہجے میں بولی۔

”میں اپنی غلطی سدھار لوں گی وہ ہی کر رہی ہوں میں۔ نویرہ کی جگہ انشراح لے گی وہ نویرہ سے زیادہ حسین ہے۔“

”اماں..... اماں..... تم ایسا نہیں کرسکتیں پلیز.....“

”پھر تم میرے معاملے میں دخل اندازی نہیں کروگی وعدہ کرو۔“ ان کا انداز کاروباری ہوگیا تھا۔

”میں کیسے وعدہ کرسکتی ہوں؟“ وہ بلبلائی۔

”پھر اپنے کام سے کام رکھو اور اعتبار کرو مجھ پر میں ماں ہوں میرا تعلق اس بازار سے ضرور ہے لیکن میں نے تمہیں جائز جنم دیا ہے اور نہ ہی ناجائز کاموں کو پسند کرتی ہوں۔“

”اماں..... پیاری اماں پھر جب وہ سب کرنا ہی نہیں ہے تو پھر کیوں اس نوجوان لاریب کو فری کر رہی ہو؟“

”اس عمر میں آ کر مجھے بھی لاٹھی کی ضرورت پڑ رہی ہے۔“

”پرائے بیٹے کسی دوسرے کی ماں کی لاٹھی نہیں بنا کرتے۔“

”بن جاتے ہیں..... بنانے کی صلاحیت ہو تو ہر کام ہوتا ہے۔“ روشن آرا کو ان کے لہجے سے تسلی ملی تھی یا اس نے فاصلوں کو درمیان میں رکھ کر خود کو بہلا لیا تھا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد فون بند کر دیا تھا۔

❁.....❁.....❁

نوفل سیف فاروقی کی کھوج میں لگ گیا تھا یوسف صاحب کو اس دن کچھ متفکر و پریشان دیکھ کر اس سے برداشت نہیں ہوا تھا اور وہ ان کے پاس سے اٹھ کر اس کے بارے میں معلومات لیتا رہا تھا۔ وہ فری لانسر تھا کسی ایک ادارے سے منسلک نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی مستقل پتا ٹھکانہ تھا۔ پھر جیسے ہی اس کو معلوم ہوا وہ اسے ڈھونڈ رہا تھا وہ کہیں روپوش ہوگیا اور پھر ملک سے ہی بھاگ گیا تھا۔

”آپ کو اس شخص کا پیچھا نہیں کرنا چاہیے تھا یوسف کا تعلق جس فیلڈ سے رہا ہے وہاں دوستیاں کم اور دشمنیاں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ یہ بھی کسی دشمن کی ہی چال ہوگی۔“ ماما سے وہ ساری باتیں شیئر کرچکا تھا اس کے چپ ہونے پر وہ نرمی سے گویا ہوئیں۔

”وہ جرنلسٹ کے بہروپ میں ایک بلیک میلر ہے اور ایسے لوگ بے حد شاطر و مکار ہوتے ہیں کیڑے مکوڑوں کی مانند جو معمولی سی بھی آہٹ سن کر اپنے بلوں میں چھپ جاتے ہیں۔“

”انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی خود کو انسانیت کی سطح سے بھی گرا چکا ہے نہ خود سکون سے زندگی گزارتا ہے اور نہ دوسروں کو چین سے رہنے دیتا ہے۔“ وہ افسردہ ہوگئی تھیں۔

''ماما..... آپ یاد کریں پاپا کی کسی سے دشمنی یا بہت دوستی تھی پلیز ذہن پر زور دیں کیونکہ دشمن تو سامنے ہوتا ہے مگر اصل دشمن وہ ہوتا ہے جو دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتا ہے۔''

''نہیں بیٹا..... یوسف نہ زیادہ دوستیاں کرنے کے عادی تھے نہ دوستوں کی محفل میں ٹائم گزارنا پسند تھا اور نہ کسی سے دشمنی کرتے تھے۔''

''کوئی نہ کوئی تو پھر ہے جو وہ اس کی بکواس برداشت کر گئے ہیں۔'' وہ گہرا سانس لے کر سوچ کر رہ گیا تھا۔

''آپ اتنے فکر مند نہیں ہوں' آج کل لوگ راتوں رات امیر بننے کے لیے ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ وہ بزدل بھاگ گیا ہے اب لوٹ کر آنے والا نہیں' اس کو آپ کی پاور کا اندازہ نہیں تھا' تب ہی اس نے ٹکرانے کی کوشش کی تھی۔''

''جی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ماما' وہ اب واپس نہیں آئے گا۔'' وہ ان کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ گیا' ماما کو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ واپس نہیں آئے گا لیکن دل الجھن کا شکار تھا۔ وہ لانگ ڈرائیو پر نکل آیا تھا' ذہن بہت ساری الجھنوں کی آماجگاہ بن گیا تھا' غصہ و کبیدگی انسان کی عقل کو کھا جاتی ہے کچھ دن قبل اس کے باپ کی برسی تھی اور اس دوران ماضی کے گرداب میں وہ اس طرح جکڑا رہتا تھا کہ حواسوں پر ماں کے بے باک کردار اور باپ کی مظلومیت و شرافت بھری زندگی کا لمحہ لمحہ ذہن کی اسکرین پر چلتا تھا اور شدید اذیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور اس دوران اس پر ایک وحشت طاری ہو جاتی تھی اور اسی وحشت میں وہ انشراح سے لڑ پڑا تھا اور نہ صرف لڑا تھا بلکہ جنون میں اسے چوٹ بھی لگائی تھی پھر لاریب کے ہمراہ اس کو دیکھ کر منفی خیالات ابھرے تھے اور اب کئی ہفتے گزرنے کے بعد وہ ماضی سے باہر نکلا تو محسوس ہوا ایک عورت کا فعل دوسری عورتوں کے نام لگانا سراسر زیادتی و ظلم ہے۔

انشراح سے کہا گیا لفظ لفظ اسے یاد آنے لگا تھا اور وہ شرمندہ ہوتا چلا گیا تھا۔ ایک غیر والا تعلق لڑکی کی زندگی میں مداخلت کرنے کا اس کو حق حاصل نہیں تھا اور وہ اس کے متعلق سوچتا ہوا جا رہا تھا معاً اسے لگا روڈ کی دوسری جانب وہ موجود ہے۔ پہلے تو وہ اسے اپنی سوچ کا وہم لگی مگر پھر بغور دیکھنے پر معلوم ہوا وہ وہی تھی' نوفل ٹرن لے کر اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

''السلام علیکم!'' وہ کار سے باہر نکل آیا تھا' انشراح کار رکتے دیکھ کر چونکی اور اسے دیکھ کر اس کے چہرے پر ناگواری چھا گئی تھی۔

''پاؤں میں تکلیف ہونے کے باوجود آپ تنہا ہیں اور پیدل چل رہی ہیں' کسی کو ساتھ لانا چاہیے تھا آپ کو۔'' اس کا لہجہ پُروقار و مہذب تھا کہ کوئی سن لیتا اس کو اس انداز میں گفتگو کرتے ہوئے تو قطعی یقین نہیں کرتا کہ اس لہجے کے پیچھے ایک اجڈ و جنگلی زبان بھی کوئی رکھتا ہے۔

''ایکسکیوزمی..... میں آپ سے مخاطب ہوں' ہواؤں سے بات نہیں کر رہا۔'' وہ اس کو مسلسل خاموش دیکھ کر اس کا راستہ روک کر گویا ہوا۔

''آپ کو کسی کی تکلیف کا احساس کب سے ہونے لگا؟ آپ تو درد دینے والے ہیں' زخم لگانے والے اور اس طرح راستہ روکنے کا مقصد کیا ہے آپ کا؟ راستہ چھوڑیں میرا پلیز۔'' وہ اس کے نرم رویے سے متاثر نہ ہوئی تھی۔ نوفل نے نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کی تھیں۔ کاسنی و سیاہ امتزاج کے سوٹ میں اس کی موتیا جیسی رنگت خاصی نمایاں تھی' سادہ انداز میں باندھے گئے جوڑے سے کئی لٹیں بکھر کر چہرے کے گرد پھیل گئی تھیں' اس سادگی میں جاذبیت و رعنائی تھی۔

''ایم سوری' میں شرمندہ ہوں یوں تکلیف دینے پر۔'' وہ حسن و رعنائی سے بھرپور چہرہ کسی اور چہرے میں مدغم ہونے لگا تھا اور وہ عود کر آنے والی وحشتوں سے نبرد آزما اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''مجھے آپ کے سوری کی ضرورت بالکل بھی نہیں..... آپ جا سکتے ہیں۔'' یہ پوش علاقہ تھا لوگوں کی آمد و رفت و ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔

''اوکے' جیسے آپ کی مرضی آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس نے گلاسز لگاتے ہوئے درخواست کی۔

''نہیں چاہیے آپ کی مہربانی' ابھی کیب مل جائے گی آپ جائیں۔''

''کیب نہیں ملے گی اس ایریا میں کیب بہت کم ہوتی ہیں اور آپ کے پاؤں میں درد ہو رہا ہے' آپ نہ زیادہ دور تک چل سکتی ہیں نہ کھڑی رہ سکتی ہیں' اب ضد ختم کریں چلیں میرے ساتھ۔'' انشراح نے غصے سے اس کی طرف دیکھا لائٹ بلو جینز و ملٹی لائنز

شرٹ میں اس کا وجیہہ سراپا نمایاں تھا۔ سیاہ گلاسز اس کی وجاہت کو کچھ زیادہ دلکش بنا رہے تھے، خوشبوؤں سے مہکتا سراپا وہ جانتی تھی اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس کی آفر پر اپنا آپ نچھاور کر دیتی لڑکیاں ایسے ہی دیوانہ وار نثار تھیں اس پر۔

''میرا ٹائم ضائع مت کرو، جلدی کرو۔'' وہ جز بز ہوا اس کی نگاہیں نفیس سی سیاہ چپل میں مقید اس کے برف کی مانند سفید پاؤں پر تھیں اس کا دایاں پاؤں پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

''میں نے کہا نہ میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی، اعتبار نہیں ہے آپ پر، میں آپ پر بھروسہ کرنا ہی نہیں چاہتی۔'' وہ بے اعتباری عبور کر گئی تھی، کچھ ایسا ہی لہجہ تھا اس کا کہ اپنی وحشت و جنون کو اندر ہی اندر تھپکتے نوفل کو ضبط کی لگامیں تھامنی بڑی مشکل ہو گئی تھیں۔

''کس اعتبار و بھروسے کی بات کر رہی ہو تم؟'' وہ ایک دم طیش میں آیا۔

''مجھ سے پہلے تم نے کسی سے کیریکٹر سرٹیفکیٹ مانگا ہے اور کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟ کبھی خود پر نگاہ ڈالی ہے سوچا ہے اپنے بارے میں؟''

''مجھ پر چلانے کا کوئی حق نہیں ہے تمہیں جاؤ یہاں سے ورنہ میں ابھی شور مچا کر لوگوں کو جمع کر لوں گی اور بتاؤں گی تم مجھے زبردستی اغوا کرنا چاہتے ہو۔'' وہ بھی دو بدو نڈر لہجے میں گویا ہوئی۔

''کسی کے باپ میں طاقت نہیں ہے جو مجھے انگلی بھی ٹچ کر سکے۔'' انشراح کی ہتک آمیز گفتگو و تذلیل آمیز انداز نے اس کے اندر کے وحشی و جنونی شخص کو بیدار کر دیا تھا، لمحے بھر میں وہ آپے سے باہر ہو گیا تھا۔

''اغوا کر رہا ہوں میں تمہیں، بلاؤ تم لوگوں کو.....'' اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑا اور کھینچتا ہوا گاڑی تک لے آیا تھا۔

❁.......❁.......❁
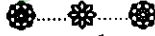
''اسٹوپڈ..... کس نے کہا تھا پانی ڈالنے کے لیے کیا حشر کر لیا ہے؟'' وہ اس کا آبلوں سے بھرا پاؤں دیکھتا ہوا آہستگی سے گویا ہوا۔ شدید تکلیف و درد کے مارے اس کی حالت ابتر تھی دل کر رہا تھا چیخ چیخ کر روئے مگر خواہش کے باوجود وہ ایسا نہیں کر سکی تھی کہ بچپن سے ہر تکلیف و دکھ چھپانے کی عادی تھی۔ نامعلوم کس طرح سے اسے خبر ہو گئی تھی جو ہمیشہ بے خبر رہتا تھا۔ فرسٹ ایڈ بکس کارپٹ پر رکھ کر وہ بھی اس کارپٹ پر بیٹھ گیا اور بہت آہستگی سے اس کا پاؤں اپنے ہاتھ میں لے کر معائنہ کرنے لگا۔ اس نے ہاتھ پر رکھے اس کے پاؤں کو کانپتے ہوئے دیکھا اور بے ساختہ اس کی طرف نگاہ اٹھی تھی۔

''زید..... بھائی یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟'' اس کی آواز بھیگی تھی۔

''یہ کھال مجھے قینچی سے ہٹانی ہو گی اگر کھال نہ ہٹائی گئی تو زخم خراب ہونے کے ساتھ ساتھ درد میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔''

''نہیں..... زید بھائی، پاؤں ٹھیک ہو جائے گا آپ قینچی استعمال نہ کریں، میں دوا لگاتی رہوں گی۔ یہ آبلے ایسے ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔'' اس کے ہاتھ میں قینچی دیکھ کر وہ رو دی۔

''بے وقوفی تم پہلے ہی کر چکی ہو، پانی نہ ڈالتیں تو یہ آبلے بنتے ہی نہیں، اب یہ مردہ کھال ہے اس کو ہٹائے بغیر نہ سکون ملے گا نہ درد کم ہو گا۔''

''آپ رہنے دیں پلیز۔'' تکلیف کا احساس مستزاد اس کے ہاتھ میں مقید اپنا پاؤں اسے عجیب سے احساس سے دوچار کر رہا تھا پھر گھر میں کوئی نہیں تھا۔ بوا بھی عشاء کی نماز کی ادائیگی کے لیے گئی ہوئی تھیں اور کافی دیر بعد بھی آنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

''آرام سے بیٹھو کیوں اس قدر گھبرا رہی ہو۔ میں تمہارے زخموں کو صاف کرنے آیا ہوں، تمہیں کھانے کی نیت نہیں ہے میری۔'' وہ اس کی سراسیمگی و گھبراہٹ سے چڑ کر بولا۔

''گھر میں کوئی بھی نہیں ہے آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اگر ممانی اور مائدہ آ گئیں تو ایک طوفان آ جائے گا گھر میں، جانتے ہیں ناں آپ۔''

''آ جانے دو پہلے بھی میری نیت پاک تھی اور اب بھی میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں اور آج گھر میں بوا ہیں وہ ہی بلا کر لائی ہیں مجھے۔ اندر اس لیے نہیں آئی ہیں کہ تمہیں درد سے تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتیں۔'' اس نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے قینچی سے آبلوں

کی صفائی شروع کردی تھی' سودہ بہت ہمت سے کوئی آواز نکالے بغیر بیٹھی رہی تھی۔ وہ بہت مہارت سے قینچی استعمال کررہا تھا اور ابھی وہ ڈریسنگ کررہا تھا تب مدثر صاحب چلے آئے' پیچھے بوا بھی آرہی تھیں۔

''کیسی ہو بیٹا...... کس طرح چائے گر گئی؟ زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟'' وہ پریشان لہجے میں کہتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے اندر زید کو اس کی ڈریسنگ کرتے دیکھ کر ٹھٹک گئے تھے۔ اس کا ہاتھ بھی ان کی غیر متوقع آمد پر لمحے بھر کے لیے رک سا گیا تھا۔ دوسرے پل ان کی آنکھوں میں طمانیت بھری چمک سی ابھری تھی اور وہ سودہ کی پیشانی چومنے کے بعد اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولے۔

''کیسے ہیں آپ؟'' ڈریسنگ کرکے کھڑے ہوتے ہوئے زید نے ان کے مصافحے کے لیے بڑھے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ بہت تکلف و اجنبیت تھی طرز تخاطب میں گویا وہ بیٹا نہیں بیگانگی کی سب سے بلند شاخ پر بیٹھا کوئی غیر شخص ہو۔

''ٹھیک ہوں۔'' بہت بے دلی سے ان کے ہاتھ کو چھو کر دور ہوا تھا۔

''ارے زید میاں...... کہاں جارہے ہیں آپ' بیٹھیں میں چائے لارہی ہوں۔'' بوا اس کو دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر کہنے لگی تھیں۔

''شکریہ بوا......'' وہ نفی میں گردن ہلا کر چلا گیا' مدثر صاحب کا دل چاہا بڑھ کر اسے روک لیں اور کہیں مدت بعد وہ اسے بدلے روپ میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ روپ جس سے اپنائیت کی خوشبو آرہی ہے' بہت مانوس اپنا اپنا لگ رہا ہے وہ ان کے سینے سے لگ جائے کہیں نہ جائے۔ وہ سوچتے رہ گئے اور وہ چلا گیا وہ خود بھی ایسے جذبات سے مغلوب ہوکر گیا تھا اور اس کا دل بھی کہہ رہا تھا گزری سب باتیں بھلا کر ان کے سینے سے لگ جائے اور بتائے اس کو اور مائدہ کو بھی ان سے ایسی ہی محبت درکار ہے' جتنی وہ سودہ سے کرتے ہیں لیکن کچھ بھی نہیں ہوا تھا' سوچیں صرف ذہنوں تک ہی محدود رہی تھیں نہ انہوں نے پہل کی تھی نہ وہ رکا تھا۔ حسرتیں مزید طویل ہوگئی تھیں' محبتیں' چاہتیں وا پنائیتیں محض دلوں میں پروان چڑھانے کا دور بیت چکا ہے اب محبتوں کا اقرار' چاہتوں کا اظہار اور اپنائیتوں کا انداز رشتوں کو مضبوطی و استحکام بخشتا ہے ورنہ یہ خاموشی تشنگی بن کر نفرتوں اور فاصلوں کی خلیج بن جاتی ہے۔

''مدثر میاں...... آپ تو یہاں کا راستہ ہی بھول گئے ہیں اگر شاہ زیب میاں سودہ پر گرم چائے گرنے کا نہ بتاتے تو آپ آج بھی نہیں آتے۔'' بوا نے شکایتی انداز میں کہا۔

''یہ کیسے ممکن ہے بوا...... بس ذرا آج کل بزنس میں مصروف تھا پھر شاہ زیب کے ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے بھی نہیں آسکا تھا۔''

''ماموں جان...... آپ کی طبیعت ٹھیک ہے' بہت کمزور ہورہے ہیں؟'' سودہ کو وہ پہلے سے بے حد کمزور لگے تھے۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا آپ آرام کریں' بہت درد ہورہا ہوگا' پاؤں زیادہ جل گیا ہے۔'' وہ محبت سے بولے۔

''عمرانہ اور مائدہ گھر میں نہیں ہیں؟''

''جی وہ رضوانہ بیگم کے گھر گئی ہوئی ہیں کل آئیں گی۔''

''اچھا زید خود ہی ڈریسنگ کرنے آیا تھا یا بلایا تھا؟''

''ارے وہ خود کہاں آنے والے ہیں' میں گئی تھی بلانے۔ سودہ بٹی کی تکلیف مجھ سے برداشت کہاں ہوتی ہے پھر موقع بھی اچھا تھا عمرانہ بہو گھر پر نہیں تھیں اس لیے میں ان کو خود بلا کر لے آئی تھی۔'' وہ ان کو چائے تھماتی ہوئی بتانے لگیں۔

''ہاں وہ عورت نما فتنہ ہے اس سے جتنا دور رہا جائے بہتر ہے۔''

''صالحہ کیسی ہیں؟'' وہ موقع دیکھتے ہی پوچھ بیٹھیں۔

''ٹھیک ہی ہیں صالحہ بہت چاہتی ہے یہاں آنا آپ لوگوں سے ملنا لیکن عمرانہ کبھی نہیں چاہے گی صالحہ یہاں آئے۔''

❁......❁......❁

''بالی...... او بالی...... کہاں مرگئی ہے کم بخت؟'' جہاں آرا کچن میں کام کرتی بالی کو آوازیں دیتی ہوئی آئیں۔

''پاستا بنارہی ہے یا پایا ہے؟ تجھے کہا تھا انشراح کو بھیج میرے پاس ابھی تک کمرے میں ہے؟''

''وہ گھر میں نہیں ہیں۔'' بالی پاستا میں دیگر مصالحوں کو ملاتی ہوئی بولی' اس کی بات پر ان کو شاک ہوا تھا۔
''کہاں گئی ہے اور کب؟ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں اسی ٹائم؟''
''لاریب صاحب کی کار اندر آئی تھی ان کے اندر جاتے ہی وہ گھر سے چلی گئی تھیں' یہ کہہ کر وہ لاریب صاحب کے جانے کے بعد ہی آئیں گی۔''
''پاؤں میں پہلے ہی اتنی تکلیف تھی رات بے دھیانی میں' میں اس کے پاؤں پر چڑھ گئی تھی' خون ہی خون ہو گیا تھا پاؤں زخم اور گہرے ہو گئے تھے۔ میں نے تکلیف کی وجہ سے یونیورسٹی بھی نہیں جانے دیا تھا اور اب وہ لاریب کو دیکھ کر ایسے گھر سے گئی ہے جیسے وہ کوئی ڈریکولا ہو۔''
''ماسی..... لاریب صاحب روز روز گھر کیوں آ جاتے ہیں؟''
''اے بذات یہ اب تو فیصلہ کرے گی کہ کون گھر میں کیسے آئے گا؟ اوقات میں رہ اپنی' تجھے یہ فیصلہ کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔''
''مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے لیکن انشراح آپ کی ان ہی باتوں سے آپ سے دور ہوتی جا رہی ہے اس کا خیال کریں ماسی۔'' پاستا تیار کرنے کے بعد وہ کباب فرائی کر رہی تھی۔
''کال کرتی ہوں اسے ابھی۔''
''وہ موبائل گھر پر ہی چھوڑ کر گئی ہے تاکہ آپ اس کو تنگ نہ کر سکیں۔ میں نے کہا بھی لے جاؤ' لیکن وہ لے کر نہیں گئی۔'' وہ اس کو گھورتی ہوئی وہاں سے چلی گئیں۔
لاریب بڑی بے تابی سے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی نگاہیں انشراح کی دید کی پیاس سے ترس رہی تھیں اس کی خاطر وہ اپنی بیرونی سرگرمیاں ترک کیے ہوئے تھا۔ جہاں آرا پر دولت لٹا رہا تھا کہ جانتا تھا اس شاطر و لالچی بڑھیا کو رام کر کے انشراح کو پا سکتا تھا۔ انشراح وہ گولڈ فش تھی جو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی پھسل جاتی تھی۔
''آپ انشراح کو بلانے گئی تھیں آنٹی..... کہاں ہیں وہ؟'' وہ ان کو تنہا آتے دیکھ کر سخت بدمزہ ہوا تھا۔
''وہ میڈیسن لے کر بے خبر سو رہی ہے' بہت درد ہے بچی کے پاؤں میں' دراصل رات وہ یہاں بیٹھی بالی کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی' لائٹس آف تھیں میں نے یہاں آتے ہوئے دیکھا نہیں اور اس کے زخمی پاؤں پر چڑھ گئی اور مت پوچھیں کیا حال ہوا اس کا؟'' وہ ایک جھرجھری لے کر گلوگیر لہجے میں گویا ہوئیں۔
''اوہ ویری سیڈ..... پھر تو بہت درد ہوا ہو گا؟''
''تبھی تو نیند کی دوائی دے کر سلایا ہے تاکہ اٹھے تو فریش ہو۔''
''کب تک بیدار ہوں گی وہ؟ میرا مطلب ہے میرے' بہت اعلیٰ و بہترین ڈاکٹر سے تعلقات ہیں میں ان کو وہاں دکھا دیتا۔''
''شاید..... صبح ہی اٹھے گی وہ اور اگر جلد اٹھ بھی گئی تو کسی طور ڈاکٹر کے یہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہو گی۔ میں بھی ڈاکٹر سے ہی بینڈیج کروا رہی ہوں۔'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولیں۔

❀.....❀.....❀

انشراح اس کی جنونیت پر دم بخود کھنچتی چلی آئی تھی پھر اس نے اسے بازو سے اس انداز میں پکڑا کہ دور سے دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ کوئی کپل ایک دوسرے کا بازو تھامے جا رہے ہوں۔
''میں تمہیں جان سے مار دوں گی چھوڑو مجھے.....'' حیرانی و بے یقینی کی کیفیت سے وہ باہر نکلی تو تڑپ کر چیخی اور تب تک وہ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔
''میں کہتی ہوں کار روکو..... روکو کار.....''
''خوب چیخو چلاؤ' بلاؤ اپنی مدد کے لیے لوگوں کو۔'' وہ ایک ہاتھ سے کار ڈرائیو کر رہا تھا دوسرے ہاتھ سے اس کے مزاحمت کرتے ہاتھوں کو روکتے ہوئے تمسخر سے کہہ رہا تھا۔
''تم جیسی عورتیں ہوتی ہیں جو مردوں کو سیدھے راستے پر چلنے نہیں دیتیں خود تو غلط ہوتی ہیں ساتھ میں مردوں کو بھی غلط کرنے

پر مجبور کرتی ہیں۔'' وہ زہر خند لہجے میں کہہ رہا تھا۔
''مجھے نہیں پتا تم کن عورتوں کا ذکر کررہے ہو؟ کس عورت نے تمہیں ذہنی مریض بنادیا ہے کہ ہر لڑکی میں تمہیں وہی نظر آتی ہے یہ کیسا انصاف ہے کہ تم سب کو سزا ایک عورت کی غلطی کی دو گے؟ ہر لڑکی ہر عورت کو غلط سمجھو گے؟'' اس کے آہنی حوصلوں کے آگے اس کی مزاحمت دم توڑ گئی تھی کار میں بلائنڈ گلاسز لگے ہوئے تھے مدد کس سے طلب کرتی؟ دونوں کے درمیان تنفر و غصہ اس قدر تھا کہ دونوں ہی ایک دوسرے سے آپ کی جگہ تم استعمال کررہے تھے۔
''ہر لڑکی ہر عورت غلط نہیں ہوتی صرف تم جیسی غلط ہوتی ہیں۔''
''کیا کیا ہے میں نے تمہارا...... کس جرم کی سزا دے رہے ہو؟ کار روکو بہت ہوگیا ہے یہ پاگل پن ختم کرو اب۔'' وہ مچلی۔
''لاریب کو میں غلط سمجھتا رہا اس کو سمجھاتا رہا کہ وہ عورت کو کھلونا نہ سمجھے عزت کرے عورت کی لیکن میں یہاں غلط تھا صحیح کرتا ہے وہ جو تم جیسی لڑکیوں کو ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرتا ہے۔'' نوفل اس کی بات کہاں سن رہا تھا وہ کسی اور دنیا میں گم تھا۔ جس شخص کی غلیظ نگاہوں کی حدت سے بچنے کے لیے درد کرتے پاؤں کے ساتھ وہ گھر سے نکل آئی تھی اور وہ اس کا ہی حوالہ دے رہا تھا۔
''تم اور تمہارا وہ کمینہ بھائی دنیا کے ذلیل ترین انسان ہو۔'' وہ نفرت بھرے انداز میں بول گئی۔
''شٹ اپ...... شٹ یو ماؤتھ۔'' وہ بری طرح چیخا۔
''یو شٹ اپ اینڈ شٹ یور ماؤتھ۔'' وہ اسی انداز میں غرائی۔
''اس دنیا کو تم لوگوں نے اپنے باپ کی جاگیر سمجھا ہوا ہے۔''
''میرے باپ کا نام مت لو ورنہ میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔'' وہ اس کی بات قطع کرکے دھاڑا۔
''اوکے...... نہیں لیتی اب تم بھی کار روکو اور مجھے جانے دو۔'' اس نے سوچا تحمل سے بات کی جائے کہ آگ سے آگ مل کر بھڑکتی ہے بجھتی نہیں ہے پھر وہ خود کو اس کے سامنے کمزور محسوس کررہی تھی اور جس طرح سے وہ گھسیٹ کر لایا تھا پاؤں کی انگلیاں مزید گھائل ہوگئی تھیں جن سے خون رسنے کے ساتھ ہی ٹیسیں بھی اٹھنے لگی تھیں۔
''ابھی تم کہہ رہی تھیں میں دنیا کا ذلیل ترین انسان ہوں اور تم نے اس ذلیل ترین انسان سے یہ اسپیکٹ کس طرح کی کہ میں تمہیں اتنی آسانی سے جانے دوں گا؟'' وہ گیئر بدلتا ہوا اس کی طرف دیکھ کر گمبھیر لہجے میں بولا۔
''کیا مطلب...... کیوں نہیں جانے دیں گے آپ مجھے؟''
''اوہ آپ...... ! یہ اچانک اتنی عزت کے لائق کیسے ہوگیا میں؟'' بڑی کاٹ دار مسکراہٹ لبوں پر نمودار ہوئی۔
''دنیا کا ذلیل ترین انسان بھلا اس قابل کہاں ہوتا ہے کہ اس سے آپ جناب سے گفتگو کی جائے مجھے تم سنگسار کرو۔''
''پلیز جو ہوا میں اس پر شرمندہ ہوں معذرت کرتی ہوں مجھے جانے دیں۔ میرے گھر والے پریشان ہورہے ہوں گے بہت وقت گزر گیا ہے۔'' اور اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ کار کس راستے پر لے جارہا تھا البتہ راستہ سنسان و ویران تھا۔ اس کے وجیہہ چہرے پر عجیب وحشت و درندگی چھائی ہوئی تھی اور وہ مارے دہشت کے اس سے چھٹکارا پانا چاہ رہی تھی۔
''یہ بھی تم جیسی عورت کی چال ہوتی ہے ساری مکاری ساری چالاکی و فریب تم میں اس عورت جیسی بھری ہوئی ہے جس سے میں نفرت سے بھی زیادہ نفرت کرتا ہوں۔ وہ اس وقت میرے ہاتھوں سے بچ گئی تھی کہ میں اس وقت اس قابل نہیں تھا لیکن تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچو گی۔'' اس کے لہجے نے اس کی رگ و پے میں سنسنی سی دوڑادی تھی خوف کی شدید لہر اس کے اندر دوڑتی چلی گئی تھی۔ اس کے وجیہہ چہرے پر نرمی و ملائمت کا شائبہ تک نہیں تھا محسوس ہی نہیں ہورہا تھا کہ یہ وہ ہی نوفل ہے جس کے چہرے پر نرمی و انداز میں شائستگی رہتی تھی۔ بے شک وہ صنف مخالف سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتا تھا مگر عاکفہ وغیرہ سے بات کرتے ہوئے اس کے لہجے میں ایسی درندگی و چہرے پر وحشت نہ ہوتی تھی۔
''پلیز اسٹاپ دا کار۔'' پہلی بار اس کا خوف و بے بسی سے واسطہ پڑا تھا۔
''خاموش بیٹھی رہو۔'' کار کی اسپیڈ مزید بڑھ گئی تھی۔
''کہاں لے کر جارہے ہیں؟''

"دنیا کے اس پار۔"
"میری مرضی واجازت کے بنا تم مجھے کہیں نہیں لے جاسکتے سمجھے تم؟" وہ بپھری ہوئی اس کے ہاتھوں پر جھپٹی اور وہ جو اس سے اس قدر جرأت کی توقع نہیں کررہا تھا۔ سنبھالتے سنبھالتے بھی اسٹیئرنگ اس کے ہاتھوں سے بے قابو ہوا اور کار بے قابو ہوکر ایک ٹیلے سے جاٹکرائی تھی۔

❁......❁......❁
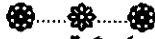
"بھائی جان اتنے دنوں بعد آئے اور اتنی جلدی چلے بھی گئے تھوڑا ہمارے آنے کا انتظار ہی کرلیتے میرا تو بہت دل چاہ رہا تھا ان سے ملنے کے لیے۔" وہ لوگ گھر آئے تو معلوم ہوا مدثر صاحب آئے تھے اور کچھ دیر سودہ کے پاس بیٹھ کر چلے گئے تب سے صوفیہ کا دل بھائی کی محبت میں تڑپ رہا تھا۔
"شاہ زیب کے بتانے پر وہ اپنی لاڈلی کی عیادت کو آئے تھے مدثر میاں کی طبیعت بہتر نہ لگ رہی تھی بہت کمزور ہوگئے ہیں وہ۔" بوا بھی اپنا کام نبٹا کر ان کے درمیان بیٹھ گئی تھیں۔
"بوا آپ معلوم کرتیں ان سے طبیعت کے بارے میں ایک عرصے سے وہ یہاں آرہے ہیں نہ کوئی رابطہ کیا ہے۔" زمرد نے کہا۔
"پوچھا تھا میں نے ٹال گئے تھے مجھے تو۔"
"عمرانہ بھابی کی وجہ سے ہم صالحہ بھابی سے مل بھی تو نہیں سکتے۔"
"صالحہ سے مل کر ہم گھر میں نئے فساد کو دعوت دینے کی حماقت نہیں کرسکتے' تم بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے اچھی بیگم بضد ہے سودہ کو بہو بنانے پر کسی طور ٹل ہی نہیں رہیں؟" زمرد کشن ٹانگوں کے نیچے رکھتے ہوئے بولیں۔
"میرے ارادے کی کیا بات کرتی ہیں آپ بھابی' اچھی آپا نے ہمیشہ سے ہی ہر چیز پر اپنی اجارہ داری رکھی ہے۔ اب سودہ پر بھی دھونس سے کام لے رہی ہیں' محبتوں میں دھونس و زبردستی چلا کرتی ہے بلاوجہ کی دادا گیری میں بات مانی جاسکتی نہ منوائی جاسکتی ہے۔"
"کچھ لوگوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے پھر بھی تم سوچ لینا صوفیہ' اچھی کا بیٹا ماں' بہن سے بہت مختلف تھا سلجھا ہوا مہذب و بااخلاق۔"
"بھابی' ہمارے گھر میں بہوئیں بیٹوں کے نکاح میں بندھ کر آتی ہیں مگر حقیقت میں ان کو تعلق سسرالیوں سے استوار کرنے پڑتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ میں نے سودہ کو جنم دیا ہے پالا پوسا آپ نے ہے مجھ سے زیادہ سودہ پر آپ کا اور دونوں بھائیوں کا حق ہے جہاں آپ لوگ مناسب سمجھیں اس کا رشتہ طے کردیں یہ حق میں نے آپ لوگوں کو دیا۔"
"مناسب کی بات بھی کیا کہی ہے تم نے صوفیہ بٹیا' ان بچوں کے علاوہ میری بھی آرزو یہی رہی ہے کہ سودہ اور زید میاں کی جوڑی بن جائے وہ دونوں ایک ساتھ بہت خوب صورت لگیں گے۔" بوا نے فوراً کہا۔
"آئندہ ایسی بات خواب میں بھی مت سوچیے گا بوا....." صوفیہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔
"عمرانہ جیسی عورت بہو کو بھی ٹی بی لگا کر مار دے گی' وہ صرف زید کو اپنی غلامی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہے۔ زید کو کسی اور کے ساتھ وہ برداشت ہی نہیں کریں گی اور زید وہ پہلے ہی ماں کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتا ہے وہ وہی کرے گا جو اس کی ماں کہے گی۔" صوفیہ کے لہجے میں تنفر تھا۔
"تمہارے خدشے بھی درست ہیں صوفیہ..... لیکن بوا نے جو آرزو بیان کی ہے وہ سچ مچ ہمارے دلوں کی اولین خواہش ہے سودہ اور زید کو ساتھ دیکھنا لیکن عمرانہ کسی طور سودہ کو قبول نہیں کرے گی۔ اسی وجہ سے کبھی اس خواہش کو ظاہر ہی نہیں کیا حالانکہ زید کو راضی کرنا مشکل نہیں....." زمرد نے آہ بھرتے ہوئے دل کی بات کی۔
"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بڑی بیگم' زید میاں میں تبدیلی آرہی ہے جس طرح وہ میرے کہنے پر فوراً چلے آئے تھے سودہ کے چھالے صاف کرنے' میں بھی حیران رہ گئی تھی۔"

❁......❁......❁

کار ٹیلے سے ٹکرا کر رک گئی اور اس کا سر پوری طاقت سے اسٹیئرنگ سے ٹکرایا تھا چند لمحے اس کا سر چکرا کر رہ گیا تھا مگر پھر فوراً ہی وہ سنبھلا اور انشراح کی طرف دیکھا۔

وہ سیٹ سے تقریباً گری ہوئی بے سدھ تھی اس نے گہری سانس لے کر اپنے منتشر اعصاب کو یکجا کرنے کی سعی کی...... اس کی حالت ایسی تھی جیسے بے تحاشا بھاگتے ہوئے طویل سفر کیا ہو۔ سالوں کا سفر اذیت کا سفر ہوش و خرد سے بے گانہ کردینے والی وحشت کا سفر جس کی مسافت خاردار تھی۔ روح کو زخم زخم کرنے والی اور وہ جب اس دشت خار سفر میں سرگرداں ہوتا تھا تو پھر بدل جاتا تھا اس کی شائستگی و مہذب انداز بدل کر رہ جاتا تھا۔ وہ جس جنون میں انشراح کو لے کر آیا تھا وہ اب تحلیل ہوگیا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا وہ کسی ڈراؤنے خواب سے بیدار ہوا ہو۔

''مائی گاڈ...... اس بچپن کے آسیب کی قید سے میں کب رہائی پاؤں گا؟'' بڑبڑاتے ہوئے وہ انشراح کی طرف دیکھ رہا تھا جو بے ہوش تھی اور بے ترتیب انداز میں گری ہوئی تھی۔ وہ جنون میں اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے آیا تھا' اب حواس ٹھکانے آنے پر وہ اس کو بے ہوشی میں بھی چھونے پر شش وپنج میں مبتلا تھا۔ کچھ دیر تک وہ بیٹھا سوچتا رہا کس طرح ہاتھ لگائے یہ بہت مشکل مرحلہ تھا ماما کے علاوہ وہ گھر کی عورتوں سے بھی فاصلے پر رہتا تھا صرف ایک ماما تھیں۔ جن کے مقدس لمس میں سکون واپنائیت تھی لیکن اس لڑکی کو ہاتھ لگانا جو غیر و ناپسندیدہ تھی جس کی بولڈنیس اور کانفیڈنٹ میں اس عورت کی پرچھائیاں دکھائی دیتی تھیں اور یہی وجہ بنی تھی اس سے تکرار و نفرت کی جو اس کی دہری شخصیت کی وجہ بنی تھی۔

کچھ منٹ اور اس تگ ودو میں گزرے تھے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ چھوٹے بڑے ٹیلوں اور خودرو جھاڑیوں و پیڑوں سے یہ کچا پکا علاقہ بھرا پڑا تھا۔ آبادی کا دور دور تک نشان نہ تھا' کوئی مدد کے لیے دستیاب نہ تھا ناچار یہ ناپسندیدہ کام اسے ہی کرنا تھا' اس نے جھجکتے ہوئے بے حد آہستگی سے اس کے بازو پکڑتے ہوئے سیدھا کیا تھا۔ اس کا چہرہ بازو پر آ کر ٹک گیا تھا' اسے بے حد عجیب سا فیل ہوا' وہ بدتمیز و مغرور لڑکی اس کے اتنے قریب تھی کہ اس کی سانسیں اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔ بڑی بے بس و بے خبر حالت میں تھی' لمبی زبان و مشعل کی طرح روشن آنکھیں بند تھیں' وہ اس کو دیکھ رہا تھا۔ استہزائیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی۔

''بچ گئی تم' بچت ہوگئی تمہاری' نوفل عکرمہ ابھی ماضی کے جنون و کرب سے آزاد حال میں موجود ہے اگر ماضی کی آگ میں جلتا ہوا نوفل ہوتا تو تم کو بھی جلا کر خاک و راکھ کردیتا۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ وہ اس کو ابھی اپنے بازو سے علیحدہ کرنا ہی چاہتا تھا معاً اس نے آنکھیں کھول دی تھیں وہ گویا شاکڈ ہوگئی چند لمحے سوئے ذہن کے ساتھ وہ اسے دیکھتی رہی اور پھر جیسے ہی شعور بیدار ہوا تو اس کی سوئی سوئی آنکھوں میں پہلے تحیر پھر اشتعال پھیلتا چلا گیا۔

''تم......؟'' اس نے ایک جھٹکے سے خود کو اس کے بازو سے علیحدہ کرتے ہوئے دور کیا اور وہ جو اس کو ہوش میں دیکھ کر بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا تھا چونک کر دور ہوا۔ چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

''سوری جو تم سمجھ رہی ہو ایسا کچھ نہیں تھا وہ......''

''بکواس بند کرو' تمہیں جرأت کیسے ہوئی مجھے ٹچ کرنے کی؟'' وہ اس کی بات کاٹ کر غصہ سے چیخی۔

''تم بکواس بند کروانے' مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم کو ٹچ کرنے کا ہونہہ' تم جیسی لڑکیوں سے تو ہمدردی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ مر رہی ہوں تو مر جانے دینا چاہیے' یہی غلطی ہوگئی ہے مجھ سے بے ہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کررہا تھا اور تم سمجھ رہی ہو کہ میں تم پر مرمٹا ہوں' تمہیں چھونے کو بے قرار ہوں' مائی فٹ۔'' اس نے پرطیش لہجے میں کہتے ہوئے کار اسٹارٹ کی۔

''تم کیا چیز ہو...... تمہاری پرچھائیں سے بھی میں دور رہنا چاہتا ہوں' سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہوں میں تم کو۔'' وہ لفظوں کی گولہ باری کرتا ہوا کار ہواؤں کے دوش پر اڑا رہا تھا اس کے چہرے پر اس قدر اشتعال انگیزی وسختی تھی کہ محسوس ہورہا تھا وہ کوئی انسان نہیں پتھر سے بنا ہوا کوئی مجسمہ ہے۔

❁......❁......❁

مائدہ...... صبح میں آپ کو کالج ڈراپ کروں گا وین ہٹادی ہے میں نے۔''

"وین کیوں ہٹادی ہے بھائی آپ نے؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"روز کالج کے قریب سے ہی جانا ہوتا ہے تو سوچا بلاوجہ کیوں وین میں جاؤ میں ڈراپ کروں گا اور پک بھی کرلوں گا۔" اس کے لہجے میں وہی نرمی و ملائمت تھی جو اس سے بات کرتے وقت ہوتی تھی مگر اس نے محسوس کیا محبت کی مہک یا اعتماد کی خوشبو مفقود تھی۔
"ٹھیک ہے بھائی لیکن ایک بات پوچھوں آپ سے؟" وہ ڈرتے ڈرتے گویا ہوئی' جب سے تھپڑ کھایا تھا وہ فاصلے پر رہتی تھی۔
"ہوں..... کیا پوچھنا ہے تم کو؟" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔
"بھائی..... آپ کو مجھ پر ابھی بھی اعتبار نہیں آیا؟" وہ خاموش رہا بعض دفعہ لفظ گونگے ہوجاتے ہیں' پتھر بن جاتے ہیں۔
"آپ نے سودہ کی بات پر یقین کیا..... میری بات پر یقین نہیں کیا آپ نے بھائی' کیا میں آپ کی بہن نہیں ہوں' سودہ......"
"بار بار نام مت لو اس کا۔" غصہ مشکل سے ضبط کیا۔
"میں تم سے ناراض نہیں ہوں' صبح جلدی ریڈی ہوجانا۔"
"لیکن سودہ کالج نہیں جائے گی پاؤں جلنے کی وجہ سے' پھر میں جاکر کیا کروں گی؟ وہ ٹھیک ہوجائے گی تو ہم ساتھ ہی جائیں گے۔"
"اس کو ابھی کچھ دن لگیں گے تب تک پڑھائی کا بہت نقصان ہوگا۔"
"سودہ زیادہ دن کالج سے دور نہیں رہ سکتی' وہ دو دن بھی رکی تو بڑی بات ہے ابھی بھی کتاب اس کے ہاتھوں میں ہے۔" وہ نہ چاہتے ہوئے اس کی اچھائی بیان کرنے پر مجبور تھی۔
"لاسٹ سمسٹرز ہونے والے ہیں دل لگا کر پڑھائی کرو' دیکھ رہا ہوں ایک عرصے سے پوزیشن بہت ویک چل رہی ہے تمہاری۔" وہ اثبات میں گردن ہلاتی چلی گئی تھی اور دل ہی دل میں ہنستے ہوئے سوچ رہی تھی ایک ہی دل ہے کہاں کہاں لگائے اور کس کس کے ساتھ؟
"مائدہ بیٹی' زید میاں کے دوست جنید آئے ہیں' میں نے ان کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے' میں کچن میں جارہی ہوں آپ ان کو بتادیں۔" بوا اس کو بتا کر عجلت میں چلی گئی تھیں' اس نے پلٹ کر دیکھا زید کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ ابھی آفس سے آیا تھا اور یقیناً شاور لے رہا ہوگا' اس کو یاد آیا ڈیڑھ دو سال قبل اس نے سرسری طور پر جنید کو دیکھا تھا تب بھی وہ خاصا ہینڈسم لگا تھا اور اس وقت ان جذبوں سے آشنائی نہیں تھی اور یہ سوچ کر خوش تھی کہ اس کے بھائی کا دوست بھائی کی طرح ہی خوب صورت و پرکشش ہے لیکن اب دل کی حالت ہی بدل گئی تھی جو خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہمکتا رہتا تھا۔
وہ دبے قدموں سے چلتی ہوئی آئی پھر کھڑکی سے اندر جھانکا تھا' لائٹ کلر کے تھری پیس سوٹ میں وہ بیٹھا میگزین دیکھ رہا تھا۔ سپید رنگت' جاذب نظر نقوش' کشادہ پیشانی' گھنی مونچھیں۔ وہ ایک دل موہ لینے والی پرسنالٹی کا مالک تھا اس نے دیکھا اور دیکھتی ہی رہ گئی تھی وہ ایسا ہی تھا جس کو پانے کی تمنا زندگی کا حاصل لگا کرتی ہے اور وہ سچ مچ اس پر دل ہار گئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

عمر کی لا حاصلی سے مل لیے
چلتے چلتے زندگی سے مل لیے
ایک ادھوری داستانِ غم کوئی
نا مکمل ایک خوشی سے مل لیے

یہ موسم سرما کی خوشگوار سی دوپہر تھی۔ سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا اور ایک اچھی سی گیم کا اختتام کرنے کے بعد اس وقت عبدالواحد اپنے دوست توفیق مرزا کے ساتھ گالف کلب سے باہر نکل رہے تھے۔

"اب وہ پہلے والی ہمت اور اسٹیمنا نہیں رہا۔" عبدالواحد صاحب ہولے ہولے قدم اٹھاتے ہوئے بولے۔

"ہاں یار اب وہ جوانی کے دن اور راتیں کہاں سے لائیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اب ہم بڈھے ہوگئے ہیں۔" توفیق مرزا نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے تسلیم کیا' پھر یک دم انہیں کچھ خیال آیا تو کہنے لگے۔ "ہاں یار تمہیں زاہد کا پتہ چلا؟" انہوں نے عبدالواحد صاحب سے پوچھا۔

"کون زاہد؟" عبدالواحد نے الثاان سے پوچھا۔

"اپنا زاہد عباس یار...... تین چار دن پہلے ہارٹ اٹیک میں چل بسا بے چارہ۔" توفیق مرزا نے دھیرے سے بتایا۔

ایک لمحے کو عبدالواحد ٹھٹک کر رکے...... انہیں اس خبر سے واقعی شاک لگا تھا۔ زاہد عباس کا شمار ان کے اچھے دوستوں میں ہوتا تھا' اب تو خیر وہ عرصہ دراز سے امریکہ مقیم تھے پھر بھی دو ڈھائی مہینے بعد وہ فون پر ایک دوسرے کا حال احوال پوچھ لیتے تھے اور اب توفیق مرزا بتا رہے تھے کہ زاہد تین چار دن پہلے اللہ کو پیارے ہوگئے اور انہیں یہ افسوس ناک خبر اتنی دیر میں پتہ چلی۔

"دھچکا لگا نا سن کر' صحت کے لحاظ سے ہم سے تو تگڑا تھا زاہد' کیسے اچانک چٹ پٹ ہوگیا۔" توفیق مرزا بولے۔

"اس کی خواہش تھی کہ اسے پاکستان میں دفنایا جائے لیکن وہیں امریکہ میں ہی تدفین ہوئی ہوگی۔" عبدالواحد افسردگی سے بولے۔

"ظاہر ہے یار' اس کے سارے بچے وہیں سیٹل ہیں پاکستان میں کون سا قریبی رشتہ دار بستا تھا اس کا' اس کے بچوں نے جو مناسب سمجھا' وہی فیصلہ کیا۔" توفیق مرزا بولے۔

"کیسا زندہ دل شخص تھا زاہد اور کیسی خاموشی سے چلا گیا۔ یقین نہیں آتا یار۔" عبدالواحد گہرا سانس بھرتے ہوئے بولے۔

"ارے یار میرے اور زاہد جیسے لوگ تو یونہی خاموشی سے مرتے ہیں' اصل دھوم دھڑ کا تو تیرے مرنے پر ہوگا۔ اخباروں میں فرنٹ پیج پر سرخی لگے گی' تعزیتی مضمون چھپیں گے۔ ٹی وی پر ایک بار تو بریکنگ نیوز آئے گی' پھر بار بار بھی سلائیڈ چلے گی۔ ہمارا کیا' ہم تو ادھر مرے تو ادھر دفن ہوئے' تذکرہ ہوگا بھی تو ان الفاظ میں کہ مرحوم توفیق مرزا عبدالواحد صاحب کے

قریبی دوست تھے۔ عبدالواحد ہمدانی جو نہ صرف معروف قانون دان ہیں بلکہ صاحب طرز ادیب، شاعر اور افسانہ نگار بھی ہیں۔ ان کی شاعری کی مشہور کتابیں.....!"

"اچھا بس کرو مرزا۔ انٹ شنٹ بولنے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں۔" عبدالواحد نے ہنستے ہوئے دوست کی بات کاٹی۔ مرزا بھی مسکرا دیئے تھے اتنے میں کسی نے پیچھے سے آواز دے کر انہیں پکارا تھا۔ دونوں دوست رک گئے تھے۔

"شکر ہے آپ لوگوں سے ملاقات ہوگئی۔ یہ میرے بھانجا، بھانجی ہیں، بچوں کو بہت شوق تھا آپ سے ملنے کا۔" کلب کے سنیئر ممبر باسط احمد عبدالواحد صاحب سے مخاطب تھے۔ ان کے ساتھ بیس بائیس برس کا لڑکا اور تقریباً اتنی ہی عمر کی لڑکی بھی جن کا تعارف انہوں نے اپنے بھانجے، بھانجی کی حیثیت سے کروایا تھا۔

"بہت بڑے فین ہیں جناب یہ آپ کے۔ ایک سیلفی اور ایک آٹوگراف کی فرمائش، ہے فقط۔" باسط احمد صاحب مسکرا کر مخاطب ہوئے۔

"ضرور کیوں نہیں۔" عبدالواحد صاحب بھی خوشدلی سے مسکرا دیے تھے۔ بچوں سے بھی رسمی طور پر دو چار باتیں کیں۔ تصویریں کھنچوا کر آٹوگراف بک پر اپنا مشہور زمانہ شعر لکھ کر نیچے دستخط کردیئے۔ لڑکا، لڑکی خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ وہ ممنون ہو کر ان کا شکریہ ادا کررہے تھے۔ عبدالواحد صاحب نے متانت بھری مسکراہٹ کے ساتھ لڑکے کا شانہ تھپکا پھر باسط احمد سے الوداعی مصافحہ کرکے دونوں دوست پارکنگ کی طرف بڑھ گئے تھے۔ توفیق مرزا نے اپنی گاڑی اور ڈرائیور کو ڈھونڈنے کے لیے نگاہیں دوڑائیں مگر نگاہیں ناکام لوٹ آئیں۔

"تھوڑی دیر کی رخصت مانگ کر گیا تھا گدھا، اب تک نہیں لوٹا۔ زچ کرکے رکھ دیتا ہے مجھے۔" توفیق مرزا نے جھلا کر ڈرائیور کو کوسا پھر سیل فون نکال کر اس سے رابطے کی کوشش کی تھی۔ اتنے میں عبدالواحد کا ڈرائیور قریب آ گیا تھا۔

"چلیں سر۔" اس نے مودب انداز میں عبدالواحد کو مخاطب کیا۔

"یار تم عبدل جیسا ڈرائیور مجھے بھی ڈھونڈ کر نہیں دے سکتے۔" مرزا دوست سے مخاطب ہوئے۔ انہیں ہمیشہ عبدالواحد کے ڈرائیور پر رشک آتا تھا۔ مودب، مہذب اور وقت کا پابند۔

"ڈرائیور تو ڈھونڈ کر نہیں دے سکتا لیکن تمہیں ڈراپ ضرور کرسکتا ہوں..... چلو بیٹھو۔" عبدالواحد اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے مسکرائے۔

"تمہیں زحمت ہوگی یار۔ مصروف آدمی ہو خوامخواہ دوسرا روٹ لینا پڑے گا اور تم نے تو شاید کچھ دیر بعد کسی سیمینار میں شرکت کے لیے بھی جانا ہے۔"

"بیٹھ جاؤ، تکلف میں مت پڑو، تمہیں پہلی بار ڈراپ تھوڑی کررہا ہوں، اب تو یہ معمول سا بن گیا ہے۔" عبدالواحد نے مسکرا کر جگری دوست پر چوٹ کی۔ مرزا بھی خفیف سا ہو کر مسکرا دیئے مگر پھر دوست کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ ہی گئے۔ اب عبدالواحد دوست کو شام میں ہونے والے سیمینار کے موضوع اور مقصد سے آگاہ کرنے لگے..... مرزا پوری توجہ سے دوست کی بات سن رہے تھے اور گاڑی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔

☆......☆......☆

آج عبدالواحد صاحب نے بہت مصروف دن گزارا تھا۔ ملک کی مشہور ادبی تنظیم نے ان کے اعزاز میں شاندار تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ نامی گرامی ادیب باری باری اسٹیج پر آ کر ان کی شخصیت اور فن پر روشنی ڈال رہے تھے۔ وہ مسکراتے لبوں کے ساتھ سب کو سن رہے تھے۔ زندگی نے جتنی کامیابیاں ان کے دامن میں ڈالی تھیں ایسا خوش قسمت کوئی کوئی ہی ہوتا ہے۔ عزت، دولت، شہرت، کیا نہیں تھا ان کے پاس، عمر کے اس حصے میں وہ اپنی زندگی سے بہت مطمئن اور آسودہ تھے۔ مصروف دن گزار کر شام ڈھلے وہ گھر پہنچے تھے۔ موڈ خاصا خوشگوار تھا۔ بیوی بچوں کے ساتھ ڈنر کیا، گپ شپ کی پھر معمول کے مطابق اسٹڈی کا رخ کیا لیکن آج جانے کیوں عجیب سی تھکن نے وجود کا احاطہ کرلیا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی وہ بیڈ روم میں آ گئے۔

"کیا ہوا؟ آج اتنی جلدی نیند آ گئی۔" بیگم ان کے معمول سے آگاہ تھیں سو حیرت کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکیں۔

"نیند تو نہیں آ رہی لیکن طبیعت میں کچھ گرانی محسوس ہو رہی ہے، ریلیکس کرنا چاہ رہا ہوں۔" انہوں نے بیوی کو رسانیت بھرے انداز میں جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے، آپ آرام کریں تندرستی کے لیے بھرپور

نیند لینا بھی ضروری ہے۔ آپ تو رات کو بمشکل چار پانچ گھنٹے کی نیند لیتے ہیں۔'' بیوی نے ان کے لیٹنے کے بعد ان پر کمبل ڈالا اور لائٹ آف کردی۔ کچھ دیر بعد وہ واقعی گہری نیند سوگئے تھے۔ رات کے پچھلے پہر آنکھ کھلی انہوں نے کروٹ بدل کر پھر سونے کی کوشش کی لیکن عجیب سی گھبراہٹ اور بے چینی طاری ہونے لگی پھر سینے میں بھی درد اٹھنے لگا تھا کافی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی جب طبیعت نہ سنبھلی تو انہوں نے بیوی کو پکارا' پکار پر کوئی جواب نہ ملا تو انہوں نے گہری نیند سوئی بیوی کو شانہ پکڑ کر ہلایا۔

''جی؟'' مدحت نے مندی مندی آنکھیں کھول کر شوہر کو دیکھا۔

''طبیعت کچھ گھبرا سی رہی ہے۔'' وہ سینہ مسلتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

''بدہضمی ہورہی ہوگی رات کھانے پر بدپرہیزی بھی تو خوب کی تھی آپ نے۔'' وہ بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتے اٹھ بیٹھی تھیں پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیل کر میاں کو تھمایا۔

''جی کچھ سنبھلی طبیعت۔'' مدحت نے جمائی لیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں اب قدرے بہتر ہے۔ تم سو جاؤ۔'' انہوں نے بیوی کو جواب دیا اور خود بھی کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگے۔ ذرا سی دیر کو آنکھ لگی لیکن پھر سینے میں شدید درد کے ساتھ دوبارہ آنکھ کھلی اس بار چاہنے کے باوجود بیوی کو نہ پکار سکے۔ ہاتھ اٹھا کر اس کا شانہ ہلانا چاہا مگر ہاتھ بھی اٹھایا نہ جاسکا پھر ان پر عجیب وغریب سی بے ہوشی طاری ہونے لگی' جانے اس بے ہوشی کا دورانیہ کتنا طویل تھا' جب ہوش آیا تو وہ اپنے کمرے میں کھڑے تھے لیکن جانے کیوں مدحت بیڈ پر اوندھے ہوکر روتے ہوئے چیخ چلا رہی تھیں' وہ حیران پریشان سے آگے بڑھے لیکن بیڈ پر پڑے وجود کو دیکھ کر چونک گئے۔ مدحت جس وجود پر جھکے رو رہی تھیں وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہ خود تھے' وہ یعنی عبدالواحد ہمدانی' بیڈ پر ساکت حالت میں لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے آنکھیں پھاڑ کر بیڈ پر لیٹے ساکت وجود کو دیکھا اگر عبدالواحد ہمدانی سامنے تھے تو پھر وہ خود کیا تھے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو مدحت کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا لیکن

مدحت ان کے ہاتھ کا لمس محسوس ہی نہ کر پائی تھیں‘ وہ اب گھٹی گھٹی آواز میں چیختے ہوئے سسکیاں لے رہی تھیں پھر اسی لمحے ان کے کمرے کا دروازہ کھلا یہ ان کا بیٹا تھا جو ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آیا تھا۔

”کیا ہوا پاپا کو؟“ اس نے سامنے پڑے وجود کا چہرہ تھپتھپایا۔ کلائی تھام کر نبض محسوس کرنے کی کوشش کی‘ اتنے میں ان کی چھوٹی بیٹی بھی آ گئی تھی۔

”کیا ہوا پاپا کو؟“ اس نے متوحش ہو کر بھائی اور ماں کو دیکھا۔

”تمہارے پاپا ہمیں چھوڑ کر چلے گئے زونی۔“ مدحت نے بیٹی کو بھینچ کر گلے سے لگایا تھا‘ زنیرہ جوان کی لاڈلی بیٹی تھی جھٹکے سے ماں سے الگ ہوئی اور جھکا تو ان کو بھی لگا تھا یعنی کہ وہ...... اوہ...... حقیقت تو انہیں اب سمجھ آئی تھی وہ عبدالواحد ہمدانی سامنے ان کا مردہ وجود پڑا تھا اور یہ ان کی روح تھی‘ جو یوں الگ کھڑے ہو کر ساری صورت حال کا مشاہدہ کر رہی تھی۔

”ڈاکٹر کو فون کریں ممی‘ پلیز بھائی ڈاکٹر کو فون کریں‘ پاپا کو کچھ نہیں ہوا پاپا ٹھیک ہو جائیں گے۔“ زونی ہسٹریک ہو رہی تھی۔ ان کا بیٹا بہن کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا اسے دلاسہ دے رہا تھا۔

”ٹھیک ہے زونی میں بلاتا ہوں ڈاکٹر کو......“ اس نے بہن کو پچکارا پھر بیڈ کے سرہانے پڑے باپ کا سیل فون اٹھا کر فیملی ڈاکٹر کا نمبر ملایا۔

”کوئی فائدہ نہیں بیٹے میں مر چکا ہوں‘ اس حقیقت کو تسلیم کر لو۔“ انہوں نے بیٹے کو سمجھانا چاہا مگر پھر احساس ہوا کہ ان کی آواز ان کے علاوہ کوئی نہیں سن سکتا۔ ظاہر ہے وہ اب ایک روح تھے اور روحوں کا کوئی مادی وجود تو ہوتا نہیں...... ان کی آواز کوئی کیسے سن سکتا تھا؟ اس حقیقت کا ادراک ہونے کے بعد وہ خاموش ہو گئے اور خاموشی سے کھڑے ہو کر ساری کارروائی دیکھنے لگے۔ ذرا سی دیر میں ڈاکٹر آ گیا‘ اس نے بھی ان کی موت کی تصدیق کر دی۔ مدحت اور زنیرہ رو رو کر نڈھال ہو چکے تھے جبکہ نومی اب خود کو خاصا سنبھال چکا تھا اور ٹیلی فون پر مختلف لوگوں کو ان کے انتقال کی خبر دے رہا تھا۔ پھر وہ ماں سے ان کے جنازے کا ٹائم ڈسکس کرنے لگا۔ عبدالواحد کا چھوٹا بھائی دوبئی میں مقیم تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ پہلی دستیاب فلائٹ سے وطن واپس پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے‘ بھائی کو تب تک نہ دفنایا جائے۔ عبدالواحد مستقل اس نوعیت کی باتوں سے بور ہونے لگے تھے۔ وہ بیوی بچوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر باہر نکلے‘ لان میں ملازم دریاں بچھا رہے تھے وہ سرونٹ کوارٹرز کے قریب پہنچے تو وہاں سے بھی زور زور سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں یعنی کہ وہ اپنے ملازمین کے گھر والوں کو بھی اتنے عزیز تھے۔ حیرانی کے ساتھ انہیں دلی تسکین بھی ہوئی‘ یہ ان کے ڈرائیور عبدل کا کوارٹر تھا اور عبدل ہی مسلسل اپنے گھر والوں کو تسلی دے رہا تھا۔

”ارے روتے کیوں ہو رونے سے مرا ہوا شخص واپس تھوڑی آ سکتا ہے۔ اے نیک بخت‘ بس کر اب۔ رو رو کر برا حشر کر لیا ہے تو نے...... بجائے اس کے تو بچوں کو حوصلہ دے تُو تو خود ہی ہمت ہار گئی ہے۔“ عبدل بیوی سے مخاطب تھا۔

عبدالواحد کو اب تعجب ہونے لگا‘ عبدل کی بیوی ان کے مرنے پر یوں رو رہی تھی جیسے اس کا کوئی بہت اپنا بچھڑ گیا ہو‘ چند لمحوں تک وہ وہاں حیران سے کھڑے رہے پھر آگے بڑھنے کو تھے کہ کوارٹر سے عبدل نکلتا دکھائی دیا۔

”صاحب آپ؟“ عبدل انہیں دیکھ کر چونکا اور چونکے تو وہ خود بھی تھے یعنی عبدل انہیں دیکھ سکتا تھا۔

”کیا ہوا ہے عبدل تمہارے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں کیوں آ رہی ہیں؟“ انہوں نے حیرانی پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

”ہونا کیا ہے صاحب‘ میں مر گیا ہوں جی۔“ عبدل نے مسکین صورت بنا کر جواب دیا تھا اور جواب دینے کے ساتھ ہی وہ بھی ایک دم چونکا۔

”آپ مجھے دیکھ سکتے ہیں صاحب؟“ اس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ مسکرائے معمہ حل ہو چکا تھا‘ عبدل کے گھر والوں کے رونے کی وجہ اب سمجھ آ گئی تھی۔

”میں نہ صرف تمہیں دیکھ سکتا ہوں بلکہ سن بھی سکتا ہوں عبدل۔“ وہ مسکرا کر اس سے مخاطب ہوئے۔

”پر کیسے صاحب جی میں تو مر گیا ہوں۔ میرے گھر والے مجھے دیکھ‘ سن نہیں سکتے تو آپ کیسے؟“ عبدل الجھن میں گرفتار ہوا۔

”اتنا حیران پریشان ہونے کی ضرورت نہیں عبدل‘ تم مر گئے ہو اور تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا مگر میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں تو

اس کی فقط ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ....'' انہوں نے مسکراتے ہوئے بات میں وقفہ دے کر عبدل کی حیرانی سے مزید لطف لیا۔

''اور وہ یہ کہ میں خود بھی مر گیا ہوں یار۔'' انہوں نے مسکرا کر بات مکمل کی۔ عبدل نے چند لمحوں کے لیے ان کی بات پر غور کیا پھر وہ بھی ہنس پڑا۔

''یعنی کہ آپ بھی..... مگر کیسے صاحب' رات تک تو آپ بھلے چنگے تھے۔''

''رات تک تو تم بھی بھلے چنگے تھے یار۔'' انہوں نے اسے بے تکلفی بھرے انداز میں مخاطب کیا۔

''صحیح کہتے ہیں صاحب جی' موت کا وقت تو مقرر ہے ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ بس کوئی بہانہ یا سبب بن جاتا ہے۔ مجھے تو ہائی بلڈ پریشر لے بیٹھا..... شاید کوئی دماغ کی رگ وغیرہ پھٹ گئی تھی۔ بس منٹوں میں چٹ پٹ ہوگیا۔'' عبدل نے اپنے مرنے کی وجہ سے آگاہ کیا اب وہ باتیں کرتے کرتے کالونی کی سڑک پر واک کرنے لگے تھے۔ عام حالات میں وہ شاید عبدل سے اتنی بے تکلفی برتنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن اب حالات مختلف تھے۔ اس وقت پوری دنیا میں صرف عبدل ہی تھا جو انہیں پہچان بھی سکتا تھا اور دیکھ سن بھی سکتا تھا' حالات کی ہم آہنگی نے انہیں اپنے ڈرائیور کے ساتھ سڑکوں پر مٹر گشت کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

''اور سناؤ عبدل تمہارا جنازہ کب اٹھے گا؟'' انہوں نے پوچھا۔

''بس صاحب ایک بھائی نے سرگودھا سے اور چھوٹی بہن نے منڈی بہاؤالدین سے پہنچنا ہے' میرا خیال ہے شام تک دونوں آرام سے پہنچ جائیں گے بس پھر جنازہ اٹھالیا جائے گا۔'' عبدل نے پُرسوچ انداز اختیار کیا۔

''اور گھر میں کفن دفن کے پیسے تو ہوں گے نا۔'' انہوں نے ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں صاحب میری بیوی آڑے وقت کے لیے کچھ نہ کچھ بچت کیے رکھتی تھی' وہی پیسے اب کام آجائیں گے۔ ویسے بھی وہ بڑی خوددار عورت ہے جی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گی۔'' عبدل کے لہجے میں انجانا سا فخر چھپا تھا۔

''خوددار تو تم بھی بہت تھے۔ دوسرے نوکروں کے برعکس کبھی تنخواہ کے علاوہ ایک پائی نہ مانگی مجھ سے۔ ویسے سچ بتاؤ یار' اتنی قلیل تنخواہ میں تمہارا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ کیونکہ بچوں کو پڑھا لکھا بھی رہے تھے تم۔'' انہوں نے برسبیل تذکرہ پوچھا۔

''حلال کی کمائی میں خود بخود ہی برکت ہوجاتی ہے صاحب' الحمدللہ ٹھیک ٹھاک گزارا ہوجاتا تھا۔'' عبدل سادگی سے بولا۔

''ایک منٹ رکنا' ذرا ٹھہرنا عبدل۔'' یک دم وہ چلتے چلتے رکے تھے۔

عبدل نے صاحب کے حکم کی تعمیل میں اپنے بڑھتے قدم روک لیے۔ وہ دونوں جس گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے اس کے گیٹ پر بیٹھا چوکیدار اپنے سیل فون پر نیوز بلیٹن سن رہا تھا اور نیوز کاسٹر ان کے انتقال کی خبر ہی نشر کررہی تھی۔

''ان کی اچانک وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید مدتوں پورا نہ ہوسکے۔ عبدالواحد ہمدانی نہ صرف مشہور شاعر اور صاحب طرز ادیب تھے بلکہ معروف قانون داں.....''

''دیکھا عبدل ابھی مجھے مرے ہوئے زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی اور دنیا میں چرچے پھیل گئے۔'' وہ خبر سن کر حد درجے مسرور ہوئے۔

''آپ بڑے آدمی تھے صاحب' خبر تو نشر ہونی تھی مگر اتنی جلدی..... واقعی حیرت ہے صاحب۔'' عبدل بھی سخت متاثر اور مرعوب نظر آرہا تھا۔

''یہ تو صرف خبر تھی عبدل..... شام تک سارے چینلز ملک کی مشہور شخصیات کے تعزیتی پیغامات بھی وقفے وقفے سے نشر کریں گے اور پھر ملک بھر میں تعزیتی ریفرنس بھی منعقد ہوں گے ابھی تو ابتدا ہے عبدل۔'' وہ مسکرائے۔

''ہاں صاحب آپ زندگی میں کم مشہور تو نہ تھے' مجھے تو فخر ہوتا تھا کہ میں اتنی مشہور شخصیت کا ڈرائیور ہوں۔'' عبدل کے انداز میں بچوں کی سی معصومیت تھی۔

شام تک کا وقت یونہی سڑکوں پر مٹر گشت کرتے گزرا تھا۔

''میرا خیال ہے صاحب واپس چلیں اب جنازے کا ٹائم بھی ہونے والا ہے۔'' آخر عبدل کو ہی خیال آیا۔

''ہاں..... ہاں چلو بہت دیر ہوگئی۔'' انہوں نے فوراً اس کی بات سے اتفاق کیا۔ گھر کے قریبی جنازہ گاہ میں پہنچ کر وہ ایک بار پھر مسرور ہوگئے۔ تاحد نگاہ تک پھیلا ہوا ان کے جنازے کا منظر دو تین صوبائی وزیر' ایک وفاقی وزیر' فلم اور ٹی وی کے مشہور آرٹسٹ' مشہور شاعر اور ادیب' عوام کا جم غفیر' لوگ ان

کے غم سے نڈھال بیٹے کو پرسہ دے رہے تھے۔ عبدل بہت اشتیاق سے ان کے جنازے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

"شکر ہے دوبئی سے میرا بھائی بھی پہنچ گیا' فلائٹ مل گئی ہوگی۔" انہیں چھوٹے بھائی کو دیکھ کر یک گونہ اطمینان ہوا۔ آخرکار ان کی نماز جنازہ ادا ہوگئی' لوگ میت لے کر چلے گئے تو جنازہ گاہ میں ایک اور جنازہ لایا گیا' یہ چالیس' بیالیس افراد پر مشتمل مختصر سا جنازہ تھا۔ کچھ عبدل کے قریبی رشتہ دار' کالونی کی مسجد کے پیش امام' کالونی کے ہی کسی گھر کا چوکیدار' کوئی گارڈ تو کوئی مالی' بس ایسے ہی شرکاء تھے اور شاید عبدل کے جنازے کے شرکاء ایسے ہی ہوسکتے تھے' عبدل اسی پر مطمئن تھا۔ لوگوں کی باتوں سے پتہ چلا کہ جنازے میں تھوڑی بہت تاخیر اسی لیے ہوئی کہ منڈی بہاؤالدین سے پہنچنے والی اس کی بہن کا انتظار تھا لیکن ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے وہ پہنچ نہ پائی تھی۔ بس اسی بات نے عبدل کو ذرا سا افسردہ کردیا تھا۔ چھوٹی بہن سے وہ بہت پیار کرتا تھا۔

"پاکستان کی ٹرینوں کا یہی حال ہے عبدل تم دل چھوٹا مت کرو۔ بھائی تو تمہارے پہنچ گئے نا بس اسی پر شکر کرو۔" انہوں نے مدبر بن کر اسے تسلی دی۔

"صحیح کہتے ہیں صاحب۔" عبدل بے چارہ سر ہلا کر رہ گیا۔

"میرا خیال ہے اب تک ہم دفن ہوچکے ہوں گے۔" ذرا دیر بعد انہوں نے عبدل کو مخاطب کیا۔

"لگتا تو یہی ہے صاحب لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا کیا ہوگا' آخر ہماری روحیں شہر کی سڑکوں پر سرگشت تھوڑا کرتی رہیں گی۔" عبدل ذرا بے چین ہوتے ہوئے بولا۔ یہ بات ان کے دل میں بھی تھی لیکن انہوں نے اپنے اضطراب کا اظہار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"ویٹ اینڈ سی عبدل۔" لہجے میں بردباری سمیٹ کر اسے مخاطب کیا اور انہیں واقعی زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا' ذرا دیر بعد فضا میں گردوغبار کے بادل سے اڑتے دکھائی دیے۔ عبدل اور وہ دونوں ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ ایک عجیب سا شور فضا میں بلند ہوا۔ گرد کے بادل ذرا چھٹے تو سامنے ایک بگھی نما سواری نمودار ہوئی ایسی سواری جو انہوں نے زندگی بھر نہ دیکھی تھی۔ چمچماتی اور لش پش کرتی پھر اطراف میں سے سفید کپڑوں میں ملبوس کچھ افراد نمودار ہوئے انہوں نے برق رفتاری سے ایک بنفشی رنگ کا

قالین نیچے بچھایا تھا پھر قالین کے دونوں اطراف قطاریں بنا کر کھڑے ہوگئے۔ ان کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار تھے پھر ان میں سے ایک نے ایک تختی فضا میں بلند کی جس پر جلی حروف میں عبدالواحد نام جگمگا رہا تھا' عبدالواحد اپنے ابدی سفر کے اس شاندار آغاز پر مسرور ہوگئے اس استقبال نے انہیں زندگی کی یاد دلا دی جہاں ہر جگہ انہیں وی آئی پی پروٹوکول ملتا تھا۔ لبوں پر دھیمی سی پُروقار مسکراہٹ سجاتے ہوئے انہوں نے قدم آگے بڑھائے تھے' عبدل بھی صاحب کے اس استقبال سے بہت متاثر اور مرعوب نظر آرہا تھا۔ صاحب نے مڑ کر عبدل پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی جانے اس بے چارے نے اب کہاں جانا تھا لیکن ابھی وہ قالین پر قدم رکھنے ہی والے تھے کہ قطار میں کھڑے ایک فرد نے ان کا بازو تھام کر انہیں نرمی سے مخاطب کیا۔

"نہیں جناب...... آپ وہاں رکیں آپ کو نہیں بلایا جارہا......"

"کیا مطلب؟" وہ یوں روکے جانے پر کچھ بدمزہ سے ہوئے۔

"آپ مجھے کیسے روک سکتے ہیں جبکہ مجھے ہی بلایا جارہا ہے۔" انہوں نے سامنے والے کو باور کروایا تھا۔

"میں آپ کو روک سکتا ہوں آپ ہرگز آگے نہیں جاسکتے۔" مخاطب کے لہجے میں سختی در آئی۔

"لیکن میرا نام عبدالواحد ہے اور سامنے میرے نام کی تختی فضا میں لہرائی جارہی ہے۔" انہوں نے سمجھانا چاہا تھا۔

"کیا پوری دنیا میں صرف آپ کا نام ہی عبدالواحد ہے۔" مخاطب نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں استفسار کیا۔

"کیا مطلب؟" وہ واقعی نہ سمجھ سکے۔

"آپ ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔" اس بار انہیں بازو سے پکڑ کر ایک طرف کردیا گیا پھر عبدل کو مخاطب کیا۔

"آیئے جناب تشریف لائیں۔"

"میں؟" عبدل جو ابھی تک حیران پریشان سا ہو کر ساری کارروائی دیکھ رہا تھا اب صحیح معنوں میں ہکا بکا ہوگیا۔

"جی جناب آپ۔" مخاطب کا لہجہ انتہائی مؤدب ہوچلا تھا۔ عبدل نے ایک نگاہ ان پر ڈالی۔ خفت کے مارے ان کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا انہوں نے رخ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔ عبدل نے بہت جھجکتے ہوئے قالین پر قدم رکھے اطراف

ہے اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالنا شروع ہوگئے تھے وہ بگھی کے قریب پہنچا تو رک کر پھر ان کی طرف دیکھا' اس بار وہ رخ نہ پھیر سکے ان پر ایک عجیب سی گھبراہٹ طاری ہونے لگی' اگر عبدل چلا گیا تو پھر میرا کیا ہوگا' میں اکیلا کیا کروں گا؟ وہ بے بسی سے عبدل کو دیکھ رہے تھے' بگھی کے پردے ہٹے تو اندر سفید کپڑوں میں اور سواریاں بیٹھی نظر آئیں' صرف ایک نشست خالی تھی جو یقیناً عبدل کے بیٹھنے کے بعد پُر ہوجانی تھی۔

''عبدل مجھے بھی ساتھ لے چلو۔'' وہ بگھی پر چڑھنے لگا تو انہوں نے اسے ملتجیانہ انداز میں مخاطب کیا۔

''ہاں صاحب آجائیں' کھلی سیٹ ہے ہم دونوں آرام سے بیٹھ جائیں گے۔'' اس نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بھی بلالیا۔ وہ خوش خوش آگے بڑھے تھے لیکن اس بار بھی انہیں بازو سے پکڑ کر روک لیا گیا۔

''آپ نہیں جاسکتے یہ وی آئی پی سواری ہے اور اس میں بیٹھنے والے سارے حضرات وی آئی پی ہیں۔ ابھی آپ کو آگے جانے کے لیے مزید انتظار کرنا پڑے گا۔'' انہیں دوٹوک انداز میں باور کروایا گیا انہوں نے اس بار مخاطب سے الجھنے کے بجائے ملتجیانہ نگاہوں سے عبدل کو دیکھا۔

''انہیں آنے دیں جی' یہ میرے صاحب ہیں۔'' عبدل نے اس موقع پر بھی وفاداری نبھائی' انہوں نے بھی فوراً گردن ہلا کر جیسے عبدل کی بات کی تائید کی۔

''لیکن ہمارے لیے صاحب صرف آپ ہیں۔'' مخاطب عبدل کی جانب متوجہ ہوکر نہایت ادب سے بولا تھا۔

''اگر آپ مجھے صاحب سمجھتے ہیں تو مہربانی کرکے میری بات مان لیں' انہیں آنے دیں۔'' عبدل نے اپنی بات پر اصرار کیا' مخاطب سوچ میں پڑگیا' پھر اس نے ساتھیوں سے کسی اجنبی زبان میں مشاورت کی تھی۔

''ٹھیک ہے جی آیئے۔'' اس نے آخر انہیں آنے کی اجازت دے دی۔ وہ خوش خوش آگے بڑھے تھے۔

''ایک منٹ' ایک منٹ.....'' انہیں پھر روک لیا گیا۔ وہ حیران و پریشان ہوکر ٹھٹک کر رکے تھے اور جیسے ہی وہ رکے نیچے سے قالین سمیٹ لیا گیا۔ ان پر گھڑوں پانی پڑگیا سامنے موجود اس شاندار سواری کے سب سوار انہیں کیسی ترحم آمیز نگاہوں سے گھور رہے تھے وہ کسی سے نگاہیں ملائے بغیر بگھی میں سوار ہوگئے تھے۔ عبدل نے کھسک کر اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی اور وہ بیٹھنے ہی لگے تھے کہ انہیں دوبارہ رکنے کا حکم ملا۔

''جناب آپ کو اس سواری میں آنے کی اجازت دی گئی ہے اسی کو بہت جانیے بیٹھنے کی کوشش ہرگز نہ کریں یہ ساری وی آئی پی سواریاں ہیں' آپ ان کے برابر کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔'' اس بار انہیں اتنی درشتی سے ٹوکا گیا کہ وہ سہم گئے۔

''ٹھیک ہے میں کھڑا ہوجاتا ہوں۔'' وہ سواری کا ڈنڈا پکڑ کر کھڑے ہوگئے تھے۔ آہستہ آہستہ سواری فضا میں بلند ہونے لگی تھی اور پھر وہ بہت تیز رفتاری سے اڑنے لگی وہ اس تیز رفتار سواری میں اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جارہے تھے' تیز ہوا ان کے قدم اکھاڑ رہی تھی پھر اچانک ایسا جھٹکا لگا کہ وہ اپنا توازن مزید برقرار نہ رکھ پائے اور غوطے کھاتے فضا میں لڑھکتے نیچے زمین کی طرف گرنے لگے۔ زمین پر گر کر انہوں نے زوردار چیخ ماری تھی' آنکھ کھلی تو مدحت کو اپنے اوپر جھکے پایا۔

''کیا ہوا' لگتا ہے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا۔'' مدحت بولیں تو انہوں نے آنکھیں پھاڑ کر گردوپیش کا جائزہ لیا وہ اپنے بیڈ پر نیم دراز تھے جبکہ پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔

''خواب..... ہاں خواب ہی تھا پلیز پانی پلانا۔'' ان کے حلق میں کانٹے سے پڑگئے تھے۔ مدحت نے انہیں پانی کا گلاس تھمایا انہوں نے غٹاغٹ پانی پی لیا تھا۔

''توبہ..... کیسا اوٹ پٹانگ خواب تھا۔'' انہیں خواب یاد آیا تو جھرجھری سی لی۔

''رات ڈنر پر آپ نے بدپرہیزی بھی تو بہت کی تھی۔ گیس ٹربل ہورہی ہوگی گیس جب دماغ کی طرف چڑھنے لگے تو عجیب و غریب قسم کے ہی خواب آتے ہیں۔'' مدحت نے توجیہہ پیش کی۔

''ہاں شاید۔'' انہوں نے بیوی کی بات سے اتفاق کیا۔

''سوجایئے ابھی تو دن نکلنے میں دیر ہے۔'' مدحت نے انہیں اپنی جگہ براجمان دیکھ کر کہا۔

''اب نیند نہیں آئے گی تم سوجاؤ میں تھوڑی دیر لیپ ٹاپ پر کام کروں گا۔'' انہوں نے بیوی کو جواب دیا۔

''ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔'' مدحت نے اٹھ کر انہیں ان کا لیپ ٹاپ تھمایا پھر خود کروٹ بدل کر سوگئیں۔

عبدالواحد لیپ ٹاپ کھول کر اپنا کوئی ادھورا کام مکمل کرنے لگے۔ ذرا سی دیر میں دھیان واقعی بٹ گیا تھا اور صبح تک تو خواب ان کے ذہن سے بالکل محو ہو چکا تھا۔

☆......☆......☆

وہ ایک ٹی وی چینل کے ٹاک شو میں مدعو تھے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ریکارڈنگ کے بعد جب اسٹوڈیو سے نکلے تو پارکنگ میں گاڑی موجود لیکن عبدل غائب تھا انہوں نے کوفت زدہ ہو کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں وہ آج جلد از جلد گھر پہنچنا چاہ رہے تھے آج ان کے بیٹے کے متوقع سسرالی ڈنر پر مدعو تھے۔ پہلے ہی پروگرام کی ریکارڈنگ قدرے تاخیر سے ختم ہوئی مدحت بار بار میسج کر کے انہیں جلد گھر پہنچنے کا کہہ رہی تھیں۔

اب یہ عبدل جانے کہاں غائب ہو گیا تھا انہیں اس سے اس غیر ذمہ داری کی توقع نہ تھی وہ اسے فون کر کے پوچھنے ہی والے تھے کہ سامنے سے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا آتا دکھائی دیا۔

''کہاں رہ گئے تھے؟'' انہوں نے برہمی سے استفسار کیا۔

''سوری صاحب آپ کو انتظار کرنا پڑا میرا خیال تھا ابھی آپ کو فارغ ہونے میں دیر لگے گی میں نماز پڑھنے چلا گیا تھا۔'' عبدل نے معذرت خواہانہ انداز میں بتایا پھر فوراً ان کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ ایک پل کی بات تھی گزشتہ رات کا خواب انہیں تمام تر جزئیات کے ساتھ یاد آ گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ تو گئے مگر دماغ اسی خواب میں الجھ گیا تھا۔ عبدل خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے لگا۔ وہ بہت کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والا شخص تھا۔ عبدالواحد کے ہاں ڈرائیونگ کرتے اب اسے دس سال ہونے والے تھے اور اس تمام عرصے میں اس نے انہیں کبھی شکایت کا موقع نہ دیا تھا۔ دل ہی دل میں وہ اس کی شرافت کو سراہتے تھے مگر منہ پر تعریف کبھی نہ کی کہ اس سے نوکروں کے سر چڑھنے کا احتمال ہوتا ہے۔ آج وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچ جا رہے تھے۔

''سنو عبدل...... نمازیں تو تم بہت باقاعدگی سے پڑھتے ہو...... ہے نا۔'' انہوں نے اسے مخاطب کیا۔

''کوشش کرتا ہوں صاحب۔'' وہ انکساری اور سادگی سے بولا۔

''تم کتنا پڑھے ہوئے ہو عبدل۔'' کچھ توقف کے بعد انہوں نے پوچھا۔

''تقریباً جاہل ہی ہوں صاحب۔ آٹھ جماعت کو آج کل کون پڑھا لکھا کہتا ہے۔'' اس نے شرمساری سے اعتراف کیا۔

''ہاں واقعی مڈل پاس کو کون پڑھا لکھا کہتا ہے لیکن جب میں نے تمہیں ڈرائیور رکھا تھا تب تم نے اپنی تعلیمی قابلیت میٹرک بتائی تھی۔''

''نہ صاحب نہ...... میں مڈل پاس ہوں جی اور میں نے آپ کو یہی بتایا تھا آپ کے پاس نوکری کرتے دس برس ہو گئے بہت پرانی بات ہے۔ جی آپ بھول گئے ہوں گے لیکن میں جھوٹ نہیں بولتا صاحب نہ ہی پہلے کبھی بولا۔'' عادت کے برخلاف عبدل نے تفصیلی جواب دیا۔

''ہاں بھئی کیے نمازی ہو تم...... جھوٹ کیوں بولو گے......؟ میں ہی غلطی پر ہوں گا۔'' وہ جانے کیوں چڑ سے گئے تھے۔

''میرا یہ مطلب نہیں تھا صاحب۔'' وہ شرمندہ ہوا۔

''تمہیں پتہ ہے عبدل تمہارے صاحب کی تعلیمی قابلیت کتنی ہے۔'' وہ آج جانے کیسی باتیں کر رہے تھے عبدل نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

''معلوم نہیں صاحب بس یہ جانتا ہوں کہ آپ کے پاس دنیا بھر کی ڈگریاں ہیں۔ مجھ جاہل کو کیا پتہ کہ ان ڈگریوں کے نام کیا ہیں۔'' عبدل نے کم علمی سے اعتراف کیا۔ وہ ہنس دیے۔ ایک تفاخر آمیز ہنسی اس کے بعد کچھ لمحوں کے لیے گاڑی میں خاموشی چھا گئی۔

''میں پچھلے سال حج پر گیا تھا یاد ہے نا عبدل۔'' انہوں نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

''جی صاحب یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے آپ کا لایا ہوا آب زم زم ہم نے اب تک سنبھال کر رکھا ہے جب بوتل میں پانی ختم ہونے لگتا ہے بتول اس میں اور پانی ملا دیتی ہے۔ گھر میں جو بھی بیمار ہوتا میں تو اللہ کا نام لے کر اسے وہی پلا دیتا ہوں۔ اللہ شفا دیتا ہے۔ بڑی برکت ہے جی اس پانی میں۔'' صاحب کا باتوں کا موڈ تھا تو عبدل نے بھی ذرا کھل کر جواب دیا۔ وہ اتنے پختہ اعتقاد پر بس اسے دیکھ کر رہ گئے۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا عبدل کہ مجھے اللہ نے زندگی میں تین بار حج کی سعادت بخشی اور عمرے تو میں نے اتنے کیے

ہیں کہ مجھے تعداد بھی یاد نہیں۔" وہ اسے جانے کیا جتانا چاہ رہے تھے۔

"اللہ کا آپ پر بہت کرم ہے صاحب' ہم جیسے تو صرف آرزو ہی کرسکتے ہیں کہ خانہ کعبہ کو آنکھوں سے دیکھ لیں اور پھر یہ حسرت دل میں لیے لیے ہی مرجاتے ہیں۔" عبدل کی آواز بھیگ گئی تھی۔

"ویسے تمہارا نام کیا ہے عبدل۔" کچھ توقف کے بعد انہیں یاد آیا تو پوچھ بیٹھے اور عبدل ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ کتنا عجیب سوال کیا تھا صاحب نے' اسے نام لے کر مخاطب کررہے تھے اور پوچھ رہے تھے تمہارا نام کیا ہے؟

"میرا نام عبدل ہے صاحب۔" وہ ملازم تھا سو صاحب کے ہر الٹے سیدھے سوال کا جواب دینا اس پر فرض تھا۔

"افوہ..... عبدل کوئی نام ہے بھلا' کچھ پورا نام بھی تو ہوگا جیسے عبدالغفور' عبداللطیف یا ماں باپ نے تمہارا نام صرف عبدل ہی رکھا تھا۔" انہوں نے جیسے ہنسی اڑائی۔

"صاحب میرے باپ نے میرا نام اپنے والد کے نام پر رکھا تھا جی۔" عبدل بتاتے بتاتے ذرا سا جھجکا مگر وہ منتظر نگاہوں سے اسے ہی تک رہے تھے۔ "عبدالواحد ہے جی میرا نام۔" اس نے جھینپتے ہوئے بتایا جیسے صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کردی ہو۔ گاڑی میں سناٹا چھا گیا۔

دس برس سے وہ ان کی ڈرائیوری کررہا تھا اور انہیں پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ ان کا ہم نام ہے۔ وہ ان کے پاس ایک گہرے دوست کی معرفت سے آیا تھا ان دنوں ڈرائیور کی اشد ضرورت تھی سو فوراً اسے نوکری پر رکھ لیا کبھی شناختی کارڈ تک دیکھنے کی زحمت نہ کی کہ جس دوست نے بھیجا تھا یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ اس بندے کی شرافت اور وفاداری شک وشبے سے بالاتر ہے۔ جتنے برسوں میں وہ ایسا ہی ثابت ہوا تھا لیکن انہیں کم از کم اس کا پورا نام تو پتہ ہونا چاہیے تھا۔ عجیب سی جھنجلاہٹ ان پر طاری ہونے لگی۔

"دھیان سے ڈرائیونگ کرو عبدل...... جلد گھر پہنچنا ہے آج تمہارا ڈرائیونگ میں دھیان ہی نہیں۔ بس تم لوگوں سے باتیں بنوالو جتنی مرضی۔ پتہ بھی ہے نا میرا وقت کتنا قیمتی ہے۔" وہ اس وقت بالکل چڑچڑے اور خبطی سے بوڑھے لگ رہے تھے۔ عبدل صاحب کے پل پل بدلتے موڈ سے پریشان ہوگیا تھا۔

پرانی عیدیں

وہ بھی کیا عیدیں تھیں
پرانی عیدیں، سہانی عیدیں
بچپن کا دور اور بیتی ہوئیں عیدیں
گاؤں کے چوک میں جب عید کا میلہ لگتا تھا
رنگ بو کا سیلاب خوب اکٹھا ہوتا تھا
نئے جوڑے میں ملبوس
نکھرا نکھرا سا سارا یہ جہاں لگتا تھا
شوخیاں، شرارتیں اور مستیاں
تین لفظوں میں عید کا دن گزرتا تھا
گھر آئے مہمانوں سے
کڑکتے لال نوٹ کے نکلنے کا انتظار رہتا تھا
عید کی شام کو
ساری عیدی امی کو تھمانے کا کرب سہنا پڑتا تھا
کیا خوب عیدیں تھیں
پرانی عیدیں، سہانی عیدیں
کہاں کھوگئیں بچپن کی عیدیں
بچپن کی ڈور کے ٹوٹنے سے
زندگی کے پتنگ نے نئی اڑانیں بھریں

اب نیا زمانہ ہے
اب نئی عیدیں ہیں
گاؤں میں میلہ نہیں لگتا
نت نئے ملبوسات کا ڈھیر ہے
مہمان بھی بھولے بھٹکے سے آہی جاتے ہیں
عیدی کے پیسے بھی بہت اکٹھے ہوتے ہیں
اب امی کو بھی عیدی تھمانی نہیں پڑتی
مگر وہ بچپن کا جوش کہیں کھوگیا
سہانہ میرا دور کہیں کھوگیا
بچپن کی یادیں تازہ کرکے
گزارتے ہیں اب بھی
یہ عیدیں نئے زمانے کی
یہ عیدیں نئے زمانے کی

فاطمہ عبدالخالق

''جی صاحب۔'' اس نے فرماں برداری سے جواب دے کر اپنی پوری توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کرلی۔

☆......☆......☆

''میں کل ہی سنگاپور سے واپس آیا ہوں بیٹے۔ خبر تو وہاں پر بھی مل گئی تھی لیکن دماغ اس خبر کو تسلیم ہی نہ کر پا رہا تھا' کوشش کے باوجود مجھے یقین آ کر نہیں دیا...... اتنا اچانک کیسے......؟ سنگاپور جانے سے تین دن پہلے ہی تو میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ بالکل بھلا چنگا تھا وہ۔'' یہ توفیق مرزا تھے جو بھرائی ہوئی آواز میں عبدالواحد کے بیٹے سے تعزیت کر رہے تھے۔ نعمان نے اپنے باپ کے دیرینہ دوست کو دیکھا' ایک ہفتے سے تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا لیکن مرزا انکل رسمی تعزیت کرنے نہیں آئے تھے وہ واقعی بہت مغموم لگ رہے تھے۔

''بس انکل قدرت کے کاموں میں کس کو دخل ہے اچانک ہی ہارٹ فیل ہوگیا بابا کا۔ ہمیں تو خود ابھی تک یقین نہیں آیا۔'' نعمان کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ توفیق مرزا نے اسے گلے سے لگا کر دلاسہ دیا پھر فاتحہ کے لیے ہاتھ بلند کردیے۔

فاتحہ خوانی کے بعد توفیق مرزا تھکے تھکے قدموں سے باہر نکلے تو ان کا ڈرائیور سرونٹ کوارٹرز کی طرف سے تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف آیا۔ یہ ان کے لیے اچنبھے کی بات نہیں تھی' دونوں دوستوں کا ایک دوسرے کے ہاں اتنا آنا جانا تھا کہ ان کے ڈرائیوروں کی بھی آپس میں اچھی خاصی علیک سلیک ہوگئی تھی۔

''چلیں سر۔'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''چلو یار...... اب کیا رکھا ہے یہاں جس کے لیے آتے تھے وہ تو چلا گیا۔'' وہ آزردہ لہجے میں بولے۔

''صحیح کہتے ہیں صاحب۔'' اقبال نے ان کی بات کی تائید کی۔ وہ بھی بہت مغموم دکھائی دے رہا تھا۔ گاڑی چلنے لگی تو توفیق مرزا نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندلیں۔

''یقین نہیں آتا بہت جلدی کی اس نے جانے میں۔'' انہوں نے خود کلامی کی۔

''صحیح کہتے ہیں سر جی' اتنی اچانک موت' بالکل یقین نہیں آتا۔'' اقبال نے ایک بار پھر ان کی تائید کی۔

''بہر حال بہت اچھا شخص تھا۔ دوستوں کا دوست۔'' انہوں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''ہاں سر واقعی بہت اچھا شخص تھا' کوئی بری عادت نہ تھی' پان اور سگریٹ تک کو ہاتھ نہ لگاتا تھا۔'' اقبال نے بھی مرحوم کی خصوصیات گنوائیں۔

''ارے نہیں سگریٹ کا تو رسیا تھا اور کبھی کبھار تو......'' توفیق مرزا بات کرتے کرتے جیسے ایک دم چونک کر رکے۔

''تم کس کی بات کر رہے ہو؟'' انہوں نے ڈرائیور کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا اور اس بار اقبال بھی جواب تک اپنے دھیان میں گم تھا چونکا۔

''سوری سر آپ شاید عبدالواحد صاحب کی بات کر رہے ہیں' لیکن میرا دھیان ہی نہیں تھا میں تو عبدل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔'' اقبال نے معذرت کی۔

''کون عبدل؟ وہ عبدالواحد صاحب کا ڈرائیور۔ کیوں کیا ہوا اسے؟'' توفیق مرزا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں جی' عبدالواحد صاحب کا ڈرائیور' دو دن پہلے اس کا بھی تو انتقال ہوگیا ہے۔ میں ابھی اس کے بیٹے سے تعزیت کرکے آیا ہوں۔'' اقبال نے بتایا۔

''اچھا...... افسوس ہوا بھئی سن کر مجھے تو اس کے مرنے کی خبر ہی نہ تھی۔'' توفیق مرزا کو واقعی افسوس ہوا تھا۔ وہ سیدھا سادا اور اپنے کام سے کام رکھنے والا شریف النفس سا بندہ انہیں اچھا لگتا تھا اور وہ کتنی ہی بار عبدالواحد کو کہہ چکے تھے کہ وہ ان کے لیے بھی ایسا بھلا مانس ڈرائیور ڈھونڈ دیں۔

''آپ کو کیسے علم ہونا تھا سر وہ بے چارہ کوئی آپ کے دوست کی طرح مشہور شخصیت تھوڑی تھا۔ بے چارہ عام سا بندہ تھا' ایسے لوگ تو یونہی چپ چاپ مر جاتے ہیں۔'' اقبال مغموم سا ہو کر ہنسا...... توفیق مرزا نے محض تائید میں ہنکارا بھرا تھا پھر دوبارہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر دوست کی یادوں میں کھو گئے تھے۔

تیرے شہر کا حاصل چاندا
نائلہ طارق
WWW.PAKSOCIETY.COM

باندھ لیں ہاتھ یہ سینے پہ سجا لیں تم کو
جی میں آتا ہے کہ تعویز بنالیں تم کو
اب تو بس ایک ہی خواہش ہے کہ کسی موڑ پر تم
ہم کو بکھرے ہوئے مل جاؤ' سنبھالیں تم کو

نیم تاریکی میں ڈوبی سیڑھیاں طے کرتی وہ اپنے فلور تک پہنچی تھی۔ غنیمت تھا کہ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا' کچن میں مصروف اریج پر نگاہ ڈالتی وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں تخت پر تسبیح پڑھتی عذرا نے کچھ تشویش سے اس کے تھکے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"آج کافی دیر ہوگئی تمہیں۔ یزدان بھی ابھی تک نہیں آیا' مغرب کا وقت سر پہ آگیا ہے۔"

"ٹریفک جام ہے' پھنسے ہوں گے وہ بھی کہیں۔" چادر طے کرتی وہ اریج کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بجیا..... چھٹیاں مل گئیں آپ کو؟"

"ہاں..... ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ اچانک اتنی چھٹیوں کی ضرورت مجھے کیوں پیش آ گئی۔" پانی کا گلاس اریج سے لیتی وہ بتا رہی تھی۔

"بس جس مقصد سے تم اور یزدان جا رہے ہو وہ پورا ہوجائے..... اس کے بعد تو میں ذرا دیر نہیں کروں گی تمہاری اور یزدان کی شادی میں....."

"امی! اللہ کے لیے بخش دیں ان کو میری شادی ان سے نہیں ہوسکتی' سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔"

"مجھے کچھ مت سمجھاؤ' ہوگا وہی جو اللہ بخشے میری بہن کی خواہش تھی۔" عذرا نے بھی ناگواری سے اس کی بات کاٹی۔

"یتیم بھانجے کو اپنے سائے میں لینے کا کیا یہ مطلب ہے کہ اس پر گھر کی ذمہ داریاں بھی ڈال دو اور آخر میں اپنی بیٹی کو بھی اس کے گلے کا طوق بنا ڈالو....." جل بھن کر بولتے ہوئے اس نے اندر آتے یزدان کو دیکھا تھا۔

"کون' کس کے گلے کا طوق بن رہا ہے.....؟" کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے حیران سوالیہ نظروں سے اریج کے مسکراتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"آج امی نے پھر باجی کے شادی والے زخم پر آپ کے نام کا نمک چھڑک دیا ہے۔" اریج نے بتایا۔

"آپ بھی پھر سن لیں' میں نہیں کروں گی آپ سے شادی واد..... " یزدان کے مسکرانے پر وہ بھڑک کر بولتی کمرے سے نکل گئی۔

"بھائی..... یہ جملہ آپ اتنی بار سن چکے ہیں کہ ورلڈ ریکارڈ بن سکتا ہے۔" اریج نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خالہ امی..... آپ کو بھی اس معاملے پر اس سے الجھنا ضروری ہے۔" وہ خشمگیں لہجے میں بولا۔

"اے چھوڑ و اسے بولنے دو جو بولتی ہے' تم ہاتھ منہ دھوآ ؤ۔ اریج جاؤ بھائی کے لیے چائے' کھانے کا بندوبست کرو۔" عذرا کی ہدایت پر اریج کمرے سے نکل گئی۔

☾.....☆.....☾

"بھائی یہ ڈائری آپ پکڑیں اور حساب کتاب کی مشین مجھے دیں' بار بار گڑبڑ کر رہے ہیں۔" یزدان سے کیلکولیٹر لیتی وہ بولی۔

"بینک میں جاب مجھے چنے کھاتے ہوئے ملی تھی جیسے۔" یزدان کے خشمگیں لہجے پر وہ بمشکل مسکراہٹ دبا سکی تھی۔

"سال پر سال گزر گئے' ویسے تو کبھی تمہارے تایاؤں نے پلٹ کر پوچھا تک نہیں' اب اچانک فون پر بیٹی کے نکاح کی دعوت کیسے دے دی؟" ان دونوں کو حساب کتاب میں مگن دیکھ کر بھی عذرا بولے بغیر نہ رہ سکیں۔

"خون کے رشتوں میں جوش آ ہی جاتا ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد وہاں جانے کا صرف اور صرف ایک ذاتی گھر کا حصول ہے۔" یزدان مصروف انداز میں بولا۔

"امی..... بھائی کے دونوں تایاؤں کی اور بیٹیاں بھی ہیں'

کہیں کوئی گڑبڑ ہی نہ ہوجائے۔" اریج نے نیا شوشہ چھوڑا۔

"کلیجے چبا جاؤں گی اگر اس نیت سے کسی نے میرے بیٹے پر نظر بھی رکھی۔" عذرا بگڑ کر بولیں۔

"تمہارے پاس صور پھونکنے کے سوا کوئی کام نہیں۔" یزدان نے ناگواری سے کھلکھلا کر ہنستی اریج کو گھورا۔

"الویرہ...... تم ساتھ جارہی ہو تو ذرا دھیان رکھنا ارد گرد کے لوگوں کا۔" عذرا کی تاکید پر اس کے تیور بگڑے۔

"بھائی اٹھیں یہاں سے ورنہ صبح ہوجائے گی ہمارا احساب کتاب نہیں ہونے والا۔" تلملا کر اٹھتی وہ یزدان کو بھی ساتھ کھینچ لے گئی تھی۔

"کمبخت کی عقل گھاس چرنے گئی ہے نکل گیا ہاتھ سے تو سر پکڑ کر روئے گی۔" عذرا بڑبڑا کر رہ گئی تھیں۔

☆

تقریباً تین گھنٹے کا سفر تھا جس کے لیے یزدان نے کار بک کروالی تھی جب ان کا سفر شروع ہوا۔

"میری کوشش ہوگی کہ چار پانچ دن میں ہی ہمارا کام ہوجائے ورنہ مجھے خالہ امی کی فکر رہے گی۔"

"پریشان مت ہوں اریج اور اریب ہیں ان کا خیال رکھنے کے لیے امینہ اور افروز بھی روز آتی جاتی رہیں گی۔" یزدان کی تشویش پر اس نے تسلی دی۔

"ویسے یہ زبردست اتفاق ہوا کہ دعوت دینے کے لیے آپ کے تایا نے فون کیا اور آپ نے گھر خریدنے کا ذکر ان سے کردیا یہ بھی غنیمت ہوا کہ ہمیں بروقت چھٹیاں بھی مل گئیں یہ فرصت بھی اب ملی ورنہ پچھلے آٹھ نو سالوں سے ہم مشین بن کر رہ گئے تھے۔"

"ہاں اب اسی بہانے تمہیں تھوڑا آرام کرنے کا اور شہر سے باہر نکلنے کا موقع مل گیا۔" یزدان کے کہنے پر وہ اثبات میں سر کو حرکت دیتی باہر بھاگتے مناظر دیکھنے لگی۔

یزدان کے تایا کا گھر توقع سے زیادہ بھرا پرا نکلا ایسا یوں بھی تھا کہ دو دن بعد یہاں نکاح کی تقریب تھی دلہا دلہن ایک ہی گھر کے تھے یعنی یزدان کے بڑے تایا کی بیٹی کا نکاح چھوٹے تایا کے بیٹے سے ہونے جارہا تھا۔

الویرہ کو اپنا اور یزدان کا استقبال بس نارمل ہی لگا کیونکہ بہت سے مہمان پہلے ہی وہاں قیام پذیر تھے اس افراتفری والے ماحول میں یزدان ہی سب سے ملنساری کے مظاہرے کرسکتا تھا الویرہ پر تو پہلے ہی سفر کی تھکن حاوی ہوچکی تھی سر درد سے پھٹنے لگا تھا جانے کتنی دیر بعد کہیں جاکر یزدان کے چھوٹے تایا کو خیال آہی گیا کہ ان دونوں کو فریش ہونے کے ساتھ چائے پانی کی بھی ضرورت ہے چھوٹے تایا کے پورشن میں قدرے سکون تھا۔ ہاتھ منہ دھو کر جب وہ ڈرائنگ روم میں واپس آئی تو چھوٹے تایا کی بیگم بھی یزدان سے باتوں میں مصروف نظر آئیں۔

الویرہ کو امید نہیں تھی کہ چائے کا دیدار جلدی ہوگا مگر وہ جو بھی تھی چائے کے لوازمات ٹرالی میں سجائے اندر آئی الویرہ کی تمام کوفت کو دور کرگئی تھی اور شاید یہ پہلی ایسی شخصیت تھی جسے دیکھ کر الویرہ کو اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔ نرم آواز میں سلام کرتی وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ الویرہ کی طرف بھی متوجہ ہوئی تھی۔

"یہ رودابہ ہے تمہاری نزہت پھوپھو کی بیٹی۔" چھوٹے تایا کے تعارف کروانے پر یزدان نے چونک کر اسے دیکھا تھا جو چائے نکالتی یوں سر جھکائے ہوئے تھی جیسے یہ تعارف نہیں اس کا جرم ہو۔

"شادی کے تین سال بعد بیوہ ہوگئی تھی ایک بیٹی بھی ہے۔" چھوٹی تائی بیزار لہجے میں بتارہی تھیں جبکہ یزدان کو شاک لگا تھا کیونکہ پہلے وہ بے خبر تھا رودابہ کے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے الویرہ فوراً اٹھی اور چائے کے کپ اس سے لے کر سب کو دیئے تھے۔

"تم نیچے جاؤ ہزاروں کام پڑے ہیں۔ بھابی پہلے ہی غصے میں ہیں۔" چھوٹی تائی کے حکم پر رودابہ فوراً وہاں سے چلی گئی تھی۔

یزدان کو آج ہی تایا کے ساتھ ڈیلر سے ملنے جانا تھا لہٰذا چائے کے بعد وہ جاتے ہوئے اسے آرام کرنے کی تاکید کرگیا تھا۔ آرام سے چائے کے مزید ایک کپ کے ساتھ اس نے شامی کباب سینڈوچ وغیرہ رغبت سے کھائے تھے کہ بھوک سے برا حال تھا اور پھر اسے اندازہ تھا کہ رات کا کھانا بھی یہاں وقت پر ملنے کے کوئی امکانات نہیں۔" سر درد کی ٹیبلیٹ کھا کر اس نے فون پر عذرا سے بات کرکے یہاں کی ساری تفصیل بتائی تھی پھر وہیں صوفے پر لیٹنے کا سوچ رہی تھی جب رودابہ کی دوبارہ آمد ہوئی۔

"کسی چیز کی ضرورت ہے؟" وہ مہربان سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"نہیں آپ نے بہت اچھی چائے تیار کی ہے تین کپ

پی چکی ہوں۔ ساری تھکن اتر گئی۔"

"اوپر چھت پر میرا کمرہ ہے چاہو تو وہاں جاکر آرام کرلو دراصل مہمانوں کی وجہ سے صرف ڈرائنگ روم میں ہی جگہ رہ گئی ہے۔" وہ کچھ شرمندہ ہوکر بتارہی تھی۔

"کوئی بات نہیں' فی الحال میں یہیں تھوڑا آرام کرلیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں خیال رکھوں گی' کوئی ڈسٹرب کرنے نہیں آئے گا۔" مہربان سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ لوٹ گئی تھی۔

☆

جانے کتنا وقت گزرنے کے بعد نیند ٹوٹی تھی' وال کلاک ایک بجا رہا تھا' سامنے والے صوفوں پر دو بچے سو رہے تھے جبکہ یزدان بھی اسے کارپٹ پر گہری نیند سویا نظر آیا' وہ ایسی بے خبر سوئی تھی کہ اسے یزدان کے واپس آنے کا بھی پتہ نہیں چلا۔ پانی کے چھینٹے چہرے پر مار کر وہ پانی پینے کے ارادے سے ڈرائنگ روم سے نکل کر ہال میں آئی تو کچھ تیز آوازوں نے اسے متوجہ کرلیا تھا' تجسس کے ساتھ وہ اس کمرے کی سمت بڑھی تھی جس کا دروازہ تھوڑا کھلا ہوا تھا۔

"تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی اپنے بھائی کے ساتھ میری ثمرین کا نام جوڑنے کی......؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دو دن بعد سیف سے اس کا نکاح ہے۔" یزدان کی بڑی تائی کی گرجتی آواز وہ بخوبی پہچان گئی تھی۔

"ممانی...... یقین کریں' بھابی نے خود ذکر نکالا تھا' مجھے نہیں پتہ کہ ان کو کیسے خبر ہوئی کہ ثمرین اور کیہان کا رشتہ بچپن سے طے ہے۔"

"زیادہ صفائیاں دے کر معصوم مت بنو۔" بڑی تائی کی غصیلی آواز میں رودابہ کی آواز دب گئی تھی۔

"اگر ایسا کچھ تھا بھی تو مرنے والوں کے ساتھ ختم ہوگیا تھا۔ سیف لاکھوں میں ایک ہے تمہارا بھائی اس کے پیر کی دھول بھی نہیں' کیا مجھے نظر نہیں آرہا کہ ہماری خوشیاں تمہیں انگاروں پر لوٹا رہی ہیں۔"

"رودابہ...... تمہیں شرم آنی چاہیے ایسے موقع پر دل کا زہر نکالتے ہوئے' تمہارا گھر اجڑ گیا تو کیا کسی اور کا بستے نہیں دیکھنا چاہتیں۔" یہ چھوٹی تائی کی آواز تھی۔

"ممانی...... سیف اور ثمرین مجھے اپنے بھائی' بہن سے زیادہ عزیز ہیں' ان کے لیے دل میں بغض رکھنے سے بہتر میں مرنا پسند کروں گی' میں رباء کی قسم کھانے کو تیار ہوں' اس گھر کی خوشیوں میں خلل ڈالنے والی کوئی بات میری زبان سے نہ نکلی ہے نہ کبھی نکلے گی۔" رودابہ کی بھیگی آواز سنتے ہوئے الویرہ کو اس پر بے تحاشہ رحم آیا تھا۔ تب ہی اسے چونک کر ڈرائنگ روم کے باہر حیران کھڑے یزدان کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔ دبے قدموں وہ اس کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"کوئی تمہیں دیکھ لیتا تو کیا سوچتا' بے وقوف۔" یزدان کے گھرکنے پر وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اب کچھ بولو گی بھی۔"

"مجھے پورا یقین ہوگیا ہے کہ رودابہ کے ساتھ یہاں کوئی اچھا سلوک نہیں ہوتا۔" وہ تاسف سے بولی۔

"اب اس گھر کے معاملات میں مجھے یا تمہیں دخل دینے کا بھی تو حق نہیں ہے۔" اس سے تفصیل سن کر یزدان بولا۔

"آپ کم از کم رودابہ سے بات تو کرسکتے ہیں' کزن ہے وہ آپ کی' فرض بنتا ہے آپ کا......" ہلکی آواز میں بولتی وہ یزدان کے ساتھ ہی دروازے پر ہوتی دستک کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

یہاں ڈرائنگ روم میں بھی دستک دینے کا رواج ہے؟" یزدان کے سوال پر وہ شرمندہ ہوئی جبکہ الویرہ نے مسکراتے ہوئے بغور اس کی سرخ آنکھوں اور ستے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔

"ماموں نے منع کردیا تھا کہ آپ دونوں کو سونے دیا جائے اس لیے کھانے کے وقت جگایا نہیں' اب یہیں آپ دونوں کے لیے کھانا لے آؤں؟"

"مجھے تو بالکل بھوک نہیں۔" الویرہ نے کہا۔

"مجھے اس وقت کافی کی ضرورت ہے اگر زحمت نہ ہو تو......" یزدان بولا۔

"میں ابھی آپ دونوں کے لیے کافی لے آتی ہوں۔"

"رودابہ...... اپنے لیے بھی لایئے گا' کچھ وقت ہمارے ساتھ بھی گزاریں۔" الویرہ نے کہا۔

"کیوں نہیں...... مگر اوپر رباء سو رہی ہے تو......" رودابہ جھجکتے ہوئے صاف انکار نہیں کرسکی تھی۔

"تو کوئی مسئلہ نہیں' ہم بھی اوپر ہی چلتے ہیں' کھلی فضا میں۔" الویرہ فوراً بولی۔

"وہ پہلے ہی ڈسٹرب ہے' اب تم اس وقت جاکر اس کے سر پر سوار ہو جاؤ گی۔" رودابہ کے جاتے ہی یزدان نے اسے گھرکا۔

☆

رودابہ کے کمرے سے نکلتی وہ کھلے آسمان کے نیچے کرسیوں کی طرف بڑھ آئی تھی تب ہی رودابہ کافی کے ساتھ آ پہنچی تھی۔

''آپ کی بیٹی بہت کیوٹ ہے۔'' مگ رودابہ سے لیتے ہوئے وہ بولی۔

''رودابہ..... میں بہت شرمندہ ہوں کہ مجھے خبر ہی نہ ہوسکی تم پر کتنے سانحے گزر گئے' پہلے ابو اور پھر امی کے جانے کے بعد زندگی نے اتنا الجھائے رکھا کہ کسی اور طرف دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔'' یزدان بولا۔

''آپ کا کوئی قصور نہیں' زندگی کسے نہیں الجھاتی۔'' رودابہ بولی۔

''ابو کی طرح مغیث بھی روڈ ایکسیڈنٹ میں ہی.....'' رودابہ بات مکمل نہیں کرسکی تھی' چاند کی روشنی میں موتیوں کی صورت اس کی پلکوں پر چمکتا درد چھپ نہیں سکا تھا۔ ''ابو کے بعد حالات ایسے دگرگوں ہوگئے کہ امی مجھے اور کیہان کو لے کر کہیں اور نہیں جاسکی تھیں' کیہان کے لیے مشکل ہوگیا تھا یہاں رہنا' میری شادی کے بعد امی کی وجہ سے اسے یہاں آنا پڑتا تھا اور اب میری وجہ سے..... وہ ناسمجھ تھا تب بھی بہت خوددار تھا' زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی' بس یہی کہہ سکتی ہوں کہ یہاں رہ کر وہ کچھ نہیں کرپارہا تھا' وہ میرے لیے اور امی کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا' ہماری ذمہ داری خود اٹھانا چاہتا تھا' گھر سے دور رہ کر اس نے پڑھنے کے ساتھ ساتھ کام بھی کیا' یہاں تک کہ میری شادی کے اخراجات بھی اس نے ہی پورے کیے۔''

''رودابہ..... آپ کے بھائی سے ثمرین کا رشتہ طے تھا پہلے؟'' الویرہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

''ہاں ایسا ہی تھا بھی..... مگر جب اچھا وقت انسان سے روٹھ جائے تو نظریئے' رویئے' ارادے سب کچھ بدل جاتا ہے۔'' رودابہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''نکاح میں شرکت کرے گا کیہان؟'' یزدان نے پوچھا۔

''نہیں' وہ اتنا اہم نہیں کہ اس گھر کی خوشیوں میں اسے یاد رکھا جائے۔ میں اسے آنے کے لیے کہوں گی' آپ سے ملاقات ہوجائے گی اس کی۔'' رودابہ کے کہنے پر یزدان نے تائید میں سر ہلایا۔

☾.....☆.....☾

دوسرے دن وہ سب کے درمیان رہتے ہوئے کافی گہرائی سے اس گھر میں رودابہ کی اہمیت اور مقام کو جانچتی رہی تھی اور جو کچھ وہ دیکھ رہی تھی وہ خاصا مایوس کن تھا' کاموں میں مصروف رودابہ کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ اوپر جاکر اپنی بیٹی کی خبر لے سکے' دوپہر میں کھانے کے بعد الویرہ نے ہی اسے یاد دلایا تھا کہ رباء بھوکی ہوگی' کچن میں اس کی مصروفیات دیکھ کر الویرہ نے خود رباء کو کھانا کھلانے کی ذمہ داری لے لی تھی' چھت پر پھیلی وحشت ناک خاموشی میں بند کمرے میں اپنے کھلونوں سے کھیلتی اس معصوم بچی پر جہاں اسے ترس آیا وہیں رودابہ پر غصہ بھی آیا تھا۔

''ایسی کیا مجبوری ہے جو آپ ایسے تلخ اور گھٹن زدہ ماحول میں یوں اپنی بے قدری کروا رہی ہیں' ان سب کی خدمتیں کرکے بھی آپ رباء کو صحت مند ماحول نہیں دے پارہی ہیں' بند کمرے کی تنہائی میں اس کی پوری شخصیت بگڑ جائے گی' آپ کے بھائی کو بھی توفیق نہیں کہ آپ کو اور رباء کو یہاں سے لے جائیں۔'' رات میں یزدان کی موجودگی میں اسے یہ سب کہنے کا موقع ملا تھا۔

''کیہان کا قصور نہیں' وہ تو بہت پہلے سے مجھے یہاں سے لے جانے پر بضد ہے ابو کے گزر جانے کے بعد اس نے بہت مصائب اور سختیاں جھیلی ہیں میں اس کی مشکلات کا سبب نہیں بننا چاہتی' بس اسے خوش اور آباد دیکھنا چاہتی ہوں' اپنا اور رباء کا بوجھ اس پر نہیں ڈالنا چاہتی..... اور پھر یہاں سے جاکر میں احسان فراموش کا طعنہ بھی نہیں سن سکتی۔'' رودابہ بولی۔

''تمہارے لیے تمہارے بھائی اور بیٹی سے بڑھ کر کچھ اہم نہیں ہونا چاہیے' تم کیہان پر بوجھ نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری ہو' میں نے اور الویرہ نے بھی بہت کٹھن وقت گزارا' ہم نے بھی نو عمری سے سختیوں کا سامنا کیا' آج بھی ہم' بہن بھائی آپس میں ایک دوسرے کی مشکلیں بانٹتے ہیں' ان کا حل نکالتے ہیں' اپنائیت کا احساس بڑھتا ہے' یہ رشتے یونہی مقدس نہیں ٹھہرائے گئے ہیں..... بہرحال تمہیں کیہان کی بات مان کر یہاں سے چلے جانا چاہیے کیونکہ اس کا امیج بھی یہاں خراب ہونے کی ذمہ داری تم پر عائد ہورہی ہے..... باقی تم خود سمجھ دار ہو۔'' یزدان بات ختم کرنے والے انداز میں بولا۔

''بھائی..... ہمارے کام کا کیا ہوا؟ گھر ملنے کے آثار ہیں یا نہیں؟'' الویرہ نے موضوع بدلا۔

''فی الحال کوئی آثار نہیں۔'' یزدان کے جواب نے اسے مایوس کیا۔

"آپ کیہان سے گھر کے سلسلے میں بات کریں وہ یقیناً یہ مسئلہ حل کروادے گا۔" رودابہ کے پُریقین لہجے پر الویرہ کی مایوسی دور ہوئی۔

"آپ ان کا نمبر بولیں جلدی' بھائی ابھی ان سے بات کریں گے۔" الویرہ کی عجلت پر رودابہ مسکرادی۔

☆......☆

بقعۂ نور بنے سبزہ زار میں' خوشبوؤں سے مہکتے پُررونق ماحول میں وہ نسبتاً خاموش گوشے میں بیٹھی تھی' جانے کیوں یہاں آتے ہی سر بھاری اور طبیعت بوجھل ہوگئی تھی' رودابہ اپنی بچی کی ناساز طبیعت کی وجہ سے نہیں آسکی تھی' اس کی غیر موجودگی سے کسی کو فرق پڑنے والا بھی نہیں تھا' ثمرین بہت حسین لگ رہی تھی' رودابہ یہاں ہوتی تو ضرور غمزدہ ہوتی آخر اس نے بھی تو ثمرین کو اپنے بھائی کی دلہن کے روپ میں سوچا ہوگا' یہی بہتر تھا کہ وہ یہاں نہیں تھی' گہری سانس بھر کر اس نے دائیں طرف آرائشی آئینے کو دیکھا' اپنے سجے سنورے عکس کو دیکھتے ہوئے اسے یقین تھا کہ وہ بہت اچھی لگ رہی ہے مگر اس سے کہیں زیادہ یقین اس تلخ حقیقت پر بھی تھا کہ چند سال بعد اس کا چہرہ بڑھتی عمر کی چغلی کھانے لگے گا' اس کے اردگرد سناٹا سا پھیلتا جارہا تھا۔

"امی...... دونوں رشتے بہت اچھے ہیں' یزدان بھائی ٹھیک کہتے ہیں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے' افروز اور امینہ کم عمر ہیں لیکن بہت سمجھدار ہیں' رہی بات جہیز کی تو میرے لیے جو کچھ جمع کیا ہے آپ نے وہ سب افروز اور امینہ کو دے دیں' جو چیزیں کم ہیں ان کی لسٹ بنالیتے ہیں' اپنی استطاعت کے مطابق اچھا ہی کریں گے دونوں کے لیے۔" دور کہیں سے اسے اپنی آواز آتی سنائی دی۔

"الویرہ...... میں تمہارے جہیز کی کسی چیز کو تمہاری بہنوں کے حوالے کیسے کرسکتی ہوں...... تمہارے باپ نے کتنے ارمانوں سے ایک سے بڑھ کر ایک چیز جمع کی تھی' تم بہت چھوٹی تھیں' تب سے ہی وہ دن رات ایک ہی آرزو کا اظہار کرتے تھے کہ تمہیں دلہن کے روپ میں دیکھیں۔"

"امی...... انسان جو سوچتا ہے اس کے پورا نہ ہونے میں بھی اللہ کی مصلحت ہوتی ہے میں بڑی بہن ہوں' یہ اب میری ذمہ داری ہے کہ اپنے چھوٹوں کی فکر کروں' اللہ نے چاہا تو آپ کی دونوں بیٹیاں ایک ساتھ رخصت ہوں گی' ان کا گھر آباد ہوگا' وہ خوش رہیں گی تو ابو کی روح کو کتنا سکون ملے گا' آپ کو بھی اطمینان رہے گا مجھے ابھی جاب کرنی ہے' بھائی کے بوجھ کو ہلکا کرنا ہے' میری شادی کا معاملہ بھی اللہ پر چھوڑ دیں' جب وقت آئے گا تو ہوجائے گی۔"

اور وہ وقت ابھی تک نہیں آیا تھا' افروز اور امینہ تین' تین بچوں کی مائیں بن چکی تھیں۔ روزمرہ کے اخراجات' ہر ماہ کے بلوں' فلیٹ کے کرائے' نوکری ایسی کہ سانس لینے کی فرصت نہیں' اریج اور اریب کی پڑھائی کی فکر' اریج کی شادی کے ساتھ ساتھ ذاتی گھر کے لیے بھی پیسوں کی بچت' کمیٹیاں...... ان بے شمار جھمیلوں میں وقت دبے پاؤں گزرتا صرف اس کی ہی نہیں یزدان کی زندگی کے بھی سنہری ماہ وسال اپنے پروں میں چھپا کر گزر گیا...... خالی خالی نظروں سے خوش باش مسکراتے' چہکتے چہروں کو دیکھتے ہوئے ایک خواب گم گشتہ اس کی آنکھوں میں اترنے لگا...... ویسا ہی خواب جو کچی عمر میں کھلی اور بند آنکھوں سے دیکھتے رہنے کا دل چاہتا ہے...... وہی ایک خواب اتنے سال گزرنے کے بعد بھی اسی تراش خراش' اسی سحر اور اسی خمار کے ساتھ آنکھوں میں جاگتا تھا' عمر سولہ سال سے آگے بڑھتی رہی مگر سولہویں سال میں دیکھا گیا وہ خواب ہمیشہ کے لیے اس کی آنکھوں میں ٹھہر گیا تھا۔ ابھرتی تیز پکار پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"کہاں گم ہو...... اور یہ آنکھیں سرخ کیوں ہورہی ہیں......؟" یزدان نے چونک کر تشویش سے پوچھا۔

"میرے سر میں شدید درد ہورہا ہے آپ بس مجھے گھر چھوڑ آئیں' وہاں رودابہ موجود ہیں۔" کچھ تھا اس کے لہجے اور چہرے کے تاثرات میں کہ یزدان نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ اپنے کزن کی بائیک لے کر وہ الویرہ کو گھر واپس لے آیا تھا' اس کی طبیعت کی طرف سے وہ مطمئن نہیں تھا مگر الویرہ نے بہت اصرار کرکے اسے واپس تقریب میں بھیجا تھا۔ گیٹ ملازمہ نے کھولا تھا' گھر کے سناٹے میں اسے کچھ سکون سا ملا' بھاری فینسی ڈریس سے وہ جلد از جلد چھٹکارا چاہتی تھی' ڈرائنگ روم سے اپنا بیگ اٹھاتی وہ چھت پر رودابہ کے کمرے کی طرف چلی آئی تھی وہ جانتی تھی کہ رباء سو رہی ہوگی۔

حتی المقدور اس نے کوئی آہٹ پیدا نہیں ہونے دی تھی' کمرے کی لائٹ آن تھی' رودابہ یقیناً نیچے کاموں میں مصروف تھی' اس سے سامنا نہیں ہوا تھا مگر وہ جانتی تھی۔ بیگ سے کاٹن

کا سوٹ نکالتے ہوئے اس نے کھڑے کھڑے سینڈلز بھی اتار دی تھیں' چینج کرنے سے پہلے اس نے ارادہ کیا تھا کہ آرائشی لوازمات اور میک اپ سے نجات حاصل کرے' ایرنگ اتارتی وہ واش روم کی طرف بڑھی تھی کہ یک دم واش روم کا دروازہ کھلا تھا' بری طرح جھجکتی وہ جہاں تھی وہیں ساکت رہ گئی تھی مگر اس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں' پیر من من بھر کے ہو رہے تھے' جب مختل حواسوں کے ساتھ پیچھے ہٹتی وہ دروازے کی سمت دوڑی تھی' دروازہ چار قدم دور رہ گیا تھا جب دستک کے ساتھ باہر سے ابھرتی یزدان کی آواز اسے کسی نعمت سے کم نہیں لگ رہی تھی مگر اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ ڈور لاک تک پہنچتا' عقب سے ایک بھاری ہاتھ اس کے منہ پر جیسے جم گیا تھا' دوسرے ہاتھ کی سخت گرفت نے اس کے ڈور ناب تک جاتے ہاتھ کو روکا تھا' آہنی گرفت میں اس کا پھڑ پھڑاتا وجود دروازے سے دور ہوتا چلا گیا تھا' وحشت اور دہشت کے غلبے میں اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا خود کو آزاد کرنے کے لیے مگر...... اپنے گرد بڑھتی آہنی گرفت سے اسے اپنی ہڈیاں چٹختی محسوس ہو رہی تھیں' دستک پھر ابھر رہی تھی' یزدان کی آواز پھر ابھری وہ تڑپتی' مچلتی رہی تھی مگر منہ پر دھرے ہاتھ کو ذرا بھی نہ سرکا سکی تھی' ساری چیخیں حلق میں ہی دم توڑ رہی تھیں' دروازے پر خاموشی چھا گئی تھی' دروازہ اس کی وحشت سے پھٹی آنکھوں میں دھندلاتا چلا جا رہا تھا' منہ پر جمے ہاتھ نے دم گھونٹ دیا تھا' شل ہوتے اعصاب اور سن ہوتے حواسوں کے درمیان اسے اپنے بالوں پر تیز گرم سانسیں ٹکراتی محسوس ہو رہی تھیں' ایک آخری امید کے سہارے اس نے میٹھی نیند سوئی رباء کو دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر آنکھوں کے سامنے تاریکی پھیلتی چلی گئی تھی۔

چند لمحوں تک وہ یونہی ساکت وجامد اپنی گرفت میں اس کے بے جان وجود کو سنبھالے گم صم رہا تھا پھر ذرا اور جو گرفت ڈھیلی کی تو سینے سے ڈھلک کر اس غافل وجود کی پشت اس کے بازو پر آ ٹھہری تھی' حواس باختہ نظروں سے اس اجنبی چہرے پر پھیلی اذیت اور بند پلکوں کو دیکھتے ہوئے وہ بالکل نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے' ایسی صورت حال سامنے آئے گی' اس کے لیے وہ بھی ذہنی طور پر تیار نہیں تھا مگر اب فوری طور پر اسے اس بگڑی صورت حال کو سنبھالنا تھا' دروازے پر پھر کوئی آ سکتا تھا یا رباء نیند سے جاگ سکتی تھی اور وہ ان دونوں چیزوں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ غافل وجود کو سنبھال کر اس نے وہیں نیچے چھوڑ دیا تھا دروازے کی سمت جاتا وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کی سانسوں کے زیرو بم پر کچھ تسلی محسوس کرتا سرعت سے باہر نکل گیا تھا۔

☾......☆......☾

سماعتوں سے ٹکراتی مانوس آواز اسے بالآخر تاریکیوں سے کھینچ لے آئی تھی جبکہ اس کی کھلتی آنکھوں کو دیکھ کر رودابہ کی جان میں جان آئی تھی' چند لمحوں تک وہ خالی نظروں سے خود پر جھکے رودابہ کے چہرے کو دیکھتی رہی تھی اور پھر اس کے زانوں سے سر اٹھا کر بیٹھتی وحشت زدہ نظروں سے کمرے کے چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"الویرہ...... کچھ نہیں ہوا' تم بالکل ٹھیک ہو' بس ڈر کر بے ہوش ہو گئی تھیں۔" اس کے بازو کو تھام کر رودابہ نے تسلی دی مگر اس نے جیسے کچھ سنا ہی نہ تھا' بیڈ پر سوئی رباء کو دیکھنے کے بعد اس نے دوبارہ کمرے میں نظریں دوڑائیں۔

"الویرہ...... تم ٹھیک ہو......؟ میں تم سے بات کر رہی ہوں......" رودابہ نے اس کے چہرے کا رخ اپنی طرف کیا۔

"یہ پانی پی لو۔" رودابہ نے خود گلاس اس کے ہونٹوں سے لگانا چاہا مگر وہ دھیرے سے گلاس پرے ہٹا گئی۔

"میں نیچے جا رہی ہوں۔" غائب دماغی سے بولتی وہ اٹھی۔ بری طرح پریشان ہو کر رودابہ نے اسے دیکھا' جو اپنا دوپٹہ بیگ وغیرہ کچھ بھی ساتھ لیے بغیر یونہی کمرے سے نکل گئی تھی' اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھتے ہوئے رودابہ کو فی الحال اسے مخاطب نہ کرنا ہی مناسب لگا تھا...... الویرہ کی چیزیں سمیٹ کر وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا' الویرہ چادر میں چھپی صوفے پر سکڑی ہوئی ہے' انجانے خوف سے رودابہ کا دل حلق میں آنے لگا تھا' بے اختیار آگے بڑھ کر اس نے چادر الویرہ کے چہرے سے ہٹائی' اس کا چہرہ انگاروں کی طرح دہکتا سرخ ہو رہا تھا۔

"الویرہ...... مجھ سے بات کرو میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم سیدھی اوپر والے کمرے میں جاؤ گی ورنہ میں تمہیں بتا دیتی کہ......"

"میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے' مجھے کوئی ٹیبلیٹ دے دیں۔" اس کی کراہتی آواز پر رودابہ کی بات ادھوری رہ گئی۔

"میں ابھی تمہارے لیے گرم دودھ اور ٹیبلیٹ لے آتی ہوں' منٹوں میں درد غائب ہو جائے گا۔" اسے تسلی دیتی رودابہ سرعت سے باہر گئی۔

گہری خاموشی میں بس وال کلاک کی ٹک ٹک ہی سنائی دے سکتی تھی' گرم کمبل میں الویرہ پتہ نہیں سوئی تھی یا جاگ رہی تھی' اس کے روکنے کے باوجود رودابہ اس کا سر گود میں رکھ کر دھیرے دھیرے دباتی رہی تھی۔ اسی طرح جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ ایک بار پھر وال کلاک میں وقت دیکھا' سب کی گھر واپسی کسی بھی وقت متوقع تھی...... گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے چونک کر الویرہ کو دیکھا۔

''لیٹی رہو...... تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔'' رودابہ نے نرم لہجے میں اسے روکنا چاہا مگر وہ اٹھ بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ متورم تھا' میری وجہ سے آپ پریشان ہوگئیں۔'' صوفے کی پشت سے سر ٹکائے وہ کمزور لہجے میں بولی۔

''بالکل نہیں...... مگر میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ یزدان تمہیں یہاں چھوڑ گئے تب میرا تم سے سامنا نہیں ہوا' کچھ دیر بعد یزدان واپس آئے تو تمہارے لیے نیکلیس اور جوس وغیرہ مجھے دے کر تمہاری طبیعت کی خرابی کا بھی بتایا...... پہلے وہ خود اوپر گئے مگر پھر واپس آ کر بتایا کہ تم شاید واش روم میں ہو اس لیے گیٹ نہیں کھولا' وہ مجھے تمہارا خیال رکھنے کا کہہ کر واپس چلے گئے' مجھے اس وقت بھی اندازہ نہیں ہوا کہ تم ڈرائنگ روم میں نہیں میرے کمرے میں ہو' بعد میں اوپر تمہارے پاس ہی جا رہی تھی کہ سیڑھیوں پر کیہان مل گیا' وہ بہت پریشان اور گھبرایا ہوا تھا' تمہیں بے ہوش دیکھ کر میرے پیروں تلے سے بھی زمین نکل گئی تھی۔ ایک پل کو رک کر رودابہ نے بغور اسے دیکھا تھا۔ جو نظر جھکائے بالکل چپ تھی۔ اس نے بتایا کہ دروازہ اندر سے لاک تھا' تمہیں خوف زدہ دیکھ کر اور پھر دروازے کے باہر یزدان کی موجودگی پر وہ گھبرا گیا تھا' یزدان وہاں نہ ہوتے تو وہ تمہیں زبردستی روکنے کی کوشش نہ کرتا تم سے پہلے ہی کمرے سے نکل آتا' یزدان کیا بلکہ گھر کا کوئی بھی دوسرا شخص ایسی صورت حال میں سب سے پہلے اس کا ہی گریبان پکڑتا...... پہلے ہی میرے بھائی کو یہاں کوئی اچھا نہیں سمجھتا' باوجود اس کے کہ آج تک اس نے یہاں کبھی پلٹ کر کسی کو جواب نہیں دیا' ہر ناجائز بات کو سر جھکا کر سنا...... پھر بھی اسے برا کہنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا...... تم سمجھ رہی ہو میری بات......؟ میں نے کیہان سے کہا ہے کہ وہ خود تم سے معذرت کرے۔''

''نہیں...... اس کی ضرورت نہیں' وہ سب انجانے میں ہوا' جانے دیجیے اس بات کو......'' جس طرح فق ہوتے چہرے کے ساتھ اس نے فوراً انکار کیا تھا رودابہ کو اندازہ ہوگیا کہ وہ اس ذکر سے بھی گریزاں ہے' شاید وہ اس بارے میں رودابہ کی باتیں بھی مجبوراً سن رہی تھی۔

''ٹھیک ہے لیکن پھر بھی میں کیہان کی طرف سے تم سے معافی مانگتی ہوں' بس تم یزدان کو اس بارے میں کچھ نہ بتانا...... پتہ نہیں وہ کیا سوچیں۔'' رودابہ کے التجائی لہجے پر اس کی جانب دیکھے بغیر ہی وہ اثبات میں سر ہلاتی چپ رہی تھی جبکہ رودابہ اندر داخل ہوتے یزدان کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

''آپ پریشان مت ہوں' صبح تک بخار بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔'' یزدان کی تشویش اور سوالوں کی بوچھاڑ سے الویرہ کو بیزار ہوتے دیکھ کر رودابہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے رودابہ...... تم نہیں جانتیں' یہ میری بیٹری ہے اس میں گڑبڑ ہوتی ہے تو میں ڈاؤن ہوجاتا ہوں۔''

''بہت خوش نصیب ہیں آپ کہ اتنی قیمتی اور پیاری بیٹری ہے آپ کے پاس۔'' یزدان کو مخاطب کرکے اس نے الویرہ کو دیکھا۔ ''ویسے آج تم بہت پیاری لگ رہی تھیں' شاید میری ہی نظر لگ گئی۔'' رودابہ کے کہنے پر وہ غائب دماغی سے بمشکل مسکرائی جبکہ اس کے مسکراتے چہرے نے رودابہ کو کچھ پُرسکون کیا تھا۔

''گھر کے سلسلے میں کیہان آپ سے ملنے آیا ہے' اوپر ہی ہے۔'' رودابہ نے یزدان کو اطلاع دی۔

''تم یہ مجھے اب بتا رہی ہو۔'' یزدان کے خشمگیں لہجے پر رودابہ شرمندہ ہوئی۔

☆

اس جنگل میں بکھری برف کا عالم عجیب پُرفسوں تھا' اس پُرسکوت یخ بستہ جنگل میں وہ خود کو دیکھ رہی تھی' برف پر گھسٹتی جاتی' سرخ لہو رنگ ریشمی پھولی فراک کو وہ چٹکیوں میں سنبھالے سفید درختوں کے درمیان سے گزر رہی تھی' اس کے سیاہ بال شانوں اور بازوؤں کو چھپائے ہوئے تھے' سر پر نازک سا سنہری تاج جگمگا رہا تھا۔ تنہائی اور سناٹوں سے بے نیاز وہ برف سے ڈھکے اس سفید جنگل کے اونچے نیچے راستوں اور جھاڑیوں کو پھلانگتی بالآخر اس جھیل تک پہنچی تھی جس میں حد نظر تک جمی برف کے چھوٹے بڑے تودے تیرتے نظر آرہے تھے' گہری سانسوں کے درمیان اس کے چہرے پر بڑھتی چمک سے لگ رہا تھا کہ یہی منزل مقصود ہے یا پھر منزل کا راستہ......

نظر اٹھا کر اس نے گہرے نیلگوں آسمان پر پوری آب وتاب سے چمکتے چاند کو دیکھا تھا' اتنا بڑا اور روشن چاند اس کی آنکھوں کو خیرہ کر گیا تھا۔ تب خاموش یخ بستہ فضا میں پھڑپھڑاہٹ سی گونجی تھی' اس کی کشادہ چمکتی آنکھیں آسمان پر اس جانب جم گئی تھیں جہاں سے ایک سفید بُراق گھوڑا اپنے بڑے بڑے پروں پر اڑتا اسی کی جانب آ رہا تھا' چند قدموں کے فاصلے پر وہ شاندار خوب صورت گھوڑا دھیرے سے برف کی ہلکی تہہ میں چھپی زمین پر اترا تھا' مخصوص ہنہناہٹ کے ساتھ گھوڑا اپنے پچھلے پیروں پر اٹھا اور پھر اس کے سفید چمکتے پھڑپھڑاتے پر شانت ہوگئے تھے' وہ یقیناً چمکتی دودھیا برف کی تراش سے بنا کوئی شہزادہ کوئی دیوتا تھا جو بڑے باوقار شاہانہ اطوار سے گھوڑے کی پشت سے اترتا اس کے سامنے آ رکا تھا' سروقد' چاند کی کرنوں کو شرماتا' حسن تحیر زدہ تھا' عشق کا دیوتا اپنا سفید دودھیا ہاتھ پھیلائے منتظر تھا' وہ اپنے تحیر اور سحر سے نکل نہیں پا رہی تھی' سفید لباس میں وہ سر سے پیر تک برف سے زیادہ سفید اور چاند کی کرنوں سے زیادہ دودھیا تھا' اس کے سفید چمکتے بالوں میں کہیں کہیں سنہری رنگ بھی دمک رہا تھا' اس کے چہرے کے نقوش کی تراش کے آگے سنگ مرمر کی تراش بھی ماند تھی مگر..... اس کی آنکھوں میں تیرتا گلابی پن' بے اختیار کر گیا تھا' پتہ ہی نہ چلا کس لمحے اس نے اپنا ہاتھ سفید چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا۔ یاد رہا تھا تو بس اتنا کہ سفیدی مائل بھوری خمدار پلکوں تلے چمکتی آنکھوں کی گلابی تیز ہوگئی تھی' اس کے بعد وہ دودھیا بانہوں کے حصار میں گھوڑے کی مخملی شفاف سفید پشت پر تھی' عشق کے سفید دودھیا دیوتا نے عقب سے اس کے لرزتے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے گھوڑے کی جگمگ کرتی لگاموں کو بھی گرفت میں لیا تھا' بھاری پروں کے حرکت میں آتے ہی مشک وعنبر کی تیز خوشبوئیں فضا کو معطر کر گئی تھیں۔ روئی کے اڑتے گالوں کی سی نزاکت سے گھوڑے نے اڑان بھری تھی' مہکتی فضا میں سکون ہی سکون تھا' خمار ہی خمار تھا' چاند قریب آتا جا رہا تھا' اس کی آب وتاب بڑھتی جا رہی تھی' اس کی آنکھیں چندھیانے لگی تھیں..... تیز کرنوں سے بچنے کے لیے اس نے اپنے بازو میں چہرہ چھپایا تھا کہ.....

یک دم حلق سے ابھرتی کراہ کے ساتھ اس نے آنکھیں کھولی تھیں اور پھر دایاں بازو تھامے کراہوں کو دباتی اٹھ بیٹھی تھی' مگر اس کے باوجود اپنے بازو کو سہلاتی وہ اسی خواب کے زیر اثر اطراف کا جائزہ لے رہی تھی' سامنے والے صوفے پر یزدان کے تایا کا نو عمر پوتا سویا ہوا تھا' جبکہ یزدان کارپٹ پر محو خواب تھا' تھکے تھکے نڈھال انداز میں وہ دوبارہ صوفے پر ڈھے گئی تھی۔

اس کی گردن اکڑ گئی تھی' حلق درد کر رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی مگر..... آہنی گرفت کی اذیت اپنی بے بسی اور قابل رحم حالت کسی فلم کی طرح بار بار دماغ کی اسکرین پر چلتی مضطرب کرنے لگی تھی' دوبارہ غافل ہونے کی کوشش میں ناکام ہو کر اس نے وقت دیکھا' صبح کے آٹھ بج رہے تھے' رات میں یزدان اور رودابہ کے جانے کے بعد اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب یزدان واپس آیا۔ واش بیسن میں اپنے اترے چہرے کو دیکھتے ہوئے اسے سخت وحشت ہو رہی تھی' کچھ الوہی ماورائی چیزیں خواب کی حد تک پرکشش لگتی ہیں' حقیقت میں سامنے آجائیں تو وحشت سے دور بھاگ جانے کا دل کرتا ہے۔ اسے اندازہ ہوا تھا کہ رات کی تقریب کی تھکن کے بعد گھر والوں کی صبح دوپہر تک ہی ہوگی سو چائے کی طلب میں اوپر کے ہی پورشن کے کچن میں چلی آئی تھی' چائے کا مگ اٹھائے وہ واپس آ رہی تھی جب نگاہ چھت کی طرف سے نیچے آتی سیڑھیوں تک گئی تھی اگلے ہی پل مگ اس کے ہاتھ سے چھوٹا چھناکے کی بلند آواز کے ساتھ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ سیڑھیوں پر صرف کیہان ہی نہیں رودابہ بھی ساکت رہ گئی تھی' الویرہ سرعت سے پلٹتی واپس تیزی سے کچن کی طرف نکل گئی تھی۔ رودابہ فوری طور پر اس سے کچھ بول نہیں سکی تھی جو ایک خاموش نگاہ اس پر ڈالتا تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا تھا۔ بوجھل دل کے ساتھ رودابہ بکھری کرچیوں کی سمت بڑھ گئی تھی۔ ٹیبل کے گرد بیٹھی وہ پانی کے گھونٹ بھرتی کسی سوچ میں غرق تھی' جب رودابہ کچن میں داخل ہوئی تھی۔

"میں یہ سمیٹنے آ رہی تھی' آپ نے کیوں....." شرمندہ ہوتی وہ رودابہ کے متوجہ نہ ہونے پر چپ سی ہوگئی تھی۔ سپاٹ چہرے کے ساتھ رودابہ نے کرچیاں ڈسٹ بن میں ڈال دی تھیں۔

"میں تمہارے لیے ناشتہ تیار کر دیتی ہوں۔" الویرہ کی جانب دیکھے بغیر وہ مصروف انداز میں بولی۔

"نہیں' میں بس چائے لوں گی اور وہ میں خود بنا لوں گی آپ رباء کے پاس جائیں۔" الویرہ کو کچھ محسوس ہوا تھا سو جھجکتے ہوئے بولتی اس کے قریب گئی مگر رودابہ نے جیسے سنا ہی نہیں تھا' چپ چاپ اس نے کیتل میں چائے کا پانی چولہے پر رکھ دیا..... بغور اسے دیکھتے ہوئے جانے کیوں الویرہ کو شرمساری ہوئی تھی' بے

اختیار اس نے روادبہ کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آپ کیوں رو رہی ہیں......؟ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو بتائیں مگر اس طرح مت روئیں۔" روادبہ کے خاموش آنسوؤں نے اسے سخت پریشا کیا تھا۔

"نہیں، تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی...... میں بس تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ وہ میری اور تمہاری طرح ہی ایک انسان ہے کوئی دوسری مخلوق نہیں جو تم اس سے یوں ڈر گئیں۔" اپنے آنسو صاف کرتی روادبہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

"ایم سوری، آپ میری وجہ سے ہرٹ ہوئیں...... آپ روئیں نہیں، میں یوں بھی بہت شرمندہ ہوں دراصل رات جو ہوا اس سب کا خوف مجھ پر حاوی ہو گیا تھا ورنہ میں جان بوجھ کر کسی کو ہرٹ کرنے یا کسی کی انسلٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ نادم لہجے میں اتنا ہی بول سکی تھی۔

"ہاں، میں جانتی ہوں...... تم یقین کرو رات میں وہ تم سے زیادہ ڈرا ہوا تھا اس لیے نہیں کہ اس کی ذات پر انگلی اٹھائی جائے گی بلکہ اس لیے کہ میری زندگی یہاں اجیرن ہو جائے گی۔"

"جو ہوا اسے بھول جائیں، میری طرف سے اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" الویرہ کے پشیمان لہجے پر روادبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جب وہ پیدا ہوا تھا تو امی اسے دیکھ کر حیران پریشان تھیں ان کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ سفید بچہ ان کی ہی اولاد ہے مگر اس کے نقوش میں امی اور ابو دونوں کی جھلک تھی سو یقین کرنا پڑا۔ ڈاکٹر نے امی ابو کو مطمئن کیا تھا کہ وہ ایک صحت مند بچہ ہے ہر طرح سے نارمل ہے مگر پھر بھی ابو نے کئی اسپیشلسٹ سے کیہان کا چیک اپ کروایا سب نے یہی جواب دیا کہ اس کا سفید ہونا نسل در نسل منتقل ہونے والی ایک جینیٹک کنڈیشن ہے جو اس میں بہت زیادہ نمایاں ہو گئی ہے ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ ضروری نہیں کہ اس کے بچے بھی وائٹ ہوں مگر اس کی نسل میں آگے کہیں جا کر پھر کوئی وائٹ ہو سکتا ہے کیہان کی طرح یا اس سے کم۔" بات مکمل کر کے روادبہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"اس رنگ کے ساتھ کیا ان کو کبھی پریشانی نہیں ہوئی؟" الویرہ نے پوچھا۔

"کبھی بھی نہیں، وہ سب کی آنکھوں کا تارا تھا، سب اس سے پیار کرتے تھے پہلی بار اسے دیکھ کر حیران ہونا تو فطری بات تھی اب وہ عادی ہو چکا ہے، حیران نظریں اسے پریشان نہیں کرتیں۔ عادی تو اسے اور مجھے ان سخت حالات کا بھی ہونا پڑا تھا جو ابو کے بعد سامنے آئے۔" روادبہ مدھم لہجے میں بولتی چپ ہوئی۔

"ثمرین نے نکاح پر کوئی اعتراض نہیں کیا......؟ وہ بھی تو جانتی ہوگی کہ......" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکی مگر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اس کی مرضی سے ہوا ہے نکاح، کیہان کے ساتھ اس کا معاملہ تب ہی ختم کر دیا گیا تھا شاید جب ابو دنیا سے گئے، ہمیں بعد میں اندازہ ہوا...... کیہان کا سفید ہونا بھی اس کی ایک خاصیت تھی یہاں سب کی نظر میں...... مگر بعد میں اس کی یہی خاصیت اس کی خامی اور عیب بن گئی وہ ہمیشہ سے ہی کم گو تھا، بے سائبان ہو جانے کے بعد بالکل ہی گم صم اور خاموش ہو گیا تھا مگر رویوں سے وہ کس حد تک دل برداشتہ تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امی اور میری وجہ سے بھی وہ یہاں نہیں رک سکا۔" روادبہ کے خاموش ہونے پر وہ کچھ کہتے کہتے رک کر دروازے کی طرف متوجہ ہوئی، دستک کے بعد یزدان اندر داخل ہوا تھا۔

"نہیں میں بیٹھوں گا نہیں، نیچے جا کر بس سونا ہے، آج میری وجہ سے کیہان کا بھی حشر نشر ہو گیا ہے۔" روادبہ کے کافی پیش کرنے پر وہ بولا۔

"آپ یہ بتایئے کوئی گھر ملا؟" روادبہ نے پوچھا۔

"ہاں...... شکر ہے کیہان اور اس کے دوست اسفند نے ایک گھر نکال ہی لیا، بس پراپرٹی ڈیلر تک پہنچنے کے چکر میں اتنا وقت لگ گیا۔"

"مبارک ہو الویرہ......" روادبہ نے مسکراتے ہوئے اس کے چمک اٹھنے والے چہرے کو دیکھا۔

"اسفند، کیہان کا بچپن کا دوست ہے، ہر معاملے میں اسفند اور اس کی فیملی نے بہت سپورٹ کیا ہے اسے، مجھے پتہ تھا کہ کیہان کے ساتھ اسفند بھی اس کام میں شامل ہو گیا تو ضرور کچھ اچھا ہی ہوگا۔" روادبہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں اس چیز کے لیے تو میں ان دونوں کا بہت شکر گزار ہوں، اب آپ دونوں خواتین صبح ہی چلیں گی گھر دیکھنے تاکہ سب فائنل کر کے ہم واپس جائیں، باقی کاغذی کارروائی کیہان کے سر ڈال دی ہے میں نے۔" رکے بغیر بولتا وہ باہر نکل گیا۔

"بھائی ...... رکیں تو......" الویرہ اسے پکارتی بیڈ سے اتری۔

"امی کو یہ خوش خبری دیتی ہوں لیکن پہلے ان سے پوچھ تو لوں گھر کیسا ہے؟ کس جگہ ہے؟" الویرہ پُرجوش انداز میں رودابہ سے کہتی باہر بھاگی۔

☆

ٹیکسی میں طویل ہوتا سفر بھی اسے گھر کی خوشی میں بیزار نہ کرسکا تھا' بہرحال یزدان نے گھر سے فاصلہ کم رہ جانے کی نوید دے دی تھی۔ وہ ایک طویل کشادہ سڑک تھی جس کے دونوں جانب وسیع وعریض میدان تھے۔ دائیں جانب اس میدان کے وسط میں ایک بہت خوب صورت سرخ ڈھلوانی چھت والا گھر نظر آرہا تھا۔

"تمہیں وہ گھر اچھا لگ رہا ہے؟" رودابہ نے اس کی محویت محسوس کرکے پوچھا۔

"بہت زیادہ' دور سے اتنا اچھا لگ رہا ہے تو قریب سے کتنا اچھا ہوگا۔" ٹیکسی اب بالکل سڑک پر اس گھر کے سامنے سے گزر رہی تھی۔

"قریب سے بھی بہت اچھا ہے۔"

"آپ کو کیسے پتہ......؟" اس نے چونک کر رودابہ کو دیکھا۔

"وہ گھر کیہان نے بنوایا ہے' یہ جب مکمل ہوا تھا تو سب سے پہلے وہ مجھے ہی یہاں لایا تھا۔" رودابہ نے مسکراتے ہوئے اس کے دنگ تاثرات کو دیکھا تھا۔

"اسے یہ بھی بتاؤ کہ کیہان نے وہ گھر تمہارے لیے بنوایا ہے اور یہ بھی کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تم اس گھر میں جاکر اسے آباد نہیں کروگی تب تک وہ بھی اس گھر میں قدم نہیں رکھے گا۔" فرنٹ سیٹ پر موجود یزدان نے درمیان میں کہا۔

"تمہاری ضد میں وہ بھی تمہاری طرح گھر ہوتے ہوئے بھی بے گھر رہے گا۔" کچھ تھا یزدان کے لہجے میں کہ رودابہ چپ رہ گئی تھی۔ جبکہ الویرہ کا دل چاہا تھا رودابہ کی عقل پر ماتم کرنے کو۔

آگے جاکر سڑک ایک دوسری سڑک سے مل گئی تھی' ٹیکسی دائیں یا بائیں جانب مڑنے کے بجائے سڑک کراس کرتی ایک بالکل نئے تعمیر شدہ گھر کے سامنے رک گئی تھی' گھر کے آگے کافی بڑا سا احاطہ تھا جس کی زمین پکی تھی' احاطہ کے گرد مضبوط لکڑی کا جنگلہ بنا ہوا تھا' جنگلے پر رنگ وروغن بھی تازہ دکھائی دے رہا تھا' یزدان کی اجازت ملنے کی دیر تھی رباء کا ہاتھ پکڑے وہ احاطہ عبور کرتی گھر کے اندر دوڑ گئی تھی' خوشی سے اس کا چیخنے کو دل کررہا تھا' گھر میں داخل ہوتے ہی ایک بڑا سا ہال تھا ہوادار اور روشن' ہال کے بعد اس نے رودابہ کی ہدایت پر پہلے کچن کا جائزہ لیا اور مطمئن ہوگئی تھی' پہلا کمرہ تو اسے اپنے لیے ہی پسند آگیا تھا' ایک تو یہاں کی کھڑکیاں بہت بڑی بڑی سی تھیں اور دوسرے یہاں گھر کے عقب میں کھلنے والا دروازہ بھی نظر آرہا تھا' زندگی کے اتنے سال تنگ اور سیلن زدہ فلیٹ میں گزارنے کے بعد یہ خالی گھر اس کے لیے کسی محل سے کم نہیں تھا' کھڑکی سے ہٹتی وہ کھلے ہوئے عقبی دروازے کی سمت بڑھی تھی کہ یک دم جہاں تھی وہیں ساکت رہ گئی تھی' فون پر بات کرتا وہ باہر کے چند اسٹیپ طے کرتا اندر داخل ہوا تھا مگر سامنے پتھر کا مجسمہ بنی الویرہ پر نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک کر رکتا فون پر بات کرنا ہی بھول گیا تھا' دوسری جانب وہ اس کے رکتے ہی سرعت سے پلٹ کر باہر نکلتی چلی گئی تھی' سامنے سے آتے یزدان کو دیکھتے ہوئے وہ نہیں جان پائی ایسے کیا ہوا بس وہ اس کے سینے سے سر ٹکائے سسکیاں بھرنے لگی تھی۔

"کیا بے وقوفی ہے یہ الویرہ۔" یزدان نے پیار سے گھرکتے ہوئے سر پر چپت لگائی۔

"الویرہ...... کیا ہوا...... یہ کیوں رو رہی ہے؟" رباء کو گود میں اٹھائے قریب آتی رودابہ نے یزدان سے بھی پوچھا۔

"کچھ نہیں بس یہ خوشی کے آنسو ہیں' محترمہ حد سے زیادہ جذباتی ہیں۔" یزدان کے کہنے پر رودابہ نے مسکراتے ہوئے الویرہ کو اپنے ساتھ لگایا۔

"ارے کیہان...... تم کب پہنچے؟" یزدان کی آواز سنتے ہوئے الویرہ نے سرعت سے مزید رخ پھیر کر آنکھیں خشک کی تھیں۔

"میں ذرا اور کمرے دیکھ لوں۔" مدھم آواز میں رودابہ سے کہتی وہ ایک کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"ڈیلر بس آرہا ہے' سب فائنل کردیتے ہیں۔" ہال کی جانب کھلتی کھڑکی کے قریب رکی وہ سماعتوں تک پہنچتی مدھم گھمبیر آواز سن رہی تھی۔

"رودابہ...... میری بات کی ذرا بھی اہمیت ہے تمہارے نزدیک تو ہم سب کے یہاں شفٹ ہونے سے پہلے تم اور کیہان اپنے گھر میں آجاؤ' یہاں تم اور رباء ہم سب کے درمیان ہوگے' مجھے بھی تسلی رہے گی کہ یہاں میرے اپنے میرے

قریب ہیں۔" یزدان کی آواز اسے سنائی دے سکتی تھی' وہ سب بہت زیادہ فاصلے پر بھی نہیں تھے' دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے ذرا کھڑکی سے جھانکا' ہال کے ستون سے پشت ٹکائے وہ سینے پر ہاتھ باندھے یزدان کی بات سن رہا تھا' تیزی سے دھڑکتے دل کے باوجود الویرہ اپنی نگاہ نہ ہٹا سکی تھی مگر یک لخت اس کے کھڑکی کی جانب متوجہ ہونے پر وہ سانس لینا بھول گئی تھی۔ چوری پکڑی جانے پر وہ سرعت سے پیچھے ہوتی احاطے کی طرف کھلتی کھڑکی کی سمت آئی جب ہی روداب آ گئی۔

"ڈیلر آ گیا ہے' یزدان اس سے بات کرکے آ رہے ہیں' تب تک ہم ٹیکسی میں جا کر بیٹھتے ہیں۔" روداب کے کہنے پر وہ غائب دماغی سے سر ہلاتی اس کے ساتھ ہولی' ہال میں آتے ہوئے اس نے نظر اٹھا کر بھی کسی جانب نہیں دیکھا مگر بیرونی دروازے سے نکلنے تک دو نگاہوں کی تپش اسے بخوبی خود پر محسوس ہوئی تھی۔

☆
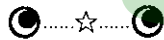
رات کا جانے کون سا پہر تھا' چھت پر چلتے پنکھے سے نظر ہٹا کر اس نے گہری نیند سوئی ایرج کو دیکھا اور پھر دوسری جانب کروٹ بدلتے ہوئے دیوار پر نظریں جما دی تھیں۔ واپس آئے پندرہ دن گزر گئے تھے' یزدان کے ٹرانسفر آرڈر آنے کے انتظار کے ساتھ ساتھ پیکنگ بھی جاری تھی۔ روداب سے صرف اس کا ہی نہیں ایرج اور عذرا سے بھی رابطہ مستقل تھا' دو دن پہلے یزدان نے اطلاع دی تھی کہ روداب اپنے گھر جانے کے لیے تیار ہے اور آج روداب نے بھی تصدیق کردی تھی کہ کل وہ اور رباء گھر پہنچ جائیں گے' اس نے تلقین کی تھی وہ سب بھی جلد پہنچنے کی کوشش کریں ورنہ وہ بہت تنہائی محسوس کرے گی۔ یزدان بہت خوش تھا کہ روداب نے اس کی بات کو سمجھا اور عمل کیا' الویرہ نے اس کی خوشی کو بہت گہرائی سے محسوس کیا تھا..... مگر یہ غنیمت تھا کہ کسی نے اس کی گم صم کیفیت اور خاموشی کو زیادہ محسوس نہیں کیا' کچھ چونک کر اس نے اپنے فون کو دیکھا تھا' دل کی دھڑکن بڑھتی چلی گئی تھی' اس نمبر سے روز ہی رباء اس سے باتیں کرتی تھی اور اسے پتہ تھا کہ یہ نمبر روداب کا نہیں ہے' وہ بالکل بھی حیران نہیں ہوئی جب کچھ دن پہلے اسے اسی نمبر سے خاموش کالز موصول ہونے لگیں' ہاں مگر اس کا دل ضرور حلق میں آ جاتا تھا' اس نے چاہا تھا کہ کال اگنور کردے مگر کسی انجانے جذبے کے زیر اثر اس نے آج پھر کال ریسیو کرلی تھی۔

"تھینکس....." گھمبیر خاموشی میں آج اچانک ابھرتی آواز نے اسے سن کردیا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ الویرہ ہیں' یہ بھی جانتا ہوں کہ میں بہت غیر اخلاقی حرکت کا مرتکب ہو رہا ہوں' مستقل اس وقت آپ کو پریشان کرکے..... آج بہت ہمت کرکے آپ کو مخاطب کیا ہے' مجھے غلط مت سمجھیے گا..... یہ کالز بس ایک بے اختیاری عمل ہے' شاید ایسا اس لیے ہے کہ مجھے آپ سے معذرت کرنے کا موقع نہیں ملا۔" رک رک کر جھجکتے بھاری لہجے میں اور بھی کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ لرزتے ہاتھ سے رابطہ منقطع کرگئی تھی۔

☆

وہ ایک میچور سمجھدار لڑکی ہے' وہ کیوں تم سے بھاگے گی' یا ڈرے گی' عجیب بات کرتے ہو تم۔" روداب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پتہ نہیں آپ نے ٹھیک طرح سے معذرت کی بھی تھی یا نہیں۔" سوئی ہوئی رباء کے بالوں پر ہاتھ پھیرتا وہ متفکر تھا۔

"تم نے کیوں اس بات کو اتنا سر پر سوار کررکھا ہے' الویرہ بہت اچھی لڑکی ہے' مجھے یقین ہے کہ اس نے وہ واقعی بدگمان نہیں ہے' اس لیے تم پریشان مت ہو۔" آج پھر اسے سمجھاتے ہوئے روداب اپنی مسکراہٹ نہیں چھپا سکی تھی۔

"اچھا..... میرا مسئلہ صرف یہ ہے کہ میں اپنی ذات سے کسی کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا مگر انجانے میں میرا امیج خراب ہوگیا۔" وہ گہری سانس بھر کر بولا۔

"کوئی امیج خراب نہیں ہوا' اب وہ یہاں شفٹ تو ہوچکی ہے' تمہیں ضرور موقع مل جائے گا اس سے معذرت کرنے کا' فی الحال تو وہ اپنے گھر کو سیٹ کرنے میں مصروف ہے' میرا بھی دن وہیں گزرتا ہے' سوچ رہی ہوں اسی ہفتے میں ان سب کو کھانے پر بلالوں' تب تک وہ سب گھر کے کاموں سے بھی فارغ ہوجائیں گے۔" روداب کے کہنے پر اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"ویسے الویرہ بہت خوش ہے اپنا گارڈن دیکھ کر..... میں نے اس کو بتایا تھا کہ اس کی خواہش پر تم نے خاص توجہ دی ہے گارڈن پر۔" روداب کے بتانے پر وہ خاموش ہی رہا۔

"کافی رات ہوچکی ہے' تم جا کر اب آرام کرو' صبح پھر جلدی جاؤ گے اور رات میں ہی تمہارا چہرہ نظر آئے گا۔" روداب صوفے سے اٹھتی ہوئی بولی جبکہ وہ رباء کو بازوؤں میں سنبھالے

کمرے کی سمت بڑھ گیا' رباء کے سر پر پیار کرتا وہ پلٹا تھا جب رودابہ اس کی طرف آئی۔

"کیہان ہماری وجہ سے تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں......"

"پھر وہی بات......" وہ عاجز آیا۔

"ایسا...... آپ کی یہ غیروں والی باتیں مجھے ضرور پریشان کرتی ہیں۔ آپ اور رباء میرے وجود میری زندگی کا حصہ ہیں' آپ سے الگ رہنا میرے لیے پریشان کن تھا مگر اب میں مکمل ہوں' خوش ہوں آپ کو اپنے قریب دیکھ کر...... یہ گھر آپ کا ہے آپ مجھے بھی اس گھر سے نکالنے کا حق رکھتی ہیں مگر میں نکلوں گا نہیں وہ الگ بات ہے۔" اس کے شانوں کو تھامے وہ سنجیدگی سے بولا جس پر رودابہ نے ہنستے ہوئے اس کے ہاتھوں کو تھاما۔

"میں بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں خوش ہوں' یزدان بھائی کے کہنے پر ہی سہی مگر آپ نے اپنی ضد تو توڑی...... اب میں تو آپ کو یہ دھمکی نہیں دے سکتا تھا کہ آپ اس گھر میں نہیں آئیں تو آپ سے تعلق ختم۔" اس کے شکایتی لہجے پر وہ خجل ہوئی۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے ڈریسنگ کی دراز سے دوربین نکالی اور کمرے کی لائٹ آف کرتا ونڈو کی سمت بڑھ گیا۔ یزدان کے گھر کا وہ حصہ اس کی توجہ کا مرکز تھا جس کی بڑی سی ونڈو کے پردے ہٹے ہوئے تھے ونڈو کے ساتھ ہی بیڈ تھا جس پر تکیوں کے سہارے نیم دراز آج وہ کوئی کتاب نہیں پڑھ رہی تھی' ہاتھ باندھے کھڑکی سے نظر آتے آسمان کو تک رہی تھی' یقیناً کسی سوچ میں گم تھی۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی اس کو تیزی سے اٹھتے دیکھ کر کیہان کو لگا تھا کہ اب وہ پردے پھیلا دے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا' کھڑکی کی چوکھٹ پر بازوؤں پر چہرہ ٹکائے وہ اب سامنے دیکھ رہی تھی' کیہان نے اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنے دائیں طرف رات کی تاریکی میں سر اٹھائے کھڑے گھنے درختوں کے جھنڈ کی جانب دیکھا تھا' تب ہی اس کا سیل فون بھی چیخا تھا' دوربین آنکھوں سے ہٹائے بغیر اس نے کال ریسیو کی۔

"شغل جاری ہے؟" اسفند کی مسکراتی آواز ابھری۔

"میرا خیال ہے جو میں کر رہا ہوں اسے غیر اخلاقی حرکت کہتے ہیں۔" زوم کے آپشن کو استعمال کرتا وہ بولا۔

"اب یہ سچ کہہ کر مجھے اپنے جبڑے نہیں تڑوانے تم سے۔"

"جب جانتے ہو تو بکواس کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"تم کیا اتنی بے چینی سے اس کا انتظار اس لیے کر رہے تھے کہ یہ غیر اخلاقی حرکت کر سکو؟"

"اس کے لیے میں خود کو ملامت پابندی سے کرتا ہوں' تمہیں یہ کام کرنے کی ضرورت نہیں۔" کوفت سے بولتا وہ اسی جانب دیکھ رہا تھا' جہاں وہ اب بھی ہاتھوں پر چہرہ ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کیہان...... کیوں وقت ضائع کر رہے ہو' اس سے گھلنے ملنے کی بات کرنے کی کوشش کرو۔"

"وہ میرے سامنے ٹھہرتی تک نہیں' دوسری نظر تک ڈالنے سے گریز کرتی ہے اور تم گھلنے ملنے کی بات کر رہے ہو۔" وہ کچھ جھلا کر بولا۔

"مجھے یہ بتاؤ...... آج تک کوئی نارمل لڑکی تمہارے حسن بلاخیز کی تاب کے سامنے ٹھہر سکی ہے جو اس بے چاری سے یہ امید رکھتے ہو؟ ڈھیٹ آدمی وہ نازک دل رکھنے والی لڑکی ہے' اس سے چھپنے کے بجائے بار بار اس کے سامنے جاؤ تاکہ صدمے سہہ سہہ کر وہ بھی تمہارے جلوؤں کی عادی ہو جائے۔ ورنہ یہی حسرت لیے پھرو گے کہ پہلی محبت اور وہ بھی ناکام محبت......"

"اب تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ مجھے محبت کا مرض لاحق ہوا ہے؟" وہ بیزاری سے بات کاٹ گیا۔

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے کیونکہ پہلے کبھی تمہیں ایسی بے وقوفانہ کیفیات میں' میں نے نہیں دیکھا' لہٰذا اس مرض کو سینے سے لگانے میں دیر مت کرنا ورنہ تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈتے ڈھونڈتے میرے بال بھی تمہاری طرح سفید ہو جائیں گے۔" اسفند کی بقیہ بات وہ سن نہیں سکا تھا کیونکہ دوربین سے نظر آتے منظر میں اس کھڑکی پر اب پردے گر چکے تھے۔

"تم سن رہے ہو میری بات۔" اسفند کی آواز اس کے کان میں چبھی تھی۔

"ہاں' سن رہا ہوں' منحوس انسان۔"

"اب میں نے کیا نحوست پھیلا دی؟" اسفند دنگ ہوا۔

"اس نے کھڑکی پر پردے ڈال دئے ہیں۔" اس کے کھا جانے والے لہجے پر اسفند بے ساختہ ہنسا۔

☆

روز رات میں یہ احساس جانے کیوں ہوتا تھا کہ جیسے وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہے...... کل رات تو وہ ٹھیک طرح سے

سو بھی نہ سکی تھی عقبی کھڑکی سے وہ فجر کی اذان کو سنتی دور مسجد کی سفید محرابوں کو دیکھتی رہی تھی۔ تسبیح پڑھتیں عذرا ایک پل کو اس کی طرف متوجہ ہوئیں تھیں جو چپ چاپ تخت پر آ بیٹھی تھی۔

"ویسے یہ اچھا ہے کہ اس گھر میں آ کر میں تو صبح خیز ہوگئی ہوں۔" چائے کا مگ اسے دے کر اریج بولی اور اپنا مگ سنبھالے قریب ہی رکھی کرسی پر براجمان ہوگئی۔

"الویرہ...... آج ہو سکے تو رودابہ کے گھر ہو آنا' کل رات اس نے ہم سب کو کھانے پر بلایا تھا اور تم سر درد کی وجہ سے نہ جا سکیں' وہ تو میں نے روک لیا ورنہ رودابہ کھانے کے وقت تمہیں خود ساتھ لے جانے آ جاتی۔" عذرا کے کہنے پر وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ لیتی رہی۔

"بجیا...... رودابہ باجی نے آپ کے لیے کھانا بھیجا تھا' اس میں سے آدھا اریب ہضم کر گیا' جو بچا ہے وہ فی الوقت فریزر میں ہے۔" اریج کی بات جیسے اس نے سنی ہی نہ تھی۔

"ویسے مزہ بہت آیا تھا' کیہان بھی بہت اچھے ہیں' پہلی بار ان سے بات کرنے کا اتفاق ہوا...... ہے ناں امی؟" اریج نے تائید چاہی۔

"ہاں' دونوں بہن بھائی بہت عزت کرنے والے ہیں۔" عذرا بولیں۔ "ان دونوں کی مدد سے کتنے کام ہوگئے' سب سے بڑھ کر اتنا اچھا گھر ہمیں مل گیا۔"

"امی...... اب جلد ہی ہم بھی انہیں کھانے پر بلائیں گے۔" اریج بول رہی تھی جبکہ وہ خالی مگ لے کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ کچن کی ونڈو سے اس نے باہر پھیلتے اجالے کو دیکھا تھا اور پھر باہر سبزے پر چلی آئی تھی' کچھ وقت وہاں ٹہلنے کے بعد لکڑی کے جنگلے کے دروازے تک آئی اور کچھ سوچ کر اریج کو پکارا۔

"میں واک کے لیے جا رہی ہوں' تم آ رہی ہو ساتھ؟" اریج کو برآمدے میں آتے دیکھ کر وہ وہیں سے پوچھ رہی تھی۔

"بھائی...... ناشتے میں حلوہ پوری کا آرڈر دے کر سوئے تھے آپ ہی جائیں مگر زیادہ دور نہ جانا' امی غصہ کریں گی۔" اریج کی تاکید مکمل سنے بغیر وہ احاطے سے باہر نکل گئی۔

میدان کی کچی زمین پر چلتے ہوئے اس کی نظریں سرخ چھت والے گھر پر مرکوز تھیں مگر اس کے قدم درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھ رہے تھے سڑک کے ساتھ کافی آگے جا کر دو جگہ اسے تعمیراتی کام ہوتا دکھائی دے رہا تھا' دور سے برج بھی دکھائی دے رہا تھا جہاں ٹریفک رواں دواں تھا' یزدان نے بتایا تھا کہ

آئندہ چند سالوں میں یہاں بہت آبادی ہو جائے گی کیونکہ یہاں ہاسپٹل' شاپنگ مال اور رہائشی پروجیکٹس پر کام شروع ہو چکا ہے' ابھی یہاں رہنا تھوڑا مشکل ضرور ہے مگر اس مشکل کی وجہ سے ہی وہ اپنے ذاتی گھر کے مالک بن سکے ہیں' عذرا کو یہاں رہنے کے لیے راضی کرنا ایک الگ ذمہ داری تھی جسے یزدان ہی نبھا سکتا تھا اور اسی نے نبھائی تھی۔ ابر آلود سے موسم میں اونچے گھنے درختوں کی شاخیں صبح کی پاک صاف ٹھنڈی ہوا سے لہرا رہی تھیں' گہری سانس بھرتی وہ تھوڑا اور اندر کی طرف بڑھی اور بوجھل ہوتے دل کے ساتھ اس درخت تلے پھیلی نیم تاریکی میں بیٹھ گئی۔ یہ ایک فطری بات تھی کہ اسے اپنا شہر اپنے کولیگز اور سیلن زدہ فلیٹ میں گزرے سخت دن بھی یاد آ رہے تھے اپنی دونوں بہنوں اور ان کے بچوں سے دور ہونا اس کے لیے بھی کٹھن تھا' یہاں آنے کے بعد سے کوئی دن ایسا نہ تھا جس میں اسے اپنے مرحوم باپ کی یاد نہ آئی ہو...... کئی آنسو اس کی آنکھوں سے پھسلے تھے' دو دن تک اس کا یہی خیال تھا کہ یہاں وہ جاب شروع کرے گی' مصروفیت بڑھے گی تو سب نارمل ہو جائے گا مگر...... یزدان نے اسے جاب کرنے سے قطعی منع کر دیا تھا' اس کے احتجاج اور بحث پر یزدان نے پہلی بار انتہائی سخت لہجہ استعمال کیا تھا جسے وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی' بس خاموش ہو گئی تھی یہ سوچ کر کہ اس کی سالوں کی محنت اور ریاضت کا یہی صلہ ہے' بمشکل اپنی سسکیوں کو روکتے ہوئے اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑ ڈالی تھیں' درختوں تلے پھیلی پرسکون نیم تاریکی میں نظریں دوڑاتی وہ ایک مانوس احساس کے تحت چونکی تھی کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے...... دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے گردن موڑ کر دیکھا' اگلے ہی پل سانس رک گئی تھی' سرعت سے پیروں پر اٹھتی وہ بے اختیار چوڑے تنے کی آڑ میں ہوگئی تھی۔

"میں ہرگز بھی کوئی حملہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا' آپ اجازت دیں گی تو وہاں آؤں گا۔" احتیاطاً اپنی جگہ رکا وہ اس سے پوچھ رہا تھا مگر جواب ندارد۔

"ویسے یقین مانیے' تنہائی میں بیٹھ کر دل ہلکا کرنے کے لیے یہ ایک آئیڈیل جگہ ہے۔" دو قدم اس کی جانب وہ بڑھا تھا کہ پھر رکنا پڑا...... جب اس نے الویرہ کو نظر چرائے برق رفتاری سے وہاں سے جاتے دیکھا' بے اختیار اور بلا ارادہ ہی اس کے پیچھے ہولیا۔

"رکیے...... میں آپ سے بات کر رہا ہوں' آپ اس طرح

مجھ سے بھاگ کیوں رہی ہیں......؟'' اس کے ہم قدم ہوتا وہ دنگ لہجے میں پوچھے بغیر نہ رہ سکا مگر الویرہ نے جیسے سنا ہی نہ تھا اس کے قدموں کی رفتار مزید بڑھ گئی تھی' ذلت کے شدید احساس کے تحت کیہان کے قدم رک گئے' کچھ دیر تک وہ جلتی نظروں سے دور جاتی الویرہ کو دیکھتا رہا اور پھر لب بھینچے اپنے گھر کی سمت بڑھ گیا۔

☆

کافی کے مگ اٹھائے رودابہ باہر گارڈن میں آئی جہاں رات کی پُرسکون کھلی فضا میں یزدان اور کیہان باتوں میں مصروف تھے۔ ''ارے یہ رباء سوگئی' لائیں میں اسے اندر لے جاؤں۔'' رودابہ نے یزدان کی گود میں ہی سوجانے والی رباء کو لینا چاہا۔

''رہنے دو' ابھی کچی نیند ہے جاگ گئی تو پھر یہ میرے ساتھ جائے بغیر نہیں رہے گی اور تم کو اس کے بغیر سکون نہیں آئے گا۔'' یزدان کے روکنے پر وہ ہلکا سا مسکراتی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''الویرہ سے ٹھیک ٹھاک ان بن ہوگئی ہے میری۔'' یزدان مسکراتے ہوئے رودابہ کو بتا رہا تھا جبکہ کیہان نے چونک کر اسے دیکھا۔

''جی ہاں...... خالہ امی نے بتایا تھا مجھے' آپ اسے آرام سے سمجھا دیتے' پہلے ہی وہ یہاں آکر بہت چپ چپ سی ہوگئی ہے۔'' رودابہ بولی۔

''آرام سے ہی سمجھایا تھا پہلے' اسے سمجھ آجاتا تو مجھے کیا شوق تھا اس پر غصہ ہونے کا...... ابھی یہ نئی جگہ ہے' اجنبی لوگ ہیں' راستوں سے مانوس نہیں وہ' اس طرح کیسے اسے جاب کے لیے خوار ہونے کی اجازت دے دوں۔ انکل کی وفات کے بعد اس نے بہت چھوٹی عمر سے کام کرنا شروع کردیا تھا' گھر کو سنبھالنے میں ہر طرح سے میرا اس نے ساتھ دیا' اب میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنے لیے جئے' اب آرام کرے' اپنے بارے میں سوچے' خود کو وقت دے' میں اس قابل ہوں کہ تنہا سب کچھ سنبھال سکوں' میں اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور وہ ہے کہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔''

''آپ یقیناً اس کے لیے اچھا ہی سوچ رہے ہیں' ایک بار پھر آپ اس سے بات کرکے سمجھانے کی کوشش کریں' وہ سمجھے گی آپ کی بات کو' آپ اس سے کہیں کہ کچھ عرصہ آرام کرے پھر اس کے بعد جاب کے بارے میں سوچے۔''

''ہاں' تم ٹھیک کہہ رہی ہو' فی الحال مجھے اس کو یہی کہہ کر روکنا ہوگا۔'' یزدان نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے پُرسوچ انداز میں کہا۔

''یزدان بھائی...... آپ کہیں تو میں ان کے لیے کوئی اچھی جاب......''

''خبردار......'' یزدان نے درمیان میں ہی کیہان کو روکا۔ ''تمہاری بہن اس کی سپورٹر کم ہے جو اب تم بھی......'' یزدان کے گھرکنے پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا جبکہ رودابہ دھیرے سے ہنس دی۔

☆

بے موسم کی بارش نے مہربان ہوکر زمین کی پیاس بجھانے کا تہیہ کرلیا تھا' دن کے وقت بھی شام کا سا سماں اور برستی بارش نے طبیعت پر خوشگوار اثر ڈالا تھا کچھ فائلیں جو وہ گھر بھول گیا تھا' ان کو لینے وہ گھر آیا اسے پتہ تھا کہ رودابہ اور رباء الویرہ کے گھر پر ہیں مگر گھر کی دوسری چابی اس کے پاس تھی۔ اپنے کمرے سے فائلیں لے کر اس نے یونہی ذرا رک کر ونڈو کے باہر دیکھا اور اگلے ہی پل چونک اٹھا تھا' باہر جل تھل ہوتے منظر میں وہ اسے سامنے سے گزرتی دکھائی دے گئی تھی' بارش کی دھند میں آنکھیں ساتھ دیں نہ دیں مگر دل اس چہرے کو ضرور پہچان جاتا ہے' جس کے نقوش دل میں نقش ہوچکے ہوں' مگر وہ دوبارہ اپنی بے عزتی بالکل برداشت نہیں کرسکتا تھا' بارش سے بچا کر اس نے فائلیں گاڑی میں رکھ تو دی تھیں مگر چاہتے ہوئے بھی ڈرائیونگ سیٹ نہیں سنبھال سکا تھا' ایک بار پھر خود پر لعنت بھیجتے ہوئے اس نے گاڑی کا ڈور لاک کیا اور اگلے ہی پل دھواں دھار برستی بارش میں جھنڈ تک کا فاصلہ تقریباً دوڑتا ہوا عبور کرگیا تھا۔

درختوں تلے پھیلی خنک نیم تاریکی میں آکر اس کے قدم تھمے تھے' پیشانی پر چپکے بالوں کو اوپر ہٹاتے ہوئے اس کی نظریں اردگرد بھٹک رہی تھیں' آنکھوں اور چہرے سے بارش کے قطرے صاف کرتا وہ ذرا آگے بڑھا' یہاں گھنی شاخوں تلے بارش کا پانی کہیں کہیں سے راستہ بناتا برس رہا تھا مگر بارش کی بڑھتی گرج' چمک اور بادلوں کی گڑگڑاہٹ کان سن کرتی سیدھا دل سے ٹکرا رہی تھی' کچھ چونک کر وہ اس درخت کے نزدیک ہوا جہاں سے سرخ لبادے کی جھلک اسے دکھائی دی تھی' ایک پل اس درخت کے تنے پر ہاتھ ٹکائے وہ رکا اور پھر آڑ رکھ کر دوسری طرف دیکھا' الویرہ کا رخ مکمل اس کی طرف نہیں تھا

بارش کے شور میں یقیناً وہ اس کی موجودگی محسوس نہیں کرسکی تھی لہٰذا اپنے بھیگے دوپٹے کو نچوڑنے میں ہی وہ مگن تھی دوسری جانب اس کے بھیگے سراپے سے نظریں چراتا وہ ذرا پیچھے ہوگیا' حلق خشک ہورہا تھا' دوپٹہ جھٹکنے کی آواز وہ بخوبی سن سکتا تھا' چند لمحے رک کر بالآخر وہ ہمت کرکے ایک قدم اس کی طرف بڑھا جواباً دوپٹہ اپنے شانوں پر ٹھیک کررہی تھی' پتہ نہیں کیوں کیہان کو اپنی آواز گم ہوتی محسوس ہورہی تھی' بے بس نظروں سے وہ اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا' جہاں سیاہ بالوں کی دراز چوٹی سے بال آزاد ہوکر پشت سے چپکے ہوئے تھے' دوسری طرف اپنے دوپٹے سے مٹی ہٹاتی الویرہ نے کچھ چونک کر سر اٹھایا' ایک کالی بلی اسے شاخوں سے جھانکتی دکھائی دی تھی تب ہی دل دہلا دینے والی گرج کے ساتھ اس نے بلی کو کودتے دیکھا تھا خوف سے بلند ہوتی چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹتی بھاگنے کے لیے وہ پلٹی تھی مگر......بادل کہیں ایک دوسرے سے بہت شدت سے ٹکرائے تھے' رکی سانس کے ساتھ وہ آج پھر مانوس دھڑکنوں کو سنتی بے حس و حرکت ہوگئی تھی' اس کی سرد مٹھیوں میں جکڑے گریبان میں بسی مسحور کن خوشبو بھی قوت شامہ سے متعارف تھی' چہرے کو جھلساتی کشادہ سینے کی تپش نے اسے ہوش میں لانا شروع کردیا تھا' لرزتے ہوئے اس نے گریبان کے بٹن کو دیکھا' دوسرا پھر تیسرا......اس کی مزید اوپر اٹھتی آنکھیں' پھیلتی چلی گئیں' اس کی متوقع چیخ کے پیش نظر کیہان نے بے اختیار اس کے ادھ کھلے لبوں پر ہاتھ رکھا مگر وہ کرنٹ کھا کر اس کا ہاتھ جھٹکتی بھاگ جانے کی کوشش میں کامیاب ہوجاتی اگر ایک سخت گرفت نہ روکتی......اپنا ہاتھ آزاد کرانے کی جدوجہد میں وہ چیخ اٹھی تھی۔

''چھچھورا مت......'' اس کی بلند عصیلی آواز الویرہ کو سن کرگئی تھی۔ ''آج میری بات سننی ہوگی تمہیں۔'' وہ اسی لہجے میں بولا اور پھر اس کا ہاتھ گرفت میں لیے جارحانہ انداز میں ایک جانب بڑھتا چلا گیا۔ مختل حواسوں اور ماؤف دماغ کے ساتھ وہ کھنچتی چلی گئی تھی۔ خوف سے آواز بھی حلق میں دم توڑ چکی تھی' اسے جھاڑیوں میں الجھ کر پھنسے رہ جانے والے دوپٹے کی بھی خبر نہیں ہوئی تھی' اس جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا گیا کہ وہ لڑکھڑاتی ہوئی اس کنویں کی منڈیر پر جابیٹھی تھی جس میں نظر جاتے ہی وہ اردگرد سے غافل ہونے لگی تھی' کنواں جانے کتنا پرانا تھا مگر اس کی بوسیدہ دیواروں سے ہریالی پھوٹ پڑی تھی' سفید جنگلی پھولوں کے گچھوں کا جال تھا جو پھیلا ہوا تھا' اگرد گرد کوئی درخت نہ ہونے کی وجہ سے بارش سیدھی ان پھولوں پر برس رہی تھی۔

''تمہیں کسی بھی طرح یہ حق نہیں کہ اس طرح مجھے میری نظروں میں گراؤ......یہ جانتے ہوئے بھی کہ میری وجہ سے جو تکلیف تمہیں پہنچی اس پر میں بہت شرمسار ہوں۔'' بارش کی تیز بوچھاڑوں کے ساتھ کانوں سے ٹکراتی بلند آواز پر وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوتی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو کچھ فاصلے پر ہی بالکل سامنے تھا مگر آنکھوں میں گھسی جاتی بارش نے اسے آنکھیں اور سر دونوں ہی جھکانے پر مجبور کردیا تھا۔

''میں تم سے واقعی براہ راست معذرت کرنا چاہتا تھا' اپیا کی تسلی کے باوجود' اسی لیے فون پر بھی بہت ہمت کرکے بات کرنا چاہی مگر تم نے میری بات نہیں سنی' دوبارہ پھر کبھی میں نے تمہیں کال کرنے کی جرأت نہیں کی کیونکہ میں مزید اپنی طرف سے تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھ سے صرف ایک یہ چیز برداشت نہیں ہورہی کہ تم میرا سامنا تک نہیں کرنا چاہتیں' آخر کیوں؟ میں جانتا ہوں کہ بظاہر میں تمہاری طرح یا کسی اور دوسرے انسان جیسا دکھائی نہیں دیتا مگر ہوں تو انسان ہی' کوئی درندہ تو نہیں' اس طرح مجھ سے بھاگ کر خوف زدہ ہوکر تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟'' اس کی سخت برہم آواز پر الویرہ نے پھر کوشش کی تھی مگر آنکھوں میں اترتے بارش کے پانی نے ہر منظر دھندلا دیا' جھکی نظر کے ساتھ اس نے لیدر کے براؤن جوتوں کو دیکھا اور پھر مزید گردن جھکاتے ہوئے بارش میں نہاتے سفید پھولوں کو دیکھنے لگی۔

''مجھے بھی رویے ہرٹ کرتے ہیں' مجھے انسلٹ محسوس ہوتی ہے' میں بس تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ ایسا کچھ غلط نہیں کیا تھا جو تمہیں مجھ سے خوف زدہ کردے......تمہارے بے ہوش ہونے کے بعد بھی نہیں' میں نے ہمیشہ عورت کی عزت کی ہے' تمہارا تو تعلق بھی یزدان بھائی سے ہے' میری بہن تمہیں بہت پسند کرتی ہے' اس لیے میں اور زیادہ تمہاری عزت اور قدر کرتا ہوں' تمہیں اب مجھ سے بھاگنے یا چھپنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ میری یہی کوشش رہے گی کہ تمہاری نظروں سے دور رہوں۔'' بارش اب موسلا دھار ہوچکی تھی' سرد لہجے میں بات ختم کرتے ہوئے اس نے پلٹ کر متلاشی نظریں دوڑائی اور پھر بھیگے چہرے پر ہاتھ پھیرتا اس خاردار جھاڑی کی طرف بڑھ گیا جہاں سرخ دوپٹہ اٹکا ہوا تھا۔ جھکے سر کے ساتھ الویرہ نے دوپٹہ اس سے لیا تھا۔

''یہاں سے چلو اب۔'' دوپٹے سے سر اور شانے ڈھانپتے ہوئے اسے کیہان کی آواز سنائی دی' ایک آخری نگاہ کنویں میں لہلہاتی پھولوں کی ڈالیوں پر ڈالاتی وہ اٹھی جبکہ وہ جو منتظر تھا اس کے اٹھتے ہی واپسی کے لیے قدم بڑھانے لگا تھا' سردی کی شدت سے بازوؤں کو اپنے گرد باندھتے ہوئے اس نے چند قدم آگے چلتے عجیب و غریب شخص کو دیکھا جو خواب سے باہر آ کر مسلسل اپنے حقیقت ہونے کا احساس دلاتا تھا' دبے قدموں اس کی تقلید میں درختوں کی نیم تاریکی سے باہر آتی وہ بغور اس کے تر سفید بالوں میں ہلکے ہلکے سنہری اسٹیپس دیکھ رہی تھی' ہنی کلر شرٹ اس کے مضبوط شانوں اور چوڑی پشت سے مزید چپک گئی تھی' بارش اب قدرے ہلکی ہو چکی تھی مگر موسم غضب کا حسین ہو گیا تھا' مٹی کی سوندھی خوشبو طبیعت کو سرشار کر گئی تھی۔

''میں اپنی بچکانہ حرکتوں پر بہت شرمندہ ہوں۔'' سماعتوں سے ٹکراتی الویرہ کی مدھم آواز نے اسے چونکایا ضرور مگر وہ ان سنی کرتا ناک کی سیدھ میں چلتا رہا۔

''میں واقعی شرمندہ ہوں' ایم ریئلی سوری۔'' جھجکتے لہجے پر بھی اس نے پلٹ کر الویرہ کو دیکھنے کی غلطی نہیں کی' قدموں کو تیز کرتا وہ رخ بدلتا اپنے گھر کی سمت جا رہا تھا' اسے بس اب یہ فکر تھی کہ جلد از جلد چینج کر کے آفس پہنچنا ہے' اس کی لاتعلقی اور بے نیازی نے الویرہ کو حیران نہیں کیا تھا' اپنے گھر کی سمت جاتی وہ اس وقت تک اسے دیکھتی رہی جب تک کہ وہ اپنے گھر کے اندر نہ چلا گیا۔

☆

رات وہ دیر سے گھر پہنچا تھا' کھانے کے دوران رودابہ نے جو خبر دی اس نے پہلے اسے چونکایا اور پھر ڈسٹرب کر گیا تھا۔

''خالہ امی ٹھیک ہی غصہ کر رہی تھیں' بے موسم کی بارش میں بھیگنے کی وجہ سے اس کی طبیعت بگڑ گئی ہے' بہت تیز بخار تھا جب میں اور یزدان اسے ہاسپٹل لے کر پہنچے' شکر ہے ٹیکسی مل گئی تھی یہاں۔''

''آپ مجھے کال کرتیں' میں آجاتا۔'' وہ بولا۔

''یزدان نے منع کیا کہ تمہیں پریشان نہ کروں لیکن اگر بروقت ٹیکسی نہ ملتی تو تمہیں ہی بلاتی' اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ یزدان اکیلے اسے بائیک پر لے جاتے...... ویسے بھی الویرہ کی ابھی تک ان سے ناراضگی قائم ہے' ہاسپٹل جانے کے لیے تیار ہی نہیں تھی بہت مشکل سے میں نے اسے ہاسپٹل چلنے کے لیے راضی کیا تھا۔'' رودابہ بول رہی تھی جبکہ وہ بے دلی سے کھانا ختم کرتا خاموش تھا تب ہی ڈور بیل بجی۔

''رباء ہوگی' اس کا تو وہاں سے یہاں آنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔'' کیہان کو اشارے سے روکتی وہ خود دروازے تک گئی۔

''یہ آپ کی گود میں کیوں ہے؟ پیدل آتی ہی نہیں یہ آپ کے ساتھ۔''

''جب ہم موجود ہیں اپنی شہزادی کے لیے تو کیا ضرورت ہے تمہیں اعتراض کرنے کی۔'' یزدان نے مسکراتے ہوئے رباء کو اس کے حوالے کیا۔

''آپ اندر تو آئیے' کیہان ہے' کھانا کھا رہا تھا تو میں آ گئی۔''

''نہیں بس اب میں جاؤں گا' کل ملاقات ہو جائے گی۔'' رباء کا سر تھپتھپاتا وہ جانے کے لیے پلٹ گیا۔

''ذرا رکیے......'' رودابہ کی پکار پر وہ رکا' چند اسٹیپس اترتی وہ اس کے مقابل آ گئی۔

''یزدان...... میں جانتی ہوں کہ آپ سب رباء سے بہت پیار کرتے ہیں مگر...... اس کا خاص طور پر آپ سے بہت زیادہ اٹیچڈ ہونا میرے لیے تشویش کا باعث ہے۔'' اس کے جھجکتے لہجے پر یزدان الجھا۔ ''یہ سب ایسا نہ ہو کہ کسی کو ناگوار گزرے آپ کو اپنی زندگی شروع کرنی ہے' آپ ہمیشہ اسے اتنا وقت نہیں دے سکیں گے جتنا کہ ابھی دیتے ہیں' آپ سمجھ رہے ہیں میری بات؟'' یزدان کے گہرے سنجیدہ ہوتے تاثرات پر وہ مزید اور کچھ نہیں کہہ سکی۔

''مجھے صرف تمہارے بے جا خدشات سمجھ آ رہے ہیں جو ایک بار پھر رباء کو تنہائی کے خول میں بند کر دیں گے' پہلے تم اسے ایک کمرے میں قید رکھتی تھیں اور اب ایک خوب صورت گھر میں۔''

''آپ میری بات نہیں سمجھ رہے شاید......''

''مجھے تمہاری بے سر و پا بات سمجھنی بھی نہیں ہے۔'' یزدان نے ناگواری سے اس کی بات کاٹی۔

''تمہیں کسی پر بھروسہ کرنا ہی نہیں تو مت کرو مگر ایسے خدشات کی وجہ سے اپنی بیٹی کی شخصیت تباہ مت کرو۔'' بات ختم کرنے والے انداز میں بول کر وہ رکا نہیں تھا۔

☆

بڑھتی گھٹن نے اسے بیدار کردیا تھا' دواؤں کے زیر اثر وہ بہت جلدی سوگئی تھی' جانے یہ رات کا کون سا پہر تھا' پسینے سے شرابور ہوتے وجود سے اس نے کمبل ہٹایا' پہلی نظر پردے کی اوٹ سے جھانکتے آسمان تک گئی تھی' نقاہت کے ساتھ اٹھ کر اس نے پردے کے ساتھ ونڈو کا گلاس بھی سرکایا تھا' چند لمحوں تک وہ بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے ہوا کے ٹھنڈے جھونکے خود پر محسوس کرتی گہری سانس بھرتی رہی' گھٹن کا احساس کم ہوا تو خشک حلق میں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے' بیڈ سے اترنے سے پہلے اس نے ونڈو گلاس بند کی' لائٹ آن کرتی وہ کمرے سے نکل آئی تھی' کچن میں آئی تو وہ کولڈ ڈرنک کی طلب میں تھی مگر سوائے پانی کے کچھ ہاتھ نہ آیا جس کے دو گھونٹ بھی اس کے حلق سے نہ اتر سکے تھے' بدمزہ ہوتی وہ واپس کمرے میں آئی تھی' بیڈ کے کنارے بیٹھی وہ ابکائیاں ضبط کررہی تھی جب فون پر آتی کال نے اسے چونکایا' بس ایک پل کو وہ رکی اور پھر کال ریسیو کرلی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' تشویشناک لہجے نے اسے زیادہ حیران کیا۔

''ہاں.....ٹھیک ہوں۔''

''اس وقت لائٹ آن اور تمہیں بیدار دیکھ کر مجھے لگا شاید کوئی مسئلہ ہو۔'' اس کے کہنے پر مزید حیران ہوتی الویرہ نے ونڈو سے دور سر اٹھائے کھڑے ڈھلوانی چھت والے گھر کو دیکھا۔

''اتنی دور سے سب نظر آجاتا ہے؟'' اس کے حیرانگی سے کیے گئے سوال کا کوئی جواب کہیں کو نہیں سوجھا۔

''ہاں' لائٹ آن ہو تو رات کی تاریکی میں سمجھ آجاتا ہے۔'' اس کی خاموشی پر وہ خود ہی بولتی عقبی دروازہ کھول چکی تھی۔

''تمہیں گیٹ بند کردینا چاہیے۔ رات کا وقت ہے سو احتیاط ضروری ہے۔'' اس بار یہ بات سن کر وہ حیران نہیں ہوئی۔

''میں کچھ دیر بس کھلی ہوا میں رہنا چاہتی ہوں۔'' یک دم اسے پھر ابکائی آئی' گردن کی رگیں کھنچ گئی تھیں۔

''مجھے تمہاری طبیعت بہتر نہیں لگ رہی۔'' وہ چونکا۔

''میں ٹھیک ہوں' پیاس شدید ہے مگر پانی زہر جیسا لگ رہا تھا' میری وجہ سے کولڈ ڈرنک چھپادی گئی ہے اور جوسز اریب سے بچتے نہیں۔'' عرق آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرتی تھکے لہجے میں وہ بولی۔

''تم پانچ منٹ رکو اور اپنے اردگرد کا دھیان رکھنا۔'' اس ہدایت کے ساتھ رابطہ منقطع ہوگیا تھا جبکہ وہ الجھتی ہوئی اسٹیپ پر بیٹھ گئی تھی۔

گہری خنک خاموشی میں دور دور تک پھیلے سناٹے میں نظریں دوڑاتے ہوئے اس کی نظریں سرخ چھت والے گھر تک گئی تھیں' شدید بے یقینی سے وہ اسے دیکھ رہی تھی جو دوڑتا ہوا قریب آتا جارہا تھا' گھبرا کر وہ اپنی جگہ سے اٹھتی بمشکل خود کو کمرے کے اندر جانے سے روک سکی تھی' ادھورے چاند کی روشنی میں ہر منظر کے ساتھ اس کے خدوخال بھی واضح تھے' جو پھولی سانسوں کے ساتھ نچلے اسٹیپ کے قریب آرکا تھا۔

''میرا خیال ہے پانچ منٹ میں ہی پہنچا ہوں۔'' بولتے ہوئے اس نے الویرہ کی جانب ایک بڑا سا پیکٹ بڑھایا۔

''اتنی تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔'' وہ کچھ حیرت اور کچھ شرمندگی سے گویا ہوئی۔

''مجھے پتہ ہے تمہیں اس کی زیادہ ضرورت ہے لہٰذا کوئی تکلف مت کرو' یہ زیادہ ٹھنڈا نہیں ہے' تمہارے لیے مناسب رہے گا۔'' بولتا ہوا وہ نیچے والے اسٹیپ پر بیٹھ گیا' دوسری جانب الویرہ سے بھی صبر کرنا مشکل تھا' واپس بیٹھتے ہوئے اس نے جوس کا کیپ کھول کر غٹاغٹ پینا شروع کردیا' ایک ہی سانس میں خوش ذائقہ جوس آدھا تو وہ ختم کرگئی تھی' رگوں میں جیسے زندگی دوڑ گئی تھی۔

''بہت شکریہ اس کے لیے۔'' الویرہ کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہیے کہ تلافی کا یہ موقع دیا۔ مجھے یہ پچھتاوا ہورہا تھا کہ میری وجہ سے تمہاری طبیعت ناساز ہوئی ہے' میری وجہ سے تمہیں دوبارہ بارش میں بھیگنا پڑا تھا۔'' وہ بولا جبکہ الویرہ نے کوئی تردید کیے بغیر دوبارہ جوس پینا شروع کردیا تھا مگر ذرا تسلی سے۔ کن انکھیوں سے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جو اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس وقت وہ کھلے گلے کی لوز بلیک کلر ٹی شرٹ اور بلیک ہی جینز میں ملبوس تھا' الویرہ کو بلیک کلر آج سے پہلے کبھی اتنا پرکشش نہیں لگا تھا۔

''میں اپنے رویے کے لیے پھر تم سے معذرت کرتی ہوں۔''

''نہیں' اب تمہارا مجھ سے ڈر کر نہ بھاگنا ہی میرے لیے کافی ہے۔'' سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھتا وہ مسکرایا۔

"سوچ رہی ہوں میں بھی دوربین کا استعمال شروع کردوں رکھی ہے ایک گھر میں۔" اس کے مسکراتے لہجے پر وہ چونکا اور پھر خجالت سے سر پر ہاتھ پھیرتا فوری طور پر کچھ بول نہیں سکا۔

"بے فکر رہو میری دوربین بند دروازوں اور پردوں کے پار کا منظر نہیں دکھاتی' ویسے اب میں احتیاط کروں گا' تم چاہو گی تو اپنی دوربین تمہیں دے دوں گا۔" اس کے صفائی دینے پر الویرہ خاموش رہی۔

"کیسا لگ رہا ہے یہاں آ کر؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"اچھا ہے سب' اتنی پُرسکون جگہ پر رہنے کی عادت نہیں اس لیے بھی کبھی کچھ پریشانی ہونے لگتی ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"یزدان بھائی سے ناراضگی دور کرلو وہ بس یہ چاہتے ہیں کہ اب تم کوئی مشقت نہ اٹھاؤ۔" وہ بلا ارادہ ہی بول گیا۔

"جانتی ہوں' اب کسی کو میرے کمائے گئے روپوں کی ضرورت نہیں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"تمہیں ایسا نہیں سوچنا چاہیے' تمہیں نہیں لگتا کہ زندگی کے جھمیلے نبٹاتے نبٹاتے تمہیں اپنی ماں' اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کا موقع نہیں ملا...... تم خوش نصیب ہو کہ تمہارے پاس اب بھی موقع ہے ان سب کے قریب ہونے کا' میری طرح تمہیں کوئی تاسف' کوئی پچھتاوا نہیں ہوگا۔"

"ہاں...... یہ بات بھی ٹھیک ہے۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"میرا اندازہ ہے کہ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی زندگی کے تمام اتار چڑھاؤ سے واقف ہیں' اب میری کوشش ہوتی ہے کہ اپیا اور رباء کو زیادہ سے زیادہ وقت دوں' میرے روپوں سے زیادہ ان کو میری ضرورت ہے۔" سنجیدگی سے بولتا وہ خاموش ہوگیا۔

"اگر اس وقت میرے گھر والوں میں سے کسی کے یہاں آنے کا خدشہ تمہیں ہوا تو تم بچنے کے لیے کیا کرو گے......؟ میں اس بار تمہارے قابو میں نہیں آنے والی۔" مسکراہٹ چھپاتے ہوئے الویرہ نے اسے شرمندہ کیا۔

"اگر ایسا ہے تو تم بدلہ لے لینا' یہیں گڑھا کھود کر مجھے اس میں دھکیلنا اور اس میں مٹی ڈال دینا۔" اس کے ہدایت دینے پر الویرہ بے ساختہ ہنسی تھی جبکہ وہ اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا سکا تھا۔ اس کی کھنکھناتی ہنسی جلترنگ کی طرح رات کی خاموشی میں بکھری تھی۔

"رودابہ نے بتایا تھا کہ تم نے ٹین ایج سے ہی اپنے ایک دوست کے والد کی فیکٹری میں کام شروع کردیا تھا' کیا اب بھی تم وہیں ہو؟" الویرہ کو اچانک یاد آیا تو پوچھا۔

"اس وقت میں اسکول میں تھا' اسفند میرا کلاس فیلو اور ایک ہی دوست تھا' ابو کی وفات کے بعد کیا حالات رہے ہوں گے یقیناً اپیا نے تمہیں بتایا ہوگا' اسفند میرا واحد غم گسار اور رازداں بھی تھا' میری خواہش پر اس نے اپنے پاپا سے بات کی' وہ مجھے یونہی سپورٹ کرنے کے لیے تیار تھے مگر میں کام کرنا چاہتا تھا' یونہی ان سے پیسے لینا مجھے گوارا نہ تھا' اسفند کے پاپا نے مجھے اپنی فیکٹری میں رکھ لیا' وہاں میں نے بہت کچھ ان سے سیکھا' میری محنت اور لگن کو دیکھتے ہوئے انکل نے فیکٹری کے بہت سے معاملات میرے حوالے کردیئے' اسٹڈیز مکمل کرنے کے بعد اسفند بھی فیکٹری میں ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے لگا تھا' چار سال پہلے میں نے اور اسفند نے شراکت داری کی بنیاد پر اپنی الگ ایک فیکٹری شروع کی تھی' اب ہم اپنی اور اسفند کے پاپا کی گارمنٹ فیکٹری سنبھالتے ہیں' مصروفیات میں پورا ہفتہ کس طرح گزر جاتا ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔" تفصیل بتا کر وہ خاموش ہوا۔

"تمہیں اپنے رشتے داروں سے کوئی شکایت نہیں؟" بغور اسے سننے کے بعد الویرہ نے پوچھا۔

"رشتے دار تو سب رشتے دار ہوتے ہیں' وہ رشتے برقرار رکھیں یہی بہت ہے' ان سے شکایت رکھنا بیکار ہے' سو مجھے بھی کوئی شکایت نہیں البتہ ان کو مجھ سے ضرور شکایتیں ہوسکتی ہیں۔ شاید میری طرف سے ہی کوئی کمی رہ گئی ہوگی۔" وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"ثمرین سے بھی شکایت نہیں؟" اس کے یک دم سوال پر کیہان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اب یہ مت کہنا اس سے بھی کوئی شکایت نہیں...... بچپن سے تمہاری اور اس کی شادی طے تھی' وہ خوب صورت بھی بہت ہے' ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ تم نے اسے کبھی چاہا نہ ہو۔" کریدنے والے انداز میں پوچھتی وہ اس وقت چپ ہوگئی جب کیہان بے ساختہ ہنستا اٹھ کھڑا ہوا۔

"شاید میں بہت پرسنل ہوگئی۔" اپنے سوال پر وہ خود ہی بولی۔

"شاید نہیں یقیناً مگر تمہیں پرسنل ہونے کا حق ہے......" پیچھے ہٹتا وہ بولا۔

"وہ کیسے؟" الوریہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پتہ نہیں......" اس کی لاعلمی پر وہ حیرت سے اسے دیکھتی بے ساختہ مسکرائی۔

"اب مجھے امید ہے کہ تم گھر ضرور آؤ گی...... ورنہ تو میں یہی سوچ کر شرمسار تھا کہ تم میری وجہ سے گھر آنے سے گریزاں ہو۔"

"تمہیں ایسا نہیں سوچنا چاہیے تھا' غلطی میری ہے کہ میں نے ہی سستی کا مظاہرہ کرکے تمہیں ایسا سوچنے پر مجبور کیا...... میں اب جلد ہی تمہارے گھر آؤں گی مجھے وہ گھر پہلی نظر میں ہی بہت خوب صورت لگا تھا۔"

"بہت شکریہ یہ تمہارا حسن نظر۔" وہ سر کو ہلکا سا خم دے کر مسکرایا۔

"اب مجھے اجازت...... پہلے تم اندر جاؤ' اس وقت تمہارا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں۔" اس کی تاکید پر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اپنا خیال رکھنا...... شب بخیر۔" وہ جاتے جاتے بولا' دروازہ لاک کرتی وہ بیڈ پر ونڈو کے قریب آ گئی' پُر سوچ نگاہیں اس پر جمی تھیں جو اجلے نکھرے میدان کی وسعتوں میں دور ہوتا اپنے ہی وجود کی چکاچوند میں اوجھل ہوگیا تھا۔ ایک پُرسکون سانس بھر کر اس نے پردے برابر کردیئے تھے اپنے اندر کا موسم بھی اسے بہت اجلا اجلا اور اچھا محسوس ہورہا تھا۔

☆
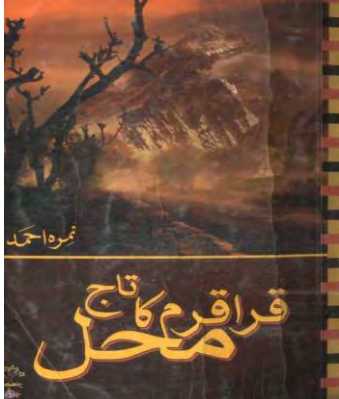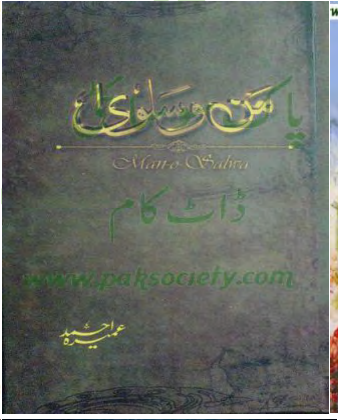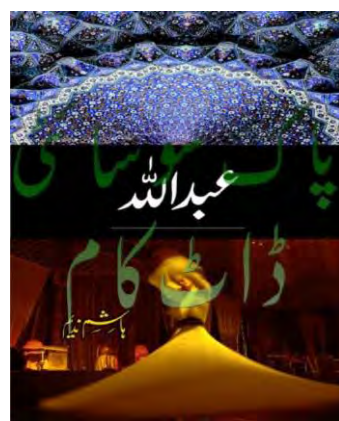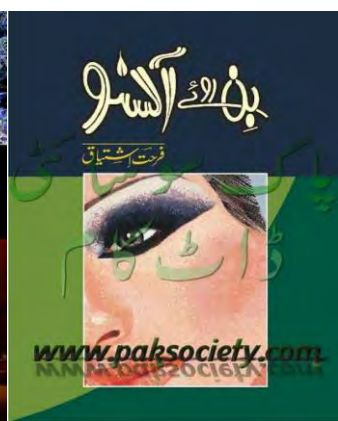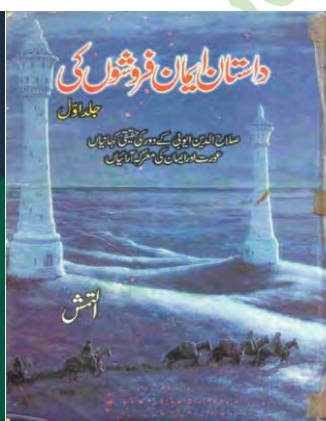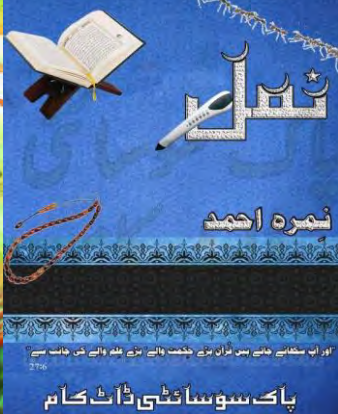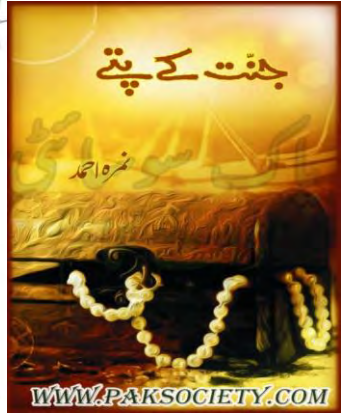
"اس بار رمضان اپنے گھر میں دیکھوں گی' اللہ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔" سلائی مشین ایک طرف ہٹاتیں عذرا قریب بیٹھی رودابہ سے مخاطب تھیں۔

"پہلے روزے پہ تم سب یہاں ہوگے' کوئی بہانہ نہیں سنوں گی۔"

"کیوں نہیں خالہ امی' جیسی آپ کی خوشی...... لایئے کرتے میں بٹن میں لگادیتی ہوں۔ ویسے آپ بہت صفائی اور عمدگی سے اپنے کرتے سیتی ہیں۔" ابھی رودابہ بول ہی رہی تھی کہ یزدان' رباء کا ہاتھ پکڑے کمرے میں داخل ہوا۔

"اس کی انگلی میں چوٹ کیسے لگی؟ بینڈج بھی خون سے تربتر ہورہی ہے۔" وہ شدید ناراضگی سے استفسار کررہا تھا۔

"پتہ نہیں' کیسے چھری اس کے ہاتھ لگ گئی اور کٹ لگ گیا انگلی میں' میں دوبارہ بینڈج کردیتی ہوں۔"

"رہنے دو' میں کردوں گا بینڈج۔" یزدان ناگواری سے اسے روکا۔ "اتنی سی بچی کے ہاتھ میں چھری پہنچ گئی اور تمہیں پتہ ہی نہیں چلا' ہر دوسرے دن اسے کوئی نہ کوئی چوٹ لگ جاتی ہے حد ہوتی ہے لاپروائی کی' یہ نہیں سنبھلتی تم سے تو مجھے دے دو مگر حشر نہ بگاڑو اس معصوم کا۔" کچھ سخت لہجے میں برہمی کا اظہار کرتا وہ رباء کو واپس اپنے ساتھ لے گیا جبکہ خاموشی سے سب دیکھتیں' سنتیں عذرا کچھ سوچتے ہوئے رودابہ کی طرف متوجہ ہوئیں' جو چپ چاپ اترے چہرے کے ساتھ کرتے کے بٹن ٹانک رہی تھی۔

"رودابہ...... تم محسوس نہ کرنا زیادہ' بچوں کے معاملے میں یہ ایسا ہی حساس ہے' امینہ اور افروز کو بھی بچوں کے پیچھے لتاڑ کر رکھ دیتا ہے' مجال ہے جو وہ دونوں یزدان کے سامنے اپنے بچوں کو سخت ہاتھ بھی لگالیں اور پھر تم جانتی ہو کہ رباء تم سے زیادہ ہمارے گھر کی چہیتی ہے' اس کے معاملے میں تمہاری کوئی کوتاہی تو میں بھی برداشت نہیں کروں گی۔"

"میں جانتی ہوں کہ آپ سب رباء سے کتنا پیار کرتے ہیں' اس کے معاملے میں مجھے ٹوکنے کا حق ہے آپ کو اور یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ مجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا موجود ہے۔" رودابہ ممنون سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

☆

ٹی وی اسکرین سے نظر ہٹاتی وہ چونک کر یزدان کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو اپنے کمرے سے باہر آرہا تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟" فلور کشن پر براجمان ہوتے اس نے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں اب تو مگر یہ آپ ابھی تک کس غم میں جاگ رہے ہیں؟" صوفے پر سنبھل کر بیٹھتی وہ حیرت سے دیکھتی اسے مسکرانے پر مجبور کرگئی۔

"ضرور کوئی بہت اہم بات ہے' اب جلدی بولیے میں ہمہ تن گوش ہوں۔" وہ مسکراتے لہجے میں بولی۔

"الوریہ...... میں نے بہت سوچ سمجھ کر جو فیصلہ کیا ہے اب اس سے پیچھے نہیں ہٹنے والا...... مختصر یہ کہ وہ نہیں تو کوئی نہیں والا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

معاملہ ہے۔" یزدان کے قطعی لہجے پر وہ یوں مسکرائی جیسے اس کے دل کی بات پہلے سے ازبر ہو۔

"میں جانتا ہوں تم بے خبر نہیں ہوسکتیں' تم نے ہمیشہ بہت ساتھ دیا ہے میرا...... اور اب اپنی زندگی کے اہم فیصلے کی تکمیل کے لیے بھی مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔"

"آپ کو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی' آپ کی خوشی میں ہم سب کی خوشی ہے' آپ کے لیے جو میں نے پہلے سوچا' وہ آج آپ نے کہہ دیا' یقیناً آپ کا یہ فیصلہ ہر اعتبار سے بہت اچھا ہے۔" وہ اسے مطمئن کرتی بولی۔

"خالہ امی کی رضامندی سب سے زیادہ اہم ہی میرے لیے ان کو صرف تم رضامند کرسکتی ہو۔"

"میرے خیال میں رودابہ کو کونفیس کرنا زیادہ اہم اور مشکل بھی ہے۔" وہ پُرسوچ لہجے میں بولی۔

"اب ان دونوں خواتین کو قائل کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔" یزدان بولا۔

"آپ بے فکر ہوجائیں اور یقین رکھیں رودابہ کو مجھ سے پہلے امی ہی راضی کرلیں گی۔" وہ پُریقین تھی۔

☆
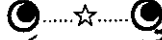
دوپہر ڈھل رہی تھی' فضا میں سورج کی تمازت موجود تھی' سبک روی سے وہ میدان کی نرم مٹی پر قدم بڑھا رہی تھی' دور سے سرخ ڈھلوانی چھت والے گھر اور اس کے آگے بکھرے سبزے کو دیکھ کر کسی نخلستان کا گمان ہو رہا تھا' جنگلے کا دروازہ کھولتی وہ اس گاڑی کی سمت متوجہ ہوکر رک گئی جو اسی سمت آرہی تھی۔ وہ اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا سکی تھی' جو ڈرائیونگ سیٹ سے اترتا اسی کی جانب آرہا تھا' بلیک جینز اور نیوی بلیو شرٹ میں اس کا دراز قد بہت نمایاں ہو رہا تھا۔ سن گلاسز آنکھوں سے ہٹاتا وہ لبوں میں دبی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"گلاسز اتارنے کی ضرورت نہیں تھی' بہت جچ رہے تھے۔" وہ مسکراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"واقعی......! اب تو میں یہ رات میں بھی نہیں ہٹاؤں گا' چہرے سے۔" وہ جس طرح سنجیدگی سے بولتا گلاسز واپس لگا گیا تھا الوریہ حیرت سے اسے دیکھتی اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی مگر اسے روکنی پڑی تھی جب نگاہ گاڑی سے نکلتے اس اجنبی شخص تک گئی۔

"یہ اسفند ہیں میرے دوست......" کیہان شاید مزید بھی کچھ کہتا مگر اسفند بہت تیزی سے قریب آتا براہ راست الوریہ کو مخاطب کرگیا۔

"کسی تعارف کی ضرورت نہیں' میں آپ کو پہچان گیا ہوں' آپ نہیں جانتیں کہ مجھے آپ سے بہت کچھ کہنا تھا۔"

"اسفند تم آؤ میرے ساتھ۔" درمیان میں مداخلت کرتے کیہان نے اسے ساتھ لے جانا چاہا مگر وہ فوراً بازو چھڑاتا حیران کھڑی الوریہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"دیکھیے محترمہ...... مختصر یہ کہ جب سے آپ میرے دوست سے حادثاتی طور پر ملی ہیں یہ سو فیصد نارمل انسان بن گیا ہے' پہلے یہ ہر وقت کام کو سر پر سوار رکھتا تھا مگر اب آپ ہمہ وقت اس کے سر پر سوار رہنے لگی ہیں۔"

"الوریہ تمہیں اپیا اندر بلا رہی ہیں۔" کیہان نے بوکھلا کر الوریہ کو ہی وہاں سے غائب کرنا چاہا ورنہ تو وہ چاہتا تھا کہ اسفند کو اٹھا کر کہیں دور پھینک آئے۔

"یہ دیکھیے...... کہاں چراغ لے جاکر ڈھونڈیں گی آپ ایسا انسان جسے جھوٹ بولنا بھی نہ آتا ہو۔ میرے کانوں تک اپیا کی آواز ذرا بھی نہیں پہنچی آپ نے سنی؟" یک دم اس کے سوال پر وہ جو دنگ اور حیران تھی فوراً نفی میں سر ہلا گئی۔

"سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ آنکھیں بند کرکے یقین کرسکتی ہیں کہ اس کی زندگی میں آپ سے پہلے کسی خاتون کا نزول نہیں ہوا اور آپ کے بعد تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' مزید اس کی ایک خوبی کے بارے میں جان کر آپ 'ہاں' کہہ دینے میں ذرا دیر نہیں لگائیں گی۔"

"اسفند کیا بولے جا رہے ہو' ان کو اندر جانے دو۔" بمشکل ضبط کرتا وہ پھر مداخلت کرگیا مگر اسفند نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

"کڑکتی' چلچلاتی دھوپ میں گھنٹوں کھڑے رہنے کے باوجود اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا' سورج کی کیا مجال جو اس کے رنگ کو جھلسا دے' پکا ہے' نہ اپنا رنگ بدلتا ہے نہ کسی کا رنگ اس پر چڑھتا ہے......"

"واقعی......!" الوریہ نے بے حد حیرانگی سے کیہان کو بھی دیکھا۔

"کیا واقعی...... تم اندر چلو......" اس کے گھر کنے والے انداز پر وہ بمشکل ہنسی روکتی جنگلے کے اندر داخل ہوئی۔

"بس ایک آخری بات سنتی جائیے' کسی بھی شک و شبہات کے بغیر بس آپ مجھ پر یقین رکھ کر اس کے لیے 'ہاں' کہہ دیجیے

گا کیونکہ یہ تو لگا دے گا صدیاں‘ سو میں ہی اس کی طرف سے آپ کو پرپوزل پیش کر رہا ہوں۔‘‘ سبزہ عبور کرتے ہوئے الویرہ نے اس کی اونچی آواز سنی تھی‘ اسفند کی باتوں سے زیادہ کیہان کی بوکھلاہٹ اور تاثرات اسے ہنسنے پر مجبور کر رہے تھے۔

☆☆☆

’’آخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا‘ کسی انہونی کے وہم مجھے کچھ دن سے یونہی نہیں ستا رہے تھے۔‘‘ عذرا کے بجھے لہجے پر وہ خاموشی سے ان کے چہرے پر لہراتے تاریک سائے دیکھ رہی تھی۔

’’میں یہ محسوس کر رہی تھی کہ یزدان دن بدن روداب اور رباء کے لیے حساس ہوتا جارہا ہے‘ روداب بہت خوب صورت ہے‘ اس میں کئی خوبیاں ہیں‘ مجھے یہی ڈر تھا کہ یہ سب کہیں یزدان کو زیر نہ کر ڈالے..... میرے خدشے‘ میرے وہم سب ٹھیک تھے آخر وہی ہو گیا.....‘‘

’’امی..... آپ کو یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ یزدان بھائی کو پورا حق ہے اپنی زندگی کے فیصلے کرنے کا‘ ان کے لیے روداب سے زیادہ بہتر شریک حیات کوئی نہیں ہوسکتی۔‘‘ وہ بولی۔

’’وہ ایک بچی کی ماں..... بیوہ ہے.....‘‘ عذرا سخت برہمی سے یاد دلا رہی تھیں۔

’’اگر یہ سچ قابل اعتراض ہے بھی تو یزدان بھائی کو اس پر اعتراض نہیں۔‘‘

’’تم اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتی کہ تمہارا کیا ہوگا؟ میرا دل ڈوبا جارہا ہے اور تم.....‘‘ شدید غم و غصے میں عذرا کی آواز گھٹ گئی تھی۔ ’’یہ سب تمہارے بار بار کے انکار کا نتیجہ ہے۔‘‘

’’میں انکار کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی‘ یزدان بھائی‘ میں نے اپنے باپ کو دیکھا ہے‘ وہ نہ ہوتے میرے ساتھ مجھے سہارا دینے کے لیے تو شاید میں زندہ لاش بن چکی ہوتی۔ آپ کی خواہش ایک بار پھر میرے سر سے سائبان چھین لیتی۔‘‘ نم آنکھوں سے اس نے ماں کے چہرے پر پھیلے تفکرات کے جال دیکھے۔

’’بہت کچھ کیا ہے انہوں نے آپ کے لیے‘ آپ کی اولادوں کے لیے‘ اب ہمارا فرض ہے کہ ان کی اس خواہش کا احترام کریں..... ان کے لیے آپ کی رضامندی اہمیت رکھتی ہے‘ میرے مستقبل کے بارے میں سوچنے کے لیے یزدان بھائی ہیں‘ وہ کہہ چکے ہیں کہ میری ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے بعد ہی وہ اپنے لیے کوئی قدم اٹھائیں گے‘ وہ ایسا نہ بھی کہتے تو بھی مجھے کوئی فکر نہیں کیونکہ مجھے آپ کی دعاؤں پر بہت بھروسہ ہے۔‘‘ عذرا کا ہاتھ تھامے وہ مسکراتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔

’’روداب ہمیں یزدان بھائی سے ہمیشہ جوڑ کر رکھیں گی‘ رباء کی وجہ سے گھر میں کتنی رونق آجائے گی‘ بس اب آپ خود روداب سے اس سلسلے میں بات کریں‘ یزدان بھائی کی خاطر ہی سہی.....‘‘ اس کے التجائی لہجے اور نظروں پر عذرا خاموش رہیں۔

☆☆☆

بھاپ اڑاتی کافی کے مگ تھامے بیٹھی وہ اس کی طرف ہی متوجہ تھی جو روپہلی دودھیا کرنوں کی طرح نمودار ہوتا خراماں خراماں چلا آرہا تھا۔

’’لوگوں سے فون پر اخلاقاً کافی کا پوچھ لو تو بھی دوڑے چلے آتے ہیں۔‘‘ مسکراتے لہجے میں وہ اسے سنا رہی تھی جو نیچے والے اسٹیپ پر بیٹھ گیا تھا۔

’’کافی تو صرف بہانہ ہے‘ سوچا اسی بہانے تمہیں منہ دکھانے کا بہانہ مل جائے گا۔‘‘ مگ اس سے لیتا وہ شرارتی لہجے میں بولا۔

’’مجھے لگا تم اپنے بے لگام دوست کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو تو آج خیال آیا کنفرم کروں۔‘‘ وہ مسکراہٹ دبائے بولی۔

’’شکر ہے تین دن گزر جانے کے بعد تمہیں یہ کنفرم کرنا یاد آیا..... ویسے ایسا سوچنا بھی نہیں کہ میں تم سے ناراض ہوسکتا ہوں۔‘‘ سنجیدہ سے انداز میں بولتا وہ کافی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

’’سنو..... تم وہاں درختوں کے پاس تنہا وقت نہ گزارا کرو.....‘‘

’’کیوں؟‘‘ الویرہ نے ابرو چڑھا کر اسے دیکھا۔

’’تمہاری سکیورٹی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں وہاں جنگلی جانور بھی ہوسکتے ہیں جو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اس لیے بھی کہ میں نہیں چاہتا تم وہاں بیٹھ کر درختوں‘ پیڑ پودوں سے اپنے دکھ درد شیئر کرو مجھے جیلسی ہوتی ہے ان سے۔‘‘ اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ دھیرے سے ہنس دی۔

’’جانتی ہو‘ تمہیں دیکھ کر اندازہ ہوا ہے کہ چھپ کر تنہائی میں رونے والوں کا ہنسنا مسکرانا بڑا دلکش ہوتا ہے۔‘‘

’’مجھے دیکھ کر کیوں.....؟ آئینے میں خود کو دیکھ کر یہ اندازہ

نہیں ہوا کبھی تمہیں؟'' اس کے ترنت بولنے پر وہ دھیرے سے ہنستا سر ہلا کر رہ گیا۔

''لوگ مصائب و آلام سے تھکے اجڑے چہرے نہیں دیکھنا چاہتے کیہان صاحب' ان کو ہنستے مسکراتے چہرے ہی بھلے لگتے ہیں۔''

''ہاں مگر میں نے اس معاملے میں کبھی لوگوں کی پروا نہیں کی' خود پر جبر کر کے مسکرانا بھی کوئی مسکرانا ہوا...... لیکن یہ ضرور ہے کہ ہمدردی اور ترس بھری نگاہوں سے بچنے کے لیے اپنی مشکلوں کو سب سے چھپا کر رکھا۔'' وہ بولا۔

''بس یہی بات ہے' مشکلات' پریشانیاں کوئی خاموشی میں چھپا لیتا ہے' کوئی مسکراہٹ میں۔'' وہ گہری سانس بھر کر بولی۔

''ایک بہت عجیب بات بتاؤں تمہیں۔'' اس کے یک دم کہنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

''جب پہلی بار تمہیں دیکھا تو یوں لگا جیسے اپنے ہی سائے کو اور وجود کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ اب بھی تم سے ملتا ہوں تو لگتا ہے اپنے آپ سے مل رہا ہوں' تمہیں نہیں اپنے ہی عکس کو دیکھ رہا ہوں۔''

''شکر ہے مجھے وائٹ ہونے کا خبط نہیں ورنہ تمہاری یہ بات سن کر خوشی سے پاگل ہو جاتی۔''

''اگر ایسا ہوتا تو ہم دونوں مل کر کچھ ماورائی کرداروں کو مات دے دیتے۔'' اس کے شوخ لہجے نے الویرہ کی دھڑکن ایک پل کو روک دی تھی' کہیں نہ کہیں وہ کچھ ایسا ہی اس سے سننے کی توقع شاید رکھتی تھی۔

''کیا ہوا...... چپ کیوں ہو گئیں؟'' اس کی خاموشی نے کیہان کو چونکایا۔

''کچھ نہیں...... بس ایسے ہی......'' سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کیہان کو دیکھا اور پھر دور تک بچھے ریتیلے میدان میں رقص کرتی عجیب پراسراریت کو' فضا خنک سی گھمبیر خاموشی کی چادر اوڑھے ہوئے تھی' ہاتھ بھر کے فاصلے پر وہ مجسم حقیقت سر جھکائے کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

''کیہان......'' اس کی آواز پر وہ یوں متوجہ ہوا جیسے اس کا ہی منتظر تھا۔

''گزرے وقت کے اتار چڑھاؤ میں کبھی محبت کے بارے میں سوچا؟'' سوال پوچھتی وہ اس کے تاثرات جانچ رہی تھی۔

''ہاں...... بہت۔'' وہ فوراً ہی جس طرح بولا تھا الویرہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی تھی۔ کیہان مسکراتی نظروں سے بس اسے دیکھتا رہا۔

''تم نے ثمرین کے بارے میں جو پوچھا تھا یا جاننا چاہا تھا' وہ سب میرے لیے بے معنی ہیں' بے شمار خوبیاں اور حسن و طمطراق کافی نہیں کسی سے محبت ہو جانے کے لیے' بعض اوقات کچھ بھی نہ ہونا بھی کافی ہوتا ہے۔'' اس کے بے حد سنجیدہ لہجے پر الویرہ خاموش رہی۔

''میرے ماں باپ حیات ہوتے اور زندگی پہلے کی طرح ہی جنت جیسی ہوتی تو بھی وہ میرے لیے بس ایک قابل عزت کزن ہی ہوتی۔''

''ٹھیک ہے......'' وہ گہری سانس بھر کر بولی۔

''ایسا ہے مجھے کچھ پتہ چلا تھا تمہارے اور یزدان بھائی کے بارے میں۔'' اس کے اچانک کہنے پر الویرہ نے بغور اسے دیکھا۔

''پھر تمہیں یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ میرے اور یزدان بھائی کے درمیان جو مقدس رشتہ ہے اسے کسی اور رشتے میں ڈھالنا ہم دونوں کے لیے ہی ناممکن ہے' امی بھی یہ بات سمجھ گئی ہیں۔''

''ہاں...... میں یہ بھی جانتا ہوں اور یہ بات میرے حق میں زیادہ بہتر ہے۔'' اس کے معنی خیز لہجے پر وہ اس کی جانب دیکھ نہیں سکی۔

''تمہیں کچھ اندازہ ہوا کہ رودابہ کیا سوچ رہی ہیں......؟'' اس نے پوچھا۔

''فی الحال تو بہت خاموش اور ڈسٹرب نظر آ رہی ہیں' ان کے گریز کو دیکھتے ہوئے میں بس ایک حد تک ہی یزدان بھائی کے بارے میں بات کر سکتا تھا' میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ جو بہتر لگے وہی کریں' مجھے بس ان کی خوشی عزیز ہے۔''

''دوسری شادی کوئی آسان فیصلہ نہیں' ہمیں چاہیے کہ ان کو وقت دیں' میں دوبارہ اس سلسلے میں رودابہ سے بات کروں گی......'' وہ بولی۔ جواباً کیہان نے پُرسوچ انداز میں بس سر ہلایا۔

''ویسے مجھے اس کنویں تک دوبارہ جانا ہے۔'' اس کے کہنے پر کیہان نے حیران سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اس میں جو پھول ہیں مجھے وہ چاہئیں۔''

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا' میں ابھی لے آتا ہوں۔''

کیہان کو فوراً اٹھتے دیکھ کر وہ ایک پل کو دنگ رہ گئی۔

''ہرگز نہیں' اس وقت تو بالکل وہاں مت جانا' مجھے کوئی جلدی نہیں۔'' وہ فوراً روک گئی تھی۔

''ٹھیک ہے' مگر تم وہاں تنہا نہیں جاؤ گی' وہ پھول تمہیں مل جائیں گے۔'' اس کی تاکید پر وہ بس اثبات میں سر ہلاتی اسے دیکھ رہی تھی جو واپس نہیں بیٹھا تھا۔

''ویسے میرے یہاں آنے کا بنیادی مقصد تو تم نے ختم کردیا۔'' ایک نگاہ رسٹ واچ پر ڈالتا وہ خشمگیں لہجے میں بولا۔

''کیسا مقصد......؟'' وہ حیران ہوئی۔

''مجھے یقین تھا کہ اسفند نے جو کچھ تم سے کہا تھا تم اس کی تفتیش مجھ سے کروگی...... مگر تم نے تو یہ تک نہیں پوچھا کہ وہ سب سچ تھا یا مذاق......'' اس کے شکوے پر وہ مسکرائی۔

''تو اب پوچھ لیتی ہوں۔''

''وہ سب سچ تھا لیکن اتنا ہی جتنا اسفند جانتا تھا...... پورا سچ بتانے کے لیے شاید یہ رات بھی کم رہے گی......'' اس کے گہرے لہجے میں وہ سب کچھ تھا جو الویرہ کی زبان بند کر گیا تھا۔

☆......☆......☆
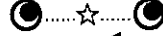
''بدقسمتی سے آپ ایسے لوگوں کے درمیان رہی ہیں جنہیں آپ کی قدر ہی نہیں تھی' اپنی ماں اور بھائی کو لے کر آپ کہیں بھی چلی جاتیں' کوئی جاب کرلیتیں مگر اس در کی ہو کر نہ رہتیں جہاں رہنا ایک خود ساختہ سزا تھی جو آپ نے خود کو دی' اتنے قابل بھائی اور محبت کرنے والی ماں کے ہوتے ہوئے آپ کو مزید کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی' پھر دوبارہ بھی وہی غلطی دہرائی آپ نے' اپنے بھائی سے زیادہ ان مصنوعی سہاروں پر بھروسہ رہا آپ کو جن کی قلعی آپ نے بھی اترتے دیکھی۔'' شدت تاسف کے ساتھ وہ رودابہ سے مخاطب تھی۔

''کیہان کو زیادہ خوشی تب ہوگی جب آپ اپنے ہنستے بستے گھر میں ہوں گی' کوئی کیا سوچتا ہے' کیا کہتا ہے اس کی پروا مت کریں' آپ کے لیے سب سے اہم کیہان اور رباء ہیں یزدان بھائی کی طرف سے سب مطمئن ہیں' آپ اپنے دل سے پوچھیں' کیا یزدان بھائی بھروسے کے قابل ہیں یا نہیں......؟''

''مجھے صرف ان پر ہی نہیں تم سب پر بھروسہ ہے' مگر دوسری شادی اتنا آسان فیصلہ نہیں......'' رودابہ بے بس لہجے میں بولی۔

''جس قدر سوچیں گی فیصلہ اسی قدر مشکل لگے گا' کوئی اور ہوتا تو شاید میں بھی رباء کی وجہ سے آپ کو دوسری شادی پر غور کرنے کا نہ کہتی...... مگر یہاں یزدان بھائی کی بات ہے' ایک بار سارے خدشات دل سے نکال کر یزدان بھائی کے حق میں فیصلہ دیں پھر وہ ہی سب کچھ سنبھالیں گے' ان کو شادی کسی نہ کسی سے تو کرنی تھی' وہ آپ کو فوقیت دے رہے ہیں اس کی کوئی وجہ تو ہوگی' ہمدردی میں تو وہ زندگی کا اتنا اہم فیصلہ نہیں کرسکتے تھے۔'' خاموش ہوئی وہ رودابہ کو دیکھ رہی تھی جو خود بہت کنفیوز کھڑی بس اسے تک رہی تھی' یک دم جانے کیا ہوا کہ بے ساختہ کھلکھلاتے ہوئے اس نے رودابہ کے شانوں کو تھام لیا۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں کیا نہیں اور تم ہنس رہی ہو......'' ترچھی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے رودابہ نے کہا۔

''کچھ سمجھ آئے نہ آئے' ہاں تو ہم آپ سے کروا کر ہی رہیں گے۔'' رودابہ کا رخسار تھپتھپاتی وہ مزید ہنسی مگر پھر رودابہ کے ساتھ ہی جنگلے کے قریب رکتی گاڑی کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ثمرین آگئی' اب رکو مل کر جانا۔'' رودابہ کی اطلاع نے اسے دنگ کیا۔

''وہ یہاں کیوں آئی ہے؟''

''کافی دن سے مجھے فون پر کہہ رہی تھی کہ کیہان سے کہیں مجھے پک کرنے آئے' گھر آنا چاہتی تھی...... کیہان ٹالے جارہا تھا مگر آج......'' رودابہ بتارہی تھیں جبکہ وہ ہک دک کھڑی اندر آتی ثمرین اور اس کے پیچھے آتے کیہان کو ہی دیکھ رہی تھی۔ قریب آتے ہی وہ جس طرح گرم جوشی سے رودابہ کے گلے لگی تھی' یک دم الویرہ کو شدید کوفت ہونے لگی تھی' بمشکل ہی مسکراہٹ کھینچ کر چہرے پر لاتے ہوئے اس نے ثمرین سے ہاتھ ملایا تھا۔

''میں ابھی جاتی ہوں' بعد میں ضرور آؤں گی۔'' رودابہ کے روکنے پر وہ سلیقے سے انکار کرتی جنگلے کی سمت بڑھ گئی تھی' اپنی طرف متوجہ کیہان پر اس نے ایک سرد نگاہ ضرور ڈالی تھی' یقیناً وہ اس کی بے گانگی' سرد مہری کو محسوس کرتا الجھ گیا تھا۔

☆......☆......☆

اسے واقعی اندازہ نہیں تھا کہ ثمرین نے رودابہ سے کانٹیکٹ کر رکھا ہے' اسے یزدان سے معلوم ہوا کہ ثمرین صرف ملنے کے ارادے سے نہیں آئی بلکہ اس نے رودابہ کے گھر قیام بھی کیا ہے' ایک ہفتے کے قیام کے دوران ثمرین' دو تین بار اس کے گھر

بھی آئی تھی‘ الویرہ کی یہی کوشش رہی کہ سلام دعا کے بعد زیادہ دیر سامنے نہ رہے‘ لوگ اس طرح بھی نقاب اور رویے بدلتے ہیں‘ کوئی اس حد تک بھی دوغلا ہوسکتا ہے‘ غصہ تھا یا جانے کیا کہ اس نے کیہان کی کالز اور میسج بھی اگنور کردیئے تھے‘ صرف ثمرین ہی نہیں اس کی باقی دونوں بہنوں کی آمد بھی رودابہ کی طرف ہونے لگی تھی اور ظاہر ہے ان کے ماں باپ نے بھی پھر آنا تھا‘ رودابہ کی سادگی پر اسے نہ حیرت ہوئی تھی نہ تعجب جب اس نے دونوں ماموں کی فیملیز کو کھانے کی دعوت کی خبر خوشی خوشی سنائی اس کے گھر سے بھی سب کو بلایا مگر الویرہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرکے جانے سے بچ گئی‘ اس دعوت میں عذرا نے رودابہ کے ماموں کے کانوں میں یہ بات پہنچادی تھی کہ وہ رودابہ اور یزدان کے معاملے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گی۔

عذرا کی ہدایت پر اس نے اپنی دونوں بہنوں اور ان کے بچوں کو عیدی بھیجنے کی تیاری شروع کردی تھی‘ رمضان کی آمد آمد تھی اور اسے رمضان سے پہلے ہی عیدی لے کر روانہ ہونا تھا‘ رمضان کا چاند نظر آنے سے دو دن پہلے رباء کی برتھ ڈے تھی جس کا اہتمام کیہان نے ایک ہوٹل میں کیا تھا‘ الویرہ کو نہ جانا تھا نہ ہی وہ گئی‘ طبیعت کی ناسازی ایسا بہانہ تھا کہ رودابہ بھی ناراض نہیں ہونے والی تھی‘ وہ اریب کے ساتھ گھر پر رہی باقی سب کو کیہان ہی پک کرکے ہوٹل لے گیا تھا۔

اریج کے فون میں اس نے برتھ ڈے کی تصویریں دیکھیں ہر تصویر میں اسے کیہان کے اردگرد ثمرین اور اس کی بہنیں ہی دکھائی دی تھیں‘ اریج نے بتایا کہ وہاں کیہان کے کچھ دوستوں کی فیملیز بھی تھیں جن میں اسفند اور اس کی ماں‘ بہنیں بھی شامل تھیں۔ اسے رنگ بدلتے رشتوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی‘ مگر رباء کے لیے وہ بہت خوش تھی‘ اپنی برتھ ڈے پر وہ بھی بڑی خوش دکھائی دے رہی تھی‘ اس تصویر کو تو الویرہ نے چوم لیا تھا جس میں وہ یزدان کے گلے کا ہار بنی ہوئی تھی۔

اریب کے ہمراہ وہ اپنے پرانے شہر کی فضاؤں میں پہنچی تو دن پر دن گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا‘ قیام اس کا اپنی خالہ کے گھر رہا جو مستقبل میں اریج کا سسرال بھی بننے والا تھا‘ جس ہاسپٹل کے اسٹاف کے ساتھ وہ کام کرتی تھی وہ سب دیگر کچھ قریبی فرینڈز‘ کزنز اور پھر بہنیں‘ ان سب سے ملنے ملانے میں رمضان کے مقدس دنوں کا آغاز بھی ہوگیا‘ اریب اپنے دوستوں میں گم رہا‘ اسے بھی واپسی کی جلدی نہیں تھی‘ رمضان کا پہلا عشرہ جس دن ختم ہوا اس کے اگلے دن اسے خالہ کے گھر ایک کارڈ اور پھول موصول ہوئے جن کو دیکھ کر اس کی دھڑکنیں ساکت رہ گئی تھیں‘ ایک پل کو اسے لگا کہ وہ درختوں کے جھنڈ میں اس کنویں کے قریب موجود ہے جس میں ان پھولوں کو اس نے پہلی بار دیکھا تھا‘ نرم و نازک ڈالیوں پر سجے سفید چھوٹے چھوٹے خوب صورت پھولوں کو بہت مہارت سے سمیٹ کر بکے کی شکل دی گئی تھی‘ کیا مسحور کن دلفریب خوشبو تھی ان پھولوں کی‘ اسے کیہان اپنے اردگرد ہی محسوس ہوا تھا..... دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے ”آئی مس یو“ کا کارڈ کھولا تھا۔

”خدا جانے کیا ضد ہوچکی ہے تمہیں میرے ساتھ‘ لیکن پھر بھی امید انتظار میں ہوں کہ تمہیں رحم آ ہی جائے گا آتے آتے۔“

تحریر پڑھتے ہوئے وہ کچھ افسردہ ہوئی تھی‘ نام لکھنے کی کیہان کو ضرورت نہیں تھی یہ وہ بھی جانتا تھا‘ اسے لگا تھا کہ آج رات ضرور کیہان فون پر کانٹیکٹ کرے گا‘ دل پسیج گیا تھا سوچا تھا کہ آج کال ریسیو کرلے گی مگر کیہان کی تو نہیں البتہ اریج کی کال آگئی تھی اور جو اطلاع اس نے دی وہ الویرہ کو ششدر کرگئی تھی۔

”میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے‘ روداہ پیا آپ کے اور کیہان کے بارے میں امی سے بات کررہی تھیں‘ امی نے ان سے کہا کہ یزدان آجائے تو اس کے سامنے بات کرتے ہیں۔“

”تو پھر کیا بات ہوئی یزدان بھائی کے سامنے.....؟“ وہ بے چین ہوئی۔

”امی نے مجھے کچن میں بھیج دیا‘ کھانا جو پکایا تھا اور ہاں کیہان نے مجھ سے خالہ کے گھر کا ایڈریس پوچھا تھا میں نے وجہ پوچھی تو بولے الویرہ سے پوچھ لی نا..... یہ چکر کیا ہے؟“

”گھر آکر بتادوں گی بس تم منہ بند رکھنا۔“ اس نے گھر کا۔

☆

”ایک ہفتہ گزر چکا ہے تمہیں واپس آئے‘ دوسرا عشرہ رمضان کا ختم ہوا..... کیا جواب دوں گی روداہ کو.....؟“ افطار اور نماز سے فراغت کے بعد عذرا وہی بات نکال بیٹھی تھیں۔

”سوچنے دیں اسے خالہ امی‘ کبوتر اور کوئل کی جوڑی ہوگی‘ سوچنا تو پڑے گا۔“ یزدان کے مسکراتے لہجے پر اس نے تیوریاں چڑھا کر اسے دیکھا اور پھر خاموشی سے جانے کے لیے اٹھ گئی۔

سیڑھیاں چڑھتی وہ چھت پر آگئی تھی‘ سامنے سڑک کے

دونوں جانب میدان روشنیوں سے جگمگا رہے تھے' جوق در جوق لوگوں کی آمد سے ہجوم میں اضافہ ہو رہا تھا' شور غل اور رونق عروج پر تھی' طرح طرح کے اسٹالز کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا' جب وہ واپس آئی تو یہ سب دیکھ کر حیران رہ گئی تھی' اریج سے پتہ چلا کہ دوسرے عشرے سے ہی یہاں عید کے لیے خصوصی طور پر اسٹالز لگائے گئے ہیں' مہندی' چوڑیوں سے لے کر کھانے پینے کی اشیاء تک کے اسٹالز موجود تھے' اس نے اور اریج نے بھی اپنے لیے یہاں سے چیزیں خریدی تھیں' رودابہ اور ربا ء کی عیدی کے تمام لوازمات بھی یہیں سے لیے تھے۔ باؤنڈری پر ہاتھ ٹکائے وہ نظروں کے سامنے پھیلی رونقوں کو اپنے اندر بھی اترتا محسوس کر رہی تھی' اسے یاد تھا کہ اپنے باپ کی وفات کے بعد ہر تہوار جیسے اس کے لیے ختم ہو گیا تھا' ہر سال رمضان کا چاند اسے آبدیدہ کرتا رہا تھا' ہر عید پر ماں کی خوشی کے لیے نئے کپڑوں اور چوڑیوں کا اہتمام کرنا اسے بھاری لگتا تھا' اس نے کسی مقدس تہوار کی ناقدری کبھی نہیں کرنی چاہی تھی بس یہ تھا کہ ہر تہوار کی خوشی پر باپ کی جدائی کا غم حاوی رہتا تھا۔

اس بار وہ عجیب گومگوں کی سی کیفیت میں تھی' سب کچھ بدل رہا تھا' ایک خواب تھا جو آنکھوں کے سامنے تعبیر کو پہنچ رہا تھا' انوکھی خوشیوں کے در وا ہو رہے تھے' اس عید پر اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی' یزدان نے سب سوچ لیا تھا' وہ اسے پہلے رخصت کرنا چاہتا تھا تاکہ عذرا ہر طرح سے مطمئن ہو کر رودابہ اور رباء کو ہمیشہ کے لے اپنے گھر لا ئیں۔ اسے یقین ہونے لگا تھا کہ عید کا چاند اس کے نصیب کا چاند بن کر آسمان پر نمودار ہونے والا ہے۔

چاندرات پر ان خاموش میدانوں میں میلے کا سا سماں تھا' مہندی کے اسٹال پر رباء کی مہندی لگوانے کی باری آئی تو وہ اریج کو اس کے پاس چھوڑ کر ذرا آگے بڑھ گئی تھی' رنگ برنگ چوڑیوں کو دیکھتے ہوئے ایک عجیب احساس کے تحت اس نے اردگرد دیکھا اور پھر نظر اس پر ٹھہر گئی تھی جو اس کے متوجہ ہونے پر اب اسی کی سمت آ رہا تھا' پتہ نہیں وہ بہت دن بعد اسے دیکھ رہی تھی یا کوئی اور وجہ تھی جو بھی تھا وہ اپنی نگاہیں اس پر سے نہ ہٹا سکی تھی' دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

بے تحاشہ تیز روشنیوں میں وہ سفید براق لباس میں سب سے الگ اور نمایاں ہی تھا' الویرہ جانتی تھی کہ بہت سی نگاہیں اس پر ٹھہر رہی ہوں گی جن کا وہ عادی بھی ہوگا' لیکن اس وقت الویرہ کے لیے سب سے اہم' سب سے خوش کن احساس یہ تھا کہ اس کی نظروں کا مرکز وہ خود تھی' روشن چہرے کے ساتھ وہ اس کے قریب آ گیا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ تم.....'' ایک پل کو رک کر وہ بولا جبکہ الویرہ چوڑیاں واپس ان کی جگہ رکھتی اس کی تقلید میں آگے بڑھ گئی۔ درختوں کے جھنڈ تک لوگوں کا شور غل اور روشنیاں پہنچ رہی تھیں لیکن اسٹالز کافی پیچھے رہ گئے تھے۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ معاملات خراب کہاں سے ہوئے' تم اتنا اچانک یہاں سے گئیں اور پھر ایک بار بھی میری کال ریسیو نہیں کی۔ ہمارے درمیان اجنبیت کی دیوار گرے وقت ہی کتنا گزرا تھا جو دوبارہ سے.....'' شدید تاسف سے بات ادھوری چھوڑتا وہ الویرہ کو نظر جھکانے پر مجبور کر گیا تھا۔

''میں تم سے بات کر کے' تمہاری اجازت سے اپنے اور تمہارے بارے میں اپیا سے بات کرنا چاہتا تھا مگر.....تم سے رابطہ نہ ہونے پر میں اتنا پریشان ہو گیا کہ اپیا نے خود وجہ پوچھ لی' میں ان سے چھپا نہیں سکا' اپیا اتنا خوش تھیں کہ یزدان بھائی اور خالہ امی سے بھی بات کر لی' مجھے زیادہ صدمہ اس چیز کا ہے کہ اتنے دن گزرنے کے بعد بھی تمہیں یہ سوچنا ہے کہ تم میرے ساتھ زندگی گزار سکتی ہو یا نہیں.....'' وہ اسی تاسف سے بولا۔

''پتہ نہیں کیوں جب جب میں نے چاہا کہ تمہاری کال ریسیو کروں' میرے سامنے ثمرین کی شکل آ جاتی تھی۔'' اس کی جانب دیکھے بغیر وہ مدھم لہجے میں بولی۔

''الویرہ.....! تمہیں اس سے کوئی پرابلم نہیں ہونی چاہیے' وہ صرف میری کزن ہے اور کبھی کچھ نہیں رہا میرے اس کے درمیان۔''

''میں جانتی ہوں تم یہ سچ کہہ رہے ہو..... مگر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اپنے ماں باپ کی طرح ثمرین کے لیے بھی رودابہ کا ہونا نہ ہونا برابر تھا' اس کے نکاح کے دنوں میں رودابہ اس کے آگے پیچھے تھیں مگر وہ ان کو ذرا بھی اہمیت یا توجہ کے قابل نہیں گردان رہی تھی' تم سے اس کا رشتہ اس کے ماں باپ نے اپنے تئیں ختم کیا تھا' صاف بتانے کی زحمت تک نہیں کی مگر نکاح کسی اور سے کرتے ہوئے کم از کم اسے تو رودابہ کی دلجوئی کرنی چاہیے تھی' یہ میں ہی جانتی ہوں کہ رودابہ کس قدر روئی تھیں اس لیے کہ ان کو اپنی مرحوم ماں کی خواہش سے زیادہ ان سب کی بے حسی کا صدمہ تھا۔'' وہ

شدید برہمی سے بولتی رہی تھی۔

"روداب سے زیادہ تمہاری سادگی اور ظرف پر غصہ ہے تم بھی جانتے ہو کہ وہ سب بے حس ہی نہیں مطلب پرست بھی ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو تمہارے یتیم ہوجانے کے بعد تم سے دور بھاگنے لگے تھے، تمہارا سفید ہونا ان کی نظر میں تمہارا عیب بن گیا تھا، وہ اپنے بچوں کو بھی تم سے دور رکھنے لگے تھے مگر حقیقت میں تمہارا عیب یہ تھا کہ وہ سب جان چکے تھے اب تم خالی ہاتھ ہو، تم سے محبت اور رواداری نبھا کر ان کو کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا...... لیکن یہ وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ سب کچھ ان کی سوچ کے برعکس ہوا ہے اب ان کو معلوم ہوچکا ہے کہ اس معاشرے میں تمہارا ایک مقام ہے، ایک حیثیت ہے سو اب تمہیں اور روداب کو بہت اہم سمجھا جانے لگا ہے، کیا مجھے روداب سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ ثمرین کے ماں باپ اپنی دوسری بیٹی کی شادی تم سے کرنا چاہتے ہیں؟ ایسے خود غرض لوگوں سے میرا دور رہنا ہی بہتر مجھ سے یہ دوغلا پن برداشت نہیں ہوتا، دکھ ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ لوگ ذرا بھی اپنے بدلتے رویوں پر شرمسار نہیں ہوتے۔" خاموش ہوتی وہ ذرا دور لوگوں کی چہل پہل کو دیکھنے لگی تھی، روشنی اتنی تھی کہ اس کے چہرے کے ناگوار تاثرات کیہان سے چھپے نہیں رہ سکے تھے۔

"شکر ہے کوئی میرے حق میں بولنے والا تو ہے دنیا کے سامنے......" اس کے پرسکون لہجے پر الویرہ نے اسے دیکھا۔

"الویرہ...... یہ دنیا ہے، یہاں سب اپنے اپنے ظرف کے مطابق کردار نبھاتے ہیں، ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی پر خود غرضی یا دوغلا ہونے کی مہر اپنی زبان سے لگائیں، آج اور کل کا فرق مجھے بھی دکھائی دیتا ہے رویے میں بھی پہچانتا ہوں مگر کوئی میرے گھر کی دہلیز تک آئے گا تو میں اس پر دروازے بند نہیں کروں گا، کوئی آگے بڑھ کر مجھ سے بات کرنا چاہے گا تو میں منہ نہیں پھیروں گا، کسی کے خراب رویے کی وجہ سے اس سے قطع تعلق نہیں کروں گا لیکن ماضی سے جو کچھ سیکھا ہے اس کو یاد رکھتے ہوئے محتاط رہنا اور حد قائم رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"ایسا ہے تو تمہیں پہلی فرصت میں ثمرین کی بہن سے شادی کے لیے راضی ہوجانا چاہیے۔" اس کے نخوت زدہ لہجے نے کیہان کو حیران کیا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ میں بے وقوف نہیں ہوں، تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا اگر بے وقوفی ہے تو مجھے

اس پر کوئی شرمندگی نہیں۔'' اس کے سنجیدہ لہجے پر الویرہ نے بغور اسے دیکھا۔

''پتہ ہے کیا..... وقت نے مجھے بہت حقیقت پسند بنا دیا ہے مگر..... تم سے ملنے کے بعد اب خوابوں خیالوں میں رہنا بھی اچھا لگنے لگا ہے' یہ سب بہت عجیب ہے مگر یہ سچ ہے کہ جب جب تم سے ملتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے چاند' ستارے میرے اردگرد ہی موجود ہیں' سب کچھ مکمل ہے ہمارے درمیان کہیں کچھ کمی نہیں..... تم سے ملنا اس قدر خواب ناک ہے تو تمہارا زندگی بھر کا ساتھ ملنا کس قدر خوب صورت ہوگا مجھے یہ اندازہ ہے..... تمہارے قرب میں خود کو کسی اور ہی دنیا میں محسوس کرتا ہوں' جب کوئی عورت اردگرد سے غافل کردینے کی حد تک اعصاب پر طاری ہوجائے تو پھر اسے اپنی زندگی میں شامل کرلینے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔'' اس کے گمبھیر سنجیدہ لہجے کو سنتے ہوئے الویرہ کو اپنا چہرہ انگاروں کی طرح دہکتا محسوس ہورہا تھا دھڑکنیں رکنے لگی تھیں جب وہ ذرا اور نزدیک ہوا۔

''میں اب اور انتظار کی اذیت سے نہیں گزر سکتا..... یہ کتنی اہم رات ہے' کل عید کا دن ہوگا جو ہمارے لیے دوہری خوشی کا دن بن سکتا ہے۔ اگر تم میرے رشتے داروں کا غصہ مجھ پر اتارنے کے بجائے مجھ پر نظر کرم کرو۔'' اس کے التجائی لہجے پر الویرہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''وہ تو ہوچکی تم پر..... وہ پھول تمہارے حق میں اچھے ثابت ہوئے تھے۔'' مسکرا کر بولتی وہ سامنے سے ہٹی مگر کیہان سرعت سے اسے واپس سامنے لے آیا۔

''غور سے سن لو آج ہی اپیا کو تم نے شادی کے لیے رضا مندی دینی ہے۔'' اس کے تنبیہی انداز پر الویرہ کو ہنسی آگئی تھی۔

''اور اگر رضا مندی نہیں دی تو.....؟''

''تو پھر سوچ لینا' بہت مشکل میں آجاؤ گی کیونکہ میں تمہاری طرح چند پھولوں سے راضی ہونے والا نہیں۔'' اس کی شوخ مسکراتی نگاہوں اور معنی خیز لہجے پر وہ بری طرح جھینپ کر نظر چراتی سرعت سے دور ہوتی آگے بڑھ گئی۔

''اب کچھ نہیں بولو گی' صرف بھاگنا ہے مجھ سے۔'' اس کے ہمقدم ہوتا وہ دھیرے سے ہنسا اس کی خشمگیں نظروں پر۔

''دیکھو میں پھر تمہیں روکنے کے لیے تمہارا ہاتھ پکڑ سکتا ہوں' مجھے لوگوں کی پروا نہیں.....'' اس کی دھمکی پر الویرہ مسکراہٹ نہیں چھپا سکی تھی۔

''مجھے ابھی چوڑیاں لینی ہیں اپنے لیے.....'' وہ رکے بغیر بولی۔

''کچھ لینے کی ضرورت نہیں' چوڑیاں وغیرہ سب کچھ تمہارے لیے اپیا ساتھ لے کر اسفند کی بہنوں کے ہمراہ تمہارے گھر پر موجود ہیں لہٰذا تم سیدھا گھر جارہی ہو اور اب خاموشی سے یہ سنو کہ تمہاری بے اعتنائی نے مجھے کتنا بے حال کر رکھا تھا' تم جانتی ہو میں کتنی بار کنوئیں تک جا کر ان پھولوں سے تمہاری باتیں اور شکایتیں کرتا رہا ہوں؟ رات میں جانے کتنی بار اٹھ کر تمہارے کمرے کی ویران کھڑکی کو تکتا رہا تھا اس امید پر کہ شاید آج تمہارا چہرہ وہاں دکھائی دے جائے' شاید کل دیدار ہوجائے' کوئی اس طرح بھی منظر سے غائب ہوکر' سارے رابطے ختم کرکے کسی کو اس طرح زندگی سے بیزار کرسکتا ہے جیسے تم نے مجھے کیا.....؟ پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ تمہارا میری نظروں کے سامنے رہنا کتنا ضروری ہے۔'' روشنیوں اور چاند رات کی گہما گہمی کے درمیان اس کے ہمراہ آگے بڑھتا وہ نان اسٹاپ بول رہا تھا جبکہ الویرہ کے جھلملاتے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوتی جارہی تھی' اتنے شوروغل میں اگر اسے صرف کیہان کی آواز سنائی دے رہی تھی' صرف اس کا چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا تو اب یہ کوئی حیرت انگیز بات نہ تھی۔

''اسفند بالکل غلط کہتا ہے' آخر تم جیسی بے رحم لڑکی سے مجھے محبت ہو بھی کیسے سکتی ہے' لیکن پھر سوچتا ہوں جو لڑکی چند سفید پھولوں سے راضی ہوجائے اس سے محبت کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں.....'' اس کے پُرشکوہ لہجے پر الویرہ نے بے ساختہ ہنستے ہوئے آسمان کو دیکھا جس کی وسعتوں میں کہیں اوجھل عید کا چاند بھی یقیناً مسکرایا ہوگا اپنی دودھیا کرنوں سے گندھے انسان کے شکوؤں پر جو شاید صدیوں سے الویرہ کے دل کے گوشوں میں ہی کہیں چھپا ہوا تھا' خواب بن کر برسوں سے آنکھوں میں بسا ہوا تھا' جانے کتنی ان گنت تاریک راتوں کے صبر کا حاصل تھا وہ کہ جس کی سنگت میں ہر راستہ روشن اور منور تھا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی
WWW.PAKSOCIETY.COM

قسط نمبر 24

غمِ یار کی تب و تاب پر' میری زندگی بھی نثار ہے
میں ہزار خوشیاں پرکھ چکا' غمِ یار پھر غمِ یار ہے
یہ زبان و دل کی رقابتیں' نہ شکایتیں نہ حکایتیں
لبِ بند میرے سخن سرا' میری خامشی بھی پکار ہے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

حمنہ صمید حسن کو برسوں بعد مریرہ رحمان تک پہنچاتی ہے صمید حسن ہسپتال کے بستر پر بے سدھ مریرہ رحمان کے وجود کو دیکھ کر چونک جاتے ہیں تب ایک نرس مریرہ رحمان کے کومے میں چلے جانے کا بتاتی ہے۔ ملک فیاض پرانی حویلی کے راز شہزاد کو بتانے کے ساتھ اپنی سفاکی بھی اس پر ظاہر کرتا ہے۔ اسے بتاتا ہے کہ کس طرح اس کے اپنوں کو اور اس کے دادا کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا۔ اس کی ظلم کی داستان سن کر شہزاد ششدر رہ جاتی ہے۔ دوسری طرف عمر عباس کو اپنے خاص کارندوں سے شہزاد کا پرانی حویلی میں قیام اور پھر گمشدگی کی خبر مل جاتی ہے۔ شہر بانو بھی مسلسل شہزاد کا نمبر ٹرائی کرنے کے بعد عمر عباس سے رابطہ کرتی ہے تب عمر عباس شہزاد کے اغوا کی خبر سناتا اسے پاکستان آنے کا کہتا ہے۔ پریہان ایلی کو پاکستان جانے کا پروگرام بتا کر اسے حیران کر دیتی ہے۔ پریہان کو ہوزان نے مریرہ رحمان اور عمر عباس کے مل جانے کی اطلاع دی تھی' پریہان ایلی سے پاکستان جانے پر مدد طلب کرتی ہے۔ عائلہ واپس کرنل صاحب کے گھر آجاتی ہے' کرنل صاحب اور سدید کے چہرے اس کی نگاہوں کے سامنے آ کر اسے اذیت کا شکار کرتے ہیں۔ عبدالہادی کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت اب کافی بہتر ہوتی ہے' عائشہ بیگم ضد کر کے عبدالہادی کو واپس حویلی لے آتی ہے۔ ملک فیاض اپنے نکاح کے متعلق شہزاد کو بے خبر رکھتا ہے۔ شہزاد حویلی کی ایک ملازمہ کے ہاتھ دو خط عمر عباس اور شیر دل تک پہنچاتی ہے' افشین (ملازمہ) خود ملک فیاض کی سفاکی کی نذر ہو چکی تھی اس لیے وہ شہزاد کا کام راز داری سے کرتی ہے۔ دوسری طرف زاویار عمر عباس پر فائرنگ کرتے اسے زخمی کر دیتا ہے تب شہر بانو زاویار کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتی اسے سچائی جاننے کا کہتی ہے۔ زاویار اپنی سوتیلی ماں سارا کی باتیں بھی سن لیتا ہے' عمر عباس کو شہزاد کا خط مل جاتا ہے جس میں شہزاد نے اپنے نکاح کے ساتھ ملک فیاض سے انتقام کا بھی لکھا ہے۔ جس پر عمر عباس اور شہر بانو ششدر رہ جاتے ہیں۔ زاویار عمر عباس سے معافی مانگتا اس سے سچائی جاننے کی بات کرتا ہے تب عمر عباس زاویار کو حمنہ کے پاس لے آتا ہے جو اس کے سامنے تمام سچائی بیان کرتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

کہوناں یاد کرتے ہو
انا کے دیوتا
اچھا چلو مرضی تمہاری پر
میں اتنا جانتا تو ہوں
کہ جب بھی شام ڈھلتی ہے
تو لمبی رات کی کجلائی آنکھوں میں
ستارے جھلملاتے ہیں

تمہیں میں اس گھڑی پھر چاند کو تکتے ہوئے
شدت سے اتنا یاد آتا ہوں
کہ جتنی شدتوں سے تم
خاموشی کی ردا کو اوڑھ کر یہ کہہ نہیں پاتے
کہ ہاں تم یاد آتے ہو
چلو مانا انا میں اہم ہوتی ہیں
مگر ان سے کہیں زیادہ محبت اہم ہوتی ہے
چلو مانا تمہیں عادت نہیں اظہار کی اقرار کی
اور تم بھی محسن نقوی کی وہ نظم تھی نا جو
چلو چھوڑو کہ بس ان چند سطروں سے متاثر ہو کر
جو کچھ اس طرح سے تھیں
''چلو چھوڑو محبت شغل ہے بے کار لوگوں کا
مگر اس نظم میں پنہاں
جو ہے ایک بے بسی کی اوٹ میں ٹوٹا تھکا ہارا
بڑا ہی مضطرب اور طنزیہ لہجہ
اسے تم نے کبھی محسوس کرنے کی ذرا سعی کی
نہ مرے جذبات کو سمجھا
مجھے معلوم ہے تم کو محبت ہے
مگر تم کہہ نہیں سکتے
انا کے دیوتا
میں جانتا ہوں ان کہی باتیں
مگر چھوٹی سی یہ خواہش مجھے تڑپائے رکھتی ہے تو کبھی اپنی انا کے بت گراؤ گے
وہ سب باتیں ذرا شیریں سے لہجے میں سناؤ گے
جنہیں تم کہہ نہیں پائے، جنہیں تم کہہ نہیں سکتے
مجھے معلوم ہے کہ میں تمہیں بے چینیوں کی شدتوں میں
حد سے زیادہ آتا ہوں
مگر تم لب ہلاؤ تو
میری ان رتجگوں کی مٹھیوں میں قید آنکھوں میں
تم اپنی ڈال کر آنکھیں ذرا ایک بار دیکھو تو
کہو کس واسطے جذبوں کا اپنے خون کرتے ہو
بھلا کیوں روندتے ہوئے پاؤں میں ایسے گل خواب محبت کو
تمہیں ملتا ہی کیا ہے درد سے مجھ کو سدا منسوب رکھنے میں
انا کو اوڑھ کر تم کس لیے یہ خواہشیں اور حسرتیں
برباد کرتے ہو
انا کے دیوتا

حویلی کے بڑے کمرے کی دہلیز پر کھڑی عبدالہادی کی نگاہیں شہزاد کو حویلی میں دیکھ کر شاکڈ رہ گئی تھیں۔ ملک فیاض جیسے گھاگ شکاری کی بیوی بن کر حویلی آنے والی نئی دلہن وہ لڑکی ہوگی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ باہر حویلی کے کشادہ صحن میں میرب فیاض جلے پیر کی بلی کی مانند اِدھر سے اُدھر چکر لگاتی' بمشکل اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کیے شہزاد کو گالیاں دیتے ہوئے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ شہزاد کو اٹھا کر حویلی سے باہر پھینک دے۔

ادھر شہزاد کی نگاہوں میں جلن کے ساتھ ساتھ حیرانگی بھی تھی اگر عبدالہادی میرب کا ڈرائیور تھا تو وہ اس وقت وہاں کمرے میں کیا کررہا تھا۔ چند لمحے یونہی خاموشی کی نذر ہوگئے تھے جب وہ سر جھٹکتی تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کی سائیڈ سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ شہزاد کے پیچھے ہی چپ چپ سی عائشہ بیگم ہال کمرے میں داخل ہوئیں۔

''اتنی پیاری لڑکی ہے چھوٹی سی' پتا نہیں فیاض بھائی کے ہتھے کہاں سے چڑھ گئی۔'' متفکر سے لہجے میں انہوں نے عبدالہادی سے کہا مگر وہ کچھ سن ہی کہاں رہا تھا۔ اس کا ذہن تو کچھ یاد کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ ہسپتال میں جب وہ ہوش میں آیا تھا تو اس نے ملک فیاض کو کہتے ہوئے سنا تھا۔

''اچھا..... اچھا بابا' دیکھ لیں گے..... خیال رکھو اس کا اور ہاں خبردار اگر میرے سوا کسی کو بھی پتا چلا اس لڑکی کا' زندہ زمین میں گاڑ دوں گا یاد رکھنا۔'' ملک فیاض نے یقیناً یہ الفاظ اپنے کسی خاص کارندے سے ہی کہے تھے۔

تو کیا وہ اغوا ہوئی تھی؟ کہیں کچھ غلط تھا بلکہ نہیں..... کچھ غلط نہیں' بہت کچھ غلط تھا مگر کیا؟ یہ اسے پتا کرنا تھا تبھی وہ چپ چاپ واپس پلٹ گیا۔ باہر حویلی کے کشادہ صحن میں کبوتروں کے غول' شہزاد کے ڈالے ہوئے ٹکڑوں پر چونچیں مار رہے تھے۔ افشین نے ایک نظر کبوتروں کے غول پر ڈالی پھر مسکراتی ہوئی دوبارہ حویلی سے ملحقہ احاطے میں چلی گئی کہ ابھی وہاں بہت سے کام اس کے منتظر تھے۔
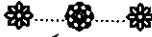
پورے ایک ہفتہ کی دربدری کے بعد صمید حسن گھر واپس آئے تو ان کی سماعت میں مسلسل درمکنون کا لہجہ گونج رہا تھا۔

''آپ ہیں کون..... اور کس سے یہ سب کہہ رہے ہیں؟'' کیسا کٹیلا لہجہ تھا' ان کا جگر کٹ کر رہ گیا مگر بازگشت کم نہیں ہوئی تھی۔

''ہاں بستر پر جو عورت بے حس و حرکت پڑی ہے وہ میری ماں' صرف میری ماں..... اس کا کسی مرزا اسپیشلی صمید حسن نامی کسی شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا بہتر ہوگا اگر آپ ابھی اور اسی وقت یہاں سے تشریف لے جائیں۔ میری ماں کا دل ابھی مردہ نہیں ہوا..... میں نہیں چاہتی آپ کی یہاں موجودگی ان کے لیے اذیت کا باعث بنے' آپ کو اب مزید کوئی ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں' اپنی ماں کے لیے میں اکیلی یہاں کافی ہوں' سمجھے آپ؟'' کیا ان الفاظ کو سماعتوں میں اتارنے کے لیے ان کا زندہ رہنا ضروری تھا؟ وہ آج اس عورت کو دیکھنے کا حق بھی کھو آئے تھے جو دل بن کر آج بھی ان کے اندر دھڑکتی تھی۔ وہ آج اس بیٹی کے سر پرست شفقت رکھنے کا حق بھی کھو آئے تھے کہ جس کی شکل دیکھنے کے لیے وہ پچیس سال سے تڑپ رہے تھے۔ وقت کی اس سے بڑھ کر سنگ دلی کیا ہوئی تھی؟ تقدیر نے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا قہر ڈھانا تھا ان پر؟ وہ تو پہلے ہی خود سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں پاتے تھے خود میں' آج کے بعد تو انہیں خود اپنے ہی وجود سے گھن آتی محسوس ہورہی تھی۔

انہیں خبر ہی نہیں تھی کہ وہ کتنے دنوں سے گھر اور آفس سے لاتعلق تھے ان کے پیچھے جو رشتے تھے ان کے لیے کتنے متفکر تھے۔ کسی چیز کی پروا نہیں تھی انہیں' عمر کے اس موڑ پر وہ خاصے خود غرض ہوگئے تھے اس وقت وہ خود گاڑی ڈرائیور کرکے ہسپتال سے گھر کیسے پہنچے کوئی خبر نہیں تھی۔

لان میں پودوں کے پاس اداس بیٹھی سارا بیگم نے گاڑی سے اترتے ان کے شکستہ قدموں کو بے حد حیرانی سے دیکھا تھا' پورے ایک ہفتے کے بعد وہ گھر لوٹ آئے تھے مگر..... گھر واپسی پر وہ صرف اپنا بدن ساتھ لائے تھے ان کی روح جیسے میرہ رحمان کے پاس رہ گئی تھی۔ شکستہ قدموں کو گھسیٹتے' بناء اطراف میں کوئی نگاہ ڈالے وہ سیدھے اپنے کمرے کی طرف گئے تھے سارا بیگم فوراً اٹھ کر ان کے پیچھے ہی اندر بڑھ گئیں۔

اندر کمرے میں صمید حسن کچھ ڈھونڈ رہے تھے اپنی وارڈ روب الماریاں سب کھول رکھی تھیں انہوں نے اور پھر وہ چیز جسے وہ ڈھونڈ رہے تھے اچانک ان کے ہاتھ لگ گئی۔ کمرے کی دہلیز پر کھڑی سارہ بیگم کے منجمد وجود میں جیسے ایک دم سے جان آ گئی تھی۔ صمید حسن نے اپنا ریوالور چیک کیا اور ابھی کنپٹی کے قریب لے جانے ہی لگے تھے کہ سارا بیگم نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ...... ! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟''

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو سارا پلیز جاؤ یہاں سے۔''

''مگر کیوں؟ کچھ اندازہ ہے آپ کو کہ آپ کتنا غلط کام کرنے جا رہے ہیں۔''

''کچھ غلط نہیں ہے پلیز' تم جاؤ یہاں سے۔''

''نہیں صمید...... میں اپنی آنکھوں کے سامنے آپ کو حرام موت مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔'' کہنے کے ساتھ ہی انہوں نے پوری قوت سے پسٹل صمید حسن کے ہاتھوں سے جھپٹ لیا۔

''میں نے آپ کو اتنا شکستہ کبھی نہیں دیکھا صمید...... میرے گناہوں کی سزا آپ خود کو مت دیں پلیز۔'' اب وہ رو رہی تھیں۔ صمید حسن کسی منہدم عمارت کی طرح بیڈ پر ڈھے گئے۔

''کسی کا کوئی گناہ نہیں' سارا قصور میرا ہے۔ میں نے برباد کیا ہے اسے' میری محبت نے اسے توڑ پھوڑ ڈالا کوئی حق نہیں ہے مجھ جیسے خود غرض انسان کو جینے کا۔''

''نہیں صمید آپ پلیز خود کو مورد الزام مت ٹھہرائیں' آپ کی زندگی میں جو بھونچال بھی آیا سب میری وجہ سے آیا...... آپ تو صرف یہی جانتے ہیں کہ میں نے اس کا حق غصب کیا مگر جو راز کسی بھاری پتھر کی طرح میرے سینے پر پڑا ہے آپ اس راز کے بارے میں نہیں جانتے۔'' نیچے قالین پر صمید حسن کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے وہ بہت دھیمے لہجے میں اپنے گناہ کا اعتراف کر رہی تھیں' شکستہ حال بیٹھے صمید حسن کو جیسے دھچکا لگا۔

''راز...... کیسا راز؟''

''ہے ایک راز جو میرے اور مریرہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا آپ بھی نہیں۔'' اب ان کے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔ صمید حسن کو لگا جیسے کسی نے ان کے جسم سے رہا سہا لہو بھی نچوڑ لیا ہو۔

''کیا کہہ رہی ہو سارا...... ! کیا' کیا ہے تم نے ایسا جو میں بھی نہیں جانتا۔''

''یہ بہت لمبی کہانی ہے صمید...... صدیوں جیسے سالوں کی کہانی اگر مریرہ اس وقت زندگی اور موت کی جنگ کے درمیان نہ پھنسی ہوتی تو شاید اب بھی میں اس راز کو اپنے سینے میں دفنائے رکھتی۔ مجھ میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی صمید کہ میں آپ کے یا بچوں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر سکتی۔ بہت چاہا ہے زندگی میں' میں نے آپ کو جتنا آپ نے مریرہ رحمان کو چاہا شاید ہی اس سے کچھ کم میں نے آپ کو چاہا ہو۔ میرے پاس آپ کو اور اس محل کو کھونے کا تصور ہی نہیں تھا اسی لیے...... اسی لیے میں عورت سے صرف ایک سوتن بن گئی صمید...... آنکھوں پر خود غرضی کی پٹی باندھ لی میں نے۔'' موتیوں کی طرح ان کے آنسو گالوں پر بکھرتے جا رہے تھے۔ صمید حسن دونوں ہاتھ پیچھے بیڈ پر ٹکائے کسی مجسمے کی طرح خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے۔ وہ اب سر جھکائے خاصی رنجیدگی کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔

''مریرہ رحمان کے دل میں آپ کے لیے نفرت اور بدگمانی کا زہر انڈیلنے والی میں تھی۔ میں نے ہی اس کا اعتبار جو اسے آپ پر تھا ختم کیا۔ میں آپ کو نہیں کھونا چاہتی تھی صمید' میں کسی صورت اس گھر سے بے گھر نہیں ہونا چاہتی تھی اسی لیے...... اسی لیے میں نے اسے یہ گھر چھوڑ جانے پر مجبور کر دیا پلیز مجھے معاف کر دیں صمید...... میں نے...... میری خود غرضی نے آپ کی زندگی برباد کر دی۔'' بے حد نادم لہجے میں وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر رہی تھیں۔

صمید بے حد حیرانی کے ساتھ چپ چاپ اسے دیکھتے رہے جانے ابھی اور کون کون سے راز تھے جو ان پر کھلنے تھے۔ ابھی جانے اور کتنے صدمات کے پہاڑ تھے جو اُن پر گرنے باقی تھے۔

❁.......❁.......❁
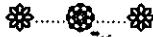
وہ اس گھر میں زاویار صمید حسن کی گورنس کی حیثیت سے آئی تھی تاہم صمید حسن نے اسے بیوی کا درجہ دے دیا تھا۔ وہ سردیوں کی ایک خنک رات تھی' زاویار کے رونے سے مریہ کی آنکھ کھلی تو صمید بستر پر موجود نہیں تھا۔ مریہ نے نظر اٹھا کر سامنے وال کلاک کی جانب نگاہ کی رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ اس نے زاویار کو گود میں لے کر سلانا شروع کردیا' اگلے بیس منٹ بعد زاویار سوگیا تھا مگر صمید تب بھی کمرے میں واپس نہیں آئے تھے اسے تشویش ہونے لگی۔ بیڈ سے اتر کر اس نے اٹیچ باتھ کا جائزہ لیا' وہ وہاں بھی نہیں تھا اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ زاویار پر کمبل سیٹ کرکے دبے پاؤں وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی' باہر صحن میں چودھویں کا چاند اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ دمکتا' ہر طرف روشنی پھیلا رہا تھا۔ اس نے لان میں دیکھا' سارے پودے اور درخت ساکت تھے جیسے چاند کی کرنوں سے محسور ہورہے ہوں' وہ وہیں بیٹھ گئی۔

آدھی رات کے اس پہر بنا اسے مطلع کیے وہ اتنی دیر تک بھلا کہاں جاسکتا تھا۔ سوچ سوچ کر اس کا دل جیسے رکنے لگا تھا تبھی اس کی نظر سارا منیر احمد کے کمرے کی طرف اٹھی' رات کے ڈھائی بجے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ صمید وہاں نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ رات کے ڈھائی بجے اس کا سارا منیر کے کمرے میں جانا کسی طور بنتا ہی نہیں تھا مگر پھر بھی جانے کس تجسس کے ہاتھوں مجبور وہ وہیں بیٹھی سارا منیر کے کمرے کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ اگلے دس منٹ یونہی خاموشی سے چپ چاپ بیت گئے تھے تبھی اس نے سارا منیر حسین کے کمرے کا دروازہ کھلتے اور پھر صمید حسن کو وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس کی آنکھیں صمید کو سارا منیر حسین کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر جیسے پتھرا گئی تھیں' جانے کس ہمت سے بنا صمید کی نگاہوں میں آئے وہ فوراً لان سے ملحقہ برآمدے کی سیڑھیوں سے اٹھ کر اندر کمرے میں آئی تھی' اس کا دل اس لمحے بہت تیز دھڑک رہا تھا۔

صمید حسن کے کمرے میں قدم رکھنے سے پہلے وہ کروٹ بدل کر اپنے اوپر کمبل سیٹ کرچکی تھی' صمید نے کمرے میں آنے کے بعد دروازہ لاک کیا پھر ایک نظر اپنے بیڈ کی طرف ڈالتے ہوئے سیدھا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

مریہ کی آنکھیں جیسے جلنے لگی تھیں' رات کے ڈھائی بجے صمید حسن کو اپنے بیٹے کی گورنس سے ایسا کون سا ضروری کام آپڑا تھا جو اس نے صبح ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا۔ صمید حسن اور سارا منیر حسین میں آخر کیا چل رہا تھا اور کب سے؟ سوچ سوچ کر اس کا سر دکھنے لگا تھا۔ صمید تقریباً بیس سے پچیس منٹ کے بعد فریش ہوکر واش روم سے نکلا تھا وہ انگاروں پر جلتی رہی۔

اگلی صبح بے حد بوجھل تھی۔ صمید حسن نے دیکھا اس کا پورا وجود بخار میں جل رہا تھا تبھی بے حد فکرمندی سے وہ زبردستی اسے دوا کھلا کر کمبل سیٹ کرتا' بغیر ناشتا کیے آفس کے لیے روانہ ہوگیا۔ مریہ کی طبیعت آج کل ویسے ہی خراب رہتی تھی لہٰذا وہ ہلکے ہلکے بخار کے ساتھ کمبل میں منہ دیے پژمردہ سی لیٹی تھی' زاویار کو سارا آ کر لے گئی تھی۔ مریہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔ دن کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے اچانک حمنہ اس کی طرف چلی آئی۔

''السلام علیکم!'' اسے کمبل میں دیکھ کر وہ بیڈ پر اس کے قریب ہی آ کر بیٹھ گئی تھی۔ مریہ کو اپنے احساسات چھپانے پڑے۔

''وعلیکم السلام! تم کب آئیں؟''

''کل رات آئی تھی' کچھ ضروری کام تھا۔ خیر تم مجھے چھوڑو یہ بتاؤ کہ وہ لڑکی تمہارے گھر میں کیا کررہی ہے جسے میں صمید بھائی کے ساتھ کئی بار گھومتے پھرتے دیکھ چکی ہوں۔''

''کون لڑکی؟'' اس کے اعصاب تو رات سے ہی ٹھکانے پر نہیں تھے' حمنہ کی بات نے مزید چونکا دیا تبھی وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ حمنہ نے اس کی بے خبری پر بے حد حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

''وہی لڑکی جو باہر تمہارے بیٹے کو لیے کھلا رہی ہے۔''

''وہاٹ......؟ وہ تو زاویار کی گورنس ہے' سارا منیر حسین۔''

''تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو میرو...... وہ لڑکی صمید بھائی کے بزنس پارٹنر منیر حسین کی بیٹی ہے۔ اسی کے ساتھ میں نے کئی بار صمید حسن کو ہسپتال کے چکر لگاتے دیکھا ہے' وہ زاویار کی گورنس کیسے ہوسکتی ہے؟''

''تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی حمنہ......''

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی' میں اس لڑکی کو بہت اچھی طرح سے پہچانتی ہوں' ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ صمید بھائی نے تمہیں حقیقت نہ بتائی ہو۔" حمنہ کا لہجہ مضبوط تھا' مریرہ کے اندر بہت کچھ مسمار ہونے لگا تھا۔

صمید حسن اور سارا منیر حسین کے درمیان ضرور کچھ ایسا تھا جس سے وہ واقف نہیں تھی مگر کیوں؟ صمید حسن نے اس سے جھوٹ کیوں بولا؟ اگر وہ اس سے محبت کرتا تھا تو اس نے اب تک اسے اندھیرے میں کیوں رکھا؟ وہ اس سے کیا چھپا رہا تھا اور کیوں؟ حمنہ اب اس کی بے خبری پر اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

"تم بھی ناں میرو سدا کی بے وقوف اور سادہ دل لڑکی ہو کوئی اتنا بھی بے خبر ہوسکتا ہے۔ کاش میں پہلے اسے یہاں دیکھ لیتی تو پہلے ہی باخبر کردیتی تمہیں' ایسی لڑکیاں بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہیں' کب سمجھو گی تم؟" وہ اسے ڈپٹ رہی تھی اور مریرہ گھٹنوں پر چہرہ ٹکائے خود کو سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی۔ حمنہ کے سامنے اسے اپنا وقار کھونا گوارہ نہیں تھا تبھی وہ چپ رہی تھی۔

"پہلی فرصت میں چلتا کرواسے یہاں سے' نہیں تو بہت پچھتاؤ گی' پاگل لڑکی نہ ہو تو' کچھ پتا ہی نہیں زمانے کا۔" اسے چپ پاکر وہ مزید ڈپٹ رہی تھی' مریرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ صمید حسن اس کی ناک کے نیچے چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا' وہ دونوں کسی تعلق میں بندھے تھے لیکن کس تعلق میں؟ یہ ابھی اسے پتا لگانا تھا۔

❋ ❋ ❋

شام ڈھل رہی تھی' صمید حسن آفس سے گھر آیا تو مریرہ لان میں گلاب کی کیاری کے پاس اداس بیٹھی اسی اداس شام کا حصہ لگ رہی تھی۔ وہ گاڑی پارک کرنے کے بعد تھکا تھکا سا وہیں اس کے قریب چلا آیا۔

"اب کیسی طبیعت ہے میرو؟" وہیں برآمدے کی سیڑھیوں پر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا' مریرہ جو گلاب کی پتیوں سے کھیل رہی تھی اس نے یہ شغل وہیں روک دیا۔

"ٹھیک ہوں۔"

"مگر یہاں کیوں بیٹھی ہو' ٹھنڈ لگ جائے گی۔"

"پروا نہیں' اندر دم گھٹ رہا ہے میرا۔"

"کیوں؟ کیا تم بہتر فیل نہیں کررہیں اب؟"

"پتا نہیں۔"

"مجھے تم ڈسٹرب لگ رہی ہو میرو...... سب ٹھیک تو ہے ناں؟"

"مجھے نہیں پتا صمید حسن سب ٹھیک ہے کہ نہیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا پھر کوئی بات ہوئی ہے؟"

"نہیں۔ کیا مجھ سے شادی کے بعد آپ کو اپنے انتخاب پر پچھتانا پڑا۔"

"نہیں۔"

"کیا شادی کے بعد میں نے آپ کی امانت میں خیانت کی؟"

"نہیں۔"

"کیا اب بھی آپ کے دل میں میرے لیے وہی پیار اور مقام ہے جو شادی سے پہلے تھا؟"

"ہوں۔"

"تو پھر آپ نے مجھ سے سارا منیر حسین کے معاملے میں جھوٹ کیوں کہا؟" مریرہ کے آخری سوال نے اسے لاجواب کردیا تھا۔ چند لمحوں تک دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی پھر صمید نے اسی خاموشی کا گلا گھونٹا۔

"کس جھوٹ کی بات کررہی ہو تم؟"

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کس جھوٹ کی بات کررہی ہوں' وہ لڑکی جو زاویار کی گورنس بن کر ہمارے گھر میں رہ رہی ہے۔ وہ سارا منیر حسین ہے آپ کے بزنس پارٹنر منیر حسین کی بیٹی اور آپ کی بیٹی کی ماں۔"

"کیا بکواس ہے یہ میرو..... وہ میری بیٹی کی ماں نہیں ہے۔" مریرہ کے الفاظ پر صمید حسن کا ردعمل خاصا شدید تھا۔
"اگر وہ آپ کی بیٹی کی ماں نہیں ہے تو آپ مجھے دھوکہ دے کر جھوٹ بول کر میری غیر موجودگی میں اسے یہاں کیوں لائے؟ کیوں ہسپتالوں کے دھکے کھاتے رہے آپ اس کے ساتھ مل کر کیوں اس نے آپ کو میسج کیا کہ وہ آپ کی وجہ سے پہلی بار اپنی کوکھ میں پلتے بچے سے خوش ہے؟ کیوں اس کا یہ میسج پڑھ کر سیل سے ڈیلیٹ کیا آپ نے؟ صرف اس لیے کہ میں آپ کے اور اس کے درمیان بنے ہوئے رشتے کے بارے میں نہ جان جاؤں۔"
"تم غلط سوچ رہی ہو میرو...... ایسا کچھ نہیں ہے۔"
"ایسا کچھ نہیں ہے تو اسے ابھی اور اسی وقت اس گھر سے فارغ کریں میں اب اسے ایک منٹ کے لیے بھی اپنے گھر میں برداشت نہیں کرسکتی۔"
"تم اتنی سفاک کیسے ہوسکتی ہو میرو..... تم جانتی ہو اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اسی لیے میں نے تم سے یہ سب کہہ کر اسے یہاں رکھا۔"
"میں کچھ سننا نہیں چاہتی صمید..... میرا درد سر نہیں ہے یہ کہ اس کا اس دنیا میں کوئی ہے یا نہیں۔" وہ شدید غصے میں تھی صمید حسن کے لیے بات سنبھالنا مشکل ہوگئی۔
"ٹھیک ہے مجھے ایک دو دن کی مہلت دو میں اس کا کہیں اور بندوبست کردیتا ہوں وہ چلی جائے گی۔"
"ٹھیک ہے۔"
صمید حسن کی یقین دہانی پر ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے وہ اندر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ دیوار کے اس پار کھڑی سارا بیگم کے قدم من من بھاری ہوگئے۔ اسے اس گھر سے بے دخل ہونا کسی طور گوارہ نہیں تھا تبھی آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے مرے مرے قدموں سے چلتی وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ آنسو تھے کہ قطار در قطار بہتے چلے جارہے تھے پاؤں سمیٹ کر بیٹھتے ہوئے اس کی نظر اپنی پرہیان پر پڑی جس کے جسم پر اس وقت بے حد معمولی لباس تھا جس کے پاس کھیلنے کے لیے اچھے کھلونے بھی نہیں تھے اور دوسری طرف زاویار تھا جس کے لیے کسی چیز کی کمی ہی نہیں تھی۔
اس کے دماغ نے سوچنا شروع کردیا منیر حسین صمید حسن کے برابر کے پارٹنر تھے ان کی وفات کے بعد اب سارا ففٹی پرسنٹ شیئرز کی مالکن تھی۔ اس کے علاوہ منیر صاحب جو گھر چھوڑ کر مرے تھے وہ بھی کروڑوں کا تھا جو صمید حسن نے اسی کی ضد پر اونے پونے داموں بیچ کر وہ پیسے بھی کاروبار میں لگا لیے تھے۔
صمید حسن کی شرعی اور قانونی بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اس کی ففٹی پرسنٹ کی بزنس پارٹنر بھی تھی مگر اس کے باوجود وہ خالی ہاتھ تھی اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔
"کیوں....." اس کیوں کے آگے اسے دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہورہا تھا۔ مانا کہ وہ اس کی من چاہی بیوی نہیں تھی ان دونوں کا تعلق مجبوری کا تعلق تھا وہ اسے پیار نہ دیتا مگر وہ آسائشات تو دیتا جو مریرہ اور اس کے بیٹے کو حاصل تھیں وہ گھر صمید حسن کا گھر تھا اگر مریرہ وہاں رہ سکتی تھی تو وہ بھی رہ سکتی تھی اور اگر وہ نہیں رہ سکتی تھی تو پھر مریرہ رحمن کو بھی اس گھر میں رہنے کا کوئی حق نہیں تھا۔
صمید اور مریرہ کی لو اسٹوری سے نہ اسے کوئی مطلب تھا نہ وہ رکھنا چاہتی تھی اس کی نظر میں وہ بھی صمید حسن کی شرعی اور قانونی بیوی تھی لہٰذا اسے بھی حقوق بھی برابر کے حاصل ہونے چاہیے تھے۔ پوری ایک رات اس کی انہی سوچوں میں گزر گئی تھی اگلی صبح وہ زاویار کو لینے گئی تو مریرہ نے اسے لتاڑ کر رکھ دیا۔
"میرے بیٹے کو گورنس کی ضرورت نہیں ہے بہتر ہے تم اپنی بیٹی کو وقت دو۔" اس کا موڈ بے حد خراب تھا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"جی ٹھیک ہے۔" مگر آدھے ہی گھنٹے بعد جب اس نے دیکھا کہ مریرہ لاؤنج میں بیٹھی ہے اس نے صمید حسن کو کال ملادی۔
"ہیلو صمید....." بظاہر اس نے دھیمی آواز میں کہا تھا مگر باہر بیٹھی مریرہ تک اس کی آواز باآسانی پہنچی تھی اور اس کے کان فوراً کھڑے ہوگئے تھے۔
"مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں پلیز آج آفس سے واپسی کے بعد میری بات سنیے گا۔" مریرہ نہیں جانتی تھی کہ

صمید حسن نے آگے سے کیا جواب دیا تاہم وہ اتنا ضرور جان گئی تھی کہ سارا منیر حسین اور صمید حسن کے درمیان مالک اور ملازم والا تعلق نہیں تھا۔

حمنہ ٹھیک کہتی تھی اسے واقعی لوگوں کی پہچان نہیں تھی اگر اب بھی وہ اسے حقیقت نہ بتاتی تو جانے کب تک وہ دونوں مل کر اسے بے وقوف بناتے رہتے۔ صمید آفس سے آیا تو بجائے سارا منیر حسین کی طرف جانے کے مریرہ اور زاویار کو گھمانے لے گیا۔ سارا منیر کی طرف اس نے نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا جبکہ مریرہ کا موڈ ٹھیک کرنے اور اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی آنکھ سے مخفی نہ رہ سکا دل تھا کہ بُری طرح کٹ رہا تھا۔ اپنا سب کچھ اس شخص کے حوالے کر کے بھی وہ تشنہ بھی خالی ہاتھ تھی۔

مریرہ اور صمید کے درمیان تعلقات رفتہ رفتہ خوشگوار ہو گئے تھے اس دوران صمید حسن نے اس کی طرف سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی تھی تاہم اس روز جب بارش میں دیر تک بھیگنے کے سبب وہ بیمار ہو گئی تھی تو صمید کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔ اس رات پھر بہت بارش ہوئی تھی سارا بخار سے نڈھال اپنے بستر میں بے سدھ پڑی تھی جب صمید مریرہ کو گہری نیند میں سوتا چھوڑ کر اس کے پاس چلا آیا۔ پر یہاں بھوکی سو چکی تھی صمید نے بسکٹ کے کافی سارے پیکٹ لا کر اس کے قریب رکھ دیئے تبھی وہ اس کے قریب آیا تھا۔

''سارا'' اور وہ جو بے سدھ پڑی تھی اس کے ہلانے پر فوراً بیدار ہو گئی جسم دہکتا انگارہ بنا ہوا تھا صمید کو قریب پا کر جیسے دماغ نے بھی آگ پکڑ لی۔

''آپ یہاں؟''

''ہوں دوا دینے آیا تھا' کھا لو بخار بہت تیز ہو رہا ہے۔''

''سو وہاٹ..... مجھے آپ کی دی ہوئی نوازشات نہیں چاہیے صمید حسن' میرا باپ ایک رئیس آدمی تھا' کروڑوں چھوڑ کر مرا۔ ان کی وفات کے بعد میں ان کی کروڑوں کی وارث ہوں آپ کے نکاح میں ہوں مگر اس کے باوجود فقیروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہوں کیوں؟ اگر آپ میرے حقوق پورے نہیں کر سکتے تو پلیز میرے شیئرز نکال دیں' جتنا بھی میرا پیسا آپ کے کاروبار میں انویسٹ ہوا ہے مجھے واپس کر کے طلاق دے دیں تاکہ میں اپنی بچی کو لے کر یہاں سے کہیں دور چلی جاؤں اور اپنی بیٹی کو وہ تمام آسائشات دے سکوں جو آپ اپنے بیٹے کو دے رہے ہیں۔'' رات کے اس پہر وہ اس سے ایسا کوئی مطالبہ بھی کر سکتی ہے صمید حسن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اُدھر سارا بہت اچھی طرح سے جانتی تھی کہ صمید حسن فی الحال اس پوزیشن میں نہیں تھے تبھی اس نے یہ بات اس کے سامنے رکھی تھی' جواب میں وہ اچھا خاصا متفکر ہو گیا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو سارا..... تم جانتی ہو فی الحال میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں۔'' (مطلب پوزیشن میں ہوتا تو فوراً اس کے پیسے اس کے منہ پر مار کر اسے اپنی زندگی سے نکال باہر کرتا) وہ مسکرا کر رہ گئی۔

''میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے صمید حسن' نہ میری اور آپ کی کوئی جذباتی وابستگی ہے نہ میں آپ کی اور مریرہ کی زندگی خراب کرنا چاہتی ہوں' بس میں جو بھی کر رہی ہوں اپنی بیٹی کی وجہ سے کر رہی ہوں' میں نہیں چاہتی میری وجہ سے میری بیٹی کسی محرومی کا شکار ہو۔''

''میں تمہاری بات سمجھتا ہوں مگر مجھے تھوڑا وقت چاہیے سارا' میں مریرہ کو کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ وہ میری زندگی ہے' میری ہر دھڑکن میں بسی ہے' میرے پاس اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں ہے مگر ہاں میں وعدہ کرتا ہوں میں تمہارے حقوق پورے کروں گا۔ آج کل میں کوئی اچھا سا گھر دیکھ کر تمہیں اور پری کو وہاں شفٹ کر دوں گا' ایک کل وقتی ملازمہ اور چوکیدار کا بھی بندوبست کر لیا ہے میں نے اللہ نے چاہا تو میں کبھی تمہیں یہ محسوس نہیں ہونے دوں گا کہ پری میری بیٹی نہیں ہے۔'' صمید کو ہرگز بھی یہ خبر نہیں تھی کہ سارا منیر حسین کیا کیا سوچے بیٹھی ہے یا یہ کہ اس کے دل میں صمید کی محبت کس حد تک جڑیں پھیلا کر بیٹھ چکی ہے تبھی وہ اسے بہلا رہا تھا جواب میں سارا نے اس کا بازو تھام لیا۔

''صرف مادی ضروریات کا پورا ہونا ہی تو اس رشتے کا تقاضا نہیں ہے صمید.....'' وہ جو کہنا چاہ رہی تھی صمید بہت اچھی طرح سے سمجھ گیا تھا مگر مصیبت یہ تھی کہ دل نہ چاہنے کے باوجود اس وقت وہ اس کے تقاضے کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ شب کے ڈھائی بج رہے تھے اس نے ایک نظر سامنے وال کلاک پر ڈالی پھر آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مریرہ کی آنکھ باہر بادلوں کے گرجنے سے کھلی تھی۔ ڈر کر کروٹ لیتے ہوئے اس نے صمید کا بازو تھامنا چاہا تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا' اس کی نیند بھک سے اڑ گئی نظر فوراً وال کلاک پر گئی تو رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ زاویار پر کمبل سیٹ کرتے ہوئے وہ بستر سے نکل آئی' باہر موسم بے حد خراب ہو رہا تھا۔ دھیمے قدموں سے چلتی وہ کمرے سے باہر نکل آئی' کمرے کا کھلا ہوا لاک اس بات کا ثبوت تھا کہ صمید کمرے سے باہر گیا تھا مگر کہاں؟ یہ اسے پتا لگانا تھا۔ کمرے سے نکل کر وسیع ہال عبور کرتے ہوئے وہ باہر لان کی طرف آئی تو نظر بے ساختہ سارا منیر حسین کے کمرے کی طرف اٹھ گئی۔

حسب توقع کمرے کی لائٹ جل رہی تھی' وہ سُن ہوتے ہاتھ پاؤں اور تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ آہستہ آہستہ دبے قدموں اس کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ آج اسے سارا منیر حسین اور صمید حسن کے درمیان پکتی کھچڑی کا ڈھکن اٹھانا تھا بھی کمرے کی دہلیز پر پہنچ کر اس نے آہستہ سے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر جونہی تھوڑا سا آگے پش کیا' اس کا وجود وہیں دہلیز پر پتھر ہو گیا۔

کمرے کا عیاں منظر اسے زندہ زمین میں دفن کرنے کو کافی تھا' پتھر ہوتے جسم کے ساتھ وہ پھٹی پھٹی سی نگاہوں میں اڑتی ہوئی دھول کی گرد صاف محسوس کرسکتی تھی۔ اندر صمید کو جیسے کسی نے قتل کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔

سارا منیر حسین البتہ مطمئن تھی' اس کے چہرے پر کسی پریشانی یا شرمندگی کے آثار نہیں تھے۔ مریرہ بے حد مضبوط اعصاب کی مالک ہونے کے باوجود محبت کے اتنے بڑے فراڈ پر اپنے حواس کنٹرول میں نہ رکھ سکی اور بے ہوش ہو گئی۔ دوبارہ وہ ہوش میں آئی تو اپنے کمرے میں موجود تھی اور صمید حسن بے حد پریشان چہرہ لیے بالکل مجرموں کی طرح سر جھکائے اس کے پاس بیٹھا تھا۔ مریرہ کی نظر جونہی اس پر پڑی اس کا دل کٹ کر رہ گیا' ذہن کی اسکرین پر جو منظر نقش ہو چکا تھا وہ قیامت تک بھولنے والا نہیں تھا۔ صمید نے جونہی اسے ہوش و حواس میں دیکھا وہ اٹھ کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ فی الوقت اس کے پاس کہنے اور سننے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

❀.......❀.......❀

حمنہ حسین کے گھر سے اٹھ کر کئی گھنٹے سڑکوں کی خاک چھاننے کے بعد وہ گھر واپس آیا تو سارا منیر حسین کے کمرے میں صمید حسن کو بیٹھا دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا۔ صمید حسن نے اس کے قدموں کی آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھا' وہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا' عجیب وحشت زدہ سی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے وہ زیادہ دیر تک اس کی آنکھوں میں اڑتی دھول نہ دیکھ سکے اور سر جھکا گئے۔ زاویار مکمل خاموشی سے ٹوٹے ہوئے قدموں سے چلتا ان کے قریب آ بیٹھا۔ سارا بیگم کی آنکھیں مسلسل رونے سے سرخ ہو رہی تھیں' زاویار نے انہیں یکسر نظر انداز کر دیا' اب وہ صمید حسن کے جھکے ہوئے سر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''آپ نے ایسا کیوں کیا پاپا؟'' آنکھوں کی طرح اس کا لہجہ بھی پتھریا ہوا تھا' صمید حسن کو لگا جیسے وہ سنگسار ہونے جا رہے ہوں۔

''آپ نے مجھ سے کہا کہ میری ماں با کردار عورت نہیں تھی' اسی لیے آپ کو اور مجھے چھوڑ کر چلی گئی' میں نے آپ کا اعتبار کیا پاپا' کیونکہ میرے پاس یہ تصور بھی نہیں تھا کہ آپ مجھ سے جھوٹ بول سکتے ہیں' کیوں جھوٹ بولا آپ نے مجھ سے' کیوں؟'' وہ اچانک پھٹ پڑا' صمید حسن کا دل اس کے لفظوں کی سنگ باری سے لہولہان ہونے لگا' ان کے پاس فی الوقت اپنے بیٹے کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''چپ کیوں ہیں آپ؟ بتائیں مجھے کہ آپ نے مجھ سے جھوٹ کیوں کہا' کیوں بہتان لگایا میری پاک باز ماں پر' کچھ خبر ہے آپ کو آپ کے جھوٹ کی وجہ سے کتنا ہرٹ کیا میں نے انہیں۔ وہ بار بار مجھے اپنی پارسائی کا یقین دلاتی رہیں اور میں آپ کی محبت میں اندھا ہو کر بار بار انہیں لفظوں کے نوکیلے پتھر مار مار کر لہولہان کرتا رہا' آپ جھوٹے تھے مگر پھر بھی میں نے آپ کا اعتبار کیا اپنی ماں کا نہیں۔'' اب اس کا لہجہ روہانسا ہو رہا تھا' صمید حسن کا سر مزید جھک گیا۔

''میری ماں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں پاپا...... صرف میری وجہ سے وہ اتنے خوفناک حادثے کی شکار ہوئیں۔ میں نے انہیں مسمار کر دیا' اب کس منہ سے جاؤں میں ان کے پاس؟ آپ نے تو مجھے ان کا سامنا کرنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا پاپا...... اپنے ہاتھوں سے میرا گلہ گھونٹ دیا آپ نے۔'' بولتے بولتے وہ رو پڑا تھا' صمید حسن کی سانس ان کے سینے میں الجھنے لگی' اتنی

سی ہمت بھی نہیں رہی تھی کہ وہ اپنے روتے ہوئے بیٹے کو چپ ہی کرواسکیں۔ سارا بیگم خاموشی سے کمرہ چھوڑ گئیں‘ بہت دیر کے بعد صمید حسن نے لمبی سانس کھینچتے ہوئے اپنی چپ کے قفل توڑا۔

’’میں تمہیں کھونے سے ڈرتا تھا بیٹے اسی لیے میں نے وہ جھوٹ......‘‘

’’کیا بکواس ہے پاپا...... اتنے خود غرض کب سے ہوگئے آپ؟‘‘ اس بار اس کا لہجہ گستاخانہ تھا۔ ’’صرف مجھے اپنے تک محدود رکھنے کے لیے آپ نے اپنی محبوب بیوی پر بدکرداری کی تہمت لگادی؟ بلکہ نہیں‘ محبوب بیوی تو تھیں ہی نہیں وہ آپ کی‘ محبوب ہوتیں تو آپ ان کی ساتھ وہ سب کبھی نہ کرتے جو آپ نے کیا‘ کوئی اپنے محبوب کے ساتھ ایسا نہیں کرتا۔‘‘ وہ رو رہا تھا صمید حسن کا دل گھائل ہونے لگا۔

’’میں مجبور تھا بیٹے۔‘‘

’’پلیز اللہ کے واسطے پاپا...... مت کہیں مجھے کہ آپ مجبور تھے‘ مرد کبھی مجبور نہیں ہوتا۔ فریب کیا آپ نے میری ماں کے ساتھ‘ محبت کا لالی پاپ تھما کر زندگی بھر کی خوشیاں چھین لیں آپ نے ان سے۔ بے لوث وفاؤں کا یقین دلا کر سوتن لا بٹھائی ان پر‘ کیوں پاپا کیوں اتنا برا سلوک کیا آپ نے ان کے ساتھ۔‘‘ ایک مضبوط وجیہہ مرد ہوتے ہوئے وہ بکھر رہا تھا۔

صمید حسن کو اپنے وجود سے گھن آنے لگی‘ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے خونی رشتوں کے لیے یوں درد بن جائیں گے تبھی انہوں نے دونوں ہاتھ اپنے بیٹے کے سامنے جوڑ دیے۔

’’مجھے معاف کردو زاویار...... پہلے ہی بہت تکلیف میں ہوں مجھے اور اذیت مت دو پلیز۔‘‘ وہ جس حال میں تھے زاویار سے پوشیدہ نہیں تھا تبھی دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے آنکھوں کے کنارے صاف کرتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کہتا بھی تو مزید اور کیا کہتا‘ کچھ بھی کہنے سننے کو اب رہ بھی کیا گیا تھا۔

❁......❁......❁
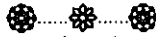
چاند کی چودھویں رات تھی۔ شہزاد کا دل ملک فیاض کے کمرے کی چار دیواری میں مقید اوب رہا تھا تبھی وہ اٹھ کر اوپر چھت پر چلی آئی۔ کشادہ حویلی کی چھت پر اس وقت خنک ہواؤں کا راج تھا۔ سرد ہواؤں کے سنگم نے چاند کی دودھیا کرنوں کو عجیب سی مستی کے لبادے میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا‘ حویلی کی منڈیر پر دونوں بازو ٹکائے وہ سوچ رہی تھی کہ اب آگے اسے کیا لائحہ عمل ترتیب دینا ہے تبھی کوئی چپکے سے اس کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔

’’ہمارے ہاں حویلی کی خواتین‘ رات کے اس پہر حویلی کی چھت پر مٹرگشت نہیں کیا کرتیں۔‘‘ گمبھیر مردانہ آواز پر اس نے چونک کر دیکھا۔ سیاہ کاٹن کے سوٹ میں ملبوس‘ گرم شال دونوں کندھوں کے گرد لپیٹے‘ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ‘ عبدالہادی وہاں موجود تھا‘ شہزاد نے گہری سانس لیتے ہوئے نظر پھیر لی۔

’’تم سے مطلب؟‘‘ اس کے لہجے میں ناگواری نہیں سرد مہری تھی‘ عبدالہادی کے سرآہ بھر کر رہ گیا۔

’’ملک فیاض اچھا انسان نہیں ہے‘ تمہیں کم از کم اس کی منکوحہ بن کر یہاں اس حویلی میں نہیں آنا چاہیے تھا۔‘‘ وہ سنجیدہ تھا‘ شہزاد کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

’’بہت شکریہ مشورے کے لیے۔‘‘

’’میں مذاق نہیں کررہا ہوں شہزاد قمر...... لاکھ تم میرے دشمنوں کی بیٹی سہی‘ لاکھ تم سے نفرت اور عداوت سہی مگر انسانیت کے ناطے کہہ رہا ہوں‘ تم نے بڑی حماقت کی ہے۔‘‘

’’اچھا......؟‘‘ اب کے تیکھے لہجے میں کہتے ہوئے وہ پلٹی۔

’’یہ بات ملک فیاض کا بھتیجا کہہ رہا ہے یا اس کی بیٹی کا ڈرائیور؟‘‘

’’میں اس کی بیٹی کا ڈرائیور نہیں ہوں۔‘‘

’’اگر تم اس کی بیٹی کے ڈرائیور نہیں ہو تو مجھ سے اپنی شناخت کیوں چھپائی؟ کیوں جھوٹ بولا مجھ سے کہ تم حویلی کے ملازم ہو۔‘‘ نا چاہتے ہوئے بھی اس بار شہزاد کا لہجہ بلند ہوگیا تھا۔ عبدالہادی نظریں چرا گیا۔

"یہ سچ ہے کہ میں نے تم سے اپنی شناخت چھپائی مگر میرا مقصد تمہیں کوئی نقصان پہنچانا نہیں تھا۔"

"اوہ..... تم کہنا چاہتے ہو کہ تم میرے خیر خواہ ہو؟" وہ جذباتی ہورہی تھی عبدالہادی نے رخ پھیرلیا۔

"ہونہہ..... بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں میں تم نئی حویلی کے مکینوں کو ایک ہی تھالی کے بینگن ہو تم سب مگر ایک بات یاد رکھنا مسٹر عبدالہادی وقت کا پہیہ کبھی رکتا نہیں ہے چلتا رہتا ہے اگر ماضی میں پرانی حویلی کے مکین تم لوگوں کی حیوانیت کی بھینٹ چڑھ گئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیت ہمیشہ کے لیے تمہاری ہوگئی آنے والا وقت احتساب کا وقت ہے ہوسکتا ہے اس بار وقت کے شکنجے میں پھنسنے والی گردنیں تمہاری ہوں۔"

"مجھے پروانہیں ہے تم کچھ بھی سوچو یا کہو میں تمہارا یا پرانی حویلی کا قرض دار نہیں ہوں البتہ تم اور تمہارا تایا عمر عباس ضرور میرے قرض دار ہیں۔ ناحق میرے باپ کو قتل کرکے مجھے باپ کی شفقت اور محبت سے محروم کرنے والے مجرم ہو تم لوگ مگر پھر بھی ایک عورت کی تذلیل میری خواہش نہیں ہے اس لیے بہتر ہوگا اگر تم ملک فیاض کی غیر موجودگی میں یہاں سے فرار ہوجاؤ۔" دونوں ہاتھ سینے پر باندھے وہ لاتعلق کھڑا تھا شہرزاد مسکرادی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ملک فیاض سے نکاح کے بعد میرا اس گاؤں کی حدود سے نکلنا آسان ہوگیا ہے؟"

"نہیں آسان نہیں ہے مگر کوشش کی جاسکتی ہے۔"

"میں نے اب فرار کی خواہش ترک کردی ہے عبدالہادی صاحب کیونکہ برسوں پہلے جو قرض نئی حویلی کے مکینوں نے پرانی حویلی کے مکینوں کی جان لے کر ان پر بوجھ کی صورت لادا مجھے اس قرض کی ادائیگی کرنی ہے۔"

"اچھا تمہیں لگتا ہے تم ایک لڑکی ہوکر نئی حویلی کو مسمار کردو گی؟"

"ہاں"

"دیوانے کا خواب ہے یہ شہرزاد قمر..... نئی حویلی کی دیواریں کچی مٹی سے نہیں بنیں پہلے ہی اپنے خواب کو تعبیر دینے کی کوشش میں تم اپنی آزادی کو گنوا چکی ہو اب کوئی مزید حماقت کی تو اس سے بھی بڑا نقصان اٹھانا پڑسکتا ہے۔"

"کوئی پروا نہیں کسی بھی جنگ میں جیت کے لیے خطروں سے تو کھیلنا ہی پڑتا ہے۔"

"چلو پھر جیسے تمہاری مرضی میں سمجھتا تھا شاید ہر عورت کی طرح تمہارے لیے بھی عزت کی حرمت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوگا مگر شاید تمہارے بارے میں میرا اندازہ غلط ثابت ہوگیا ہے بہرحال ملک فیاض اور شیر دل دونوں کے لیے ہی کسی کی بھی عزت کی دھجیاں اڑا دینا معمولی فعل ہے۔ بہتر ہے تم ان سے بچ کر رہو کیونکہ دشمن کی بیٹی ہو یا خاندان کی صنف نازک کی عزت قیمتی متاع ہے اور میں ان کی عزت کی دھجیاں اڑانے کو حیوانی فعل سمجھتا ہوں آگے جیسے تمہاری مرضی مجھے پروا نہیں۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ شخص وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔

جاتے ہوئے اس نے اپنی گرم شال بھی کندھوں سے اتار کر اس کے اوپر ڈال دی تھی شہرزاد بھونچکاں سی نم آنکھوں کے ساتھ اسے تیزی سے سیڑھیاں اترتے دیکھتی رہی چاند کی کرنوں کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ وہ دونوں بازو حویلی کی چھت کی بلند دیوار پر ٹکائے پھر سے سوچوں کی وادی میں اتر گئی تھی۔

❁......❁......❁
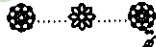
اگلی صبح افشین اسے ناشتا دینے آئی تو بے حد مسرور تھی۔

"کمال کردیا آپ نے بی بی جی..... ایسا منہ توڑ جواب دیا ہے میرب بی بی کو کہ شاید اب وہ ساری زندگی ادھر کا رخ نہ کرسکیں بہت جل بھن رہی تھیں کل مزا آگیا سچ میں۔"

"ہوں..... آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔" ایک نظر افشین کے کھلے کھلے سے چہرے پر ڈالنے کے بعد اس نے چائے کا کپ اٹھالیا۔ افشین زمین پر اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

"اللہ سوہنے نے چاہا تو سب بہتر ہی ہوگا شہرزاد بی بی..... ابھی تو ملک فیاض کو اپنی پڑی ہوئی ہے اللہ جانے کیا ہوا ہے جو وہ یوں راتوں رات ملک چھوڑ کر بھاگ گیا مگر ایک بات ضرور ہے ظالم چاہے جتنا بھی مضبوط اور طاقت ور ہو ایک دن سوہنے رب کی

گرفت میں آ ہی جاتا ہے۔"
"ہوں! صحیح کہا تم نے نئی حویلی کے فرعونوں کا انجام بھی زیادہ دور نہیں ہے افشین....." کپ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جیسے دھند چھائی تھی۔ افشین نے اثبات میں سر ہلا دیا' دونوں کا درد مشترک تھا اور دشمن بھی تبھی ان کا اتحاد ہوا تھا' افشین اب پوچھ رہی تھی۔
"شیر دل کا کیا کرنا ہے جی' وہ تو پورا پورا پاگل ہوا پڑا ہے آپ پر۔"
"ہونے دو اسے پاگل' اس کا پاگل پن ہی ہمارے مفاد میں ہے۔"
"وہ تو ٹھیک ہے جی مگر مجھے اس سے بڑا ڈر لگتا ہے' کہیں اس کا پاگل پن آپ کو کوئی نقصان ہی نہ پہنچادے۔"
"اللہ مالک ہے افشین' بے شک اس سے بڑھ کر کوئی عزت کا محافظ نہیں ہے۔"
"آہو جی' یہ تو ہے۔"
"ایک بات پوچھوں افشین..... سچ سچ بتاؤ گی۔"
"پوچھیں جی' بھلا میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی؟"
"عبدالہادی کون ہے؟" افشین کے حیرانی سے سر اٹھانے پر اس نے فوراً سوال داغ دیا تھا' جواب میں افشین کی نگاہیں آپ ہی آپ جھک گئیں۔
"عبدالہادی سائیں' ملک فیاض کے چھوٹے بھائی ملک اعجاز کے بیٹے ہیں جی' ملک اعجاز سائیں جتنے اچھے تھے یہ ان سے بھی کہیں زیادہ اچھے ہیں' آج تک انہوں نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا' آنکھ اٹھا کر کسی کی عزت کی طرف نہیں دیکھا' بڑی اچھی تربیت کی ہے عائشہ بی بی نے ان کی مگر آپ ان کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہیں جی۔"
"کچھ نہیں بس ویسے ہی۔"
"بس جی' اس حویلی میں صرف دو ہی اچھے انسان ہیں۔ ایک عائشہ بی بی اور دوسرا ان کا بیٹا عبدالہادی۔" عبدالہادی کی زیادہ تعریف برداشت نہیں ہوئی تو اس نے سوال بدل دیا۔
"ملک فیاض کی پہلی بیوی کا کیا ہوا؟"
"کیا ہونا تھا جی' معذور ہیں اسی حویلی کے سب سے آخر والے کمرے میں بے یار و مددگار بستر پر لیٹی دروازے کی طرف دیکھتی رہتی ہیں۔ اماں کے بقول بڑے ظلم کیے ہیں انہوں نے بھی لوگوں پر اپنے شوہر کے ساتھ مل کر اسی کی سزا بھگت رہی ہیں اب جوان اولاد بھی ان کا حال پوچھنا گوارہ نہیں کرتی۔"
"ہوں' کب سے ہو تم اس حویلی میں؟"
"بچپن سے ہی ہوں جی' اماں کی بیماری کی وجہ سے چھ سات سال کی عمر میں ہی حویلی آگئی تھی اماں کا ہاتھ بٹانے' میری دادی اور ابا نے بھی اسی حویلی کا نمک کھایا ہے ساری حیاتی ہی لنگ گئی جی حویلی کی ملازمت میں۔"
"ہوں' کیا اب بھی شیر دل تنگ کرتا ہے تمہیں؟"
"نہیں جی' ایک بار سائیں عبدالہادی نے اسے دیکھ لیا تھا تنگ کرتے' بس پھر بڑا جھگڑا ہوا تھا ان کا شیر دل سے' اس روز کے بعد تنگ نہیں کیا اس نے۔" افشین دلچسپ لڑکی تھی' شہرزاد اس سے یونہی اِدھر اُدھر کی چھوٹی موٹی معلومات لیتی رہی۔ افشین کی زبانی اسے نئی حویلی کی بہت سی پرانی کہانیاں سننے کو ملی تھیں' انہی کہانیوں میں اس کی اکلوتی پھوپو شگفتہ کا ذکر بھی آیا تھا افشین بتا رہی تھی۔
"اماں اکثر شگفتہ بی بی کا ذکر کرتے ہوئے رو پڑتی ہیں جی' بڑا ظلم ہوا تھا اس حویلی میں ان کے ساتھ' فیاض سائیں کے چھوٹے بھائی ریاض سائیں نے بڑی بے دردی سے ان کی جان لی تھی جی مگر ہم ملازم بندوں کو زبان کھولنے کا حکم نہیں ہے۔ اس لیے میں نے پہلے کبھی آپ کو ان کے بارے میں نہیں بتایا' میں بھی کیا گاؤں میں کوئی بھی آپ کو ان کے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا جی۔"
"جانتی ہوں افشین..... اسی چیز کا تو دکھ ہے مجھے' میرے وطن کے لوگوں میں ظلم برداشت کرنے کی ہمت بہت ہے مگر ظلم کے

خلاف آواز اٹھانے کی جرأت نہیں ہے وڈیروں کی حویلیاں آباد ہیں۔ محنت کش غریبوں کی جھونپڑیاں اجڑ گئیں۔''
''بس جی کیا کریں جان تو سب کو ہی پیاری ہوتی ہے جی امیر اور غریب کا بھلا کیا مقابلہ۔''
''ہوں کیا اب تمہاری اماں حویلی نہیں آتیں؟''
''نہیں جی اب کہاں حویلی کے کام ہوتے ہیں ان سے بس جب کبھی ملک فیاض سائیں کو کوئی ضروری کام ہو وہ پیغام بھجوا کر بلوا لیتے ہیں۔''
''افشین۔'' عبدالہادی جانے کب وہاں چلا آیا تھا افشین کو جیسے کرنٹ چھو گیا۔
''جی سائیں۔'' فوراً شہزاد کے قدموں سے اٹھتے ہوئے اس نے دوپٹہ سیٹ کیا تھا وہ قریب چلا آیا۔
''اگر راز و نیاز ہوگئے ہوں تو میرا کمرا صاف کردو سونا ہے مجھے۔''
''جی سائیں میں کردیتی ہوں ابھی۔'' گھبرا کر کہتے ہوئے وہ فوراً وہاں سے رفوچکر ہوگئی تھی عبدالہادی شہزاد کے قریب چلا آیا جو بے نیازی سے چائے پی رہی تھی۔
''شہزاد قمر...... آپ کو اس حویلی کے بارے میں جو بھی معلومات درکار ہوں آپ مجھ سے یا میری ماں سے معلوم کرسکتی ہیں مگر یوں ملازمین کے ساتھ راز و نیاز کرنا میں پسند نہیں کرتا۔''
''سو واٹ...... میں یہاں ملک فیاض کی بیوی بن کر آئی ہوں کسی تیسرے شخص کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مجھ پر اپنی پسند نا پسند تھوپے۔''
''میں کچھ بھی تھوپ نہیں رہا ہوں سمجھا رہا ہوں۔ جس دن فیاض چچا کو پتا چل گیا کہ آپ یوں حویلی کے ملازمین کے ساتھ فری ہیں اسی دن آپ کی ساری کہانی چوپٹ ہوجائے گی۔ میرے چچا ہیں وہ مجھ سے زیادہ انہیں کوئی نہیں جانتا۔''
''ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گی اور کچھ؟''
''اور کچھ نہیں فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔'' قدرے خشک لہجے میں کہتا وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا شہزاد سرد آہ بھر کر رہ گئی۔
ایک بات کنفرم ہوگئی تھی کہ اس کے اغوا میں عبدالہادی یا اس کی ماں کا کوئی ہاتھ نہیں تھا کیونکہ جن دنوں وہ اغوا ہوئی تھی ان دنوں عبدالہادی شہر کے بڑے ہسپتال میں زخموں سے چور ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔ وہ اگر اس کا خیر خواہ نہیں تھا تو مجرم بھی نہیں تھا جہاں تک اس کے باپ ملک اعجاز کی کہانی تھی تو اس نے پرانی حویلی کے کسی فرد کی جان نہیں لی تھی الٹا وہ خود ناحق عمر عباس کے ہاتھوں قتل ہوگیا تھا سبھی کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے عبدالہادی اور اس کی ماں کو اپنی دشمنی کی لسٹ سے خارج کردیا تھا اسے اب جو بھی کرنا تھا ملک فیاض اور اس کے حامیوں کے ساتھ کرنا تھا۔

❁......❁......❁
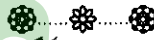
عائشہ بیگم بھی نماز عشاء سے فارغ ہوئی تھیں جب عبدالہادی ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔
''فیاض بھائی کے بیٹے کی کوئی خیر خبر آئی عبدالہادی؟'' اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے انہوں نے استفسار کیا جب وہ بولا۔
''آپ جانتی ہیں امی...... فیاض انکل مجھ سے ذرا کم ہی پرسنل باتیں شیئر کرتے ہیں اب بھی انہوں نے شیر دل کو بتایا ہے کہ ایاز نے خود کو شوٹ کرلیا ہے اور اس کی حالت زیادہ بہتر نہیں پتا نہیں کیا معاملہ ہوا ہے۔''
''اللہ سوہنا خیر کرے کبھی کبھی اولاد کو ماں باپ کی کرنی بھگتنی پڑ جاتی ہے۔''
''صحیح کہا آپ نے اچھے برے عمل کا قرض تو ادا ہوتا ہی ہے امی۔''
''اللہ سے اس کی رحمت اور کرم کی امید رکھنی چاہیے بیٹے ایاز برا لڑکا نہیں ہے۔''
''میں نے کب کہا امی کہ وہ برا لڑکا ہے میں تو فیاض انکل کی بات کررہا ہوں کہ ان کے کام بڑھاپے میں بھی اچھے نہیں۔ کیا پتا ایاز نے ان کی دوسری شادی کی وجہ سے ہی خود کو شوٹ کیا ہو۔''
''کیا پتا مجھے تو اس بچی کی صورت دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کیسی چاند سی صورت ہے مگر فیاض بھائی جیسے گھاگ انسان کے ہتھے

"...اغوا ہوئی ہے ای ادر رہتا ہے یہ لڑکی کون ہے؟" اب کے دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے سسپنس پھیلایا تھا' عائشہ بیگم کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں۔
"کون ہے؟"
"عمر عباس کی بھتیجی...... وہی لڑکی جو گاؤں میں گلی گلی کی خاک چھانتی پھر رہی تھی' میں نے بتایا بھی تھا آپ کو۔" عبدالہادی کے الفاظ نے عائشہ بیگم کے چہرے پر زردی بکھیر دی تھی۔
"یا اللہ خیر...... یہ کیا ہو گیا عبدالہادی...... کیا نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان پھر سے کوئی جنگ چھڑنے والی ہے؟"
"نہیں امی...... ایسا کچھ نہیں ہوگا' آپ پریشان نہ ہوں۔" عائشہ بیگم کی گود سے سر اٹھاتے ہوئے اس نے انہیں تسلی دی تھی مگر اس کی ہر ممکن تسلی کے باوجود عائشہ بیگم نئی پریشانی میں گھر کر رہ گئی تھیں۔

❁......❁......❁
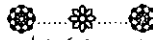
شام ڈھل رہی تھی۔ شہزاد افشین کی ہمراہی میں ملک فیاض کی پہلی بیوی نذیراں بی بی سے ملنے چلی آئی۔ عائشہ بیگم اپنے کمرے میں تھیں جبکہ عبدالہادی اور شیر دل کا کچھ پتا نہیں تھا کہ کہاں ہیں تبھی وہ موقع دیکھ کر کمرے سے نکل آئی تھی۔
نذیراں بی بی کے کمرے کا دروازہ افشین نے کھولا تھا' شہزاد نے کمرے کے اندر جیسے ہی قدم رکھا' سامنے پلنگ پر لیٹی عورت کو دیکھ کر اسے بے حد تکلیف ہوئی۔ فالج سے بُری طرح متاثر اس عورت کی آنکھوں میں ویرانی ہی ویرانی تھی۔ حلیہ ایسا ابتر جیسے کئی برسوں سے غسل نصیب ہی نہ ہوا ہو' بالوں کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا اسے دیکھ کر یہ کہا ہی نہیں جاسکتا تھا کہ وہ عورت بھی ملک فیاض جیسے شخص کی زوجیت میں رہی ہوگی۔
کبھی حویلی کی مالکن کی حیثیت سے اس نے کسی پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہوں گے' افشین کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ دونوں ہاتھ جوڑے وہ ان سے اپنے پاس بیٹھنے کی درخواست کر رہی تھی مگر شہزاد نے اس کی درخواست مسترد کر دی' اگلے ہی پل پلٹ کر وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ملک فیاض کی بیوی اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس سے کچھ کہا یا سنا جاسکتا۔ وہ عورت اس کی دشمنی کے قابل بھی نہیں تھی' لہٰذا عائشہ بیگم اور عبدالہادی کے بعد اس نے نذیراں بی بی کو بھی اپنی دشمنی اور انتقام کی لسٹ سے خارج کر دیا تھا۔
اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد وہ عبدالہادی کے کمرے میں چلی آئی تھی' وہ رات دیر سے سونے کے سبب اس وقت بھی گہری نیند میں تھا جب شہزاد نے اس کے سرہانے سیٹ کیے رکھے الارم کا ٹائم تبدیل کر دیا۔ اگلے تین منٹ کے بعد الارم بج اٹھا تھا اور اسی کے ساتھ عبدالہادی کی آنکھ بھی کھل گئی' اپنے سامنے شہزاد کو دیکھ کر وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا۔
"خیریت؟"
"ہوں' سیل فون چاہیے تھا آپ کا' کیا مل سکتا ہے؟" اس کا اس وقت وہاں ہونا ہی غیر متوقع نہیں تھا بلکہ ڈیمانڈ بھی قطعی غیر متوقع تھی تبھی اس کی نیند بھک سے اڑ گئی۔
"سیل فون؟" تصدیق ضروری سمجھی۔
"جی ہاں۔" شہزاد کی آنکھوں میں خشونت تھی' وہ اٹھ بیٹھا۔
"اتنی صبح سیل فون کی ضرورت کیوں پیش آ گئی آپ کو؟"
"سوری' میں آپ کے کسی بھی سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی' آپ سے سیل فون صرف اس لیے مانگا کیونکہ کسی اور پر اعتبار کا خطرہ مول نہیں لے سکتی لیکن اگر آپ بناء تحقیق کے نہیں دینا چاہتے تو کوئی بات نہیں میں چلی جاتی ہوں۔"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ لیں۔" بناء شہزاد کے رویے کا بُرا منائے اس نے تکیے کے نیچے سے اپنا سیل فون نکال کر اس کے سپرد کر دیا تھا۔ شہزاد نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون تھام لیا پھر بناء شکریہ کے وہاں سے چلی گئی۔
عبدالہادی حیران و پریشان سا دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے نیم دراز ہو گیا' وہ لڑکی واقعی اس کے لیے کسی معمے سے کم نہیں تھی۔

❁......❁......❁

دروازہ ہلکے سے وا ہوا' قرآن پاک پڑھتی درمکنون نے سر اٹھا کر دیکھا' ہوزان کسی لڑکی کو ساتھ لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی اس نے انگلی درمیان میں رکھ کر قرآن پاک بند کیا۔

"یہ کون ہے؟" ہوزان کا تعارف عمر عباس کرواچکا تھا اور وہ اس سے قدرے مانوس بھی ہوچکی تھی مگر یہ لڑکی جو ابھی اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی قطعی اجنبی تھی تبھی اس نے پوچھا جواب میں ہوزان اس کے قریب چلی آئی۔

"یہ پری ہے' تمہارے باپ کی سوتیلی بیٹی۔" ہوزان کی اطلاع پر اس کی آنکھوں میں جہاں حیرانی تھی وہیں شعلے بھی دہک اٹھے تھے تو یہی وہ لڑکی تھی جسے ساویز نے دھتکاریا تھا اس کے طلسمی حسن کے باوجود وہ اسی قابل تھی کہ دھتکار دی جاتی تبھی اسے خوشی ہوئی تھی مگر وہ وہاں کیا لینے آئی تھی' یہی جاننے کے لیے اس نے ہوزان سے پوچھا۔

"یہاں کیا لینے آئی ہے۔"

"اپنی ماں سے ملنے آئی ہوں' انہیں دیکھ کر ان سے معافی مانگنے۔" اس بار پریہان نے خود اسے جواب دیا' درمکنون نے ہاتھوں میں موجود قرآن پاک چوم کر سائیڈ پر رکھ دیا۔

"کس ماں سے؟ یہ عورت جو سامنے بے حس وحرکت لیٹی ہے' یہ میری ماں ہے' سمجھی تم۔ تمہاری ماں وہ عورت ہے' جس نے انہیں اس حال تک پہنچایا ہے' کیسے معافی مانگو گی تم میری ماں سے' ادھر آؤ انہیں دیکھو کیا یہ تمہیں معاف کرنے کی پوزیشن میں ہیں؟" وہ ہسٹریک ہورہی تھی۔ مسلسل رونے سے نہ صرف اس کی آنکھیں خوب سرخ ہورہی تھیں بلکہ آواز بھی بیٹھ گئی تھی' پریہان کے آنسوؤں میں مزید شدت آ گئی۔

"میں' بہت شرمندہ ہوں مگر اللہ جانتا ہے جو بھی ہوا میرا اس میں کوئی قصور نہیں۔"

"تمہاری شرمندگی میری ماں کو ان کی پہلی والی حالت میں نہیں لاسکتی' لہٰذا تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ پلیز۔" اس پر پریہان کے آنسوؤں نے کوئی اثر نہیں کیا تھا تبھی ہوزان نے مداخلت کی۔

"میرے خیال سے تمہیں پری کی بات سن لینی چاہیے دری۔"

"مجھے کسی سے کچھ کہنا سننا نہیں' اس سے کہو ہوزان یہ یہاں سے چلی جائے اور دوبارہ کبھی نہ آئے ورنہ میں بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" اس کا لہجہ بے لچک تھا۔

پریہان ایک شکستہ نگاہ بے حس وحرکت پڑی مریرہ رحمان پر ڈالنے کے بعد اپنے آنسو پونچھتی' کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ ہوزان بھی اسی کے ساتھ نکل آئی۔ درمکنون نے آہستہ سے پلکیں موند کر سر دیوار کے ساتھ ٹکالیا۔

اس کے اندر جیسے آگ لگی تھی مگر یہ ایک ایسی آگ تھی جس کی تپش کو صرف وہی محسوس کرسکتی تھی' اس آگ نے صرف اس کا تن من ہی نہیں ہر جذبہ اور احساس بھی جلا کر خاک کر ڈالا تھا۔

❁......❁......❁

سدید علوی مجاہدین کے ہاتھ لگ گیا تھا' اس کی آنکھ کھلی تو وہ بلند پہاڑی پر ایک غار کے اندر چند کشمیری مجاہدین کے درمیان پرسکون سو رہا تھا' ابھی اس کے حواس مکمل طور پر بیدار نہیں ہوئے تھے جب فاطمہ بنت اللہ یار نے غار کے اندر جھانک کر صورت حال کا جائزہ لیا۔

"احمد بھائی پردیسی کو ہوش آیا کہ نہیں؟"

"آرہا ہے مگر مجھے نہیں لگتا کہ اسے کوئی اندرونی چوٹ نہ لگی ہو۔"

"چلو ہوش میں آئے گا تو پتا چل جائے گا' خیال رکھیے گا اس کا۔"

"ٹھیک ہے۔" اسے سب سنائی دے رہا تھا مگر وہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں اور کس کے بارے میں بات کررہے ہیں تبھی اس نے پلکیں دوبارہ موند لیں۔

وادی میں اس روز پھر سرچ آپریشن اور کریک ڈاؤن کا سلسلہ جاری تھا' فاطمہ نے ایک الوداعی نظر اس پر ڈالی پھر غار کے دہانے

سے پیچھے ہٹ گئی۔ شام ڈھل رہی تھی اور اسے ابھی ڈھیروں کام نپٹانے تھے۔

❁......❁......❁

اس روز وہ پورے ایک ہفتے کے بعد آفس آئی تھی‘ بے حد سادا الباس‘ سوجھی ہوئی سرخ آنکھیں وہ کہیں سے بھی پہلے والی درمکنون نہیں لگ رہی تھی۔ صیام اس روز پورے دس دن کی چھٹی کے بعد آفس آیا تھا تبھی آفس اور آفس کی تمام سرگرمیوں سے قطعی بے خبر تھا۔ پچھلے دس دن میں عبدالحنان اور درمکنون سے بھی اس کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا ہوتا بھی کیسے جبکہ وہ رابطہ رکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

اسے کسی اور کمپنی میں بہت اچھی جاب مل گئی تھی لہٰذا آج بھی وہ محض ریزائن پیش کرنے آفس چلا آیا تھا۔ عبدالحنان بھی جسٹ اسی وقت آفس آیا تھا وہ ابھی اسی سے مصافحہ کررہا تھا جب درمکنون پر اس کی نظر گئی تھی اور وہ حیران رہ گیا تھا۔

’’یار میڈم کو کیا ہوا ہے مجھے لگتا ہے جیسے بہت روکر آئی ہیں۔‘‘

’’تمہیں نہیں پتا ان کے ساتھ کیا ہوا ہے؟‘‘ عبدالحنان کا لہجہ بے حد سنجیدہ اور اداس تھا‘ صیام نے نفی میں سر ہلایا۔

’’نہیں۔‘‘

’’ہو بھی کیسے سکتا ہے پتا نہیں کن ہواؤں میں اڑ رہے ہو تم آج کل‘ بہرحال مریرہ میم کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے جس میں شدید زخمی ہونے کے بعد وہ کومہ میں چلی گئی ہیں۔‘‘

’’کیا......؟‘‘

’’ہوں‘ بہت بڑی تکلیف اور صدمے سے گزر رہی ہیں مکنون میم اس وقت۔‘‘ عبدالحنان کی اطلاع رگوں میں خون منجمد کردینے کے لیے کافی تھی۔

’’کب ہوا یہ حادثہ؟‘‘ کافی دیر کے بعد وہ پوچھنے کے قابل ہوا تھا‘ عبدالحنان نے گہری سانس لی۔

’’ابھی کچھ روز پہلے۔‘‘

’’مجھے بتایا کیوں نہیں تم نے؟‘‘

’’بتاتا تو اس وقت جب تم رابطے میں ہوتے‘ تم نے تو کال پک کرنے کی زحمت ہی نہیں کی۔‘‘ عبدالحنان کا گلہ بجا تھا‘ وہ شرمندہ سارخ پھیر گیا‘ اگلے ہی پل اپنے کیبن میں آنے کے بعد اس نے ریزائن لیٹر کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ درمکنون فی الوقت اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر جاتا۔

’’السلام علیکم۔‘‘ ریزائن لیٹر ٹکڑے ٹکڑے کرکے ابھی وہ ڈسٹ بن میں ڈال ہی رہا تھا جب نسوانی آواز پر فوراً سیدھا ہوا۔

’’وعلیکم السلام! جی فرمائیے۔‘‘

’’میرا نام عائلہ ہے‘ ابھی کچھ روز پہلے میں نے جاب کے لیے انٹرویو دیا تھا‘ جس میں میری کامیابی کے بعد آپ کی کمپنی کی طرف سے اپائنٹمنٹ لیٹر بھی مل چکا ہے۔ مجھے درمکنون سے ملنا ہے کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ ان کا کمرا کس طرف ہے؟‘‘

’’جی ہاں‘ یہ سیدھی طرف جاکر بائیں ہاتھ پر ان کا ہی کمرا ہے مگر فی الوقت وہ بہت ڈسٹرب ہیں‘ میرے خیال سے اس وقت آپ ان سے نہ ہی ملیں تو بہتر ہے۔‘‘

’’میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے پھر آپ چلی جائیں اللہ آپ کی حفاظت کرے۔‘‘

’’جی شکریہ۔‘‘ صیام کی رہنمائی کے بعد عائلہ علوی کے قدم متانت سے درمکنون کے آفس کی طرف اٹھ گئے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

یہ ٹھیک ہے کہ ہر اک شے تمہیں پسند نہیں
مگر نگاہ میں ذوقِ مشاہدہ رکھو
تمہیں لگاؤ نہیں ہے تو نفرتیں ہی سہی
کوئی تو ملنے ملانے کا سلسلہ رکھو

عید کا چاند نظر آ گیا تھا' الفت آنٹی کو سلام کرکے جب سے لوٹی تھی آبگین حد درجہ اداس تھی۔ ان کی بہو انعم کے میکے سے اس کے لیے ڈھیر ساری عیدی آئی تھی وہ سلام کرکے عجلت میں واپس مڑ رہی تھی کہ گھر کے کام بھی نبٹانے تھے مگر انعم کی آواز پر رک گئی۔

"آبگین...... گڑیا کی عیدی تو دیکھ لو اس کی نانی اماں دے کر گئی ہیں۔"

"آئی بھابی۔" وہ پلٹ کر ننھے وکی کو سنبھالتے ہوئے انعم کے کمرے کی طرف بڑھی' جہاں بیڈ پر ڈھیر سارا سامان بکھرا ہوا تھا۔ چار سالہ گڑیا خوشی سے ناچ رہی تھی۔

"دیکھیں آنٹی...... نانی اماں اور نانا جی میرے لیے ڈھیر سارے کپڑے' جوتے اور کھلونے لائے ہیں۔" آبگین کو دیکھ کر گڑیا نے پُرمسرت لہجے میں کہتے ہوئے سامان کی جانب اشارہ کیا۔

"ارے واہ بھئی واہ...... ہماری گڑیا کے تو مزے ہو گئے' یہ تو بہت پیاری فراکس ہیں' جوتے اور کھلونے ماشاء اللہ ہماری گڑیا تو پرنسس لگے گی۔" آبگین گڑیا کو پیار کرتے ہوئے مسکرائی۔

انعم کے دو جوڑے' چپل' چوڑیاں' مہندی' اس کے شوہر کلیم کے لیے کپڑے' پرفیوم' گڑیا کی ڈھیروں چیزیں' شیر خرمہ کا سامان' یہ سب کچھ دیکھ کر آبگین کا دل بجھ گیا...... یہ میکہ ہوتا ہے...... وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔

"تم بیٹھو آبگین' میں چائے لے کر آتی ہوں۔" انعم نے بیڈ پر کپڑے سمیٹ کر اس کے لیے جگہ بنائی۔

"نہیں بھابی شکریہ...... مجھے ابھی بہت سارے کام نپٹانے ہیں' سب سے پہلے تو ان صاحب کو سلانا ہے تاکہ کام کرسکوں۔" آبگین نے لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ سے بہت اچھی عیدی آئی ہے' اللہ پاک آپ کے والدین کو سلامت رکھے' میں چلتی ہوں۔" لہجے کو بمشکل خوشگوار بنایا' دل تھا کہ اندر سے بے چین ہوا جا رہا تھا۔

"کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے میکے آباد ہوتے ہیں۔ میکے کا مان' میکے کا بھرم کچھ اور ہی ہوتا ہے' عورت چاہے عمر کی جس منزل پر بھی پہنچ جائے اس کے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں میکہ اور میکے سے جڑی خوشگوار یادیں' میکے کا مان ضرور برقرار رہتا ہے۔" وہ گھر آ گئی لیکن دل بہت اداس تھا' طبیعت میں اضطراب تھا۔

"کتنی بدنصیب ہوں میں کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آج اکیلی ہوں۔" وکی کو سلانے کی کوشش کرتے کرتے وہ

مسلسل سوچوں میں غلطاں تھی۔

رمضان المبارک اختتام کی جانب تیزی سے بڑھ رہا تھا‘ آج انتیسواں روزہ اور چاندرات تھی۔ آبگین حسب معمول ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ رفیقہ بیگم اور کبریٰ بیگم اپنے اپنے کمروں میں آرام کررہی تھیں۔ گرمی بھی اپنی آخری حدوں پر تھی‘ آبگین خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت میں مصروف تھی کہ خلاف معمول شہاب الدین وقت سے پہلے گھر لوٹ آئے‘ موڈ خاصا خراب لگ رہا تھا‘ ویسے بھی گرمی اور روزہ کی حالت میں وہ تھکے تھکے سے لگتے اور موڈ تو عموماً بگڑا ہوا ہی رہتا تھا۔ ماتھے پر بل اور چہرے پر تختی ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔

"پاپا آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" آبگین نے سلام کرکے ان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ بتاؤ وہ لفنگا کب تک آئے گا اپنی آوارہ گردی مکمل کرکے؟" آبگین نے آنکھیں پھاڑ کر ان کے غصیلے چہرے کی طرف دیکھا یقیناً ان کا اشارہ بازف کی طرف تھا مگر یہ انداز......

"پاپا...... آپ کس کو کہہ رہے ہیں؟" آبگین نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"میں محترم بازف احتشام کے بارے میں جاننے کی جسارت کررہا ہوں‘ کہاں ہیں وہ آوارہ گرد اور کب تک آتا ہے؟"

"کیا ہوگیا شہاب الدین...... خیریت تو ہے ناں؟" ان کی آواز سن کر رفیقہ بیگم بھی اٹھ کر باہر آگئیں اور اتنا جارحانہ انداز دیکھ کر وہ بھی ہول گئیں۔ کبریٰ بیگم بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔

"آپ...... ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ آرام سے بیٹھ کر بات کریں۔ آپ کا بی پی شوٹ......"

"بھاڑ میں گیا میں اور میرا بی پی......" وہ بیوی کی بات کاٹ کر چلائے۔ "میں پاگل نہیں ہوگیا جو یونہی بکواس کیے جارہا ہوں۔" آبگین دور کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی یوں اچانک سے پاپا کو کیا ہوگیا تھا۔ بازف نے کیا کردیا ہے‘ الٰہی رحم کرنا میرے مالک‘ قرآن پاک چوم کر جزدان میں رکھتے ہوئے وہ گڑگڑائی۔

"شہاب الدین...... دھیرج رکھو‘ آرام سے بات کرو یہ کیا طریقہ ہے؟ یوں چیخنے چلانے سے تمہاری طبیعت خراب ہوسکتی ہے۔" کبریٰ بیگم اسٹک کے سہارے چلتی ہوئی کمرے سے باہر لاؤنج میں کرقدرے سخت لہجے میں بولیں۔

"طبیعت...... میری کیا خراب ہوگی؟ طبیعت تو میں ٹھیک کرتا ہوں اس لفنگے کی۔" کرسی پر ٹکتے ہوئے وہ بڑبڑائے‘ لہجہ بدستور ویسا ہی تھا۔

"السلام علیکم!" اسی وقت بازف بھی داخل ہوا‘ اندر کے مکدر ماحول اور سب لوگوں کے چہرے دیکھ کر تھوڑا سا ٹھٹکا قبل اس کے کہ وہ کچھ استفسار کرتا شہاب الدین کی تیز اور غصیلی طنزیہ آواز گونجی۔

"اوہ...... تو آپ تشریف لے آئے محترم...... کہاں کہاں آوارہ گردیاں کرتے پھر رہے ہو‘ بڑا نام روشن کررہے ہو ہمارا...... اور ہمارے خاندان کا تھوڑا پہلے ہوا اور باقی اب آپ یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں؟" سلام کا جواب دینے کی بجائے نہایت حقارت سے بازف کو مخاطب کیا۔

"کیا ہوا ماموں جان......" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے سب کو دیکھ کر پھر ماموں سے مخاطب ہوا۔

"ہونا کیا ہے تمہارے لیے یہ معمولی سی بات ہوگی کیوں کہ تمہاری گھٹی میں شامل ہے لیکن ہمارے لیے نہایت معیوب بات ہے کہ ہمارے گھر کا داماد لوگوں کے سامنے ناچے‘ گائے‘ لوگوں کا دل بہلائے‘ پیسے کمائے۔ خاندان کی عزت اچھال کر پوچھتے ہو کیا کیا؟ تم نے مجھے بے عزت کرکے رکھ دیا ہے۔"

"ماموں جان پلیز‘ آپ یہ کیسی باتیں کررہے ہیں‘ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ میں بھی اس خاندان کا حصہ ہوں پھر...... پھر ایسا کیوں کروں گا؟" بازف ایک ایک فرد کی جانب دیکھتے ہوئے عاجزی سے بولا۔

"آج کل یونیورسٹی میں لڑکیوں کے ساتھ مل کر ناچ گانے کے پروگرام نہیں کررہے ہو؟ وہاں پڑھنے جاتے ہو یا عاشقی اور بے ہودگیاں پھیلانے جاتے ہو۔ خدا کی قسم جب مجھے میرے کولیگ نے یہ کہہ کر مبارک باد دی کہ آپ کا داماد تو ماشاء اللہ بہت اچھا سنگر ہے تو...... تو میرا دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور میں سما جاؤں۔"

"اُف......" آبگین نے سر تھام لیا۔ بازف اور اس کے کچھ دوست مل کر کسی ٹرسٹ کے لیے کام کرتے تھے اور شوز

وغیرہ کرتے تھے اور اس بات کا علم آبگینہ کو بھی تھا' پاپا اس بات کو کس طرح سوچ رہے ہیں۔

"مجھے بھی کوئی کچھ بتائے گا؟" رفیقہ بیگم چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر چلائیں۔

"ہوا کیا ہے آخر' کیا کردیا ہے بازف نے؟" کبریٰ بیگم بھی کرسی پر ڈھ گئیں۔

"یہ پوچھیں اپنے لاڈلے نواسے سے کہ آج کل کیا کیا گل کھلاتا پھر رہا ہے' کس طرح سے پیسے کمار ہا ہے۔ پڑھائی کے بہانے کیا کیا ڈرامے بازیاں اور لوفر حرکتیں کررہا ہے۔"

"ماموں جان پلیز...... آپ یہ الزام لگا رہے ہیں۔ میں...... میں کوئی آوارہ گردیاں نہیں کرتا' ایک اچھا اور فلاحی کام کرتا ہوں' آبگینہ کو بھی علم ہے اور...... اور میں آپ لوگوں کو بھی بتانے والا تھا' یہ کوئی غلط کام نہیں ہے۔"

"بکواس بند کرو اپنی' یہ کون سا فلاحی ادارہ ہے جو تمہیں نچا رہا ہے۔ یہ کیوں نہیں کہتے اپنی اسمارٹنس اور بیوٹی کا فائدہ اٹھا رہے ہو۔"

"اُف ماموں جان...... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ عاجزانہ انداز میں گڑگڑایا۔ رفیقہ بیگم اور کبریٰ بیگم کی سمجھ میں بھی بات آ گئی تھی۔

"میں کسی صورت یہ نوٹنکی برداشت نہیں کرسکتا کہ میرا داماد ناچے گائے اور ڈرامے کرے۔ ایسا تو ہمارے خاندان میں نہیں ہوا' تمہاری پڑھائی مکمل ہونے والی ہے میں تمہاری جاب کے لیے کوشش کررہا ہوں اور تم...... تم یہ سب کرتے پھر رہے ہو۔"

"شہاب الدین...... بہتر یہ ہے کہ ہم اس موضوع پر آرام سے افطار کے بعد بیٹھ کر باتیں کریں' اس وقت یہ باتیں کرنا مناسب نہیں...... تم بھی آرام کرو اور بازف' تم بھی فریش ہوکر اپنے کمرے میں آرام کرو۔" کبریٰ بیگم نے درمیان میں ایک بار پھر مداخلت کرتے ہوئے فی الحال معاملے کو دبانا چاہا۔

"آپ چپ کریں ماں...... آپ کے بے جا لاڈ اور سپورٹ نے اسے خودسر بنادیا ہے کہ وہ اپنی مرضی کرنے لگا ہے۔" شہاب الدین نے بدتمیزی سے ماں کو مخاطب کیا' کبریٰ بیگم کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"فیصلہ ابھی اور اسی وقت ہوگا' میں کسی میراثی یا ڈرامے باز کے ساتھ اپنی بیٹی کی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا' اس کے لیے مجھے کوئی حتمی فیصلہ کرنا پڑے گا یا پھر تمہیں کرنا پڑے گا۔" شہاب الدین نے اس بار پلٹ کر سخت گیر لہجے میں بازف کو مخاطب کیا۔

"نہ...... نہیں پاپا......" آبگینہ تڑپ کر دو قدم آگے بڑھی۔

"ماموں جان...... آبگینہ میری بیوی ہے۔" بازف نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"ہاں...... ہاں...... تمہاری بیوی ہے لیکن اس سے پہلے میری بیٹی بھی ہے' جس کو ان سب کی باتوں میں آکر تمہارے ساتھ منسوب کرچکا ہوں لیکن ابھی بھی میں اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔"

"شہاب الدین...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کیوں معمولی سی بات کو اتنا دل پر لے رہے ہیں' کون سی قیامت آ گئی ہے۔ زمانہ کہاں سے کہاں چلا گیا' شوبز میں اچھے گھرانوں کے مہذب اور پڑھے لکھے لوگ آ گئے ہیں۔ خاندانی اور شریف فیملیوں کے لوگ ہیں' آپ اس چیز کو اتنا منفی کیوں لے رہے ہیں؟ اتنی بڑی بات کیسے کہہ رہے ہیں آپ؟ بچہ ہے ہمارا' آرام سے بات ہوگی تو سمجھ جائے گا یوں بات کو بڑھانے سے بہتر ہے کہ سکون سے بات کی جائے۔" رفیقہ بیگم آبگینہ کی حالت دیکھ کر آگے بڑھیں میاں کا بازو تھام کر نرم لہجے میں بات سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔

"ممانی جان...... میں کوئی غلط کام نہیں کررہا' میں نے چوری کی' ڈاکا ڈالا' کسی کو اغوا کیا' رشوت لی' دہشت گردی کی......؟ کچھ بھی تو نہیں کیا میں نے...... میں تو ایک پوزیٹو کام کررہا ہوں۔ یتیموں اور غریبوں کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں' میں جانتا ہوں یتیمی کیا ہے؟" اس کا لہجہ نم ہوگیا تھا۔

"تو تُو ثابت کیا کرنا چاہتا ہے کہ ہم نے تجھے یتیم کی طرح پالا' تیرے ساتھ ظلم کیا۔ تجھے ترسایا' ارے تجھے تو ٹھاٹ دیئے ہیں ہم نے' کھانا پینا' پہننا' اوڑھنا' پڑھائی...... سارے اخراجات کیے تجھ پر۔" شہاب الدین احسان جتانے والے انداز پر اتر آئے۔

"جی ماموں جان...... میں مانتا ہوں آپ لوگوں نے میرا خیال رکھا' آبگینہ سے میرا نکاح کیا۔ میں نے بھی ساری زندگی آپ ہی کی مانی ہے آپ کی مرضی سے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا ہے' کیا پہننا ہے؟ کیا کھانا ہے؟ کہاں آنا جانا

ہے؟حتیٰ کہ پڑھائی بھی آپ کی مرضی سے کررہا ہوں۔آپ کا بیٹا بن کر رہا ہوں ساری زندگی اب بیٹا سمجھ کر دو تھپڑ مارلیں مگر...... اللہ کے لیے میرے اور آبگینہ کے رشتے کو بیچ میں مت لائیں۔" اس بار بازف کا لہجہ عاجزانہ تھا۔

"چپ کر...... بکواس ہے ساری...... بیٹا...... ہنہہ...... بیٹا ہوتا تو ایسی اوچھی حرکت نہیں کرتا تُو نے...... تُو نے یہ سب کچھ کرکے اپنے خون کا اثر دکھایا ہے۔"

"ماموں جان آپ...... آپ اب میرے ساتھ زیادتی کررہے ہیں۔" بازف کی ہمت جواب دینے لگی۔ برسوں بعد آج پھر اسے والد کے حوالے سے طعنے سننے کو مل رہے تھے۔ شہاب الدین آج بھی اپنے دل میں کینہ، بغض اور نفرت پالے ہوئے تھے۔

"میرے سامنے زبان چلاتا ہے۔" غصے سے شہاب الدین کا پنے لگے ان کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔

"ابھی اور اسی وقت میری بیٹی کو طلاق دے۔"

"پاپا پلیز...... میں مرجاؤں گی۔" آبگینہ جو تھر تھر کانپ رہی تھی روتے ہوئے شہاب الدین کے پیروں میں بیٹھ گئی۔

"ماموں جان......" بازف نے ان کے سفاک چہرے کی جانب دیکھا۔ کبریٰ بیگم دل پکڑے بیٹھی تھیں جبکہ رفیقہ بیگم بے تحاشہ روتے ہوئے شوہر کے سامنے کھڑی تھیں۔ بازف کو ان سے اس قدر سفاکی کی امید نہ تھی۔

"ماموں جان...... آپ نے اپنی انا اور ضد کے آگے اپنی بیٹی کے مستقبل کو بھی داؤ پر لگادیا' حد کردی آپ نے تو اگر آپ مجھے دو تھپڑ مار کر اپنے حق سے میری جان بھی مانگتے تو اللہ قسم کی میں دے دیتا لیکن آپ...... آپ اس حد تک جاسکتے ہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا' آپ مجھ سے کہتے سب کچھ چھوڑ دو میں چھوڑ دیتا لیکن...... لیکن......"

"لیکن کیا...... دو کوڑی کے انسان مجھے دھمکی دے رہا ہے۔"

"نہیں' میں دھمکی نہیں دے رہا بلکہ اپنا فیصلہ سنا رہا ہوں کہ اب میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا اور جہاں تک بات طلاق کی ہے......" اس کا لہجہ ڈول گیا تھا اس نے پلٹ کر سفید پڑتی ہوئی بے تحاشہ روتی ہوئی آبگینہ کی طرف دیکھا۔

"نہیں...... نہیں پلیز......" آبگینہ تڑپ کر چلائی' بازف نے ماموں کی جانب دیکھا۔

"تو یہ بھول جا کہ اپنی بیٹی کو میں تیرے ساتھ رخصت کروں گا۔" شہاب الدین مٹھیاں بھینچ کر چلائے۔

"نہیں پاپا...... مما پلیز دادو' پاپا سے کہیں ایسا نہ کریں' میں مرجاؤں گی۔" آبگینہ ہاتھ جوڑے بلک رہی تھی۔

"شہاب الدین...... اللہ کے واسطے ایسے جذباتی فیصلے نہ کرو' تم پاگل ہورہے ہو۔" کبریٰ بیگم چلائیں۔

"رفیقہ آبگینہ کو لے کر فوراً اندر چلی جاؤ ورنہ میں تم کو......"

"اُف اللہ یہ آدمی پاگل ہوگیا ہے۔" کبریٰ بیگم بہو اور پوتی کو لے کر برآمدے کی طرف چلی گئیں۔

"تم ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ اگر انسان بن گئے تو واپس آنا ورنہ...... میں کورٹ تک جاسکتا ہوں۔" شہاب الدین نے سفاکیت کی ساری حدیں پار کرلیں۔ بازف نے سرسری نظر نانی' ممانی اور گہری نظر تڑپتی ہوئی آبگینہ پر ڈالی اور بغیر کچھ کہے تیز قدموں سے گھر سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اُف یہ سب کیا ہوگیا' اچانک ہی گھر میں کیسا طوفان آیا تھا وہ اپنے ساتھ ساری خوشیاں' رونقیں بہا کر لے گیا تھا' آبگینہ اور بازف کے درمیان یہ کیسی خلیج حائل ہوگئی تھی۔ شہاب الدین جو ساری زندگی اپنی مرضی اور انا کے چکر میں تھے شاید وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھے تب ہی اتنا بڑا اور سنگین فیصلہ کرتے وقت نہ معصوم اکلوتی بیٹی کا خیال آیا اور نہ ہی یتیم اور سعادت مند بازف کا خیال آیا جس نے ساری زندگی ان کی جی حضوری کی تھی۔

❁......❁......❁

کبریٰ بیگم کے شوہر کا انتقال بہت جلدی ہوگیا تھا جب شہاب الدین میٹرک کررہے تھے اور ثمن آرا ان سے چار سال چھوٹی تھیں۔ کبریٰ بیگم کے شوہر کی زمینیں وغیرہ تھیں جنہیں بیچ کر کبریٰ بیگم شہر آ گئی تھیں اور تھوڑی بہت زمین شہر میں خرید لی تھی یوں اچھی طرح گزر بسر ہوجاتی۔ شہاب الدین شروع سے ہی اکھڑ مزاج ضدی اور مغرور تھے' اپنے آگے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے تھے' کبریٰ بیگم نے ان کی شادی رشتے داروں میں ہی کی رفیقہ بیگم اچھی خاتون تھیں۔ دور پرے کے رشتے دار ہونے کے ناطے ان کو شہاب الدین کی فطرت کا اندازہ شادی کے بعد ہوا کہ وہ اکھڑ اور کسی حد تک بدتمیز انسان بھی تھے۔

رفیقہ بیگم سمجھ دار تھیں ان کی پسند اور مرضی کے مطابق خود کو ڈھال لیا تھا۔

کبریٰ بیگم اس سے خوش تھیں کہ جس نے شہاب الدین جیسے انسان کے ساتھ خود کو ایڈجسٹ کرلیا تھا' ثمن آرا کو بھی اپنی بھابی اچھی لگتی تھیں۔ نند بھاوج میں خوب دوستی تھی' ثمن آرا کالج میں پڑھتی تھیں ان کو کالج کا ایک لڑکا پسند کرنے لگا تھا جب انہوں نے گریجویشن کرلیا تو اقبال نے رشتے کے لیے اپنے گھر والوں کو بھیجنا چاہا۔ ثمن نے بھاوج سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا تاکہ بات آگے بڑھ سکے۔ اس روز دونوں نند بھاوج کچن میں رات کا کھانا پکارہی تھیں۔ ثمن آرا بات کرنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہی تھی۔

''لڑکی...... کہاں گم ہو؟ روٹی جلنے لگی تمہارے بھائی کی ناک میں بو چلی گئی تو ہر روٹی جلی ہوئی لگے گی۔'' رفیقہ بیگم نے ثمن آرا کو غائب دماغی سے کام کرتے دیکھ کر مزاحیہ انداز میں کہا۔

''اوہو......'' ثمن آرا خیالات سے چونکی اور جلدی سے روٹی پلٹی۔

''کیا ہوا ثمن...... خیریت تو ہے ناں؟ کچھ دنوں سے تم کچھ الجھی الجھی نظر آرہی ہو۔ سب خیریت تو ہے ناں؟'' رفیقہ بیگم نے اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''جی بھابی...... دراصل اقبال اپنی امی کو ہمارے گھر بھیجنا چاہ رہے ہیں رشتے کے سلسلے میں۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''اقبال...... کون اقبال؟'' رفیقہ بیگم نے سوال کیا۔

''وہ میرے ساتھ کالج میں پڑھتے تھے اور وہ جو فیمس میوزیکل گروپ ہے ناں ''فائیو اسٹار میوزیکل گروپ'' اس کے سنگر ہیں۔''

''اوہو...... وہ اقبال ہاشمی سنگر' واؤ یار زبردست۔'' رفیقہ بیگم نے حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت سے کہا اقبال تو بہت اسمارٹ اور اچھا سنگر تھا۔

''مگر تم تو جانتی ہو ناں کہ شاید تمہارے بھائی نہ مانیں۔'' دوسرے لمحے ہی رفیقہ بیگم کا دمکتا چہرہ ماند پڑ گیا۔

''جی بھابی یہی ٹینشن ہے۔'' ثمن آرا کے لہجہ میں مایوسی تھی۔

''مگر بھابی...... آپ کو اور اماں کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔''

''ارے بنو...... اتنا چاہتی ہو اسے اور وہ اتنا ڈیشنگ بندہ

بھی تمہیں کیا اتنا ہی چاہتا ہے؟'' رفیقہ بیگم نے لہجہ خوشگوار بنا کر پوچھا تو ثمن آرا نے شرما کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

❀......❀......❀

ڈرائنگ روم کے ایک کونے میں سر جھکائے ثمن آرا کھڑی تھیں' وسط میں شہاب الدین اپنے جاہ و جلال کے ساتھ کھڑے تھے۔ رفیقہ بیگم بھی پاس کھڑی تھیں جبکہ کبریٰ بیگم صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

''ثمن آرا...... میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے' کیا رفیقہ کی بات سچ ہے؟'' کبریٰ بیگم نے تیکھے لہجے میں بیٹی کو مخاطب کیا۔

''جی اماں......'' ثمن آرا نے آہستگی سے جواب دیا۔

''شرم تو نہیں آتی اتنی بے حیائی سے اعتراف بھی کررہی ہو؟'' اس بار شہاب الدین بولے۔

''بھائی...... اقبال اور میں ساتھ پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں' شادی کرنا چاہتے ہیں کیا یہ غلط ہے؟'' ثمن آرا کا لہجہ بدستور دھیما تھا۔

''بات پسند نہ پسند کی نہیں ہے' وہ ایک گانے بجانے والا لڑکا ہے اور ہم کسی صورت یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ کوئی ناچنے گانے والا اس گھر کا داماد بنے۔'' کبریٰ بیگم نے حتمی لہجے میں کہا۔

''اماں پلیز...... آپ ان لوگوں سے مل کر دیکھ لیں بہت اچھی اور سلجھی ہوئی فیملی ہے اقبال کی۔'' ثمن نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں تو نہیں' سنائی نہیں دیا تم کو اور آئندہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہوگی' آئی سمجھ۔ میں نے اپنے دوست کے ساتھ تمہارا رشتہ طے کردیا ہے اس لیے چپ کرکے شادی کی تیاریاں کرلو۔''

''بھائی پلیز......'' ثمن کی آنکھوں میں آنسو آگئے' اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بھائی کو مخاطب کیا۔

''رفیقہ اس سے کہو یہاں سے چلی جائے' جس ڈھٹائی اور بے حیائی سے یہ اپنی شادی کی بات کررہی ہے ہمارے خاندان میں آج تک کسی لڑکے نے بھی بڑوں کے سامنے ایسی گستاخی نہیں کی۔'' شہاب الدین نے چلا کر بیگم کو مخاطب کیا۔ رفیقہ بیگم نم آنکھوں سے نند کی بے بسی اور شوہر اور ساس کا حتمی انداز دیکھتی رہیں۔ ثمن نے غصے سے بھائی کی طرف دیکھا اور سر جھکا کر کمرے سے نکل گئیں۔

کمرے میں آکر وہ بستر پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی' اتنی بے بسی اتنی بے چارگی محسوس کررہی تھی' سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی مگر کبریٰ بیگم اور شہاب الدین کی ناں ہاں میں نہ بدل سکی۔

''بھابی پلیز کچھ کریں میں...... میں اقبال کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی۔ اقبال کے علاوہ کسی اور سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی۔'' وہ ہاتھ جوڑے بھاوج سے التجا کررہی تھی۔

''میری بہن...... میں کیا کرسکتی ہوں؟ بہت سمجھایا اماں کو بھی اور تمہارے بھائی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر میں ہار گئی گڑیا...... میں ہار گئی...... بہتر یہی ہے کہ اقبال کو بھول کر تم ارمغان سے شادی کرلو۔''

''بھابی اللہ کے لیے ایسی باتیں نہ کریں' میں مر جاؤں گی۔'' وہ رونے لگی۔ رفیقہ بھی اس کے دکھ پر رو رہی تھی مگر بے بس اور لاچار تھی کہ وہ ثمن کے لیے کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ ثمن کسی صورت بھی اقبال سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھی' دوسری جانب اقبال بھی ہر صورت اس کو اپنانا چاہتا تھا جب اقبال کے گھر والوں کو اس بات کا علم ہوا کہ ثمن آرا کے گھر والے نہیں مان رہے تب وہ لوگ بھی پیچھے ہٹ گئے اور اقبال کو بھی ثمن آرا سے الگ ہونے کی تنبیہ کی مگر...... فیملیز کی مخالفت کے باوجود دونوں ایک دوسرے کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ ثمن وقتی طور پر چپ ہوگئی' معاملہ کچھ دب سا گیا اور اس کے لیے ارمغان کا رشتہ پکا کردیا گیا۔

''ثمن تم مطمئن تو ہو ناں...... مجھے تمہاری خاموشی اور چپ دیکھ کر ہول اٹھنے لگے ہیں۔ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے' تم کچھ بولتی کیوں نہیں؟'' رفیقہ بیگم ثمن کو دیکھ کر پریشان ہوگئیں جو بالکل چپ ہوگئی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں بھابی...... بس خاموش رہنا سیکھ لیا ہے۔'' اس نے نگاہیں چراتے ہوئے جواب دیا۔ رفیقہ بے چارگی سے اسے دیکھنے لگیں' نہیں کیا خبر تھی کہ اس خاموشی کے پیچھے کتنے طوفان چھپے تھے۔ اس کے گم صم وجود کے اندر کتنے خیالات پل رہے تھے' بظاہر چپ رہنے والی معصوم سی ثمن کتنے پلان بنارہی تھی اس نے کیا کیا سوچ رکھا تھا' اس خاموشی کا راز اس وقت کھلا جب ثمن آرا صبح گھر سے یہ کہہ کر نکلیں کہ کالج سے سرٹیفکیٹ لینا ہے۔ ظہر کا وقت ہوگیا تھا رفیقہ بیگم گھر کے

کام نپٹارہی تھیں ساتھ ساتھ لنچ بھی تیار کررہی تھیں۔
"رفیقہ...... ثمن کیا کہہ کرگئی تھی؟ کب تک آجائے گی اتنی دیر ہوگئی ہے پتا تو کرو کہاں ہے؟" جائے نماز تہہ کرتے ہوئے کبریٰ بیگم نے رفیقہ بیگم کو آواز دے کر کہا۔
"جی اماں...... میں نے فون کیا تھا بند جارہا ہے۔" رفیقہ بیگم خود بھی پریشان تھیں اتنی دیر کا کام تو نہیں تھا ان کا دل گھبرا رہا تھا۔ کبریٰ بیگم بھی کافی ٹینشن میں لگ رہی تھیں۔ ہاتھ میں تسبیح لیے وہ اس کے لیے خیر کی دعا کررہی تھیں۔
"یاالٰہی...... میری بچی کو سلامت رکھنا۔" اور اللہ پاک نے دعا قبول کرلی وہ سلامت تو تھی مگر جب اس نے فون پر بتایا کہ اس نے اقبال سے کورٹ میرج کرلی ہے تو کبریٰ بیگم دل پکڑے ایک طرف لڑھک گئیں۔ رفیقہ بیگم جو پہلے ہی اس خبر سے شاکڈ تھیں ساس کی سمت دوڑیں گویا ایک قیامت تھی جو آگئی تھی۔ کبریٰ بیگم غصے سے پیچ وتاب کھارہی تھیں۔
"بے غیرت...... بے حیا...... بدتمیز...... اتنی بے ہودگی ایسی حرکت...... اس بدذات نے تو ہمارے منہ پر کالک مل دی یہ انعام دیا ہے ہماری محبت کا؟" ان سے زیادہ آپے سے باہر تو شہاب الدین تھے۔
"میں جان سے ماردوں گا دونوں کو کیا سوچ کر اس نے یہ نیچ حرکت کی ہے۔ ہمیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا اتنی اوچھی حرکت۔" کمرے میں ادھر سے اُدھر ٹہلتے مٹھیوں کو بھینچے غصے سے پیچ وتاب کھاتے وہ چیخ چلارہے تھے رفیقہ بیگم گھبرا کر رونے لگی تھیں۔
"ثمن تو نے یہ کیا کردیا جانتی بھی ہو ناں اپنے بھائی اور اماں کو۔ تمہارے بھائی تمہیں ماردیں گے تم دونوں کو قتل کردیں گے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے اللہ کے لیے کبھی یہاں مت آنا یہ شہر چھوڑ دو۔" باتھ روم میں جاکر رفیقہ بیگم نے ثمن کو کال کی تھی شہاب الدین پستول لیے گھر سے باہر ان کی تلاش میں نکل گئے۔
"یااللہ خیر کرنا میرے معبود۔" رفیقہ بیگم روتے ہوئے سجدے میں گرگئیں۔
شہاب الدین نے چپہ چپہ چھان مارا لیکن وہ لوگ نہ ملے۔ اقبال نے میوزیکل گروپ بھی چھوڑ دیا تھا شاید وہ لوگ شہر ہی چھوڑ گئے تھے۔ ثمن آرا گھر سے کیا نکلی بھائی اور اماں کے دل سے بھی نکل گئی۔ اب اس کا نام سننا بھی گوارا نہ تھا ثمن آرا بھی گزرا ہوا کل بن کر گزر چکی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ شہاب الدین مزید چڑچڑے اور بددماغ ہوگئے تھے۔ بدنامی کے خیال سے وہ گھر بھی فروخت کرکے دوسرے علاقے میں شفٹ ہوگئے تھے۔ دن مہینے اور سال گزرتے چلے گئے رفیقہ بیگم کا رابطہ ثمن سے تھا مگر کبریٰ بیگم اور شہاب الدین کو خبر نہیں تھی۔ وہ تب بات کرتی جب شہاب الدین آفس میں ہوتے اور کبریٰ بیگم سورہی ہوتیں ثمن آرا نے ہی یہ خوش خبری سنائی تھی کہ اس کے ہاں بیٹا ہوا ہے بازف نام رکھا ہے۔ رفیقہ بیگم نے بہت ساری دعائیں دی تھیں رفیقہ بیگم کے ہاں بھی آبگینے پیدا ہوئی کبریٰ بیگم بہت خوش تھیں ان کو بیٹیاں اچھی لگتی تھیں۔
بازف پانچ سال کا تھا ثمن آرا اور اقبال کے ساتھ گاڑی میں آتے ہوئے ٹریفک حادثہ ہوگیا اقبال اور ثمن آرا موقع پر ہی ختم ہوگئے اور بازف معجزاتی طور پر بالکل محفوظ رہا تھا وہ تو ثمن کے موبائل میں رفیقہ بیگم کا نمبر سیو تھا کسی نے کال کرکے حادثے کی اطلاع دی۔
"اماں...... اماں......" رفیقہ روتی ہوئی کبریٰ بیگم کے کمرے میں آئی۔ "اماں...... اماں...... بہت برا ہوا اماں ہماری ثمن......" زاروقطار روتے ہوئے وہ آکر ساس سے لپٹ گئیں۔
"کیا ہوگیا...... ثمن کو...... کیا کہہ رہی ہو؟" کبریٰ بیگم اچانک افتاد پر گھبرا کر کھڑی ہوگئیں۔
"اماں...... اللہ کے لیے سب بھول جائیں ثمن کو معاف کردیں...... ہماری ثمن ہم کو چھوڑ کر چلی گئی۔ ہسپتال سے فون آیا ہے وہ اور اقبال اس دنیا میں نہیں رہے اور اس کا معصوم بیٹا......" وہ ایک لمحے کو رکیں تو کبریٰ بیگم بے ساختہ زاروقطار رونے لگیں۔ ماں تھیں لاکھ ناراض سہی مگر جوان بیٹی کی ایسی موت کا سن کر ان کا کلیجہ پھٹ گیا تھا۔ شہاب الدین نے سنا تو کوئی خاص ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔
"شہاب الدین مجھے میری بیٹی کے پاس لے چلو میں اپنی بیٹی کو دیکھنا چاہتی ہوں اس کو دیکھ کر اپنی ممتا کی پیاس بجھانے دو مجھے ہائے میری بچی......" کبریٰ بیگم کی حالت ابتر ہورہی تھی اور شہاب الدین بادل ناخواستہ جانے پر راضی ہوئے۔
کیسا اندوہناک حادثہ تھا کبریٰ بیگم کا دل پھٹنے لگا تھا۔ پانچ سالہ معصوم سہا ہوا بازف اسے دیکھ کر دل میں ممتا کے

سوتے پھوٹ پڑے بیٹی کی نشانی کو سینے سے لگا کر تڑپ تڑپ کر رو دیں' اقبال کے گھر سے کوئی نہ آیا تھا۔ ضروری امور نپٹا کر ان کی تدفین کر دی گئی' رفیقہ کو علم تھا کہ اقبال اور ثمن آرا کا گھر کہاں ہے؟

''اس مصیبت کا کیا کریں؟ میں اپنے دوست سے بات کرتا ہوں وہ یتیم خانے کے انچارج کو جانتا ہے اسے وہاں داخل کروا دے گا۔'' شہاب الدین کی بے حسی پر کبریٰ بیگم تڑپ گئیں۔

''ہوش کرو شہاب الدین...... اتنے کٹھور نہ بنو بہن تھی تمہاری وہ' تمہارا خون تھی۔ جو اب ہم میں نہیں رہی' تم اس معصوم کے سگے ماموں ہو میں نانی ہوں۔ ہمارے ہوتے ہوئے یہ بچہ یتیم خانے میں پلے گا' بڑی شرم کی بات ہے۔'' کبریٰ بیگم کو شہاب الدین کی بات پر بے حد غصہ آ گیا۔

''اماں...... یہ صرف ثمن کا نہیں بلکہ اقبال کا بھی بیٹا ہے۔'' شہاب الدین کے لہجے میں نفرت تھی۔

''شہاب الدین...... بازف ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہے گا یہ میرا فیصلہ ہے۔'' پہلی بار کبریٰ بیگم نے کوئی فیصلہ کیا تھا' رفیقہ بیگم کے چہرے پر اطمینان پھیل ان کو معصوم سا بازف بہت اچھا لگا تھا اس پر بے حد ترس آ رہا تھا۔

اقبال کے گھر کو تالا لگا دیا گیا' بازف' ماموں' ممانی اور نانی کی سرپرستی میں آ گیا۔ معصوم سا بازف اس اچانک ہو جانے والے حادثے سے سخت خوف زدہ تھا' اپنے ماں باپ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ چپ ہو گیا تھا اور پھر اس نئے اور اجنبی ماحول میں آ گیا ادھر اُدھر دیکھتے اس کی نظر سامنے کاٹ میں لیٹی ننھی آبگینہ پر پڑی۔ اس کی ساری توجہ ننھی منی گول مول آبگینہ کی طرف مبذول ہو گئی' یوں بازف ماموں کی سختی اور ممانی کی نرمی اور نانی کی شفقت میں عمر کی منزلیں طے کرتا چلا گیا۔ بچپن سے ہی بازف سیدھا' سادھا اور معصوم بچہ تھا' ہر بات شہاب الدین کی مرضی سے کرتا' پڑھائی سے لے کر کھیل' ٹیوشن اور روٹین سب شہاب الدین کی مرضی سے طے ہوتا۔

آبگینہ نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے آس پاس بازف کو ہی دیکھا' بازف خوشی خوشی اس کے کام کرتا اس کا بہت خیال رکھتا۔ اسے گود میں اٹھائے پھرتا اسے وہ ننھی سی سرخ و سفید گڑیا بہت پیاری لگتی تھی۔ بازف کو اسکول میں داخل کروا دیا گیا تھا۔ آبگینہ بڑی ہوئی تو اسے بھی اسکول میں داخل کرا دیا گیا' بازف اور آبگینہ ایک دوسرے سے حد درجہ مانوس تھے۔ بازف پڑھائی میں بہت اچھا تھا وہ آبگینہ کی پڑھائی میں مدد بھی کر دیتا' بچپن سے لے کر جوانی تک ایک دوسرے کے ساتھ رہتے دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے۔ دونوں میں انڈرسٹینڈنگ بھی بہت تھی۔ بازف نے شہاب الدین کی پسند کے مطابق اکاؤنٹس کی تعلیم حاصل کی جب کہ آبگینہ نے اپنے لیے سائنس سبجیکٹ چوز کیا۔ بازف بچپن سے ہی عام بچوں سے بہت مختلف تھا' اسے اس بات کا احساس تھا کہ اسے ماموں' ممانی نے پالا پوسا اور سہارا دیا ہے تب ہی وہ کوشش کرتا کہ کسی عمل سے ماموں' ممانی یا نانی کو کوئی شکایت نہ ہو۔ کبریٰ بیگم اور رفیقہ بیگم کا رویہ بازف کے ساتھ بہت مشفقانہ تھا۔ آبگینہ نے گریجویشن کمپلیٹ بھی نہیں کیا تھا کہ اس کے پرپوزل آنے لگے۔

''مما...... کیا ہے بھئی؟ یہ کیا مصیبت ہے' ابھی سے آپ کو میری شادی کی فکر کیوں لاحق ہو گئی۔'' آبگینہ نے جھنجھلا کر کہا۔ رفیقہ بیگم اسے بتانے آئی تھیں کہ اس کو دیکھنے کچھ خواتین آنے والی ہیں۔ ان لوگوں نے ویسے تو آبگینہ کو کسی تقریب میں دیکھ کر پسند کر لیا تھا اور اب باقاعدہ آنا چاہ رہے تھے۔

''چپ کرو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ایسا ہی ہوتا ہے۔'' رفیقہ بیگم نے پیار بھری گھرکی دی تو وہ منہ بنا کر رہ گئی' اسے شادی کو لے کر ذرا سی بھی خوشی نہیں تھی بلکہ وہ عجیب الجھن کا شکار تھی۔ رات کو وہ دادی کے کمرے میں آ گئی۔

''دادو...... میں آ جاؤں آپ سو تو نہیں رہیں؟'' اس نے دروازے سے جھانک کر سوال کیا۔

''ہاں...... ہاں آ جاؤ' میں ابھی جاگ رہی ہوں۔'' کبریٰ بیگم نے محبت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے بیڈ پر اس کے لیے جگہ بنائی۔

''کیا ہوا بچے کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو؟'' کبریٰ بیگم نے بغور اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''جی دادو۔'' وہ لاڈ سے کہہ کر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''ارے کیا ہوا...... کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟'' کبریٰ بیگم نے پریشان ہو کر سوال کیا۔

''نہیں دادو...... بس مجھے شادی نہیں کرنی...... آپ مما

سے کہہ دیں مجھے یہ گھر چھوڑ کر نہیں جانا۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"ارے پگلی......" کبریٰ بیگم اس کی بات پر خفیف سا مسکرائیں۔ "یہ تو برسوں کی ریت ہے ہر لڑکی کو ایک نہ ایک دن رخصت ہو کر دوسرے گھر جانا پڑتا ہے۔ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بی بی فاطمہ زہرہ کی شادی کر کے ان کو رخصت کیا تھا۔"

"جی دادو مگر...... مجھے یہ گھر آپ کو مما اور پاپا کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا یہیں پر رہنا ہے سب کے ساتھ۔ دادو ایسا ممکن ہے ناں؟" اس نے بڑی بڑی آنکھیں دادو کی آنکھوں میں ڈال کر سوال کیا کبریٰ بیگم ایک لمحے کو چونکیں انہوں نے آبگین کی آنکھوں میں اس کے چہرے پر وہ سب کچھ پڑھ لیا جسے آبگین زبان سے ادا نہیں کر پا رہی تھی۔ درپردہ وہ جان چکی تھیں کہ آبگین کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

"آبگین...... ایسا ممکن تو ہے پر......"

"پر کیا دادو......؟" آبگین نے کبریٰ بیگم کے چہرے کو غور سے دیکھا جس پر ناامیدی نمایاں تھی۔

"دادو...... پاپا کو آپ منالو ناں، پلیز۔" وہ اٹھ بیٹھی اور کبریٰ بیگم کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر عاجزی سے بولی۔

"ہمم......" کبریٰ بیگم نے سر ہلایا۔

یہ تو بہت اچھی بات تھی کہ بازف اور آبگین کی شادی ہو جائے لیکن شہاب الدین کسی صورت ایسا کرنے کو راضی نہ ہوتے ان کو راضی کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ وہ اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی بازف سے کیسے کر دیتے نہ صرف بازف بلکہ اس کے والدین کے لیے آج بھی ان کے دل میں نفرت بھری ہوئی تھی۔

"بیٹا میں اپنے طور پر کوشش ضرور کروں گی۔ رفیقہ تو خیر مان جائے گی بلکہ خوش ہوگی مگر تمہارے باپ کو منانا بہت مشکل ہے اللہ پاک تم دونوں کو خوشیاں نصیب کرے آمین۔" کبریٰ بیگم آبگین کو سینے سے لگاتے ہوئے پُرسوچ لہجے میں کہا۔ بازف کے کہنے پر ہی آبگین نے دادو سے بات کی تھی۔

دوسرے دن رات کے کھانے کے بعد شہاب الدین اور رفیقہ کبریٰ بیگم کے کمرے میں آئے کبریٰ بیگم ہاتھ میں تسبیح لیے وظائف پڑھ رہی تھیں۔ تسبیح سائیڈ پر رکھ کر وہ بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔

"آؤ...... آؤ شہاب الدین...... رفیقہ میں تم لوگوں کو بلوانے والی تھی کچھ بات کرنی تھی تم سے۔"

"جی بولیں۔" شہاب الدین سامنے کرسی پر اور رفیقہ بیگم ساس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"پہلے یہ بتاؤ تم لوگ کیوں آئے ہو؟" کبریٰ بیگم نے شہاب الدین کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دراصل ہم لوگ آبگین کے رشتے کے حوالے سے بات کرنے آئے تھے لڑکا، فیملی اور جاب وغیرہ سب ہر لحاظ سے بہتر ہے تو کیوں نہ ہم لوگ اگلے اتوار کو لڑکے کے گھر جا کر اسے دیکھ کر فائنل کر دیں تاکہ بات آگے بڑھائی جاسکے۔" شہاب الدین نے اپنے مخصوص انداز میں آنے کا مقصد بیان کیا۔

"شہاب الدین غیروں میں رشتے اتنی جلدی طے نہیں کیے جاتے جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے وہاں رشتہ طے کرتے وقت دس باتیں سوچنی اور پرکھنی پڑتی ہیں اور میرے خیال میں کوئی بھی حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے آبگین سے اس کی مرضی اور پسند پوچھنا بھی ضروری ہے۔" کبریٰ بیگم نے ٹھہرے انداز میں سمجھایا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ آبگین میری بیٹی ہے اور میں اس کے لیے جو کروں گا وہ بہتر ہی ہوگا۔ کیا میں اس کے لیے غلط فیصلہ کر سکتا ہوں؟" شہاب الدین کو اماں کی بات شاید پسند نہیں آئی تھی تب ہی آنکھوں کو ٹیڑھا کر کے سوال کیا۔

"بات صحیح اور غلط کی نہیں ہے شہاب الدین...... بلکہ اس رائے اور حق کی ہے جو قانوناً اور شرعاً عائد ہوتا ہے۔ بے شک کوئی باپ اور ماں اپنی اولاد کے لیے منفی اور غلط فیصلے نہیں لیتے لیکن جو جائز حق ہے وہ حق اولاد کو دینا بھی والدین کا فرض ہے۔" کبریٰ بیگم نے مدلل لہجے میں کہا۔

"ویسے اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔" اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے دوبارہ گویا ہوئیں۔

"جی اماں...... آپ حکم کریں۔" اس بار رفیقہ بیگم نے جواب دیا۔

"اماں ابھی تو میں آبگین کے رشتے کے حوالے سے آپ سے یہ بات کرنے آیا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے یہ معاملہ ڈسکس کر لیں۔" شہاب الدین کو رفیقہ بیگم کی مداخلت شاید پسند نہیں آئی تھی تب ہی حسب عادت جھنجھلا کر بولے۔

''میں اسی حوالے سے بات کررہی ہوں شہاب الدین...... میری خواہش ہے کہ آبگینہ اور بازف کی شادی ہوجائے ہم بچپن سے بازف کو جانتے ہیں اور ہمارے بچے بھی ہمارے سامنے رہیں گے۔''

''اماں...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ کیسی بچوں جیسی باتیں کررہی ہیں' یہ کیسے ممکن ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لوگ کیا کہیں گے' گھر میں لڑکے کو پالا اور پھر داماد بنالیا۔ لوگوں کی نظروں میں ہماری کیا عزت ہوگی اور...... اور معاف کرنا اماں مجھے اس گھٹیا اقبال مرحوم کے نام سے بھی چڑ ہے نہ جانے کس خاندان سے ہے اور میں بے حیا، بہن اور اقبال کے بیٹے سے اپنی بیٹی بیاہ دوں یہ کیسے ممکن ہے۔''

''شہاب الدین بس بھی کرو اب تو ان کی ہڈیاں بھی گل چکی ہوں گی۔ ان کی غلطی کو بھول بھی جاؤ خون تھی وہ ہمارا' کب تک ان کو برے لفظوں سے نوازتے رہو گے اور جہاں تک اقبال میاں کی بات ہے تو بے شک وہ گاتے تھے مگر خاندانی لحاظ سے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔''

''کچھ بھی سہی اماں...... یہ ممکن نہیں۔'' شہاب الدین ہاتھ اٹھا کر بولے۔

''شہاب الدین...... آپ آرام سے سوچ لیں مجھے اماں کی بات اچھی لگی ہے۔ بازف ہمارے سامنے بڑا ہوا ہے' نیک شریف اور سلجھا ہوا ہونہار بچہ ہے ایسے بچے آج کل کے دور میں کم کم نظر آتے ہیں' ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے اور گھر کے بچے گھر میں رہیں گے۔ آپ کو پورا حق ہے فیصلہ آپ نے ہی کرنا ہے لیکن ایسا ہوجائے تو یہ بہت اچھا ہوگا۔'' رفیقہ بیگم نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے لمبی بات کی انداز نرم اور سمجھانے والا تھا۔

''مگر یہ بات میرے اصولوں کے خلاف ہوگی کہ داماد میرے ساتھ اور میرے گھر میں رہے' لڑکی کو شادی کے بعد اپنے ساتھ رکھنا بہت سے مسائل کو جنم دیتا ہے اور میں اس بات کے سخت خلاف ہوں۔'' شہاب الدین کا لہجہ اس بار تھوڑا سا نرم تھا۔

''مطلب تمہیں صرف اسی بات پر اعتراض ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہ رہے تو شہاب الدین الحمدللہ بازف کا اپنا گھر ہے جو ہم نے ہی کرائے پر چڑھا رکھا ہے۔ بازف شادی کے بعد آبگینہ کے ساتھ اپنے گھر میں رہے گا یہ تو اور اچھی بات ہوگی۔'' کبریٰ بیگم نے بیٹے کو تھوڑا سا نرم ہوتا دیکھا تو جلدی سے حل پیش کیا۔ رفیقہ بیگم بھی تائید میں سر ہلانے لگیں۔ شہاب الدین کے چہرے کے تناؤ میں قدرے کمی واقع ہوئی تھی انہوں نے ایک اچٹتی سی نظر پہلے اماں پر پھر بیوی پر ڈالی اور مزید کچھ کہے بنا اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔ کبریٰ بیگم کو تو اس رویے کی بھی امید نہ تھی مطلب وہ کچھ کچھ راضی تھے۔

''اماں بہت شکریہ' آپ نے بچوں کے لیے اتنا کچھ سوچا۔'' رفیقہ بیگم ساس کا ہاتھ تھام کر رونے لگیں۔

''بس اللہ پاک ہمارے بچوں کو شاد وآباد اور خوش رکھے شہاب الدین اس رشتے پر راضی ہوجائیں۔'' کبریٰ بیگم رفیقہ بیگم کو سینے سے لگا کر محبت بھرے لہجے میں بولیں ان کی آواز میں آنسوؤں کی نمی شامل تھی ان کو آج اپنی ثمن شدت سے یاد آرہی تھی۔

شام کا وقت تھا کبریٰ بیگم اور رفیقہ بیگم باتیں کررہی تھیں' آبگینہ نے چائے تیار کی اور دونوں کو چائے دے کر اپنی اور بازف کی چائے لے کر بازف کے کمرے کی طرف آگئی ابھی شہاب الدین آفس سے نہیں آئے تھے۔

''یہ لیجیے گرما گرم چائے۔'' آبگینہ نے چائے کا کپ بازف کی طرف بڑھایا وہ موبائل پر مصروف تھا۔

''شکریہ جناب۔'' خوشدلی سے کہتے ہوئے کپ تھام لیا۔ ''تم نے تانو سے بات کی؟'' بازف نے اس کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''بات...... کون سی بات؟'' آبگینہ نے آنکھیں پھیلا کر الٹا سوال کرڈالا۔

''ارے یار...... شادی کی بات کی ان سے؟'' بازف اس کی حیرانگی پر جھنجھلا کر بولا۔

''ارے پاگل ہوگئے کیا آپ؟ میں کیسے بات کروں گی ان سے' وہ تو آپس میں کررہے ہوں گے اور شاید فائنل بھی کردیا ہو۔'' آبگینہ نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

''کیا مطلب...... کیسا فائنل؟ ارے یار میں نے کہا تھا کہ ہماری شادی کی بات کرنا۔'' وہ غصے سے اسے گھور کر بولا۔

''وہ نوبت تو آئی نہیں' پاپا نے میرے رشتے کے لیے وہاں حامی بھرلی ہے۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''کیا...... اور تم مطمئن ہو' تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟ بھاڑ

میں جاؤ تم بھی اور تمہارا رشتہ بھی۔" بازف کا دل ایک دم ہی اچھل کر حلق میں آ گیا۔ آبگینہ کو کھو دینے کے تصور سے وہ غصے سے بے قابو ہو رہا تھا۔

"جا رہی ہوں بابا..... ویسے بھی کچھ دن میں تو تمہارے روم تمہارے گھر اور تمہاری زندگی سے ہی چلی جاؤں گی۔" وہ بھی ستانے کے فل موڈ میں تھی۔

"سنو..... آج رات کو پاپا کے ساتھ آپ کی میٹنگ ہے شاید میری شادی کے حوالے سے کوئی بات کرنا چاہ رہے ہیں کھانے کے بعد پاپا کے روم میں چلے جانا۔" جاتے جاتے وہ ایک اور وار کر گئی۔

"اُف..... "مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ "کہیں آبگینہ شرارت تو نہیں کر رہی ورنہ وہ تو خود مجھے اتنا چاہتی ہے۔" دل ہی دل میں سوچنے لگا۔

رات کے کھانے کے بعد وہ شہاب الدین کے روم میں موجود تھا' کبریٰ بیگم اور رفیقہ بیگم بھی موجود تھیں۔

"اور صاحبزادے پڑھائی کیسی چل رہی ہے جاب کے لیے کیا سوچا؟" شہاب الدین نے سوال کیا۔

"الحمدللہ ماموں جان..... جاب بھی پکی سمجھیں۔" وہ سعادت مندی سے بولا۔

"ہونہہ.....فرض کرو اگر کل کو تمہاری شادی کی جائے تو تم اپنی دلہن کو کہاں رکھو گے اور کیا تمام اخراجات اٹھا سکتے ہو؟"

"جی.....؟" بازف نے غور سے شہاب الدین کو دیکھا۔

"میرا گھر ہے ماموں جان..... میری پہلی ترجیح یہی ہوگی کہ اپنے گھر میں رہوں ویسے اس بات کا حق آپ لوگوں کو دوں گا جو آپ لوگ مناسب سمجھیں۔" کبریٰ بیگم اور رفیقہ بیگم کے چہروں پر اطمینان آ گیا۔

"دیکھو برخوردار..... سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس بات کے حق میں بالکل بھی نہیں لیکن اماں کی خواہش پر سوچا ہے کہ تمہاری اور آبگینہ کی شادی کر دی جائے۔" شہاب الدین کی بات پر بازف نے حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں ان کی جانب دیکھا ان کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

"دیکھو ہم نے تمہیں پالا' تمہاری نگہداشت کی اتنے سال ہمارے ساتھ رہے ہو اور میں بھی نہیں چاہوں گا کہ تم شادی کے بعد ہمارے ساتھ رہو۔ اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ تم شادی کے بعد اپنے گھر میں شفٹ ہو جاؤ۔"

"جی..... جی ماموں جان' جیسے آپ چاہیں گے ویسا ہی ہوگا۔" بازف کا دل بلیوں اچھل رہا تھا اسے یقین نہ تھا کہ معاملہ اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے طے ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے اماں بات ہوگئی..... میرے خیال میں کسی فارملیٹی کی ضرورت نہیں۔ آبگینہ گریجویشن کر لے اور بازف کی جاب ہو جائے تو فرض ادا کر دیں گے۔" شہاب الدین نے والدہ کو مخاطب کیا۔ کبریٰ بیگم جو خوش اور مطمئن تھیں لیکن انہیں بیٹے کی فطرت کا بھی اندازہ تھا' کل کو وہ بدل بھی سکتے تھے انہوں نے موقع غنیمت جانا اور موقع پر ہی دل کی بات کہہ دی۔

"شہاب الدین..... میرا خیال ہے ہم نکاح کی رسم کر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کے سامنے بھی رشتہ پکا ہو جائے اور آبگینہ کے پرپوزل آنا بند ہو جائیں۔" کبریٰ بیگم نے جلدی سے دل کی بات کہہ دی۔

"ارے اماں..... کیا ضرورت ہے ان چکروں میں پڑنے کی' بات ہوگئی بس یہی کافی ہے۔" شہاب الدین نے صاف انکار کر دیا۔

"شہاب الدین..... میں بیمار رہتی ہوں میری خواہش ہے کہ اپنے بچوں کی شادی دیکھوں' ایسا نہ ہو کہ یہ خواہش پوری ہونے سے پہلے مجھے کچھ ہو جائے۔ کم از کم میں اپنی بچی کو دلہن بنی دیکھ تو لوں گی۔" اس بار انہوں نے بھیگے لہجے میں کہا' شہاب الدین نے ایک گہری نظر اماں پر ڈالی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

کبریٰ بیگم بہت خوش تھیں ایک جانب یتیم نواسا تھا تو دوسری جانب جان سے پیاری پوتی دونوں کو گلے سے لگا کر ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں اور ایک چھوٹی سی تقریب میں بازف اور آبگینہ نکاح کے بندھن میں بندھ گئے کیونکہ شہاب الدین ذرا سخت قسم کے انسان تھے' اس لیے بازف اور آبگینہ ان کے سامنے محتاط رہتے۔ نکاح کے بعد بازف زیادہ مصروف ہو گیا' پڑھائی کے ساتھ ساتھ جاب بھی اسٹارٹ کر دی تھی وہ آبگینہ کو اچھی زندگی فراہم کرنا چاہتا تھا۔ ساتھ ساتھ اس نے فلاحی ادارہ بھی جوائن کر لیا تھا' وہ لوگ یتیم اور نادار بچوں کے لیے کام کرتے تھے اور اپنی آمدنی ایسے بچوں پر لگاتے' جن کو کوئی والی وارث نہ تھا۔

یوں تو بازف ہر کام شہاب الدین کے علم میں لا کر ان کی اجازت سے کرتا تھا بس یہ کام اس نے جذبات سے کام لے

کر اسٹارٹ کر دیا تھا۔ وہ یتیم بچوں کے دکھ کو دل سے محسوس کرتا تھا جب دوستوں نے ادارے کا مقصد بتایا تو بازف نے بھی ان کے ساتھ مل کر کام شروع کر دیا اور اسی بات کو بنیاد بنا کر شہاب الدین نے وہ طوفان کھڑا کیا کہ جس کی زد میں پوری فیملی آ گئی تھی۔ بازف غصے سے گھر سے باہر چلا گیا تھا' کبریٰ بیگم رفیقہ بیگم تھر تھر کانپ رہی تھیں اور آبگینہ کی حالت تو پاگلوں جیسی ہو گئی تھی جو معاملہ آرام سے طے ہو سکتا تھا شہاب الدین کی ضد اور انا نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔

❀......❀......❀

کل عید تھی ان کے نکاح کے بعد آنے والی پہلی عید...... آبگینہ نے عید کی ڈھیروں تیاریاں کی تھیں' کتنی خوش تھی وہ اور بازف بھی کتنا خوش تھا۔ اس عید کو مل کر منانے والے تھے مگر کپڑے' چوڑیاں' جوتے' مہندی' جیولری سب کچھ اسی طرح دھری تھی۔ یہ کیسی عید تھی' شہاب الدین کا منہ پھولا ہوا تھا' غصہ ان کی ناک پر دھرا تھا۔ اماں' بیوی اور بیٹی سے بات نہیں کر رہے تھے۔ کبریٰ بیگم اور رفیقہ بیگم عجیب سوگواری کی حالت میں بیٹھی تھیں جبکہ آبگینہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ بازف کہاں تھا؟ کس حال میں تھا کچھ پتا نہ تھا' اس کا فون بھی بند تھا ایسے لگتا تھا کہ گھر میں میت ہو گئی ہو ہر کوئی اداس ہر کوئی اذیت سے دوچار عجیب وغریب صورت حال کا سامنا تھا۔

یونہی اداسی' بے چینی اور بے قراری میں دن گزر گیا' نہ کھانے پینے کا ہوش تھا اور نہ عید کی کوئی خوشی تھی۔ آبگینہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی' ہاتھوں میں موبائل تھامے ایک کال' ایک میسج کی منتظر تھی۔ اسکرین کو دیکھ کر مایوس انداز میں سر اٹھایا تو آنکھیں دروازے پر جم کر رہ گئیں' دروازے میں بازف کھڑا تھا۔

''بازف...... آپ...... آپ کہاں چلے گئے تھے؟'' وہ بے ساختہ آگے بڑھی اور بازف کے پاس آ گئی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''آبگینہ میں...... تمہارے لیے گھر کو اس قابل کرنے گیا تھا کہ جہاں تم کو رکھ سکوں۔'' بازف نے ابھی جملہ مکمل کیا ہی تھا کہ پیچھے سے شہاب الدین آ گئے۔

''بکواس بند کرو اپنی...... آبگینہ کوئی لاوارث لڑکی نہیں کہ یوں منہ اٹھا کر تمہارے ساتھ چلی جائے' آئی سمجھ۔'' وہ غصے سے دہاڑے۔

''آبگینہ تم میرے ساتھ چلو گی یا......؟''

''نہیں بازف...... میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتی۔'' آبگینہ دو قدم مزید آگے بڑھ کر بولی۔

''آبگینہ تم اس کا ساتھ دے کر میری نافرمانی کرو گی' اس کی ضد کے آگے جھک کر مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کر رہی ہو۔ اپنے باپ کے آگے اس کو اہمیت دو گی؟''

''پاپا پلیز...... اللہ کے لیے ہماری حالت پر رحم کریں' مجھے کیوں اس عذاب میں مبتلا کر رہے ہیں؟ کیوں ایسا کر رہے ہیں پاپا؟ میں بازف کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' ہمتیں مجتمع کر کے آبگینہ بازف کے بازو سے جا لگی۔

''پلیز دادو......'' رحم طلب نگاہوں سے دادی کو دیکھا۔

''جاؤ بیٹی اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔'' کبریٰ بیگم نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا تو شہاب الدین بجلی کی سی تیزی سے ماں کی طرف پلٹے۔ آبگینہ نے ایک نظر دادی اور پھر روتی ہوئی ماں پر ڈالی' رفیقہ بیگم نے بھی روتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ بازف نے پُر اعتماد انداز میں آبگینہ کا ہاتھ تھاما اور آگے قدم بڑھائے۔

''آبگینہ آج سے اس گھر کے دروازے تم پر بند ہو گئے' اس گھر سے اور گھر والوں سے تمہارا رشتہ ختم ہو گیا تم ہمارے لیے مر چکی ہو۔''

''اللہ کے لیے شہاب الدین...... باپ بن کر سوچیں اپنی انا اور ضد کو الگ کر کے اپنی بیٹی کے لیے سوچیں۔'' رفیقہ بیگم اس پتھر کے سامنے سر پھوڑ رہی تھیں۔ آبگینہ سسکتے ہوئے بازف کے ساتھ باہر کی جانب نکلتی چلی گئی' کبریٰ بیگم زمین پر بیٹھتی چلی گئیں۔

❀......❀......❀

تین کمروں پر مشتمل یہ بازف کا گھر تھا جس کو دو دن لگا کر بازف نے صاف ستھرا کیا تھا' اسے اندازہ تھا کہ آبگینہ ہر صورت اس کا ساتھ دے گی۔

''آئی ایم سوری آبگینہ...... میں بہت شرمندہ ہوں کہ اس طرح سے تمہیں لانا پڑا۔ تم خود سوچو بچپن سے آج تک میں نے کبھی بھی ماموں جان کے خلاف کوئی بات کی' میں تو سانس بھی ان سے پوچھ کر لیتا رہا ہوں لیکن اس بار انہوں نے حد کر دی یار......'' وہ شرمندہ سا آبگینہ کا ہاتھ تھامے ملائمت سے کہہ رہا تھا۔

''میں جانتی ہوں بازف' پاپا کی فطرت کو' پاپا ایک فضول بات کو لے کر اس قدر ہائپر ہوئے اور ہم سب کو بھی اذیت سے دوچار کیا' میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی لیکن میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ہماری زندگی کی ابتدا یوں ہوگی۔''

''سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا' بچپن سے آج تک میں نے ماموں جان کو صرف ڈکٹیٹر شپ کرتے دیکھا ہے' نانو اور مامی نے بھی کبھی اپنی مرضی اور پسند نہیں چلائی ہر بات میں ماموں جان کی مرضی چلتی رہی۔ قسم کھا کر کہتا ہوں آبگینہ...... میں نے یہ فیصلہ بہت مشکل سے کیا ہے' میں تم کو نہیں چھوڑ سکتا اور ماموں جان سے بعید نہیں تھی کہ وہ تم سے کچھ بھی کروا لیتے۔ میں تم کو کھونا نہیں چاہتا تھا اس لیے یہ انتہائی قدم اٹھانا پڑا' میں نے بچپن سے آج تک ماموں جان کے منہ سے اپنے مرحوم والدین کے لیے غلط باتیں ہی سنی ہیں' میرے باپ کو لے کر کیا کیا باتیں نہیں کی انہوں نے۔ میں بھی انسان ہوں بار لیکن مجھے خود احساس ہے کہ یہ سب غلط ہوا ہے۔'' بازف کا لہجہ گلوگیر تھا اور آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

''بازف پلیز...... آپ یوں گلٹی فیل نہ کریں بس ہمارے نصیب میں یہی سب ہونا تھا' میں آپ کے ساتھ تھی اور ہمیشہ رہوں گی' مجھے آپ کا ساتھ عزیز ہے۔'' آبگینہ نے جذبات بھرے لہجے میں کہا تو بازف نے آگے بڑھ کر اس کو سینے سے لگالیا۔

❁......❁......❁

''دیکھا اماں...... آپ کی حمایت اور بے جا خواہش نے آج ہمیں کس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ اس دو کوڑی کے لاوارث لڑکے نے میری بیٹی کو میرے مقابل لا کھڑا کیا...... وہ بیٹی جو مجھ سے بات کرتے ہوئے ڈرتی تھی آج کتنی بے حیائی کے ساتھ میری عزت کا جنازہ نکال کر اس کے ساتھ چلی گئی۔'' شہاب الدین کا سارا غصہ اماں پر نکلا کہ ان کی خواہش پر یہ نکاح ہوا تھا۔

''شہاب الدین...... ہر بات کا الزام سامنے والے کو دینے کی بجائے کبھی اپنی کوتاہیوں اور زیادتیوں پر بھی نظر ڈال لیا کرو۔ یہ سوچو کہ تم سے کہاں کوتاہی ہوئی ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے سامنے آکھڑی ہوئی؟'' کبریٰ بیگم نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''میں اصول پسند انسان ہوں' میرے اپنے خیالات ہیں' اصول ہیں۔ میں زندگی کو اپنی مرضی سے گزارتا ہوں' میری پسند ناپسند اور میرے اپنے طریقے ہیں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی میرے اصولوں سے ٹکرلے۔'' وہ جواباً اسی انداز سے دہاڑے۔

''شہاب الدین...... آپ انسان نہیں پتھر ہیں' پتھر' جس سے کوئی بھی ٹکرا کر صرف سر ہی پھوڑ سکتا ہے۔ آپ اپنی ضد' انا اور ڈھٹائی کو اصولوں کا نام دے کر اپنی جھوٹی انا کی تسکین چاہتے ہیں۔ آپ کیا جانیں ماؤں کے دکھ کو' آپ کے سینے میں دل نام کی چیز ہی نہیں ہے۔'' رفیقہ بیگم جو آنسو بہاتی ساس

میری عید

میری عیدیں ادھار تم پہ تم سے ملنے تک
تم جو آؤ تو میری عیدیں لیتے آنا
تم جو آؤ تو میری چاہتوں کے بدلے میری
مسکراہٹیں لیتے آنا
میری مہندی کا رنگ لیتے آنا
میرا عشق ادھورا ہے تم سے ملنے تک
میرے عشق کی تکمیل کرتے جانا
میری آنکھیں ترس گئی ہیں تیری دید کو
میری آنکھوں کی چمک لیتے آنا
میرے ہجر کو وصال کرتے جانا
چاندرات کی ٹھنڈی چاندنی سے
ستاروں کی دھیمی روشنی سے
میرے دامن کو بھر جانا
میرے دل کی بستی خالی ہے تیرے بعد
میرے دل کی اک آس ہے تیرے آنے پہ چھلکے گا
میری چوڑیوں کی کھنک بے آواز ہے
میری چوڑیوں کی کھنک لیتے آنا
میری زندگی کے سارے رنگ لیتے آنا
میرا ادھار چکاتے جانا
میرے عشق کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے جانا
میری عیدیں مکمل کرتے جانا
اس عید تم میری عید کا تحفہ بن کے آجانا

از خود سحر فاطمہ......

اور میاں کی باتیں سن رہی تھیں برداشت سے باہر ہوا تو چلا کر بولیں۔ رفیقہ بیگم نے موقع دیکھ کر آبگین سے کال پر بات کرلی تھی آبگین کے دل کو تھوڑا سا سکون ملا تھا۔

❁......❁......❁

بازف کے پڑوس میں الفت آنٹی کی فیملی رہتی تھی' الفت آنٹی ان کا بیٹا اور بہو اچھے لوگ تھے۔ وہ لوگ آبگین کا خیال رکھتے تھے کیوں کہ آبگین بازف کے جانے کے بعد دن میں گھر پر اکیلی ہی ہوتی تھی۔ الفت آنٹی سودا سلف بھی لا دیا کرتیں' آبگین نے اپنے بارے میں ان کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

''بیٹی خون کے رشتے کبھی جدا نہیں ہوتے وقتی طور پر ان رشتوں میں نااتفاقی ہو بھی جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ فاصلوں میں کمی آنے لگتی ہے دیکھنا ایک نہ ایک دن تمہارے پاپا کو بھی اپنے رویے کا احساس ہوگا اور جب اولاد کی محبت اور پھر اولاد کی اولاد ہو جائے گی تو سارا غصہ جھاگ کی مانند بیٹھ جائے گا ان شاء اللہ۔'' الفت آنٹی نے پیار سے سمجھایا تو آبگین کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''کاش وہ دن جلد آجائے۔'' اس کے دل سے دعا نکلی۔

اور پھر مما سے کبھی کبھار بات کرنے کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا شاید...... شاید پاپا نے دیکھ لیا ہوگا کیونکہ مما کی سم بند ہو گئی تھی۔ اس رات آبگین بازف کے سینے میں منہ چھپا کر بہت روئی تھی' ماں اور دادو سے رابطہ بھی ختم ہو چکا تھا۔

بازف کی جاب اچھی ہو گئی تھی اس نے گاڑی بھی خرید لی تھی اکثر دونوں شام کو گھومنے پھرنے نکل جاتے کہ کہیں مما پاپا کی جھلک نظر آجائے مگر ہر بار وہ ناکام لوٹ آتے۔

الفت آنٹی کی بہو انعم بہت پیاری لڑکی تھی آبگین کو چھوٹی بہن کی طرح چاہتی اور اس کی بیٹی گڑیا کی پیاری پیاری باتیں سن کر اسے اچھا لگتا۔ وہ اکثر گڑیا کو اپنے پاس بلوا لیتی انعم کو بھی کوئی کام کرنا ہوتا تو گڑیا کو آبگین کے ہاں دے جاتی۔

کبھی کبھی بازف کو آبگین کو دیکھ کر ترس آتا' اس روز حسب معمول رات کے کھانے کے بعد آبگین نے برتن دھوئے' کچن صاف کیا اور چائے لے آئی۔ بازف کو چائے دے کر وہ پلٹی تو بازف نے اس کی کلائی تھام لی۔

''ادھر بیٹھو۔'' آبگین نے پلٹ کر دیکھا تو بازف نے بیٹھنے کا اشارہ کیا' آبگین ٹیبل پر کپ رکھ کر اس کے برابر میں صوفے پر آبیٹھی۔

''آبگین...... تم پچھتاتی تو نہیں؟'' بازف کے سوال پر وہ چونکی۔

''جی' کیا مطلب؟''

''آبگین کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ کہیں میں نے تمہارے ساتھ زیادتی تو نہیں کی۔ تمہیں اداس دیکھ کر میں بھی اداس ہو جاتا ہوں کہ......؟''

''نہیں بازف...... ایسی بات نہیں' میں آپ کے ساتھ بہت خوش ہوں میں نے آپ کے ساتھ اس طرح آنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ میرے لیے آپ کا ساتھ بہت ہے۔'' آبگین نے اس کے کاندھے پر سر رکھ کر جذب سے کہا تو بازف نے مطمئن ہو کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔

کچھ ماہ گزرے اس روز آبگین کو بری طرح چکر آگئے' بازف اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا تو ڈاکٹر نے ماں بننے کی نوید سنائی۔ اتنی بڑی خبر سن کر جہاں بازف اور آبگین بے حد خوش تھے' وہیں آبگین تھوڑی سی اداس بھی تھی۔ اللہ پاک نے اتنی بڑی خوش خبری دی تھی لیکن وہ اپنی ماں سے شیئر نہیں کر سکتی تھی۔

''آبگین...... اللہ پاک کا بہت بہت کرم ہے کہ اس نے یہ خوش خبری دی' میں جانتا ہوں تم کو اس وقت کیسا محسوس ہو رہا ہوگا اگر تم کہو تو ہم یہاں سے تمہارے پاپا کے گھر چلتے ہیں شاید یہ خبر سن کر ماموں جان......'' ایک لمحے کو رک کر آبگین کو بغور دیکھا۔

''ایسے موقعوں پر والدین سب کچھ بھول جاتے ہیں۔'' آبگین نے بازف کو دیکھا۔

''بازف آپ بہت اچھے ہیں کہ اب بھی ایسا کرنے کو تیار ہیں' آئی لو یو۔''

''یہ اطلاع بہت پرانی ہے۔'' بازف نے مسکراتے ہوئے اس کے بال بگاڑے اور گاڑی کا رخ شہاب ولا کی جانب موڑ دیا۔ ایک امید تھی' ایک آس لے کر وہ لوگ پھر سے اسی راہ پر چل پڑے تھے کہ شاید شہاب الدین کا دل نرم پڑ جائے شاید خون جوش مارے۔

جیسے ہی گاڑی نے موڑ کاٹا اور گھر کی طرف بڑھی' آبگین کا دل اچھل کر حلق میں آگیا گھر کے سامنے شامیانہ لگا ہوا تھا اور کافی سارے لوگ جمع تھے۔

"الٰہی خیر......! رحم کرنا میرے اللہ۔" پاپا ہارٹ پیشنٹ تھے، آبگینہ کا دل ہولنے لگا تھا۔ بازف کے چہرے کا رنگ بھی بدل گیا تھا، گاڑی رکی تب ہی گیٹ سے شہاب الدین نکلے۔

آبگینہ نے سکون کی سانس لی مگر سامنے ہی لان میں شامیانہ کے نیچے رفیقہ بیگم بھی بیٹھی رو رہی تھیں، خواتین آس پاس جمع تھیں۔

"دادو...... اُف اللہ میری دادو...... بازف دادو......" وہ روتی ہوئی بازف سے لپٹ گئی دیوانہ وار اندر کی جانب بھاگی، جہاں کبریٰ بیگم کا جسد خاکی تیار رکھا تھا۔ اس کا دل چاہا پاپا کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئے، مما سے لپٹ جائے۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" سخت اور تیز آواز پر اس کے تیزی سے بڑھتے قدم رک گئے۔ شہاب الدین آنکھوں میں قہر اور چہرے پر خفگی لیے سامنے کھڑے تھے۔

"پاپا پلیز مجھے ایک بار دادو کی شکل دیکھنے دیں۔"

"ماموں جان...... میں نانو کو صرف ایک نظر دیکھوں گا پلیز......" بازف بھی گڑگڑایا۔

"نہیں، تم لوگ گھر کے اندر قدم بھی مت رکھنا، واپس ہو جاؤ فوراً۔" اس قدر سفاکی اس قدر کٹھور پن۔ "میں نہیں چاہتا کہ میری ماں کو تم لوگ دیکھو۔" سارے لوگ دم بخود شہاب الدین کو دیکھ رہے تھے، آج بھی ان کے دل میں وہی کینہ اور وہی انا موجود تھی۔

"پاپا......" آبگینہ کو بازف نے کچھ کہنے سے روک دیا اور اسے مضبوطی سے تھام کر واپسی کے لیے پلٹا۔

"بازف...... بازف...... میری دادو...... میری دادو......" آبگینہ ہذیانی انداز میں کہتے ہوئے بازف کی بانہوں میں جھول گئی۔

❁......❁......❁

وقت بڑے سے بڑے اور گہرے سے گہرے زخم مندمل کر دیتا ہے دکھ کتنا بھی شدید کیوں نہ ہو، غم کتنے بھی طاقتور کیوں نہ ہو، آہستہ آہستہ انسان بھولنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ آبگینہ اور بازف بھی اس کڑے صدمے اور اس سے زیادہ پاپا کے رویے کی اذیت سے باہر نکل آئے۔ آبگینہ کی حالت بھی ایسی تھی اس نے بہت ہمت اور صبر کے ساتھ اس نازک وقت کو گزارا۔ الفت آنٹی اور انعم اس کا بہت خیال رکھتے اور آبگینہ ایک پیارے سے بیٹے کی ماں بن گئی۔

مان بھی جاؤ
چلو اب مان بھی جاؤ
چلو چھوڑو بھی ضد یہ تم
کب تلک آخر
یوں دور رہیں گے ہم دونوں
کچھ باتیں تمہاری
مان لوں گی میں
کچھ اپنی منوانی ہیں
سنا ہے چاند نکلا ہے
تم بھی لوٹ آؤ نا
مجھے بھی عید منانی ہے
مجھے بھی عید منانی ہے

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

آبگینہ الفت آنٹی کی محبتوں پر آبدیدہ ہو جاتی، وکی اپنوں کے ہوتے ہوئے غیروں کی گود میں پلنے لگا۔ وکی کے آ جانے سے آبگینہ اور بازف کافی مصروف اور خوش تھے۔

❁......❁......❁

رمضان المبارک شروع ہو چکا تھا، آبگینہ اور بازف بھی عبادت میں مصروف ہو گئے ایسے میں وکی کی شرارتیں بھی چلتی رہتیں۔ یہ وکی کی پہلی عید تھی دونوں مل کر خصوصی تیاریاں کر رہے تھے، رمضان المبارک اختتام کی جانب رواں دواں تھا ساتھ ہی بازاروں اور مالز میں بھی غضب کا رش ہو چلا تھا، آبگینہ نے بھی ساری تیاریاں کر لی تھیں۔

عید کا چاند نظر آ گیا تھا اور آبگینہ چاند دیکھ کر الفت آنٹی کے ہاں سے ہو کر آئی تو گڑیا کی عیدی دیکھ کر اسے تھوڑا سا احساس ہوا تھا کہ کاش میرے میکے سے بھی عیدی آتی۔ وکی کے لیے اس کے ننھیال سے عیدی آتی، بازف بھی آ گیا تھا۔ آبگینہ، بازف کے پسند کے کھانے کی تیاری میں لگ گئی۔

❁......❁......❁

عید کا چاند دیکھ کر رفیقہ بیگم بہت اداس تھیں ایک تو کبریٰ بیگم بھی نہیں تھیں اور آبگینہ اور بازف کی یاد آ گئی تھی۔ وہ گھر میں اکیلی تھیں ٹی وی پر کوئی ڈرامہ دیکھتے دیکھتے بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے،

ڈرامے میں کسی فیملی کی کہانی چل رہی تھی۔ چھیڑ چھاڑ‘ ہنسی مذاق اور والدین کے ساتھ بچوں کا دوستانہ رویہ دیکھ کر ان کا دل بھر آیا تھا۔ شہاب الدین ابھی ابھی گھر آئے تھے لیکن رفیقہ بیگم کو خبر تک نہ ہوئی تھی۔

شہاب الدین کی نظر ٹی وی اسکرین پر پڑی ساتھ ہی انہوں نے گہری نظروں سے رفیقہ بیگم کو دیکھا کتنی بے بس اور لاچار نظر آرہی تھیں وہ اس وقت‘ شاید زندگی میں پہلی بار شہاب الدین نے ہمدردانہ انداز سے انہیں دیکھا تھا‘ شہاب الدین کا دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ ان کو لگا جیسے وہ بہت کچھ کھو چکے ہیں‘ آج واپسی پر انہوں نے ایک بوڑھے لاچار آدمی کو سڑک پر زخمی حالت میں دیکھا تھا جس کا کہنا تھا کہ اس کے بچوں نے اسے چھوڑ دیا ہے تب ہی ان کو احساس ہورہا تھا کہ دنیا میں کیا کچھ ہورہا ہے اور گھر آئے تو رفیقہ بیگم کو دیکھ کر دل میں عجیب سے خیال آنے لگے۔ انہیں احساس ہونے لگا تھا کہ وہ کتنے اکیلے ہیں‘ کل کو بیمار پڑ جائیں تو ہسپتال لے جانے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ وہ دل جس کے اندر صرف اور صرف سختی تھی اچانک ہی سختی کی جگہ نرمی آ گئی تھی۔ برسوں سے چھایا ہوا غبار اور منفی سوچیں دھیرے دھیرے ختم ہونے لگیں‘ ان کی آنکھوں میں نمی تھی چہرے پر ندامت کا احساس نمایاں تھا۔

”آپ.....“ رفیقہ بیگم نے ان کو صوفے پر بیٹھتے دیکھ کر جلدی سے آنکھیں صاف کرکے کہا۔

”آپ..... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟“ شہاب الدین کا ستا ہوا چہرہ اور تھکا سا وجود دیکھ کر وہ گھبرا کر کھڑی ہوگئیں۔

❁.....❁.....❁

آبگینہ کچن سے فارغ ہوئی تب تک بازف نے کپڑے استری کرکے ہینگ کردیئے۔ رات کے دو بج رہے تھے کہ کال بیل بجی۔

”اس وقت کون ہوسکتا ہے؟“ آبگینہ نے پریشان ہوکر کہا۔

”ارے یار! آج چاند رات ہے گھبرانے والی کیا بات ہے؟“ بازف نے کہا اور گیٹ کھولنے چلا گیا‘ آبگینہ نے نگاہ اٹھائی تو آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ بازف کے ساتھ شہاب الدین اور رفیقہ بیگم ڈھیر سارا سامان لیے اندر آگئے۔ آبگینہ حیرت اور مسرت سے جاہ وجلال کے پیکر شہاب الدین کو دیکھ رہی تھی جن کے چہرے پر سختی اور کرختگی کی بجائے نرمی اور شفقت تھی۔ زندگی میں پہلی بار شہاب الدین کے چہرے پر نرمی‘ شرمندگی اور ندامت نظر آرہی تھی۔

”پاپا..... مما.....“ آبگینہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ شہاب الدین آگے بڑھے اور آبگینہ اور بازف کو سینے سے لگالیا۔

”آئی ایم سوری میرے بچو۔“ وہ شدت جذبات سے رونے لگے تھے۔

”نہیں پاپا..... پلیز ایسے مت کہیں آپ..... یہاں پر میرے گھر آئے میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔“ آبگینہ زاروقطار روتے ہوئے ان سے لپٹ گئی۔ رفیقہ بیگم نے بھی دونوں کو بھینچ کر پیار کیا۔

”یہ لو بچو..... تم لوگوں اور میرے نواسے کم پوتے کی عیدی اور شیر خرمہ کا سامان۔“ رفیقہ بیگم نے ایک منٹ رک کر شاپرز کی طرف اشارہ کیا اور دوڑ کر سوتے ہوئے وکی کو اٹھا کر دیوانہ وار چومنے لگیں۔

”مما..... پاپا میری سمجھ نہیں آرہا کہ میں کیا کروں؟ آپ لوگوں کو کہاں بٹھاؤں؟“ آبگینہ خوشی سے بے قابو ہورہی تھی۔ اتنی بڑی اچانک ملنے والی خوشی نے اسے پاگل کردیا تھا۔

”کچھ نہیں کرو بیٹی..... بس تم دونوں ہمارے ساتھ بیٹھو تھوڑی سی باتیں کرو..... اور..... اور کل تم لوگ صبح تیار ہوکر ہمارے پاس آنا ہم سب مل کر یہ عید ساتھ گزاریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ زندگی کے جتنے دن بھی باقی ہیں ہم مل کر ہنسی خوشی گزاریں۔ تمہارا وہ باپ مرچکا ہے جس میں ضد‘ انا‘ ہٹ دھرمی تھی آج سے صرف اور صرف پاپا ہوں۔“ شہاب الدین نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہا تو بازف کی آنکھیں بھی نم ہوگئیں۔

کچھ دیر بعد شہاب الدین اور رفیقہ بیگم واپس چلے گئے۔ آبگینہ اور بازف خوشی خوشی وہ تحائف کھولنے لگے جو وہ لوگ لے کر آئے تھے۔ ساری اداسیاں‘ دکھ اور پریشانیاں ختم ہوگئی تھیں۔ وقت کا اندازہ نہیں ہوا جب فجر کی اذان کی آواز آئی تب آبگینہ اور بازف اللہ پاک کے آگے سجدہ شکر بجالانے اٹھ گئے۔ دکھ کے بادل چھٹ گئے تھے اور صبح ایک حسین اور خوش گوار عید ان کی منتظر تھی۔

اپنے وصل کی بارش دے

صائمہ قریشی

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

اس جہاں بے صدا میں، اک صدا ہے روشنی
منزلیں بکھری پڑی ہیں، راستہ ہے روشنی
رات کی تاریکیوں کا ڈر نہیں ہے اب مجھے
جانتی ہوں میں کہ شب کی انتہا ہے روشنی

''نہیں..... نہیں..... نہیں..... کتنی بار کہوں کہ مجھے نہیں کرنی۔'' اس نے جھنجھلائی آواز میں بیڈ پر رکھے پریس کیے گئے کپڑوں کو بنا کسی لحاظ و مروت کے اٹھا کر صوفہ پر پٹخ دیا۔

''یہاں کسی فلم کی شوٹنگ نہیں چل رہی جو تین تین بار ایک بات کو دہرا رہی ہو۔'' مریم نے اس کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن مجھے وہاں شادی نہیں کرنی امی..... آخر میرا انکار آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہا ہے۔'' وہ روہانسے انداز میں ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

''تمہارے اس بے تکے انکار کو کوئی اہمیت دے گا بھی نہیں۔'' مریم صوفے پر پھینکے گئے کپڑوں کو دوبارہ تہہ کر کے رکھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئیں۔

''لیکن کیوں امی..... آخر میرا اتنا حق تو بنتا ہے ناں کہ میری زندگی کے فیصلے میں میری مرضی کو تھوڑی سی اہمیت دی جائے۔''

''تمہاری مرضی کو اہمیت دی جارہی ہے بیٹا۔'' مریم نے اس کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں کہا۔

''ایک ایسے بندے سے میرا رشتہ طے کیا جارہا ہے جس سے میرا مزاج ایک فیصد بھی نہیں ملتا' جو مروت و سنجیدگی کا چولہ

پہنے رکھتا ہے۔ ایک ہلکی سی مسکراہٹ تو کبھی نظر نہیں آئی اس کے چہرے پر فتویٰ دینے میں اس کا کوئی ثانی نہیں اور میری ذرا بھی مرضی نہیں' میں مسلسل انکار کررہی ہوں اور آپ پھر بھی اسی رشتے کے حق میں مجھے ہی دلائل دیئے جارہی ہیں تو میری مرضی کے مطابق کیسے ہورہا ہے سب؟'' انشراح انتہائی زچ ہوچکی تھی ایک ہی سانس میں بولتی گئی۔

''تو تم کیا چاہتی ہو؟'' مریم نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا۔

''میں علی سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ منہ بسور کر بولی۔

''کیوں؟'' مریم کی نظریں ابھی تک اس پر جمی ہوئی تھیں۔

''وجہ میں آپ کو بتا چکی ہوں۔'' انشراح نے مریم کی اپنے آپ پر جمی نظروں کو حیرت سے دیکھ کر کہا۔

''لیکن یہ کوئی ایسی وجہ نہیں جس کو بنیاد بنا کر انکار کیا جائے۔''

''کمال کرتی ہیں امی...... ایک انسان سے مزاج نہ ملنا آپ کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔'' انشراح ایک بار پھر انتہائی جذباتی لہجے میں ان سے پوچھنے لگی۔

''دیکھو بیٹا' میں اور تمہارے ابو تمہارے لیے کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کریں گے' ہم ہر پل تمہارے ساتھ ہیں۔''

''امی میں آپ کی اکلوتی اولاد ہوں۔'' انشراح کھسیائی آواز میں بولی۔

''اکلوتی ہو اسی لیے نہیں چاہتے کہ تم کسی مشکل میں پڑو۔'' مریم پیار سے اس کے گال تھپتھپا کر اٹھ گئیں تو وہ وہیں کھڑی تلملا کر رہ گئی۔

❁......❁......❁

''یہ کیا...... تم نے کھانا نہیں کھایا؟''

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ بستر پر بیٹھی تھی مریم کو دیکھتے ہی منہ بسور کر جواب دیا۔

''لو بھوک سے کیسی ناراضگی بھلا۔'' مریم کھانے کی ٹرے اٹھا کر اس کے سامنے رکھ کر کہنے لگیں۔

''امی ناراضگی کی بات نہیں' مجھے بھوک نہیں لگ رہی...... آپ تو جانتی ہیں ناں ٹینشن میں سب سے پہلے میری بھوک ہی متاثر ہوتی ہے۔'' انشراح نے سپاٹ انداز میں کہا۔

''بیٹا...... کیا ٹینشن ہے مجھے بتاؤ۔'' مریم کے الفاظ پر اس نے چونک کر کہا۔

''کوئی خاص ٹینشن نہیں امی...... بس معمولی سی بات ہے جس سے میری زندگی جوڑی جارہی ہے وہ مجھے پسند نہیں اور تو کوئی ٹینشن نہیں۔'' انشراح انتہائی تپ کر بولی تو مریم یک لخت ہنسنے لگی۔

''بیٹا ہم ماں بیٹی نہیں سہیلیاں ہیں اور مخلص دوست وہی ہوتا ہے جو دوسرے دوست کو ایک اچھا مشورہ دے۔'' مریم اس کے بال سہلاتے ہوئے کہنے لگیں تو یک دم ہی اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''میں بھی آپ کو ماں سے زیادہ ایک دوست سمجھ کر ہی اپنے دل کی بات کہہ رہی ہوں ناں امی......'' دوسرے لمحے وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

''بیٹا...... علی تمہارے ابو کا انتخاب ہے' ہاں اس میں سنجیدگی کی مقدار کچھ زیادہ ہے لیکن بہت اچھا لڑکا ہے۔ شریف ہے ہماری آنکھوں کے سامنے رہا ہے اور بیٹا' مثل مشہور ہے کہ اپنے مار کر چھاؤں میں ڈالتے ہیں اور پرائے دھوپ میں۔'' مریم کی اس مثال پر انشراح نے انہیں دیکھا۔

''ہاں میں جانتی ہوں یہ سب لیکن جب مار دیا تو پھر دھوپ میں پھینکیں یا چھاؤں میں کیا فرق پڑتا ہے لیکن اپنے مار بھی دیں تب بھی ان کے دل میں تھوڑا بہت رحم رہتا ہی ہے۔ ہاہاہا...... امی آپ یہ کہاوتیں سنا کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں؟'' انشراح یک لخت اٹھ بیٹھی اور ہنسنے لگی۔

''ثابت کچھ نہیں کرنا چاہتی' صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ والدین کے فیصلے کو یوں ریجیکٹ کرنا کوئی عقل مندی نہیں ہوتی۔'' مریم جان چکی تھیں کہ انشراح ان کی کہاوتوں سے متاثر ہونے والی نہیں ہے' اس لیے اب قدرے نرم لہجے میں بولیں۔

''امی میں آپ کے فیصلے کے خلاف نہیں ہوں صرف آپ کی چوائس کے خلاف ہوں اور یہ میرا حق بھی ہے۔'' انشراح اب فیصلہ کن انداز میں ان سے مخاطب ہوئی۔

''ٹھیک ہے پھر اپنے ابو سے بات کرو' اپنے سارے اعتراضات ان کے سامنے رکھو اور فیصلہ کروالو۔'' مریم نے یک دم پینترا بدلا تو انشراح لب بھینچ کر رہ گئی۔

''آپ جانتی ہیں کہ میں اتنی بے باک نہیں کہ ابو کے سامنے ایسے منہ پھاڑ کر بات کروں۔'' انشراح کا منہ یک لخت اترا۔

''اچھا تو تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارے اس بودے انکار کا سارا

نزلہ مجھ پر گرے۔'' مریم نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔
''کیوں آپ پر گرے گا آپ اور ابو کے درمیان تو بہت دوستی ہے ناں، بہت انڈرسٹینڈنگ بھی ہے پھر بھی کیا وہ آپ کی بات نہیں سمجھیں گے؟'' انشراح کے لہجے میں خفیف سا طنز مریم کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔
''تم خود ہی بات کرلو ابو سے اور پھر مجھے بھی بتانا کہ انہوں نے کیا کہا۔ اب کھانا کھالو اور شام کی چائے کے لیے تمہارے ابو تمہارا انتظار کر رہے ہیں، اچھی سی چائے تیار کر کے ڈائننگ میں روم میں آجانا۔'' مریم انشراح کے انکار کو کوئی اہمیت نہ دے رہی تھی اور یہی بات اس کو مزید پریشان کر رہی تھی۔
''یااللہ...... پلیز میری مدد کر، میں اتنے سنجیدہ بندے کے ساتھ کیسے گزارا کروں گی؟ اللہ تُو تو سب جانتا ہے ناں، میرے خواب میری شوخیاں پھر میری قسمت میں ایسا بندہ لکھنے میں آخر کیا مصلحت ہے۔'' مریم کے جاتے ہی وہ اللہ کے حضور دعا مانگنے لگی۔
''یااللہ پلیز...... میری مدد کر۔'' وہ قدرے اونچی آواز میں بولتی کھانے کی ٹرے اٹھا کر کچن کی طرف بڑھی، چائے بھی پکانی تھی اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔

❁......❁......❁

''آپ کیوں فکر کر رہی ہیں ملکہ عالیہ...... بچی ہے سمجھ جائے گی۔'' مریم انشراح سے بات کر کے ڈرائنگ روم میں گئیں جہاں خاور عباسی بیٹھے تازہ ترین خبروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ مریم نے ان کے کان میں انشراح کے انکار کی بابت اعتراضات ڈال دیئے تھے لیکن انشراح کی طرف سے اتنی گمبھیر صورت حال سے ان کو ابھی تک آگاہ نہ کیا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ اپنے دلائل سے وہ انشراح کو سمجھالیں گی لیکن وہ مسلسل ناکام ہو رہی تھیں اور مریم انشراح کے بار بار اعتراض کرنے پر فکرمند ہو رہی تھیں۔ خاور عباسی کو انشراح کی طرح سے انکار کا سندیسہ دیا تو انہوں نے ہمیشہ کی طرح مریم کو تسلی دی۔
''میں اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ بچی ہے لیکن اس کے اعتراضات تو دن بدن بڑھتے ہی جارہے ہیں۔'' مریم اب متفکرانہ لہجے میں خاور کو بتا رہی تھیں، انہوں نے نظر اٹھا کر مریم کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں پریشانی واضح جھلک رہی تھی۔
''سب بہتر ہوجائے گا۔'' خاور نے نہایت سرسری انداز

میں ان کو تسلی دی۔
''خاور کہیں ایسا نہ ہو ہم آپا کی محبت میں اپنی اولاد کی خوشیاں داؤ پر لگا دیں؟'' مریم نے وہ بات کہہ دی جس کے لیے وہ کبھی خود بھی راضی نہ ہوتیں لیکن انشراح کی خوشی کے لیے ان کو کہنا پڑا۔
''کمال کرتی ہیں مریم بیگم آپ بھی' بھلا ہماری انشراح سے بڑھ کر کوئی ہمارے لیے خاص ہوسکتا ہے؟'' خاور نے پریشان حال مریم کا ہاتھ تھام کر مسکرا کر کہا تو مریم نے متعجب نظروں سے انہیں دیکھا۔
''قطعاً نہیں' ہماری انشراح کی خوشیاں ہمارے لیے سب سے پہلے ہیں لیکن......'' خاور مریم کا ہاتھ تھپتھپا کر بولتے بولتے رکے تو مریم نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔
''لیکن کیا خاور......؟'' وہ تیز لہجے میں پوچھنے لگیں۔
''انشراح کو سمجھانا ہمارا کام ہے' اولین فرض ہے ہمارا کہ ہم آپا کی محبت کو بھی برقرار رکھیں اور اپنی انشراح کی خوشیوں کو بھی۔'' خاور مسکرا کر کہنے لگے تو مریم نے ناسمجھ انداز میں انہیں دیکھا۔
''کیا مطلب کیسے؟'' مریم نے پوچھا۔
''آپ مناسب الفاظ میں میری سنجیدگی اور اپنی سمجھ داری کا ذکر کریں اور اسے سمجھانے کی کوشش کریں۔ اسے بتائیں کہ ہماری زندگی بھی کتنی مشکل تھی لیکن پھر سب ٹھیک ہوگیا' میں تو نادان ہوں ورنہ خود بات کرلیتا۔''
''کیا...... کیا......! آپ اور نادان؟ کمال کرتے ہیں خاور جی آپ بھی۔'' مریم نے تیکھی نظروں سے انہیں گھورا تو خاور اپنی شرارت پر ہنس دیے۔
''ہائے خاور جی......'' انہی انداز نے تو ہمیں عاشق مزاج بنادیا' گھائل بھی کردیا۔ خاور نے صوفہ کی پشت سے ٹیک لگا کر بھرپور ایکٹنگ کی تو مریم کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔
''اور اس جلترنگ ہنسی نے تو ہمارا چین وقرار لوٹ لیا۔'' خاور عباسی نے ایک بار پھر دہائی دی۔
''کچھ شرم کریں اس عمر میں ایسی بےقراریاں' کچھ تو خیال کریں خاور جی۔''
''اس عمر میں کیا مطلب......؟ چند چاندنی کے تاروں نے تو دھڑکنوں کو جوان کردیا ہے اور خیال کس بات کا کریں۔'' خاور عباسی اس وقت مکمل شرارت کے موڈ میں تھے۔

''ہاں...... ہاں رہنے دیں' جوانی میں تو دھڑکنوں کو جوان نہیں کیا بڑھاپے میں محبت کی داستان لکھنے چلے ہیں۔'' مریم نے اپنا ہاتھ چھڑا کر طنزیہ لہجے میں کہا تو خاور عباسی کا قہقہہ بلند ہوا۔
''جوانی میں آپ اتنی حسین بھی تو نہیں تھیں ناں۔'' خاور نے ان کے نفیس انداز اور تیاری کو گہری نظروں سے دیکھا تھا تو یک لخت ہی مریم سرخ پڑگئی اور نہایت سلجھے انداز میں سر پر جے دوپٹے کو پھر سے سیٹ کرنے لگیں۔
''بیٹی کی شادی کی عمر ہوگئی اور ان کی ابھی مسخریاں ہی ختم نہیں ہوئیں۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے اٹھیں۔
''ابو......'' انشراح کی آواز پر خاور عباسی سیدھے ہوکر بیٹھے۔
''آجاؤ بیٹا۔'' وہ اندر داخل ہوئی تو ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی' جس میں تین کپ رکھے تھے اس نے مریم کو چائے پیش کی اور اپنا اور خاور کا کپ لے کر خاور کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔
''کیا بات ہے ہماری انشراح اداس لگ رہی ہے؟'' خاور نے مریم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
''یقیناً آپ نے ہی کوئی ایسی بات کہی ہوگی جس نے ہماری پرنسس کو پریشان کررکھا ہے۔'' خاور نے مصنوعی خفگی سے مریم کو گھورا تو اس نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔
''نہیں ابو...... ایسی کوئی بات نہیں۔'' انشراح نے ان کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے کہا۔
''ابو آپ سے ایک بات کرنی تھی؟'' چند لمحوں بعد انشراح بولی تو مریم کا دل زور سے دھڑکا۔ ایک دم انہوں نے اسے دیکھا لیکن وہ متوجہ نہ تھی' مریم نے بےاختیار پہلو بدلا۔
''ہاں بیٹا کہو' اجازت کی ضرورت تو نہیں۔'' خاور نے فراخ دل سے کہا۔
''ابو مجھے ایک سوٹ آرڈر کرنا ہے عید کے لیے لیکن امی مان نہیں رہی ہیں۔'' انشراح نے کن انکھیوں سے مریم کو دیکھا ان کے چہرے کے اڑتی ہوائیوں کی وجہ سے اس نے بات کا رخ موڑ دیا تو مریم نے گہرا سانس لیا۔
''یہ کیسا الزام ہے' میں نے کب منع کیا' میں نے تو یہی کہا تھا کہ ابو سے پوچھ لو۔'' مریم چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے قدرے ذومعنی انداز میں بولیں۔
''کوئی بات نہیں بیٹا...... لے لو کیا آرڈر کرنا ہے۔'' خاور

نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مریم کو خاموش رہنے کا کہا اور انشراح کی طرف دیکھ کر بولے۔

"جلدی آرڈر کرنا ہے۔" انشراح بولی۔

"لیکن ابھی تو عید میں بہت وقت باقی ہے۔" خاور حیرت سے بولے۔

"ہاں اور صرف میں ہی تو نہیں ہوں ناں باقی لوگ بھی تو آرڈر کرتے ہیں' ڈریس آؤٹ آف اسٹاک بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے بہتر نہیں کہ پہلے ہی آرڈر کرلیا جائے۔" انشراح نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھا بیٹا جب چاہے آرڈر کرلینا۔" خاور نے اجازت دیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تھینک یو ابو مجھے پتا تھا آپ میری بات مانیں گے۔" انشراح نے مریم کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ مسکرانے لگیں۔

"آپ بھی حد کرتے ہیں' ایک بار پوچھ تو لیتے کہ سوٹ کتنے کا ہے؟" کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد انشراح خالی کپ والی ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی تو مریم نے خاور کو کہا۔

"رہنے دو ناں یار جتنے کا بھی ہو' کرنے دو آرڈر بلکہ ایسا کرو تم بھی منگوالینا۔" خاور نے ریموٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی ناں حد کرتے ہیں اب بھلا میں ویسے سوٹ پہنوں گی۔"

"کیوں آپ کون سا بوڑھی ہوگئی ہیں۔" خاور نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سچ ہی کہتے ہیں لوگ کہ جوانی کا دیا بجھنے سے پہلے ایک بار پھڑ پھڑاتا ضرور ہے۔" مریم نے خشمگیں نظروں سے انہیں دیکھا اور پھر ان کو یوں ہی ہنستے ہوئے چھوڑ کر باہر نکل گئیں۔

❋ ❋ ❋

کچھ لوگوں کی زندگیاں بہت مشکل ہوتی ہیں ویسے تو زندگی کسی طرح بھی آسان نہیں ہوتی۔ بہت سے نشیب و فراز بہت سی کٹھنائیاں ہر خاص و عام زندگی کا حصہ ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی زندگی کے اتار چڑھاؤ اتنے کٹھن ہوتے ہیں کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے وہ نڈھال ہوچکے ہوتے ہیں۔ آگے بڑھنے کی سکت ناپید ہوچکی ہوتی ہے ایسے مرحلے پر انہیں سہاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے مخلص لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے جو زندگی کے اس موڑ پر ان کا حوصلہ بن جائیں' ان کی کامیابی کی دعا مانگیں۔

خزینہ کا شمار ان عورتوں میں ہوتا تھا جن پر زندگی ہمیشہ تنگ رہی جن کو قدم قدم پر آزمائشوں کے سامنے کبھی گھٹنے ٹیکنے پڑے تو کبھی ڈٹ جانا پڑا۔ تقدیر نے ان کی قسمت میں دربدری لکھ رکھی تھی' جوانی میں بیوگی کی چادر اوڑھنی پڑی تو ساس سسر نے منحوس کہہ کر گھر سے نکال دیا' ماں باپ کے گھر قدم رکھا تو وہاں بھابیوں کا وہی روایتی انداز ان کو گھائل کرنے لگا۔ دن رات کی ٹھوکروں اور پھر پیٹ کا دوزخ بھرنے کی تگ و دو میں مصروف خزینہ کے عتاب کا نشانہ جو بنتا وہ ان کا اپنا لختِ جگر ہی تھا جو روتا تڑپتا رہتا' ماں کے پیار کو ترستا لیکن ماں کا پیار کبھی میسر نہ آتا..... آتا تو بھی تشنہ لب چھوڑ جاتا۔

عباسی ہاؤس میں عورتوں کا راج تھا' عاتکہ بیگم کے بعد سلمٰی بیگم نے ساری حویلی پر حکومت کی۔ ہر فیصلے کا اختیار صرف انہی کے پاس تھا' یوں کہنا غلط نہ ہوگا کہ سلمٰی بیگم کی مرضی کے بغیر عباسی ہاؤس میں چڑیا پَر بھی نہ مار سکتی تھی۔ دو بیٹوں کی ماں سلمٰی بیگم ہر پل اترایا کرتی تھیں۔ کامران عباسی ماں کی بچھائی گئی ہر شطرنج کا وہ مہرہ تھا جس کی وجہ سے وہ ہر غلط صحیح کام ٹھاٹ سے سرانجام دیتی تھیں۔ خاور عباس جو انتہائی سنجیدہ اور اپنے کام سے کام رکھنے والا انسان تھا جس کو اختیارات سے دلچسپی نہ تھی اور اس کی یہی عدم دلچسپی سلمٰی بیگم کو اس سے نالاں رکھتی تھی' سسرالی رشتہ داروں سے سلمٰی بیگم کی کبھی بن نہ سکی۔

خزینہ انہی دنوں عباسی ہاؤس میں ملازمہ کی حیثیت سے آئی تھی' سلمٰی بیگم کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کے لیے خزینہ کو ان کے لیے بطور خاص رکھا گیا۔ ساتھ ہی اس کو ایک کوارٹر بھی دیا گیا جہاں وہ مستقل طور پر رہائش اختیار کرسکتی تھی' پہلے پہل تو اس کے بھائی بھابیوں نے اعتراض کیا لیکن جب معاملہ سلمٰی بیگم نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کسی میں ایک لفظ کہنے کی ہمت نہ ہوئی یوں خزینہ اپنے بیٹے کے ساتھ عباسی ہاؤس کے سرونٹ کوارٹر میں شفٹ ہوگئی اور اتنے عرصے میں پہلی بار اس نے سکون کا سانس لیا بے شک ملازمہ تھی لیکن چوبیس گھنٹوں میں کچھ گھنٹے تو ایسے مل جاتے تھے جب وہ اپنی مرضی سے سانس لیا کرتی تھی جب وہ ذمہ داری سے تمام کام نمٹا کر اپنے بیٹے کو دل بھر کر پیار کرلیا کرتی تھی۔ خزینہ' سلمٰی بیگم کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے کو بھی سنبھال لیا کرتی تھی۔

"آپ ملازمہ تو نہیں لگتی۔" خاور عباسی نے خزینہ کو کام کرتے دیکھ کر کہا۔

"نہیں لگتی؟" خزینہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں ناں شکل وصورت سے تو آپ کسی اچھے خاندان کی لگتی ہیں۔" خاور عباسی نے نجانے کتنے دنوں کے کیے گئے تجزیے کو بیان کیا۔

"شکل وصورت سے کیا ہوتا ہے قسمت خاندانی ہونی چاہیے۔" خزینہ نے یاسیت آمیز لہجے میں کہا۔

"اللہ بہتر کرے گا' دعا ہے کہ آپ اس آزمائش میں ثابت قدم رہیں۔" خاور عباسی اپنی نرم طبیعت کے باعث اس سے نہایت آرام سے بات کررہا تھا۔

"شکریہ' بہت عرصے بعد کسی نے دعا دی ہے۔" خزینہ کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

"آپ کی فیملی؟" خاور نے اس سے پوچھا۔

"بس اب اللہ کے سوا کوئی نہیں۔" خزینہ نے صوفے پر رکھے کشن کا کور تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"اللہ مل جائے تو اور کچھ چاہیے بھی کہاں ہوتا ہے' آپ تو خوش قسمت ہیں آپا کہ آپ کو اللہ مل گیا۔" خاور کے دل میں اس کے لیے بے حد ہمدردی امڈ آئی تھی۔

"آپا..... آپ نے مجھے آپا کہا.....؟" اس کے اپنائیت بھرے انداز طرز تخاطب پر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"خاور....." اس سے پہلے خاور کوئی جواب دیتا یا اپنی ہمدردی کی وجہ بتاتا سلمٰی بیگم کی چنگھاڑتی آواز پر رک گیا اور جتنی گھبراہٹ خزینہ کے چہرے پر نظر آئی اس سے کئی گنا زیادہ سکون واطمینان خاور کے چہرے پر تھا۔

"ملازموں سے فاصلہ برقرار رکھنا عباسی ہاؤس کی روایت ہے' کتنی دیر سے دیکھ رہی ہوں اور تم....." اب کے ان کا رخ خزینہ کی جانب تھا جو تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اپنوں کے رویوں کے بعد اب جو ٹھکانہ میسر آیا تھا اس کو کھونے کا ڈر یک لخت ہی حاوی ہونے لگا تھا۔

"ب..... بیگم صاحبہ میں تو..... اپنا کام کررہی ہوں۔" خزینہ گھگھیائی آواز میں بولی۔

"آپا..... آپ جائیں یہاں سے۔" خاور' سلمٰی بیگم کو کوئی جواب دینے کی بجائے خزینہ سے مخاطب ہوا۔

"کیا..... آپا.....؟" سلمٰی نے قہر آلود نظروں سے خاور کو دیکھا۔

"مما پلیز..... کبھی اس عالیشان تخت سے نیچے اتر کر بھی دیکھا کریں' انسان بستے ہیں یہاں۔" خاور کی اس دریا دلی سے سلمٰی بیگم ہمیشہ خائف رہتی تھیں۔

"خاور تم بھول رہے ہو کہ تم سلمٰی بیگم سے بات کررہے ہو جو......"

"اپنے علاوہ کسی دوسرے کو انسان نہیں سمجھتیں......" خاور نے بدتمیزی کی حد پار کردی۔

"خاور..... مت بھولو کے ملازموں سے رشتہ داریاں قائم کرنا عباسی ہاؤس کی روایت میں شامل نہیں۔" سلمٰی بیگم انتہائی غصے میں دھاڑیں۔

"مما..... ملازم بھی انسان ہوتے ہیں' ان کی مجبوری ان کو دوسروں کی چوکھٹ پر لا کھڑا کرتی ہے۔ میں نے کوئی رشتہ داری نہیں بنائی ایک عورت کا احترام کیا ہے۔" خاور ایک بار پھر اطمینان سے گویا ہوا۔ "اور آپ کو فخر کرنا چاہیے کہ آپ کا بیٹا عورت کی عزت کرنا جانتا ہے۔"

"مجھے سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" خاور کا اطمینان سلمٰی بیگم کو مزید طیش دلا رہا تھا۔

"کامران..... کامران....." دوسرے لمحے وہ کامران کو زور زور سے آوازیں دینے لگیں اور کامران تو تھا ہی ان کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بھاگتا ہوا آیا۔

"خزینہ اور اس کے بچے کو نکال کر باہر کرواؤ' عباسی ہاؤس میں ایسے ملازموں کے لیے جگہ نہیں ہے جہاں وہ رشتے داریاں قائم کرتے پھریں۔" ان کے حکم پر خاور نے بے حد افسوس سے سر کو ہلایا جبکہ کامران بغیر کسی وجہ کو جانے دوسرے ملازم کو آواز دینے لگا تھا۔

"کامران بھائی ایک منٹ رک جائیں۔" خاور سلمٰی بیگم کی تنگ دلی اور چھوٹی سوچ پر کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچ کر اس کو قدم بڑھانے سے روکنے لگا۔ سلمٰی اور کامران بھی رک کر خاور کو دیکھنے لگے۔

"کسی کے سر سے چھت اور پاؤں سے زمین کھینچ لینا' ان کی روزی روٹی پر لات مارنا' انتہائی کم ظرف لوگوں کا وطیرہ ہے۔ ایک معمولی سی بات پر اتنا بڑا ایشو بنانا کوئی ایسا عقل مندانہ عمل نہیں کہ اس پر فخر کیا جائے۔" خاور نے دونوں کو باری باری دیکھ کر کہا۔

"اونہہ..... کامران جاؤ جو کہا ہے کرو۔" سلمٰی بیگم نخوت سے اس کی طرف دیکھ کر کامران کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''خاور تم عباسی ہاؤس کے چشم و چراغ ہو بیٹا...... تمہاری شخصیت میں ایک رعب ہونا چاہیے' دبدبہ ہونا چاہیے۔ ہم اثر ورسوخ والے لوگ ہیں بیٹا...... اتنی دریا دلی یا ہمدردی ہماری شان کے خلاف ہے۔'' کامران کے جاتے ہی سلمٰی خاور کی جانب بڑھیں اور خوشامدانہ انداز میں اس سے مخاطب ہوئیں۔

''بس مما......'' خاور نے انہیں دیکھا اور مزید کسی بحث کا ارادہ ترک کرتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھائے تو سلمٰی بیگم کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ ابھری۔

''نادان...... ہے یہ اور خزینہ مکار عورت' تمہیں اب کہیں پناہ نہیں ملے گی' میرا ہی کھا کر میرے ساتھ غداری کی کوشش کی تو نے۔'' سلمٰی بیگم دانت پیس کر اس سے مخاطب ہوئیں۔

❁......❁......❁
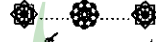
اختیارات اور دولت وامارت جو بھی اس راہ پر چل پڑتا ہے پھر اس کے قدم رکتے نہیں ہیں۔ اللہ بھی رسّی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ اب کہاں تک جائے گا' سلمٰی بیگم اور کامران عباسی بھی اسی راہ پر چلے جا رہے تھے۔

خاور عباسی ان دونوں سے الگ تھے' ان کی طبیعت میں عاجزی وانکساری تھی۔ ہمدرد دل کے مالک بھی تھے یہ ساری خصوصیات اپنے باپ امین عباسی سے ورثے میں ملی تھیں۔ خاور مزاجاً تھوڑے سنجیدہ تھے' ہمیشہ دوسرے لوگوں کا بھلا سوچا کرتے تھے۔ ہر عروج جب انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو زوال آنے لگتا ہے۔ سلمٰی بیگم کے لالچ غرور اور طاقت کو بھی زوال آ گیا۔ کامران کی بری صحبت کی لت نے ان کے غرور کے جھنڈے کو اکھاڑنا شروع کر دیا تھا جب سلمٰی بیگم نے خزینہ کو عباسی ہاؤس سے نکل جانے کا حکم دیا تو خاور عباسی ہی اس کی ڈھال بنا۔ خاور نے خزینہ کو صرف آپا کہا ہی نہیں بلکہ ثابت بھی کر دیا کہ وہ اسے بہن سمجھتا ہے۔ ایک کرائے کے مکان میں اس کی رہائش کا بندوبست کرنا خاور نے اپنا فرض جانا تھا اور گھروں میں لوگوں کے برتن مانجھنے کی بجائے خزینہ کو ایک باعزت طریقے سے روزی کمانے کا راستہ بھی مہیا کیا۔ وقتی ضرورت کے لیے سلائی مشین لے کر دی اور ایک اسکول میں بطور ٹیچر درخواست بھی دے دی۔

''اگر ہماری تھوڑی سی محبت سے کسی بے سہارا کو سر چھپانے کے لیے چھت مل سکتی ہے تو ہمیں ایسی نیکی کمانے کا موقع ہاتھ سے قطعاً نہیں جانے دینا چاہیے' تھوڑی سی محنت سے گھبرانا نہیں چاہیے۔''

''تم نے خدمت خلق کا کوئی ٹھیکہ نہیں اٹھار کھا۔'' سلمٰی بیگم تک جب یہ ساری اطلاعات پہنچیں تو وہ خاور کو رگیدنے لگیں۔

''یہ خدمت خلق نہیں مما انسانیت کے ناطے میرا فرض ہے۔'' وہ بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔ ''ویسے کمال کی بات ہے مما...... کامران بھائی کے کارناموں کے بعد آپ کو اپنا دل نرم کر لینا چاہیے تھا۔ دنیاوی شان وشوکت پر اترانا ہمیشہ اونچائی کا ضامن نہیں ہوتا' اپنی اکڑ پر اچھے اعمال کا پانی چھڑکنا اور اس کو نرم کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔'' ...... خاور انتہائی زچ ہو چکا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ سلمٰی بیگم اپنے رویے میں کوئی تبدیلی لاتیں یا اپنے آپ کو بدلنے کا سوچتیں کامران عباسی نے وہ کر دکھایا جس کا عباسی ہاؤس کی سات نسلوں نے نہ سوچا تھا۔ جوئے میں عباسی ہاؤس کو گروی رکھ دیا اور لاکھوں روپے لمحوں میں ڈوبنے لگے۔ سلمٰی بیگم کو یوں لگا جیسے کسی نے آسمان سے نیچے لا پٹخا ہو۔ وہ تو اپنے غرور و تفاخر میں اس قدر محو تھیں کہ اپنے ہی مہرے نے انہیں مات دے دی اور انہیں خبر نہ ہوئی۔

ندامت کی زندگی نے سلمٰی بیگم کو نڈھال کر دیا' خاور نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی صورت ایسی نکل آئے کہ عباسی ہاؤس کو بچایا جا سکے لیکن تا حال وہ مایوسی کا شکار تھا اور اس مایوسی پر ناکامی کی مہر تب ثبت ہوئی جب مسلسل انکار ہوا کہ حویلی ان لوگوں کے نام نہیں ہوگی۔ پیسے کے تنازع میں کامران کا قتل ہو گیا اور پھر حویلی پر ان کا قبضہ ہو گیا سلمٰی بیگم یہ صدمات برداشت نہ کر سکیں اور چند دن کی علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملیں۔ زندگی کا یہ وہ موڑ تھا جس نے خاور کو بھی بدل دیا' انتہائی سنجیدہ مزاج لیا دیا انداز' خاموش طبع' خاور عباسی کے دن رات ایسے ہی گزرنے لگے۔ خزینہ کو ایک اسکول میں جاب مل گئی' خاور سے اس کا رابطہ تھا۔

''خاور بھائی...... عباسی ہاؤس کو حاصل کرنے کے لیے آپ قانون کا سہارا لے سکتے ہیں۔'' جب بھی ملاقات ہوتی خزینہ' خاور سے کہتی۔

''آپا...... مجھے عدالتوں کے چکروں میں نہیں پڑنا' حویلی جاتی ہے تو جائے' اس حویلی نے میرا سب کچھ چھین لیا۔ مجھے اب اس میں کوئی دلچسپی نہیں...... بس یہ گھر اور بزنس سنبھال لوں تو بڑی بات ہے۔'' ہر دفعہ خزینہ کی بات پر خاور یہی کہتا تھا۔

''میں کہوں گی کہ آپ اپنا گھر بسا لیں' زندگی میں کچھ چینج

آئے گا تو زندگی بھی بدل جائے گی۔" خزینہ نے مشورہ دیا۔

"ہاں مشورہ تو اچھا ہے لیکن یہی بدلاؤ تو آپ کو بھی چاہیے۔" خاور نے اس کی بات کی تائید کی اور اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"خاور بھائی...... میری زندگی اب میرے بیٹے سے جڑ چکی ہے اور پھر ایک بہن کے لیے بھائی کے سر پر سہرا سجانا سب سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔" خزینہ نے سہولت سے انکار کیا۔

"اچھا کوئی لڑکی نظر میں ہے کہ میں اپنے لیے بھابی خود ڈھونڈوں۔" خزینہ شرارت سے اس سے پوچھنے لگی۔

"آپا اگر آپ کی نظر میں کوئی لڑکی ہے تو پلیز اسی کو بھابی بنالیں اور مجھے اس دردسری سے بچالیں۔" خاور ہنستے ہوئے بولا۔

"خاور بھائی...... بس پھر اب دیکھئے گا کیسی چاند سی بھابی ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔" خزینہ چائے سرو کرتے ہوئے مسکرا کر بولی۔ خاور نے اثبات میں سر ہلادیا' زندگی میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں کہ لوگ ہمارا سہارا بن جاتے ہیں جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے ایسے لوگوں کے ساتھ ایک اٹوٹ بندھن میں بندھ جاتے ہیں جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔

مریم' خزینہ کے ساتھ اسکول میں ٹیچر تھی' شوخ وشنگ سی لڑکی' ہلسی مذاق کو سمجھنے والی' سانولی صورت پُرکشش انداز والی مریم خزینہ کو بہت بھائی تھی۔ جب خاور نے کہا کہ وہ لڑکی ڈھونڈے تو خزینہ کے ذہن میں جو پہلا خیال آیا وہ مریم کا ہی تھا۔ ان دونوں کی ملاقات کروائی اور پھر مریم کی فیملی سے بات کی اور یوں چند مہینوں میں ہی مریم اور خاور کی شادی ہوگئی۔ سال بعد انشراح کی پیدائش کے وقت ہونے والی کچھ پیچیدگیوں نے دوبارہ ان کے آنگن میں کوئی پھول نہ کھلایا اور ان کی زندگی رواں دواں ہونے لگی۔

خزینہ کا بیٹا علی بہت حساس طبیعت کا مالک تھا' جس طرح کے حالات اس نے دیکھے وہ سب اس کے دل ودماغ پر ایک گہرا نقش چھوڑ گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ قناعت اور بردباری اس کی شخصیت کا حصہ بن گئیں لیکن چیدہ چیدہ لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات مختلف نوعیت کے تھے اور ان کے لیے علی ایک نہایت شوخ وشنگ لڑکا تھا لیکن عوام الناس میں وہ ایک نہایت سنجیدہ مزاج انسان تھا جس کے ساتھ بات کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنا پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ انشراح اور علی کی کبھی آپس میں نہ بنی تھی' انشراح اپنی ماں کی طرح شوخ طبیعت کی مالک تھی' ہلہ گلہ پسند کرتی تھی۔ فرینڈز گیدرنگ میں وہ ہمیشہ آگے رہتی تھی جبکہ اس کے مقابلہ میں علی تنہائی پسند تھا۔

خزینہ کو انشراح سے بے حد لگاؤ تھا وہ بھی پھوپو کہتے نہ تھکتی تھی لیکن جب انہوں نے علی کے رشتے کی بات کی تو وہ تلملا اٹھی۔ مریم کے مسلسل سمجھانے پر بھی جب وہ نہ مانی تو انہوں نے خاور سے بات کی اور انشراح کا انکار خاور کے گوش گزار کردیا۔ خاور نے انشراح کے انکار کو سنجیدگی سے نہ لیا۔ مریم کے برعکس خاور کافی اطمینان میں تھے اور یہی بات مریم کے ساتھ ساتھ انشراح کو بھی پریشان کررہی تھی ادھر خزینہ کا اصرار بڑھتا جارہا تھا وہ جلد از جلد فیصلہ کروانا چاہ رہی تھی۔

❋.....❋.....❋
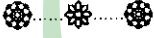
"آداب عرض ہے ماموں جان۔" خاور خزینہ کی طرف آیا' علی اسی وقت سویا ہوا جاگا تھا' شاور لے کر نکلا' بلیو جینز میں وائٹ ٹی شرٹ زیب تن کیے گئے بالوں کو ٹاول سے رگڑتا وہ اپنے مخصوص شریر لہجے میں خاور سے مخاطب ہوا۔

"کمال ہے یار...... بڑے کول لگ رہے ہو۔" خاور اور علی کی اچھی خاصی دوستی تھی' خاور کا شمار ان چند لوگوں میں تھا جو علی کی شوخیوں سے بھی واقف تھے۔ اس کے انداز پر خاور اٹھ کر اس سے ملے اور ساتھ ہی اس کی فریش طبیعت پر کمنٹ بھی پاس کیا۔

"بس ماموں جان آپ کا حسن نظر ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں واقعی ہماری نظریں تو بہت حسین ہیں۔" خاور نے بھی اس کی بات کی تائید کی تو دونوں ہنسنے لگے۔

"خاور بھائی ویسے ایک بات کہوں؟" خزینہ کھانا سرد کرنے لگی تھی' پلیٹیں ڈائننگ ٹیبل پر لگاتے ہوئے وہ مسکرا کر خاور سے مخاطب ہوئی۔

"ہاں کہیں آپا' کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"پتا نہیں کیوں خاور بھائی لیکن علی میں مجھے آپ کی کافی جھلک نظر آتی ہے جیسے آپ تھے ناں بہت زیادہ سنجیدہ مزاج' بہت زیادہ خیال کرنے والے اور شرارتی بھی۔ علی بھی کافی حد تک آپ سے مشابہت رکھتا ہے۔" خزینہ نے دونوں کو محبت پاش نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"دیکھا ماموں جان میری محبت کا اثر۔" علی یک دم ہی

مسخرے انداز میں بولا۔

''ہاں یار واقعی۔'' خاور نے علی کے چہکتے انداز کو دیکھ کر تائید کی۔

''ویسے مما آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ ماموں بھانجا جو ہوتے ہیں ناں وہ ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ شکلیں نہ ملیں تب بھی عادتیں ایک جیسی ہی ہوتی ہیں اور سب سے زیادہ خاص بات جو ہوتی ہے کہ دونوں کو ایک ہی عورت سے پیار ہوتا ہے اور اس عورت کی دونوں ہی زندگی ہوتے ہیں۔'' علی اپنی مخصوص جون میں بولتا چلا گیا جبکہ خاور کا قہقہہ بلند ہوا۔

''عورت کے لیے بیٹا بھی خاص اور بھائی بھی اور اگر ہوں بھی دونوں اکلوتے اکلوتے تو......''

''واہ کیا ٹھاٹ ہیں بھئی۔'' علی نے خاور کی جانب ہاتھ پھیلایا تالی دے ماری۔

''تو بہ ہی ہے ویسے خاور بھائی جیسا بھائی اور علی جیسا بیٹا ہو تو کون ماں اور کون بہن فخر نہیں کرے گی۔'' خزینہ نے بے انتہا محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''اچھا مما...... اب اموشنل نہ ہونا' جلدی سے کھانا لگائیں اور ماموں جان ذرا تیار رہیں کیرم کی بازی کے لیے۔'' علی نے مسکرا کر کہا' انداز میں ایک چیلنج تھا جسے خاور نے قبول کیا اور حامی بھرلی۔

''ویسے بھائی انشراح اور مریم کو بھی ساتھ لے آتے تو شام مزید خوشگوار ہو جاتی۔'' خزینہ کھانا لگاتے ہوئے بولی۔

''ہاں ان کا پروگرام تو تھا لیکن انشراح کی پڑھائی کی وجہ سے نہیں آئیں اور ویسے بھی میں سیدھا آفس سے یہاں ہی آیا ہوں۔'' خاور نے بتایا۔

''اچھا میں کل پرسوں تک خود چکر لگاؤں گی۔'' خزینہ نے ذومعنی انداز میں کہا۔ خاور سمجھ گیا کہ اس کی آمد یوں ہی نہیں ہوگی۔

ادھر ادھر کی باتوں کے دوران کھانا کھایا گیا' علی کی شوخیوں کو انجوائے کرتے ہوئے شام گزری' خاور بہت مسرور سے گھر واپس آئے تھے۔

❁......❁......❁

''تو تمہیں اعتراض کس بات پر ہے؟'' مریم نے کمرے میں قدم رکھا' انشراح کا بکھرا کمرہ اس کی ناراضی کی بھرپور عکاسی کررہا تھا۔

''کمال ہے امی آپ پر بھی' یہ تو ہیر رانجھے والا حساب کررہی ہیں' ساری رات کہانی سننے کے بعد پوچھا گیا کہ ہیر لڑکا تھا یا لڑکی۔'' انشراح بے حد بگڑے تیوروں کے ساتھ بولی تو مریم بے اختیار مسکرادی۔

''دیکھو بیٹا...... اگر تم یہ کہو گی کہ انڈر سٹینڈنگ کے لیے ایک دن لگے تو یہ ممکن نہیں ہے۔ چند وقت لگتا ہے مزاج ملنے میں' ایک دوسرے کو سمجھنے میں۔ تمہارا اعتراض اس لیے فضول ہے بیٹا کہ تم علی کو جانتی ہی نہیں اور ہر رشتے کی چند حدیں ہوتی ہیں' جنہیں وقت سے پہلے عبور نہیں کیا جاتا' تمہارے ابو بھی ایسے ہی تھے بیٹا......''

''امی یہ سب بورنگ باتیں ہیں۔'' انشراح منہ بسور کر بولی۔

''ہاں بہت بورنگ باتیں ہیں لیکن جب ان پر عمل کرنے لگو ناں تو بہت اچھی باتیں بھی یہی ہیں۔'' مریم نے دلار سے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے میری اور تمہارے ابو کی ہمیشہ سے اتنی ہی دوستی تھی؟ ہم ایسے ہی ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے تھے؟'' مریم اس کے پاس بیٹھی کہنے لگیں۔

''نہیں بیٹا...... بائیس سال لگے ہیں ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے میں۔'' مریم نے انشراح کے حیرت زدہ چہرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''بائیس سال......؟'' انشراح کی حیرت سوا نیزے پر تھی۔

''کوئی بھی رشتہ خاص طور پر میاں بیوی کا رشتہ ایک نومولود بچے کی مانند ہوتا ہے جب وہ وجود میں آتا ہے تو پہلے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولتا ہے' اپنوں کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے' روتا ہے' ہنستا ہے' رینگتا ہے' چلنے کی کوشش میں بار بار گرتا ہے' ضد کرتا ہے پھر چلنا شروع کردیتا ہے لیکن اسے شعور نہیں آتا' دس سال تک وہ اپنے آپ کو سنبھال تو لیتا ہے لیکن اسے پھر بھی سہاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔'' مریم اس کے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے مدھم آواز میں سمجھا رہی تھیں۔

''ایک رشتے کو بھی دس سال لگتے ہیں اپنے آپ کو سنبھالنے میں' ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے' دوسرے کے مزاج کو برداشت کرنے کے لیے صرف اور صرف وقت درکار ہے اور اس وقت میں برداشت اور صبر لازمی ہے۔'' انشراح کی نظریں مریم پر ہی جمی تھیں۔

''بیٹا...... شادی زبردستی ہو یا پسند کی ایک دوسرے کو سمجھنا ہے تو وقت دو ایک دوسرے کو دس سال کم از کم۔ ایک دوسرے کا عادی ہونے کے لیے ایک دوسرے کو انڈرسٹینڈ کرنے کے لیے رشتے میں شعور آنا بے حد ضروری ہے اور دو سال یا پانچ سال میں کسی کو اتنی سمجھ نہیں آتی کہ اپنا اچھا برا سوچ سکے۔'' انشراح اب نظریں جھکائے ان کو سن رہی تھی۔

''یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ علی کی جس نیچر کو تم محض سنجیدگی کہہ رہی ہو وہ اس کی سمجھداری ہو؟'' مریم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''میں پھر بھی نہیں چاہتی کہ تم پر زبردستی کوئی فیصلہ تھوپا جائے اور تم زبردستی اس کو نبھاؤ۔ میں علی کی حمایت نہیں کررہی کہ میری بیٹی کی خوشیاں مجھے زیادہ عزیز ہیں۔ ہاں ایک دوست کے ناطے ایک مشورہ ضرور دوں گی۔'' مریم اب ہلکے پھلکے انداز میں کہنے لگیں تو مریم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''اپنے ابو کی پسند کو سمجھنے کی ایک کوشش ضرور کرو، میں پھر بھی نہیں چاہتی کہ تم زندگی کا نیا سفر کسی قسم کی تلخی یا بدگمانی کے ساتھ شروع کرو۔'' مریم نے کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی انشراح نے سر ہلادیا۔

''امی...... ایک بات پوچھوں؟'' مریم اب اس کے بکھرے کمرے کو سمیٹ رہی تھیں کہ انشراح کسی سوچ میں گم ان سے پوچھنے لگی۔

''ہاں پوچھو۔'' مریم نے ذرا کی ذرا اس کی طرف دیکھا۔

''کیا اس بچے کی (نومولود رشتے کی) پرورش صرف عورت کو ہی کرنی پڑتی ہے؟''

''نہیں بیٹا...... رشتے کو پروان چڑھانے کی ذمہ داری دونوں کی ہوتی ہے جب تک دونوں طرف سے اپنا اپنا حصہ نہ ڈالا جائے یہ مٹی زرخیز نہیں ہوتی۔ ہاں کچھ معاملات میں عورت کی ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے لیکن ساری ذمہ داری صرف عورت کی نہیں ہوتی۔'' مریم کے ہر ایک لفظ سے ان کے اطمینان سے ان کے بائیس سالہ تجربہ کی کامیابی چھلک رہی تھی، انشراح نے پُرسوچ انداز میں اثبات میں سر ہلادیا۔

❁......❁......❁

''کیا ہوا تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟'' ثوبیہ کمرے میں آئی تو انشراح صوفہ پر بیٹھی کشن کو گود میں رکھے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

''پھوٹو بھی کچھ، کہیں پھر خالہ سے مار تو نہیں پڑی۔'' وہ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''پہلے کب مار پڑی ہے جواب پڑے گی۔'' انشراح نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

''پھر کیا بات ہے بدلے بدلے میرے سرکار کیوں نظر آرہے ہیں؟ کیا منصوبہ بنایا جارہا ہے اور من ہی من میں کون سے مشن کی تیاری ہورہی ہے؟'' ثوبیہ اور انشراح کزن ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین سہیلیاں بھی تھیں اور انشراح کی ہر شرارت میں جب تک ثوبیہ ساتھ نہ ہوتی شرارت ادھوری رہتی تھی۔

''علی کے بچے سے نبٹنے کا پلان سوچ رہی ہوں۔'' انشراح تیکھی نظروں سے اسے دیکھ کر ہاتھ کا مکا بنا کر ہتھیلی پر مار کر بولی۔

''علی کا کون سا بچہ......!'' ثوبیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''وہی جو ابھی ہوا نہیں۔'' انشراح دانت پیس کر بولی تو ثوبیہ کا بے ساختہ قہقہہ سارے بند توڑ کر ابل پڑا۔

''دفع ہوجاؤ بدتمیز انسان۔'' ثوبیہ سے ہنسی روکنا محال ہورہا تھا اور انشراح کا پارہ ہائی ہوا جارہا تھا۔

''یار اچھا بھلا میں نے انکار کردیا تھا کہ امی نے اتنا اموشنل کیا کہ اب سمجھ ہی نہیں آرہی کہ کیا کروں۔'' انشراح منہ بسور کر بولی۔

''یار اس میں سمجھ نہ آنے والی کون سی بات ہے ایسا کر علی بھائی کو پٹالے۔'' ثوبیہ نے آنکھ دبا کر مشورہ دیا۔

''یہی سوچا تھا لیکن کم بخت پٹانے کا طریقہ بھی تو آنا چاہیے ناں اور پٹنے والا بھی ذرا اسمائل کرے تو۔'' انشراح اچھی خاصی تپی ہوئی تھی۔

''ویسے یار مذاق ایک طرف لیکن علی بھائی ہیں بہت ڈیشنگ بس مسکرانے میں ذرا کنجوسی کرتے ہیں اس کے علاوہ سب سیٹ ہے۔''

''ہاں بس ایک تم رہ گئی تھیں اس کی تعریف کے لیے۔'' وہ تپ کر بولی۔

''میں مبالغہ آرائی سے کام نہیں لے رہی سچ کہہ رہی ہوں ویسے علی بھائی اتنے سنجیدہ مزاج بھی نہیں ہیں۔ انکل اور باقی سب سے تو کافی ہنسی مذاق ہے ہاں تمہارے سامنے شاید کچھ زیادہ ہی خاموش رہتے ہیں۔'' ثوبیہ نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو انشراح فقط اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

"اللہ کا نام لے کر علی بھائی کے خواب دیکھنے شروع کردو۔" ثوبیہ اس کو خاموش دیکھ کر ایک بار پھر شریر لہجے میں بولی۔
"اچھا....." انشراح ابھی تک پُرسوچ انداز میں بیٹھی تھی۔
"اب کیا ہوا؟"
"کچھ نہیں‘ اب سوؤں گی تو خواب آئیں گے ناں‘ جاگتی آنکھوں سے کیسے خواب دیکھوں۔" انشراح اسے گھور کر بولی تو وہ مسکرانے لگی۔
"ایک خواب تصور کی آنکھ سے بھی دیکھا جاتا ہے‘ جب تک نیند نہیں آتی وہی دیکھ لو۔" ثوبیہ اس کو چھیڑنے لگی۔
"تصور کی آنکھوں والے خواب تو اب آتے آتے ہی آئیں گے پہلے نیند والے خواب تو آئیں۔" انشراح قدرے بدمزاجی سے بولی۔
"ویسے کتنا مزہ آئے گا ناں تمہاری شادی پر....."
"شادی میری ہوگی تو مزہ تمہیں کیوں آئے گا؟" انشراح نے اسے گھورا۔
"لو یہ بھی صحیح کہا‘ بھلا دلہن کو بھی اپنی شادی کا کبھی مزہ آیا ہے وہ تو تیار شیار ہو کر بت بن جاتی ہے۔" ثوبیہ ہنستے ہوئے کہنے لگی۔
"ارے او بی بی..... کس دنیا میں رہتی ہو؟ یہ کوئی اسی کی دہائی نہیں ہے جہاں دلہن سو گز کا گھونگھٹ نکال کر ایک کونے میں بیٹھ جاتی ہے‘ مجھ سے تو کم از کم ایسی کوئی توقع نہ رکھنا۔"
"ارے او بی بی..... اب کیا تم بھی چھچھوری دلہن کا خطاب لو گی؟ خبردار جو ایسا کچھ سوچا بھی‘ دلہنیں شرماتی ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ شرم کی پوٹلی بنی دلہن ہی آنکھوں کو اچھی لگتی ہے اور دل میں سماتی ہے۔" ثوبیہ نے اس کے ارادوں کو سو صلواتیں سناتے ہوئے فرمان جاری کردیا‘ انشراح نے خشمگیں نظروں نے اسے دیکھا۔
"تم ناں میری شادی پر اپنے ارمان پورے کرلینا لیکن خبردار اگر اپنی شادی پر میری شو ختم کرنے کی کوشش کی تو ہڈی پسلی ایک کرکے حجلہ عروسی تک نہ پہنچایا تو ثوبیہ نام نہیں میرا۔" ثوبیہ نے باقاعدہ ایکٹنگ کرتے ہوئے اسے وارننگ دی اور اس سے پہلے وہ کوئی گوہر افشانی کرتی انشراح نے پاس رکھا کشن اس کی طرف پھینکا جو کہ سیدھا نشانے پر لگا تو ثوبیہ کراہ کر رہ گئی اور دوسرے پل اس کی طرف بھاگی۔
انشراح اس کے ارادے بھانپتے ایک ہی جست میں چھلانگ لگا کر باہر کو دوڑی۔ بھاگتے ہوئے وہ کسی سے ٹکرائی‘ اس تک پہنچتی ثوبیہ کی اسپیڈ کو بھی یک دم بریک لگ گئے تھے۔

❁.....❁.....❁

"کبھی انسانوں والے کام بھی کرلیا کرو۔"
"جج..... جی....." اس نے آنکھیں پٹپٹا کر اسے دیکھا۔
"اور ثوبیہ تم..... تم سے ایسی اوچھی حرکت کی امید نہ تھی۔" وہ اپنا بازو سہلاتے ہوئے قہر آلود آنکھوں سے اسے گھور کر اب ثوبیہ سے مخاطب تھا۔
"سس..... سوری علی بھائی وہ‘ ہم بس ایسے ہی....." ثوبیہ بھی خوامخواہ شرمندہ ہورہی تھی اور انشراح انتہائی غصے سے بمشکل لب بھینچے کھڑی تھی۔
"ممانی جان بلا رہی ہیں۔" علی نے ایک نظر اس کے روٹھے انداز پر ڈالی اور کہتے ہوئے وہاں سے پلٹا۔
"اُف..... جان میں جان آئی‘ تیرا کیا ہوگا کالیا۔" ثوبیہ نے گہرا سانس لیا اور شریر لہجے میں انشراح سے پوچھا جواب پیر پٹختی وہاں سے ڈرائنگ روم کی جانب بڑھی تھی۔
"السلام علیکم پھوپو....." وہ خزینہ کی جانب بڑھی جو مریم کے ساتھ صوفہ پر براجمان تھی اور خاور دوسرے صوفے پر بیٹھے تھے جبکہ علی اس کی کتابوں کے ریک کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا تھا اور ہاتھ میں اس کی کوئی کتاب اٹھا رکھی تھی‘ بہت تاڑنے کے باوجود بھی وہ دیکھ نہ پائی کہ کون سی کتاب ہے۔
"وعلیکم السلام! میری بیٹی کیسی ہے؟" خزینہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کو گلے لگاتے ہوئے بولی تو علی نے یک لخت دیکھا اور پل کی پل دھیرے سے مسکرایا جبکہ انشراح خوامخواہ ہی سرخ پڑ گئی۔ کچھ خالجت اور کچھ جھنجھلاہٹ یک دم ہی طاری ہوئی تھی۔
"جی پھوپو میں ٹھیک ہوں‘ آپ کیسی ہیں اور کب آئیں؟ آپ کے آنے کا تو پتا ہی نہیں چلا۔" انشراح مدھم انداز میں ان سے پوچھنے لگی۔
"بس بیٹا ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی آئے ہوئے۔"
"انشراح‘ ثوبیہ کے ساتھ مل کر چائے کا انتظام کرو‘ آپا کھانا کھا کر جائیں گی تو بیٹا بعد میں دونوں مل کر کھانا بھی پکا لو۔" مریم نے انشراح کی طرف دیکھ کر کہا۔
"ہاں بھئی کھانا تو ہم کھا کر ہی جائیں گے‘ کیوں علی؟" خزینہ نے ہنستے ہوئے علی کو دیکھا۔

"لیس مما' ان فیکٹ مجھے تو بھوک بھی لگ رہی ہے' چائے کے ساتھ اگر کوئی سموسے' پکوڑے پیش کرنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" علی نے کہا تو انشراح نے اسے دیکھا لیکن وہ تو اس طرف متوجہ نہ تھا' نظریں کتاب کے صفحے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہاں...... ہاں بیٹا کیوں نہیں' انشراح چلو تم کچن میں' میں آتی ہوں۔" مریم نے خوش دلی سے کہا جبکہ انشراح دانت پیس کر وہاں سے اٹھی تھی۔

"اتنا بھونڈو ہے نہیں جتنا خود کو پریزینٹ کرتا ہے۔" انشراح نے کچن میں قدم رکھا اور بڑبڑائی۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا بندہ ٹھیک ٹھاک لگتا ہے' خواب دیکھنے شروع کردے ویسے وہ تجھے نرم و میٹھی نظروں سے گھور رہے تھے۔" ثوبیہ بولی۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" انشراح کمر پر ہاتھ رکھے اس کی طرف پلٹی۔

"بھوک لگی تھی تو یہ کھا رہی ہوں۔" ثوبیہ نے دہی بھلے والی پلیٹ اس کے سامنے کی۔

"تم کھا کھا کر مر جانا' اب بس کرو اور پکوڑے تیار کرو' میں تب تک چائے تیار کرتی ہوں۔"

"اتنی گرمی میں پکوڑے کون کھائے گا؟"

"اب تم میرا زیادہ منہ نہ کھلوانا' جلدی سے بناؤ۔" انشراح نجانے کیوں سخت تپی ہوئی تھی۔

"ہاہاہا...... وری گڈ' ابھی سے نام نہ لینے کی پریکٹس ہو رہی ہے۔" ثوبیہ نے ایک اور شرارت کی۔

"تم اپنی بکواس بند کرو۔" انشراح نے چائے کا پانی چڑھاتے ہوئے کہا۔

"بڑا آیا نواب زادہ...... فرمائشیں تو ایسے کر رہا جیسے سسرال آیا ہے۔" انشراح الماری سے کپ نکال کر ٹرے میں رکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

"آہم...... ہاہاہا......" ثوبیہ کا قہقہہ پورے کچن میں گونجا تو انشراح سٹپٹا کر رہ گئی۔

"جھوم اے دل وہ میرا جان بہار آئے گا
پیار مہکے گا' امنگوں پر نکھار آئے گا"

ثوبیہ ٹیبل بجاتے ہوئے اپنی آواز کا جادو جگانے لگی' انشراح نے آگ برساتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"مجھ سے اقرار وفا جب سر محفل ہوں گے
گنگناتے سے وہ پل دید کے قابل ہوں گے"

ثوبیہ پر اس کی کڑی نگاہوں کا رتی بھر بھی اثر نہ ہوا تھا اور وہ مسلسل لطف لے رہی تھی۔

"اوہو...... یہاں تو محفل موسیقی جاری ہے' ہم سمجھے تھے ہماری خاطر تواضع کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔" اس سے پہلے کہ انشراح مزید کچھ کہتی رعب دار آواز پر جہاں انشراح نے رخ موڑا تھا وہیں ثوبیہ کی ڈھولک کی تھاپ کو بھی بریک لگ گئے تھے۔

"نن...... نہیں علی بھائی' ہم تو ایسے ہی......" ثوبیہ پر بوکھلاہٹ طاری ہوئی۔

"چائے پک گئی ہے کیا؟" علی رخ موڑے کھڑی انشراح کو گھورتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"دس منٹ میں تیار ہو جائے گی۔" انشراح نے بمشکل لہجے کو کنٹرول کرتے ہوئے جواب دیا جبکہ ثوبیہ کی نظریں علی کے تاثرات جاننے میں لگی تھیں۔

"دس منٹ تو بہت زیادہ ہے' مجھے ایک ضروری کام سے باہر جانا ہے آپ باقی سب کو سرو کریں میں واپس آ کر لے لوں گا۔" علی نارمل لہجے میں کہہ رہا تھا۔ انشراح نے پل کی پل نظر اٹھا کر اسے دیکھا جبکہ ثوبیہ تو باقاعدہ اسے گھور رہی تھی' علی اپنی بات کہہ کر واپس چلا گیا تھا۔

"واہ...... واہ یار' کیا مزے ہیں' صاحب باہر جا رہے ہیں تو ابھی سے بتا کر جا رہے ہیں۔" اس کے جاتے ہی ثوبیہ نے ہاتھ کو گھما کر کہا۔

"تو مان نہ مان یہ جو علی بھائی ہیں ناں یہ دل ہی دل میں تجھے چاہتے ہیں۔" ثوبیہ نے پرسوچ انداز میں کہا۔

"پھر شروع ہو گئی تمہاری بکواس؟" انشراح نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن نجانے کیوں اسے اپنے غصے میں کرختگی محسوس نہیں ہوئی شاید اس پر مریم کی باتوں کا اثر ہو رہا تھا کہ جب تک کسی رشتے کو وقت نہ دو وہ شعور کی منزل کو نہیں پہنچتا یا شاید ان کے درمیان طے ہونے والے تعلق کا اثر تھا کہ اس کے دل میں علی کے لیے نرم جذبات جاگ رہے تھے اور جھنجھلاہٹ ان احساسات کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے تھی۔

"روح کھنکے گی' نگاہوں میں خمار آئے گا
جھوم اے دل وہ میرا جان بہار آئے گا"

"اس کے چہرے پر جمی جب میری گستاخ نظر......" ثوبیہ نے اسے سوچ میں گم دیکھا تو ایک بار پھر ٹیبل بجانے لگی۔ انشراح نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا اور ابلتے پانی میں چینی اور پتی ڈالنے لگی۔

"اُف...... یہ ادا یہ ناز یہ انداز آپ کا
دھیرے دھیرے پیار کا بہانہ بن گیا"

ثوبیہ اٹھ کر جھومتے ہوئے گنگنائی تو پہلی بار ایسا ہوا کہ انشراح بھی مسکرادی۔

❀❀❀

"مریم...... تم نے انشراح سے بات کی تھی؟" سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد مریم جب کمرے میں داخل ہوئی تو خاور نے اس سے پوچھا۔

"ہاں بات تو کی تھی بلکہ سمجھایا بھی تھا' ہم خوش قسمت ہیں کہ ہماری بیٹی نے اعتراض کے باوجود ہماری بات پر غور کرنے کی حامی بھری ہے۔" مریم کے لہجے میں بیٹی کے لیے بے انتہا محبت عیاں تھی۔

"آپا کی آج آمد کے بارے میں بھی بتایا انشراح کو؟" خاور نے اطمینان بھرا سانس خارج کرتے ہوئے اس سے مزید استفسار کیا۔

"ڈھکے چھپے الفاظ میں تو کہا تھا لیکن ابھی تفصیلاً بات نہیں ہوئی اور وہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کی...... میں چاہتی ہوں اس کو تھوڑا سا وقت ملے' میری باتوں پر غور کرے اور خود فیصلہ کرے اور مجھے یقین ہے کہ انشراح کا فیصلہ ہمارا سر فخر سے بلند ہی کرے گا۔"

"ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔" خاور عباس' مریم کی اس اطلاع پر بے تحاشا خوش تھے۔

یوں بھی علی ان کو بہت عزیز تھا' سلجھا ہوا اور شریف لڑکا تھا۔ رشتوں کی عزت اور قدر کرنا جانتا تھا' اس کی عادت میں چھچھورا پن نہیں تھا۔ سنجیدہ مزاج کا لیکن اعلیٰ دل و دماغ کا مالک علی خاور کو اپنی بیٹی کے لیے ہر لحاظ سے مناسب لگتا تھا' اسی لیے جیسے ہی خزینہ نے اشارہ دیا دونوں میاں بیوی بغیر کسی حیل و حجت کے راضی ہوگئے تھے۔

"تمہیں کیا لگتا ہے اس کے ساتھ زبردستی کی جارہی ہوگی؟" ثوبیہ اپنے گھر جاچکی تھی اور اب انشراح مسلسل کال کرکے اس کا سر کھارہی تھی۔

غزل

ماتھے پہ تیرے نام کی بندیا سجائی ہے
پیروں کو نازک چاندی کی پائل پہنائی ہے
رس گھول کر محبت کا، وفا کا، حیا کا
میٹھے میں خاص تمہارے لیے کھیر بنائی ہے
آئے گا رنگ خوب تر چاہت کا تمہاری
ہاتھوں پہ حسین نقش کی مہندی لگائی ہے
سرخ آنچل ٹکاؤں پھر سے سر پہ آج اپنے
نہ جانے میرے من میں کیا یہ سمائی ہے
لوٹ آؤ کہ آنکھیں تکتی ہیں راہ تمہاری
آنگن میں خوش گوار سی عیدالفطر آئی ہے

مونا شاہ قریشی...... کبیر والہ

"اب مجھے کیا پتا۔" وہ منہ بسور کر بولی۔

"اُف یار تم خوامخواہ ٹینشن لے رہی ہو اب خود سوچو کیا خزینہ آنٹی اپنی اکلوتی اولاد کی زبردستی شادی کریں گی؟ آج کل تو لڑکیوں کی مرضی پوچھی جاتی ہے تو کیا علی بھائی سے ان کی مرضی نہ پوچھی گئی ہوگی۔" ثوبیہ اس کو تسلی دے رہی تھی۔

"یہ بھی نہ کہو ان ماؤں کا کوئی بھروسہ نہیں ایموشنل بلیک میل کرکے اولاد سے کچھ نہ کچھ کروا لیتی ہیں۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے ناں خزینہ پھوپو نے علی کو بھی کوئی ایسی ویسی دھمکی دی ہو اور وہ راضی ہوگیا ہو؟" انشراح کی کسی طور تسلی نہ ہورہی تھی۔

"ہاں خزینہ آنٹی کی تو بہت جائیداد ہے ناں امریکہ' لندن اور پیرس میں پھیلے بزنس سے عاق کرنے کی دھمکی دی ہوگی۔" ثوبیہ اب تپ کر بولی۔

"ہیں...... ان کا بزنس امریکہ' لندن' پیرس کب شفٹ ہوا؟" اپنی الجھن میں انشراح نے ثوبیہ کے لہجے اور طنز پر دھیان ہی نہیں دیا۔

"محاورتاً بولا ہے۔" ثوبیہ کا صحیح معنوں سر پیٹ لینے کا جی چاہا۔

"یہ کون سا وقت ہے محاورہ ایجاد کرنے کا۔" انشراح برا مناتے ہوئے بولی۔

"اچھا میری دادی اماں' بخش دے اب' سو اور سونے دے۔" ثوبیہ اب انتہائی عاجز آچکی تھی۔

"مگر ایسے ہی باتیں سوچتی رہی ناں تو کوئی نہ کوئی اور بات

بھی نظر آنے لگے گی' بہتر یہی ہے کہ علی بھائی کے بارے میں اچھا اچھا سوچ کر نئی زندگی کے سپنے سجاؤ۔'' ثوبیہ نے جمائی لیتے ہوئے کہا تو چاروناچار انشراح کو اس سے اتفاق کرنا پڑا اور فون بند کرتے ہوئے اس سے آنکھیں موند لیں۔

❁......❁......❁
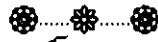
''جی امی جو آپ اور ابو مناسب سمجھیں۔'' وہ حتمی فیصلے پر پہنچ چکی تھی اور وہ علی کے حق میں تھا۔ امی کی بات ٹھیک ہے ہر نئے رشتے کے ساتھ ایڈجسٹ ہونے میں وقت لگتا ہے' ایک ماحول سے دوسرے ماحول میں اپنے آپ کو ڈھالنے میں تھوڑی بہت تو مشکل پیش آتی ہے تو پھر امی ابو کی بات مان لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

''میری اچھی بیٹی۔'' مریم کے پوچھنے پر جب سر جھکا کر انشراح نے کہا تو مریم کو بے اختیار اس پر پیار آ گیا۔

''ان شاء اللہ میری بیٹی کو کبھی بھی اپنے اس فیصلے پر پچھتانا نہیں پڑے گا سچے من اور صاف نیت سے علی کی طرف قدم بڑھاؤ گی تو ہر رستہ خود بخود آسان ہوتا جائے گا۔ نکاح میں بہت طاقت ہے بیٹا...... یہ ایک ایسا بندھن ہے جس میں بندھنے سے محبت خود بخود پروان چڑھتی ہے۔'' مریم نے مسکرا کر کہا تو انشراح کے چہرے پر ایک شرمگین مسکراہٹ ابھری۔

''اچھا میں ابھی تمہارے ابو کو بتاتی ہوں اور خزینہ آپا کو بھی یہ خوش خبری سناتی ہوں' وہ تو رمضان سے پہلے رسم کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے ہی منع کیا تھا لیکن اب تم راضی ہو تو رسم کر لیتے ہیں۔'' مریم اٹھتے ہوئے بولی تو انشراح کی دھڑکنیں یک دم ہی ادھم مچانے لگیں۔

''امی...... کیسی رسم کرنے کا کہا ہے پھوپو نے۔'' ایک دم ہی انشراح کو ڈھیروں ڈھیر شرم نے آ گھیرا۔

''منگنی یا شاید نکاح۔'' مریم کے قدم تھمے اور اس کو اطلاع دی۔

''نکاح......؟'' اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

''بیٹا سب ٹھیک ہوگا' بھروسہ رکھو۔ ابھی منگنی کا ہی کہا ہے آپا نے' اگلے ہفتے تو رمضان شروع ہو رہے ہیں ناں تو اس سے پہلے ایک تقریب کرنا چاہ رہی ہیں۔'' مریم نے اسے تفصیل بتائی تو انشراح اثبات میں سر ہلا گئی لیکن دل میں ایک عجیب سا وسوسہ ابھی تک باقی تھا' لاشعوری طور پر انشراح علی کی طرف سے کسی پیغام کے انتظار میں تھی تاکہ اس کی نظر میں علی کی سنجیدہ

نیچر کی چھاپ مدھم پڑ سکے۔

''لیکن......'' اس نے گہرا سانس لیا اور اپنے آپ کو آنے والی زندگی کے لیے تیار کرنے لگی۔ کچھ دیر تک بیٹھی طرح طرح کی سوچوں میں الجھی رہی اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

❁......❁......❁

''ہیلو السلام علیکم!'' وہ کمرے سے باہر نکلی تو ڈرائنگ روم میں رکھا لینڈ لائن کا سیٹ مسلسل شور کر رہا تھا' اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں لیکن مریم کہیں نظر نہ آئی تو آگے بڑھ کر اس نے فون اٹھالیا۔

''وعلیکم السلام! کون بول رہا ہے؟'' ایک پل میں اس کا دل دھڑکا۔

''میں بول رہا ہوں' ماموں جان سے بات کرواؤ۔'' بنا کسی اور بات کے وہ سیدھے سپاٹ لب ولہجے کے ساتھ مخاطب ہوا تو انشراح یک دم خاموشی کی زد میں آنے لگی۔

''ابو تو شاید گھر پر نہیں ہیں۔'' انشراح ایک بار پھر کھوجتی نظروں سے ہر طرف دیکھ رہی تھی۔

''اور ممانی جان؟'' وہ اب مریم کی بابت پوچھنے لگا۔

''امی بھی نظر نہیں آ رہی...... شاید کسی کام میں مصروف ہیں' میں دیکھتی ہوں اور بات کرواتی ہوں۔'' خلاف معمول انشراح نہایت ٹھہرے انداز میں مخاطب ہوئی۔

''اور تم......؟''

''جی میں ادھر ہی ہوں' ایک منٹ ہولڈ پر رہیں میں امی کو بلاتی ہوں۔'' انشراح ریسیور رکھنے لگی تھی۔

''ایک منٹ سنو۔'' اس سے پہلے کہ وہ ریسیور سائیڈ پر رکھ دیتی علی کی آواز ابھری تو اس نے ریسیور کان سے لگالیا۔

''جی؟'' وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی۔

''میرے دوست کی شادی ہے اس نے فیملی انویٹیشن دیا ہے۔'' علی نے کہنا شروع کیا تو انشراح کی حیرانی میں چنداں اضافہ ہوا۔

''تو......؟'' اس کے خاموش ہوتے ہی انشراح بولی۔

''کیا تم بھی چلو گی ساتھ؟'' علی کے لب ولہجے میں کچھ ایسا تاثر ضرور تھا کہ انشراح کا دل یک دم دھڑکا۔

''میں...... آئی مین...... میں کیسے آ سکتی ہوں؟'' وہ ایک دم نروس ہوئی۔

"تم ہامی تو بھرو میں لینے آ جاؤں گا۔" علی کا لہجہ مسکرایا تھا۔

"مجھے تو کوئی کارڈ نہیں ملا میں کیسے ہامی بھرلوں؟" انشراح کا انداز بدلا۔

"تم آنے کا وعدہ کرو، کارڈ بھی مل جائے گا۔" علی کے لہجے میں ایک اصرار تھا۔

"کارڈ ملے بغیر آنے کا وعدہ کیسے کروں؟" انشراح اس بحث سے لطف اندوز ہونے لگی۔

"تم وعدہ تو کرو۔" وہ اپنی بات پر قائم تھا۔

"ایسے تو کوئی وعدہ نہیں کرتا ناں۔" انشراح کا لہجہ ذومعنی تھا۔

"تو پھر کیسے کیا جاتا ہے؟" علی مسکرایا۔

"یقین ہو تو وعدہ کیا جاتا ہے۔" انشراح مدھم آواز میں بولی۔

"اچھا کارڈ مل گیا تو پھر وعدہ؟" علی اس کو لاجواب کرنے کے درپے تھا۔

"مل گیا تو پھر سوچوں گی۔" وہ کھلکھلائی تھی' ایک پل میں ہی سارے وسوسے دور ہوگئے تھے۔

"ہاہاہا...... بہت اسمارٹ ہو۔" وہ بے ساختہ تعریف کر گیا۔

"تھینک یو۔" اس نے مسکرا کر کالر جھاڑا۔

"بائے دا وے' تھینک یو ٹو۔" علی اعتماد سے بولا۔

"کس بات کے لیے؟" وہ حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"ہاں کرنے کے لیے۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن میں نے تو ابھی ہاں نہیں کی وہ تو کارڈ ملنے کے بعد کروں گی۔"

"اپنا خیال رکھنا' جلدی ملاقات ہوگی۔" گمبیر فسوں خیز انداز میں ادا کیے گئے چند الفاظ اس کو بہت ساری خوشیوں کی نوید سنا گئے تھے۔

"ہیلو......" علی نے اس کے جواب کا انتظار کیا لیکن وہ تو حواس کھو چکی تھی جواب کیسے دیتی' اس کی لمبی ہیلو نے اس کو چونکایا۔

"ج ج...... جی......" لمحہ بھر میں ہی وہ پُر اعتماد سی لڑکی بوکھلائی۔

"میں سمجھا کال ڈراپ ہوگئی۔" علی گویا ہوا۔

"یہاں تو دل ہی ڈراپ ہوگیا اب کال کی کس کو خبر......" وہ زیرلب بولی اور پھر چند ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اللہ حافظ کہہ

عید

عید کے دن کے لیے سوچا تھا
عید آئے گی تو خوش ہوں گے
سبھی اور میں بھی
لیکن اک عام سا دن تھا
کچھ زیادہ اداس
سارے غم آنے لگے یاد
مجھے کیوں اسی دن
یہ میرا دل ہے یا کسی غریب کا گھر
خالی رہتا ہے خوشی سے ہر پل
گھیر کے لاتی ہوں خوشیاں
پرندوں کی طرح
پھر سے اڑ جاتی ہیں یہ
چھوٹی چڑیوں کی طرح
باز آجا میرے دل اس روش سے تو
تھام لے بڑھ کے ہاتھوں میں
ننھی خوشیوں کے دیئے
مل کے کردیں گے
روشن تیرے سونے دل کو
اک جگنو بھی بہت ہوتا ہے
تاریکی میں

رضوانہ صدیقی...... ملتان

کر فون بند کر دیا۔

❁......❁......❁
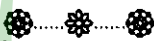
"میرا تحفہ تو کرلے قبول معاف کرنا ہوئی مجھ سے بھول
کیونکہ لہنگا ہوا بڑا مہنگا' میں چنری لے آیا"

اور پھر آفیشلی رشتے کے لیے ہاں کردی گئی' خزینہ منگنی کرنا چاہ رہی تھی اور اسی غرض سے اس نے انشراح کی منگنی کا سوٹ اپنی پسند سے لیا تھا۔ انشراح کمرے میں داخل ہوئی تو ثوبیہ اور مریم بیٹھی ساری چیزیں دیکھ رہی تھیں' ثوبیہ اسے دیکھتے ہی گنگنانے لگی۔

"تم کیوں اتنی خوش ہوئی جارہی ہو۔" انشراح نے اسے

گھورا اور ساتھ ہی کپڑوں کے ڈھیر میں سے کپڑے دیکھنے لگی۔

"تم یہ میری منگنی پر پہنوگی؟ کیا خود ہی دلہن بننے جارہی ہو؟" انشراح نے ثوبیہ کے ہاتھ میں پکڑے برائٹ اورنج سوٹ کی طرف دیکھ کر استہزائیہ انداز میں کہا' خزینہ نے منگنی کے لیے سب کے لیے سوٹ بھیجے تھے جو سب دیکھ رہے تھے۔

"کیا مطلب ہے؟" ثوبیہ نے قہر آلود نظروں اسے اسے دیکھا۔

"یار چھوٹا سا تو منگنی کا فنکشن ہے اب اگر تم اس سوٹ میں اٹینڈ کروگی تو عجیب نہ لگوگی؟" انشراح تیز تیز بولتی آخر میں سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگی تو ثوبیہ جو ابرو اچکائے اسے دیکھے جارہی تھی ایک دم ہنسنا شروع ہوئی اور پھر ہنستی ہی چلی گئی۔

"ہیں..... اس کو کیا ہوا؟" انشراح بڑبڑائی اور مریم کی طرف دیکھا جو اب کپڑوں کو سمیٹ رہی تھیں۔

"کیا ہوا ہے' کیا کوئی دورہ پڑ گیا ہے؟ ڈاکٹر کو کال کروں۔" جب ثوبیہ کچھ نہ بولی اور یوں ہی ہنستی رہی تو انشراح تیکھے لہجے میں بولی۔

"محترمہ انشراح صاحبہ..... آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ سوٹ جس میں ابھی آپ ہزار قسم کے نقص نکال چکی ہیں ناں یہ آپ کی مستقبل کی مستقل ساسو ماں نے آپ کے لیے بھیجا ہے منگنی پر پہننے کے لیے۔" ثوبیہ کی بات ختم ہوئی تو اس کی اطلاع پر وہ یوں اچھلی جیسے اس نے کوئی بم پھوڑا ہو۔

"واٹ....." اس کی زبان گنگ ہوئی۔

"تم مذاق کر رہی ہو ناں؟" دوسرے پل وہ ٹارزن کو بھی مات دیتے ہوئے چھلانگ لگا کر ثوبیہ کے برابر میں آ گری۔

"نہ بیٹا' یہ مذاق نہیں حقیقت ہے' یہ سوٹ آپ کا ہوا۔" ثوبیہ نے اس کی شاکڈ شکل سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس کو چٹکی کاٹی تو وہ تلملا کر رہ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" وہ بازو سہلاتے ہوئے کڑک دار آواز میں بولی۔

"یہ بدتمیزی نہیں آپ کو یقین دلانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے کہ یہ سوٹ خواب نہیں بلکہ جیتی جاگتی حقیقت ہے۔" ثوبیہ بے تحاشا ہنستے ہوئے اس کو زچ کرنے لگی۔

"حد ہوتی ہے یار..... پھوپو کو پتا بھی ہے کہ میں اس طرح کے اتنے شوخ رنگ نہیں پہنتی۔" انشراح برائٹ اورنج کام والے سوٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے انتہائی بے زاری سے بولی۔

"یہ پہن کر تو میں پوری مالٹا لگوں گی۔" وہ سوٹ کو پرے کرتے ہوئے بولی۔

"ہاہاہا..... آپ جانو اور آپ کی ساسو ماں' سانوں کی۔" ثوبیہ نے ہری جھنڈی دکھائی۔

"سانوں کی..... کی کچھ لگتی کوئی مشورہ تو دو۔ اس کے ساتھ کنٹراسٹ کا۔ اب اتنے خالص رنگوں کا کہاں زمانہ رہا ہے۔" انشراح صحیح معنوں میں دل برداشتہ ہو رہی تھی۔

"خزینہ آنٹی خالص زمانے کی پیداوار ہیں ناں اس لیے وہ ملاوٹ کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتی ہوں گی ناں۔" ثوبیہ نے آنکھ دبا کر اسے پھر چھیڑا۔

"ویسے مائی ڈیئر کزن..... آپ کے لیے ناں یہ مقام خاصا فکر مند ہے' مجھے تو لگتا ہے شادی کے بعد آپ کبھی مالٹا' کبھی گاجر' کبھی آم اور کبھی تربوزہ ہی بنی پھرا کروگی۔ خزینہ آنٹی کو ملاوٹ پسند نہیں اور....."

"جسٹ شٹ اپ..... زیادہ اوٹ پٹانگ مشورے دینے کی ضرورت نہیں..... میں یہ نہیں پہنوں گی بتا دینا ان کو۔" وہ اچھے خاصے دبنگ لہجے میں کہتی وہاں سے اٹھی۔

اور پھر اچھی خاصی ضد کر کے انشراح نے اورنج سوٹ کے ساتھ کنٹراسٹ کے لیے مریم کو راضی کر لیا تھا۔

"امی آپ بھی حد کرتی ہیں' جب پھوپو نے کہہ دیا کہ میں جیسے چاہوں اس شرٹ کے ساتھ سلوک کروں تو آپ خوامخواہ ظالم سماج کا کردار کیوں ادا کر رہی ہیں۔" خزینہ تو مان گئی تھی لیکن مریم مسلسل اس کو لتاڑے جارہی تھیں۔

"بیٹا اس نے تو مروتاً کہاں ہے ناں۔"

"ہاں تو مروتاً کیوں کہا؟ میں نے کون سا مروتاً پوچھا تھا۔" انشراح جھنجھلائی۔

"انشراح بیٹا....."

"امی پلیز....." انشراح اب بے زاری سے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے' جو تمہیں ٹھیک لگتا ہے کرو۔" اس کی ضد اور جھنجھلاہٹ کے سامنے مریم کو بالآخر ہتھیار ڈالنے ہی پڑے اور یوں بھی خزینہ نے اجازت دے دی تھی تو ان کا اعتراض اب بے معنی تھا اور پھر انشراح نے علی کے نام کی انگوٹھی پہن لی۔

دو دن بعد رمضان شروع ہو رہا تھا لیکن علی کی طرف

سے کوئی ایسا رسپانس نہ ملا تھا۔ ان چند باتوں کے علاوہ منگنی کے بعد وہ اس کی طرف سے کسی میسج کی منتظر تھی لیکن علی کی طرف سے خاموشی نے اس کے دل میں ایک بار پھر وسوسے جگا دیئے تھے۔

❁......❁......❁
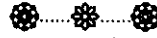
رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہوچکا تھا' برکتوں رحمتوں کا مہینہ ایک سکون لیے مومن کے دل میں وارد ہوتا ہے۔ دل میں ڈر اللہ کا خوف آخرت کی جزا و سزا کا دارومدار اس مبارک مہینے کی عبادتوں بھی منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک قدم بڑھاؤ تو راستہ چاہے کتنا ہی کٹھن ہو منزل چاہے کتنی ہی دور ہو وہ جو رحیم و کریم ہے وہ فاصلوں کو سمیٹ کر راہوں کو ایسے ہموار کرتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اچھی نیتوں کا پھل وہ دنیا میں بھی عطا کرتا ہے اور آخرت میں تو اس کوئی حساب ہی نہیں۔

اس نے بھی بہت سی دعائیں مانگی تھیں' اپنے لیے اور اپنوں کے لیے۔ دل میں جاگتے وسوسوں کو مٹا دینے کی دعائیں کی تھیں' اپنے والدین کی صحت و سلامتی کی دعائیں' علی کے حوالے سے اپنے دل میں محبت کی دعائیں مانگی تھیں۔ اس کے دل میں اپنے لیے محبت اور عزت کی دعائیں مانگی تھیں رمضان شروع ہوتے ہی انشراح خشوع و خضوع کے ساتھ عبادتوں میں جت گئی تھی۔ آخری عشرہ شروع ہوتے ہی دعاؤں کی شدت میں بھی اضافہ ہوچلا تھا۔ ستائیسویں افطاری پر خزینہ اور علی بھی مدعو تھے' خزینہ انشراح کی عیدی لائی تھیں اور ساتھ ہی عید کے دن علی اور انشراح کے نکاح کی بات کنفرم کرنی تھی۔

"امی جو آپ اور ابو کو بہتر لگتا ہے' میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" انشراح نے رضامندی دے دی تو یوں نکاح کی تاریخ بھی فائنل ہوگئی لیکن علی کی طرف سے ابھی تک خاموشی تھی۔

آخری چند دن بھی افراتفری اور تیاریوں میں گزر گئے اور عید کا دن بھی آن پہنچا۔ نکاح کا وقت ظہر کے بعد کا رکھا گیا تھا کیونکہ پہلے عید کی نماز اور دیگر کاموں میں سب کی مصروفیت کا بھی خیال کرنا ضروری تھا۔

نک سک سے تیار ہوتی انشراح معمول سے ہٹ کر بہت پیاری لگ رہی تھی۔ نکاح نامے پر دستخط ہوچکے تھے وہ انشراح علی بن گئی تھی لیکن ہزار دعاؤں کے باوجود دل میں ابھی تک ایک الجھن سی باقی تھی۔

"کیا علی بھی خوش ہے؟" دلہن بنی بیٹھی انشراح نے دل ہی

دل میں سوال کیا۔ کافی دیر ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی انشراح اب شدید تھکاوٹ محسوس کررہی تھی۔ اس لیے ثوبیہ کے ہمراہ وہ عالم بے زاری میں وہاں سے اٹھ کر کمرے میں آ گئی تھی۔ ایک تو عید کا دن دوسرا اس کی زندگی کا اہم ترین دن اور یہ دن یہ تیاری جس کے نام سے منسوب تھی اس نے ساتھ بیٹھے رہنے کے باوجود ایک نظر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک دم سے اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا تھا۔

''کیا ہوا؟'' انشراح کا ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ اور بھیگی آنکھیں دیکھ کر ثوبیہ نے پوچھا۔

''کچھ نہیں، ایسے ہی تھک گئی ہوں۔'' وہ رخ موڑ کر بولی۔

''لو تم تو نکاح پر ہی تھک گئیں جو ایک چھوٹا سا فنکشن ہے رخصتی اور ولیمہ پر کیا حال ہوگا۔'' ثوبیہ نے بغور اسے دیکھا' خلاف معمول وہ کچھ بجھی بجھی سی تھی۔

''تمہیں جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا۔'' ثوبیہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی تو انشراح چاہنے کے باوجود اس کی طرف دیکھ نہ سکی۔

''تمہاری آنکھیں سچ بول دیتی ہیں' علی بھائی ابھی آئیں گے یہاں۔'' ثوبیہ نے اس کا رخ اپنی طرف کر کے مسکرا کر کہا تو ایک پل میں اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا' اس کی مسکراہٹ اس کی اطلاع کی تصدیق کررہی تھی اس کا دوپٹہ سیٹ کر کے ثوبیہ باہر نکل گئی تھی اور انشراح انتظار کرنے لگی۔

کافی دیر گزر گئی' وہ کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتی' کبھی کھڑے ہو کر ہاتھ مروڑنے لگتی۔ چہرے پر جہاں ثوبیہ کی اطلاع پر چند رنگ بکھرے تھے وہیں ایک بار پھر انتظار کی سولی پر لٹکتے تاثرات نمایاں تھے۔

''ایسی بھی کیا مصروفیت کہ اہم لمحوں کو بھی خاطر میں نہ لاسکیں۔'' وہ اب تذبذب کا شکار ہورہی تھی ابھی نجانے وہ کیا کیا سوچتی کہ دروازے کی دستک نے اسے سنبھلنے پر مجبور کردیا اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ دروازے کے بیچوں بیچ شوخ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' ایک لمحے میں اس نے رخ موڑ لیا تو اس کے چہرے پر بکھری مدھم مسکان گہری ہوگئی تھی۔

''السلام علیکم بیگم.....'' وہ دھیرے دھیرے چلتا اس کے پاس آ کھڑا ہوا' اس کے کان میں مدھم سرگوشی کے انداز میں سلام کیا تو اس کی اس جسارت پر انشراح کے اوسان خطا ہوگئے وہ دو قدم آگے بڑھی۔

''وعلیکم السلام!'' وہ مدھم اور سپاٹ لہجے میں بولی لیکن وہ بخوبی جانتی تھی کہ اس لمحے دھڑکنوں کی رفتار آؤٹ آف کنٹرول ہے۔

''کیسے مزاج ہیں۔'' اس نے پھر اس فاصلے کو مٹایا' مسکراتے لہجے میں پوچھا لیکن انشراح بول نہ سکی' اس کے حال احوال پوچھنے کے انداز میں کچھ ایسا تاثر تھا' ایسا افسوں تھا' معنی خیزی تھی کہ انشراح جو سوچے بیٹھی تھی کہ اس سے گلہ کرے گی۔ اس کو اگنور کرنے کا ریزن پوچھے گی' اب اس کے سامنے جیسے اس کی زبان تالو سے چپک گئی تھی۔

''سنا ہے کہ جناب کا مزاج کافی برہم ہے۔'' علی نے اب اس کا رخ اپنی طرف کر کے ذرا سا جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

''میں کیوں ناراض ہوں گی۔'' وہ ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر اسے دیکھ کر بمشکل بول پائی۔

''وہی تو میں بھی کہہ رہا تھا کہ تم کیوں ناراض ہوگی۔'' وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔

''کس سے کہہ رہے تھے؟'' وہ چونکی۔

''ثوبیہ سے.....'' وہ مزے سے ہنس کر بولا۔

''ثوبیہ کی بچی.....'' وہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی خوب صورت بھی لگ سکتی ہو۔'' علی محبت پاش نظروں کا حصار تنگ کرتے ہوئے ایک بار پھر مدہم آواز میں بولا۔

''جج.....جی.....'' وہ حیران ہی تو ہوئی تھی' دھڑکنیں الگ اودھم مچائے جارہی تھیں' وہ ایک بار پھر پیچھے ہٹی۔

''ہاہاہا.....'' وہ قہقہہ لگا کر ہنستا اس کی حالت سے محظوظ ہوا تھا' انشراح نے نروٹھی نظروں سے دیکھا۔

''ادھر آؤ' بیٹھو یہاں۔'' علی اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفہ کی جانب بڑھا اس کو بٹھایا اور خود دو زانو نیچے بیٹھ گیا۔ انشراح نے شپٹا کر اسے دیکھا تو وہ دھیرے سے مسکرایا اس کے دونوں ہاتھ تھام کر وہ اس کے بہت پاس بیٹھا تھا۔

''تم ناراض ہو؟'' وہ پوچھنے لگا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''ایک کام میں الجھا ہوا تھا اس لیے منگنی کے بعد سے لے کر اب تک کوئی رابطہ نہ کرسکا۔'' علی وضاحت دے رہا تھا۔

''اور پھر آج کے دن کا انتظار بھی تھا کہ ملاقات میں استحقاق بھی ہو کوئی ڈر بھی نہ ہو۔'' اس کے ہاتھ میں دبے انشراح کے ہاتھوں پر دباؤ بڑھایا' آنکھوں میں محبت کے شمعیں روشن ہوئی تھیں۔ انشراح کی پلکوں کا بوجھ بڑھا تھا' چہرے پر

لالی جھلکی تھی۔

"آپ مجھے اچھے نہیں لگتے' جائیں یہاں سے۔" دوسرے پل انشراح کو احساس ہوا تھا کہ اس نے اتنی جلدی ہتھیار نہیں ڈالنے' ہاتھ چھڑا کر تیزی سے اٹھی تھی' علی پہلے تو حیران ہوا تھا پھر مسکرا کر اس کے مقابل جا کھڑا ہوا۔

"میری طرف دیکھ کر کہو۔" دونوں ہاتھ باندھے' وہ اب شریر مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جائیں یہاں سے۔" انشراح نے اسے دیکھ کر کہا۔

"نہیں یہ نہیں......" اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی تو انشراح نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ "میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہو کہ میں اچھا نہیں لگتا۔" اس نے لب بھینچ کر مسکراہٹ دبائی۔

"میں نے نہیں کہنا۔" انشراح منہ بسور کر بولی۔

"کیوں......؟"

"کیونکہ تو بیہ کہتی ہے کہ مجھے جھوٹ بولنا نہیں آتا' میری آنکھیں بتا دیتی ہیں کہ سچ کیا ہے۔" انشراح کے انداز میں معصومیت عروج پر تھی۔

"اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ تم جھوٹ بول رہی ہو اور نہیں چاہتیں کہ میں تمہاری آنکھوں سے سچ کا پتا کرلوں۔" علی نے اس کو زچ کرنا چاہا۔

"جی نہیں آپ مجھے پسند نہیں۔"

"ہاں تو میری طرف دیکھ کر کہو ناں۔" علی ایک بار پھر اس کے سامنے آیا۔

"کیوں کہوں دیکھ کر' میری مرضی ہے جیسے میرا دل چاہے گا ویسے کہوں گی۔" وہ اس کی طرف دیکھنے سے اجتناب برت رہی تھی۔

"تو پھر میری بھی مرضی' میں جہاں چاہے رکوں۔" علی نے قدرے بگڑ کر کہا۔

"آپ رکیں پھر میں ہی جاتی ہوں۔" اس نے قدم بڑھائے۔

"آپ شاید بھول رہی ہیں کہ آپ کے سارے راستے مجھ تک آتے ہیں۔" علی نے اس کا راستہ روکا' انشراح نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اچھا میں کچھ کہوں؟" علی نے اس کا ہاتھ تھام کر مدھم آواز میں کہا۔ "کہہ دو ناں ہاں۔" وہ خاموش رہی تو علی کا اصرار بڑھا۔

"میں کیوں کہوں؟" وہ ابھی تک روٹھی ہوئی تھی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے اس لیے۔" علی کا لہجہ بدلا تھا' انشراح نے ایک نظر اسے دیکھ کر سر جھکایا۔

"نہیں۔"

"آئی لو یو......" علی اس کی صبیح پیشانی سے سر ٹکرا کر بولا تو انشراح کے سارے رستے مسدود ہونے لگے۔

"تم بھی تو کچھ کہو۔" فرمائش پر اس کے ہاتھوں میں پسینہ آیا تھا' دھڑکنوں نے بھی بھگدڑ مچائی تھی۔

"کیوں کہوں؟"

"کہو تو پھر بتاؤں گا کیوں؟"

"عید مبارک۔" وہ ایک دم شرارتی انداز میں کھلکھلائی۔

"کیا کہا؟" وہ ہاتھ چھڑا کر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"میں نے کہہ دیا جو کہنا تھا' اب میرے پیچھے نہ آنا' اچھے نہیں لگتے مجھے۔" وہ باہر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آنکھیں الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہی ہیں۔" وہ چلاتا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔

"نہ دیں آنکھوں کی پروا کسے ہے؟"

"مجھے......" علی نے اس کو جا لیا اور شوخی سے بولا۔

"امی کتنا ٹھیک کہتی تھیں ناں کہ نیک نیتی سے قدم بڑھاؤ تو اللہ بھی ساتھ دیتا ہے مجھے محنت کرنی ہوگی۔ اس رشتے میں شعور آنے تک ہمت نہیں ہارنی ہے۔" انشراح اس کے ہمراہ چلتی اپنے آپ سے مخاطب تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" علی نے اس سے پوچھا۔

"کچھ نہیں' بس یہی کہ شدت سے مانگی گئیں دعائیں اتنی جلدی قبول ہو جاتی ہیں معلوم نہ تھا۔" انشراح مسکرائی۔

"ہاں یہ تو ہے' عید مبارک۔" علی اسے ہمراہ لیے اب ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا' لحہ بھر کو رک کر اسے عید مبارک کہا اور اندر بڑھ گئے جہاں سب لوگوں نے یک زبان ان کو مبارک باد دی اور پھولوں کی پتیاں ان پر نچھاور کر کے ان کی راہ گزر کو مزید حسین بنا دیا تھا۔

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

دل میں، آنکھوں میں بسائے رکھتے
ہم تیرا پیارا سدا ہونٹوں پہ سجائے رکھتے
پھول بن کر کبھی ہم ہوا کا جھونکا
تیری چاہت کو گلے سے لگائے رکھتے ہیں

"نورعرش کہاں ہو بیٹا......" دادی کی آواز سن کر ٹیب ہاتھ میں لیے "سب وے سرفنگ" میں منہمک وہ جھٹکا کھا کر سیدھی ہوئی اور ٹیب جھٹ سے پہلو میں رکھ لیا۔ دادی لاٹھی ٹیکتی کمرے کے اندر چلی آئیں۔ نور دونوں ہاتھ گود میں رکھے معصوم شکل بنائے بیڈ پر بیٹھی نظر آئی۔

"نور بیٹا...... یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" دادی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی قریب آئیں پھر چشمے کی اوٹ سے اپنی عقابی نظریں ٹیب پر ڈالی جو پونی کے دوپٹے سے جھانک رہا تھا۔ انہوں نے جھٹ ٹیب اٹھالیا اور نور کو خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

"اس موئے ہاتھ برابر ٹی وی کی جان نہ چھوڑنا تم' ہر وقت اسی میں آنکھیں دیئے بیٹھی رہنا۔" ان کی ڈانٹ پر نور عرش روکھی سی ہوگئی۔

"دادی یہ ٹی وی نہیں...... ٹیب ہے۔" پھر ہمیشہ کی طرح ان کی تصحیح کی۔

"ہاں...... ہاں جو بھی ہے چلتا تو ٹی وی کی طرح ہے اور انسان کو اسی طرح گھٹو بنا کر اپنے سامنے بٹھائے رکھتا ہے۔" وہ چراغ پا ہو کر بولیں۔

"صبح ہو یا شام اب تو بس یہی کام رہ گیا ہے تمہارا...... یا موبائل کانوں سے لگاؤ یا اس کو آنکھوں سے۔" وہ جھنجلائی ہوئی تھیں۔

"کچھ بہن کا بھی ہاتھ بٹا دیا کرو' عمر میں تم سے سال بھر بڑی ہے مگر تم سے کہیں زیادہ ذمہ دار ہے۔" دادی نے ماہ نور کی تعریف کی۔

"اسے تو کام کرکے تعریفیں وصولنے کا شوق ہے۔" نور عرش فوراً بولی۔

"لو اب یہ الٹی سوچ رکھ کر تم اور کاہل ہو جاؤ۔ دل سے کام کرے گی تو بڑے خوش ہو کر دعا میں تو دیں گے نا۔" دادی کو اس کی بات بری لگی۔

"چلو اٹھو اب اتوار کا دن ہے آج کچن میں بہن کے ساتھ ہاتھ بٹاؤ۔" دادی نے اس کا شانہ تھپکا۔

"دادی آپ بھی نا...... مجھے خوش دیکھ کر کوئی نا کوئی کام تھما دیتی ہیں۔" نور عرش نے منہ بسورا۔

"تیری خوشی ان گیموں اور اوٹ پٹانگ حرکتوں میں ہے۔ یہ لمبا قد نکال لیا ہے۔ شادی والی عمر آپہنچی ہے لیکن لاابالی پن ختم نہیں ہوتا۔ اعجاز نے سر چڑھایا ہوا ہے۔" دادی نے بیٹے پر الزام دھرا اور ٹھنڈی سانس بھر کر نور کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

"ابتہاج کو دیکھو کیسا بردبار بچہ ہے۔ کل کو اسی سے نباہ کرنا

ہے تو آج ہی سے اس کے رنگ میں رنگ جاؤ بٹیا۔'' ابتہاج کے نام پر نورعرش کا چہرہ کھل اٹھا پھر یکا یک وہ کچھ سوچ کر اداس ہوگئی۔

''ان کے رنگ بہت پکے رنگ ہیں دادی۔'' وہ افسردگی سے بولی تو دادی نے پوتی کا اترا چہرہ بغور دیکھا۔

''عورت کا کمال یہی ہے بچے کہ وہ مرد کے پکے رنگوں میں اپنی سمجھداری سے خود کو گھول کر ویسی بن جاتی ہے۔'' دادی کی بات پر نورعرش کی ہنسی نکل گئی۔

''بس کبھی کبھی کرتی رہنا نصیحت نہ پکڑنا۔'' دادی کو پھر سے غصہ آیا۔

''آپ نے بات ہی ایسی کردی دادی۔ عورت کوئی کیلشم کی گولی ہے جو ایک دم پانی میں گھل جائے۔'' اس کی مثال پر دادی کو اپنی دوائیوں کا خیال آیا۔

''لو میں نگہت کو بتانا بھول گئی کہ میری بلڈ پریشر والی گولیاں ختم ہوگئی ہیں خادم سے کہہ کر منگوادے۔'' انہوں نے ماتھے پر ہاتھ مارا پھر لاٹھی پر زور ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئیں تو نورعرش کو ناچار ان کی تقلید کرنا پڑی لیکن کمرے سے نکلنے سے پہلے وہ ٹیب چارجنگ پر لگانا نہیں بھولی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

ابتہاج......نورعرش کا سگا چچازاد اور بچپن کا منگیتر تھا۔ انتہائی وجیہہ دراز قد اور خوب صورت پرسنالٹی کا مالک ابتہاج اتنا ہی ذہین اور سنجیدہ بھی تھا۔ نورعرش کو بچپن سے اپنا یہ کزن بہت اچھا لگتا تھا اور سن شعور پر پہنچ کر جب یہ آگہی ہوئی کہ یہ اتنا پیارا بندہ مستقبل قریب میں اس کی ملکیت بن جائے گا تو وہ بے انتہا خوش ہوئی۔ حالانکہ وہ جی جان سے اس پر فدا ہونے کے باوجود اس کے سنجیدہ پن اور لیے دیئے رہنے والی عادت سے خائف بھی رہتی تھی۔ ابتہاج کے دل میں اس کے لیے کیا تھا وہ جان نہ پائی تھی کیونکہ وہ تو جب اسے ملتا رعب ہی جماتا تھا......نورعرش کو حسرت ہی رہی کہ کبھی منگیتر والی کوئی پیار بھری نگاہ ابتہاج اس پر ڈال دے لیکن ایک ہی گھر میں رہتے آج تک ایسا نہ ہوسکا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

ہزار گز کے بنے اس خوب صورت بنگلے میں مہرالنساء اپنے دو بیٹوں اور ان کے بال بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ بظاہر گھر کے دو پورشن نظر آتے تھے مگر مکینوں کے اتفاق اور محبت کی بنا پر یہ ایک ہی گھر تھا اور ان محبتوں کو قائم رکھنے میں دادی مہرالنساء کا بڑا ہاتھ تھا جو دونوں فیملیوں کے درمیان پل کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جہانداد صاحب کے انتقال کے بعد اب یہ دونوں بیٹے اعجاز اور امتیاز اور ایک بیٹی جو حیدرآباد میں بیاہی ہوئی تھی ان کی کل کائنات تھے۔ دادی مہرالنساء اپنی پُرخلوص اور ہنس مکھ طبیعت کی وجہ سے۔ بہوؤں کی من پسند ساس اور اب نئی پود کی دوستانہ مزاج دادی تھیں۔

اعجاز احمد کی دو بیٹیاں ماہ نور اور نورعرش تھیں جبکہ امتیاز احمد کے دو بیٹے منہاج اور ابتہاج اور ایک بیٹی یشترہ تھی۔ بھائیوں نے اپنے رشتے کو اور مضبوط کرنے کے لیے اپنے بچوں کی نسبتیں بچپن میں ہی طے کردی تھیں جس پر جہانداد صاحب اور مہرالنساء بہت خوش تھے۔

منہاج کی نسبت ماہ نور اور ابتہاج کی نورعرش کے ساتھ طے تھی۔ منہاج اور ماہ نور تو طبیعت اور عادت میں تقریباً ایک جیسے تھے مگر نورعرش اور ابتہاج کے مزاج بہت مختلف تھے اور دادی کو اسی بات کی فکر رہتی تھی۔

نورعرش بچپن سے ہی نازک مزاج واقع ہوئی تھی ذرا سا موسم بدلتا اور وہ بیمار ہوجاتی۔ ماں باپ بے حد پریشان ہوجاتے۔ یوں اس کو سرد و گرم سے بچاتے بچاتے وہ اسے اور چھوئی موئی کی کرتے چلے گئے۔

بڑی ہوئی تو اگرچہ صورت حال بدل چکی تھی مگر اعجاز احمد کے لیے وہ اب بھی پیاری سی نازک سی نورعرش تھی جس کو وہ اپنے تئیں سردیوں سے بھی بچانے کی کوشش کرتے تھے۔

☆☆☆......☆☆☆

نورعرش پائیں باغ میں بڑے سے جھولے پر پینگیں بھر رہی تھی۔ آج موسم بہت سہانا تھا' سرمئی بادل گھر گھر کر آرہے تھے اور ٹھنڈی ہوائیں ماحول کو خوشگوار بنارہی تھیں۔ وہ مزے سے چیونگم چباتے موسم کا لطف اٹھارہی تھی۔ ماہ نور امی اور تائی کے ساتھ شاپنگ پر گئی ہوئی تھی۔ یشترہ اپنی اکیڈمی اور دادی اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔ سو نورعرش کے لیے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ ورنہ اس ظالم موسم میں اس کی نازک مزاجی کے پیش نظر ہرگز جھولا جھولنے کی اجازت نہ ملتی۔ ہلکی بوندا باندی شروع ہوئی تو نورعرش پر سرشاری کی کیفیت چھا گئی وہ آنکھیں بند کیے منہ اونچا کرکے بےفکری سے بارش کو انجوائے کرنے لگی لبوں پر حسب حال ایک نغمہ بھی مچل آیا۔

بھیگی بھیگی راتوں میں
پھر تم آؤنا
ایسی برساتوں میں
آؤنالالالا

وہ پورے طرح گانے کے بولوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ کسی نے آکر جھولے کو ہاتھ سے روک لیا۔ نور عرش نے ایک دم آنکھیں کھولیں۔ سامنے ہی ابتہاج اپنی تمام تر وجاہت لیے کھڑا تھا۔ جو منظر بند آنکھوں میں تھا وہی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر نور عرش ششدر کر رہ گئی۔

"تم...... میرا مطلب آپ......؟" اس نے باقاعدہ اپنی آنکھیں مسلیں۔ وہ ہلکے سے مسکرایا۔

"میرے کچھ دوست آئے ہیں تم چائے کے ساتھ کچھ اسنیکس لے کر ڈرائینگ روم میں بھجوا دینا۔" وہ حکم صادر کر کے جانے لگا پھر پلٹ آیا۔ "سنو منہ اٹھا کر اندر نہ چلی آنا دستک دے دینا' میں ٹرے اندر لے جاؤں گا۔" ابتہاج نے تنبیہہ کی جیسے اس سے کسی احتیاط کی توقع نہ ہو۔

"جی اچھا۔" نور عرش نے سر ہلایا۔ پھر اس کی تقلید میں قدم اٹھاتی تائی کے پورشن کی طرف چلی آئی۔

ماں اور بہن کی غیر موجودگی کے باعث ابتہاج کو اسے چائے کا کہنا پڑا ورنہ وہ جانتا تھا کہ نور عرش کچن میں شاذ و نادر ہی قدم رکھتی تھی۔ اسی لیے اس کے ساتھ کچن میں چلا آیا۔ پھر مختلف کیبنٹس سے مطلوبہ اشیاء مثلاً چینی' پتی وغیرہ نکال کر سلیب پر رکھیں اور فریج کی طرف بڑھا۔ نور ایک طرف کھڑی اس کو دیکھنے لگی۔

"یہ کباب اور رول وغیرہ فریز ہیں انہیں نکال کر تلنے کی زحمت کرنا اور یہ کیک اسے بھی پیسس میں کاٹ کر طریقے سے پلیٹ میں رکھنا اور کراکری یہ والی استعمال کرنا۔" وہ اس پر اچٹتی نگاہ ڈال کر ایک ایک بات سمجھانے لگا۔ نور عرش خاموشی سے اس کے احکامات سنتی رہی۔

"ٹھیک ہے اب میں جا رہا ہوں۔" وہ جیسے مطمئن ہو کر کچن سے نکل گیا۔

نور عرش نے پہلے چائے تیار کی پھر اسے دم پر رکھ کر فرائنگ پین میں آئل ڈالا اور یہیں اس سے غلطی ہوگئی کہ آئل اچھا خاصا ڈل گیا تھا اور اس نے گرم بھی خوب کر دیا پھر جو فریزر سے کباب نکال کر اناڑی پن سے اس میں ڈالے تو گرما گرم آئل

اچھل کر اس کا بازو جلا گیا نورعرش ایک دم پیچھے نہ ہٹتی تو چہرے کا بھی برا حشر ہوجاتا۔ تکلیف سے بازو پکڑ کر وہ وہیں دہری ہوگئی آنسو روانی سے بہنے لگے۔

امی اور ماہ نور تو اسے حتیٰ الامکان کچن سے دور رکھتی تھیں ایک دادی ہی تھیں جو نورعرش کو کچن کی طرف لے جانے پر کمر بستہ رہتیں وہ کچن تک لے جاتیں ماہ نور ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بٹھا دیتی کہ تم کام کم پھیلاوا زیادہ پھیلاتی ہو اور اگر جو ابو دیکھ لیتے تو نازک بچی کو پچکار کر کچن سے باہر لے جاتے سو ل ملا کر یہ ہوا کہ آج نورعرش کو کچن کے کاموں سے دور رہنے کی کڑی تکلیف سہنی پڑی تھی۔

''نورعرش۔'' اتنے میں ابتہاج کچن میں چلا آیا اور یہاں کی صورت حال اسے بوکھلانے کو کافی تھی نورعرش اکڑوں فرش پر اپنا بازو پکڑ کر بیٹھی زور وشور سے روئے جارہی تھی کچن دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ چولہے پر تیز آگ پر رکھا فرائنگ پین اور اس گرم آئل میں کوئلے جو کبھی کباب رہے ہوں گے اپنی قسمت پر رو رہے تھے۔ ابتہاج نے آگے بڑھ کر چولہا بند کیا پھر کھانستا ہوا نورعرش کی طرف متوجہ ہوا۔

''یہ کیا کردیا۔'' اس کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھتے اس نے افسوس اور غصے کی ملی جلی کیفیت سے نورعرش کو دیکھا۔

''اف یہ تو بہت جل گیا ہے آؤ میرے ساتھ۔'' پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے زمین سے اٹھایا۔ نورعرش ہنوز رونے اور کھانسنے میں مگن تھی۔ وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا پھر بیڈ پر بٹھا کر دراز سے ایک ٹیوب نکال کر اس کے بازو پر نرمی سے لگاتی وہ سی سی کرتی رہی۔

''اب آرام آجائے گا۔'' وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جو رو رو کر گلابی ہوگیا تھا۔ کچھ دیر قبل بارش کے پانی سے دھلا دلکش چہرہ اب آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ ابتہاج کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

''نورعرش باجی آپ یہاں ہو وہاں دادی آپ کو سارے گھر میں ڈھونڈ رہی ہیں۔'' کل وقتی ملازم لڑکا اسے تلاشتا کمرے تک آگیا۔

''ارے یہ کیا ہوا باجی؟'' اس نے حیرانی سے نور کے بازو کو دیکھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔''

''تم جاؤ نور دادی پریشان ہو رہی ہوں گی۔'' ابتہاج نے یہ کہتے ہوئے نورعرش کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

نورعرش دوپٹے سے اپنے چہرے کو صاف کرتی ارشد کے ساتھ چل دی اور اس کی سسکاریاں پیچھے ابتہاج کے کانوں میں گونجتی رہیں۔

☆☆☆......☆☆☆

دادی نے جو نورعرش کے بازو کو جلا ہوا دیکھا تو سخت ست سنائیں۔ نورعرش جو ہمدردی کی توقع میں تھی ہکا بکا رہ گئی۔

''ارے اسی دن کے لیے کہتی تھی کچھ سیکھ لو...... عورت اور باورچی خانے کا ساتھ چولی دامن جیسا ہے لاکھ جان چھڑاؤ آخر کرنا پڑتا ہے۔ ابتہاج بھی کل کو ہوٹل سے کھانا منگوا کر نہیں کھائے گا پھر بیوی کا کیا فائدہ؟ مرد لاکھ مہارانی بنا کر رکھے پر عورت کو باورچی خانے سے نہیں ہٹاتا۔'' وہ مسلسل نصیحتیں کررہی تھیں۔

''اب اپنا یہ معمولی سا زخم باوا کو نہ دکھا دینا ورنہ ابتہاج غریب کی شامت لے آنی ہے اعجاز نے۔'' دادی نے پھر تنبیہہ کی۔

''دادی مجھے درد ہو رہا ہے۔'' نورعرش نے شکایتی نظروں سے دادی کی توجہ اپنے درد کی طرف دلائی۔

''ہاں وہ تو ہوگا ظاہر ہے جل گیا ہے۔'' انہوں نے ہاتھ سے مکھی اڑائی تو نورعرش انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

☆☆☆......☆☆☆

پھر کتنے ہی دن وہ فل آستین پہنے گھر میں گھومتی رہی ابو ابتہاج کی خبر لیں یہ اسے بھی گوارہ نہ تھا درد اپنی جگہ پیار اپنی جگہ۔ امی اور ماہ نور اپنے طور پر پریشان ہوئیں لیکن ابو سے یہ بات انہوں نے بھی چھپائی تھی۔ امی نے لاڈ میں دادی کو عارضی طور پر نورعرش کو کچن میں گھسنے سے منع کردیا جس پر دادی بڑبڑاتی رہیں۔ ویسے بھی نورعرش کے سیکنڈ ائیر کے پیپرز شروع ہوگئے تھے سو وہ سب بھول کر پڑھائی میں گم ہوگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

پھر جیسے ہی پیپرز ختم ہوئے پھوپو زیب النساء کی بیٹی کی آمد کا غلغلہ اٹھا۔ ہائفہ ایک مہینے کے لیے نانی کے گھر رہنے آنے والی تھی اور اس کا ارادہ یہیں عید منانے کا تھا اس خبر کو سن کر سب نے حیرت وخوشی کا ملا جلا اظہار کیا۔

پھوپو روایتی زمیندار فیملی میں بیاہی ہوئی تھیں۔ اپنے سسرال میں بڑی بہو اور اپنے گاؤں کی بڑی زمیندارنی تھیں۔

سو جب کراچی آتیں تو اپنے بنگلہ میں ٹھہرتیں یہاں چند گھڑیوں کی ملاقات کو آتیں دادی کو ان سے ہمیشہ شکایت ہی رہتی کہ زیب النساء پروا نہیں کرتی کم آتی ہے وغیرہ وغیرہ مگر پھوپو ہنس کر ٹال دیتیں ان کی اولاد بھی ننھیال سے زیادہ ددھیال سے مانوس تھی اور اب اتنے عرصے بعد ہائفہ کی آمد ہوئی۔ پھوپو کے بقول بیٹی نے ضد لگائی ہوئی ہے کہ اس بار چھوٹی عید نانی کے پاس کرنی ہے۔ دادی مہر النساء تو یہ سن کر نہال ہوگئیں۔

آخر ہائفہ کی آمد کی گھڑی آن پہنچی بڑی سی لینڈ کروزر میں وہ شہزادیوں کی آن بان سے دادی کے گھر میں اتری۔ دادی تو لان کی روش پر ہی ٹہلنے جارہی تھیں نواسی کے انتظار میں۔ نور عرش اور ماہ نور بھی وہیں رکھی کرسیوں پر براجمان تھیں۔ شام کو ویسے بھی گھر کے افراد لان میں بیٹھتے تھے۔ ہائفہ دراز قد اسمارٹ اور قدرے خوب صورت لڑکی تھی وہ گرم جوشی سے نانی کے گلے لگی پھر ان بہنوں کی طرف متوجہ ہوئی۔

''نور عرش بہت کیوٹ ہوگئی ہو۔'' ہائفہ اس کے گال سے گال ملاتے بے ساختہ بولی۔

نور عرش کا صبیح چمکتا چہرہ کسی آرائش سے پاک فوراً متوجہ کرتا تھا پھر سانچے میں ڈھلا خوب صورت سراپا سونے پر سہاگہ تھا۔

''آپ بھی بہت پیاری ہو۔'' نور عرش نے سادگی سے کہا۔

''ہم مگر تم سے کم۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''ا یکچولی مجھے حسن سب سے پہلے اٹریکٹ کرتا ہے۔'' پھر کندھے اچکا دیئے تو نور عرش مسکرادی بھلا تعریف کسے بری لگتی ہے۔ اتنے میں تائی اور امی بھی یہیں آگئیں۔ پھر چائے کا دور چلا اس کے بعد ماہ نور اور امی رات کے ڈنر کی تیاری میں لگ گئیں جس میں تائی بھی پیش پیش تھیں۔ دادی آج کل نور عرش کے پورشن میں قیام پذیر تھیں سو ساری رونق یہیں آگئی تھی۔

دادی کا جب دل چاہتا وہ دونوں میں سے کسی ایک بیٹے کے پورشن میں رہنے لگتیں ان کے قیام کی بدولت ہائفہ بھی یہیں رہنے والی تھی۔ پھر خوشگوار ماحول میں کھانا چنا گیا ہائفہ بھی فریش ہوکر ڈائننگ ٹیبل پر آگئی تھی۔ سب گھر والے موجود تھے بس ابتہاج کا انتظار تھا جو کسی وجہ سے لیٹ ہوگیا تھا۔

''یہ لڑکا بھی نا ہمیشہ لیٹ ہوجاتا ہے۔'' تائی اماں کی شوگر ہائی تھی سو ماہ نور نے ان کو پلیٹ میں سالن نکال دیا تھا اب وہ ابتہاج پر غصہ ہورہی تھیں۔

تبھی کریم کلر کی شلوار قمیص میں ملبوس مسکراہٹ چہرے پر سجائے ابتہاج آتا دکھائی دیا۔ اس نے حاضرین کو باآواز بلند سلام کیا۔ ہائفہ جو چائنیز رائس کی طرف ہاتھ بڑھا رہی تھی فوراً متوجہ ہوئی اور ابتہاج کو دیکھ کر کئی لمحوں تک اس کے چہرے سے نظریں نہ ہٹا سکی۔ اتنے سالوں بعد اپنے اس بے انتہا وجیہہ کزن کو دیکھا تھا اور اس کا حسن پرست دل ہاتھوں سے نکلنے کو مچل اٹھا۔ پہلی نظر نے قرار لوٹ لیا تھا۔

ابتہاج نپے تلے قدم اٹھاتا بالکل اس کے سامنے آگیا اور کرسی کھینچ کر مقابل آبیٹھا تھا۔ پھر کچھ خیال آنے پر ناک کی سیدھ میں دیکھا جہاں ہائفہ دلچسپی سے اسے دیکھے جارہی تھی۔

''کیسی ہو ہائفہ برسوں بعد ہمارے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا ہے۔'' ابتہاج نے اچٹتی نظر اس پر ڈالی۔ ہائفہ اس بے نیازی پر فدا ہوگئی۔

''مجھے بھی افسوس ہے کہ اتنے سال آپ سے کیوں ملاقات نہ ہوسکی۔'' وہ کسی سحر کے زیر اثر بولی تھی۔ اس کے الفاظ پر ابتہاج نے چونک کر اس سے دیکھا۔ وہ بے باک نگاہیں اس پر جمائے بیٹھی تھی۔

''کیا مطلب......؟'' وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھنے لگا۔

''مطلب نانی اور آپ سب لوگوں سے۔'' ہائفہ نے ماحول کو محسوس کرکے لفظوں کو پھیر دیا تھا لیکن نظریں ہنوز ابتہاج کا طواف کررہی تھیں جن میں پسندیدگی واضح تھی اور کسی نے دھیان دیا ہو یا نہیں مگر نور عرش بہت غور سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔

''واؤ آج کا کھانا یقیناً ماہ نور نے پکایا ہے تبھی اتنا زبردست ہے۔'' وہ اشتہاء انگیز خوشبوؤں کو اپنی سانسوں میں اتار کر پہلا لقمہ لیتے ہی بولا تو ماہ نور مسکرادی۔ منہاج نے بھی نظروں ہی نظروں میں ماہ نور کو سراہا تھا۔

''نہیں تو امی اور تائی جان بھی ساتھ تھیں۔'' وہ کچھ شرما کر بولی۔

''ارے یہ دو عورتیں تو جہاں جمع ہوں وہاں سر جوڑ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ کرتی کراتی کچھ نہیں ہیں۔'' امتیاز احمد نے قہقہہ لگایا تو سب ہنس دیئے۔

''ابتہاج...... کھانے کے شوقین لگتے ہو؟'' ہائفہ اب بھی اسی کی طرف متوجہ تھی۔

"ایسا ویسا" وہ رغبت سے کھانے میں مگن تھا نہا کر آیا تھا۔ اس لیے گیلے گھنے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔

"مجھے بھی بہت مزے کے دیسی بدیسی کھانے پکانے آتے ہیں ٹرائی کرواؤں گی تمہیں۔" ہانفہ سب کی موجودگی سے بے نیاز صرف ابتہاج سے مخاطب تھی نورعرش نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

اس رات نورعرش دیر تک جاگتی رہی ماہ نور نے دیکھا تو ٹوکا۔

"ماہ نور یہ ہانفہ بالکل اچھی نہیں ہے۔" نورعرش نے اس کی طرف کروٹ لے کر منہ بسورا۔

"ارے کیوں اتنی تو ہنس مکھ ہے تمہاری تو کتنی تعریفیں کیں۔" ماہ نور نے حیران ہو کر کہا۔ "بلکہ پہلے بھی اس میں لینڈ لارڈ قسم کی اکڑ اب تو نارمل ہوگئی ہے۔" ماہ نور کے تجزیے پر نورعرش نے لب بھینچ لیے۔ دل میں مختلف خدشات سر اٹھا رہے تھے جن کو وہ بہن کے آگے ظاہر نہ کرسکی۔

پھر آنے والے دنوں نے ثابت کیا کہ ہانفہ ایک بے حد خوش مزاج اور گھل مل جانے والی لڑکی ہے..... لیکن اس کی یہ خوش مزاجی اس وقت عروج پر پہنچ جاتی جب وہ ابتہاج کو سامنے دیکھتی تائی کے پورشن میں اس کا دل زیادہ لگتا تھا عشرہ سے اچھی دوستی گانٹھ لی تھی۔

اس بات پر ماہ نور نے خاص توجہ نہ دی کیونکہ ہانفہ ان کی بھی سگی پھوپی زاد تھی دونوں طرف سے ایک رشتہ تھا لیکن نورعرش دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہی تھی کیونکہ ہانفہ کا منظور نظر اس کی زندگی کا ہونے والا ساتھی اور بچپن کا محبوب تھا۔ اس کی محبت کی طرف کوئی نگاہ غلط انداز ڈالے یہ اس کو گوارہ نہ تھا جبکہ یہاں تو وہ بے جھجک ابتہاج کی خوب صورتی کی تعریفیں کرتی رہتی تھی۔

اور غصہ تو اسے ابتہاج پر بھی تھا جو نورعرش کے سامنے تو رعب جماتا رہتا اور ہانفہ سے کیسے ہنس ہنس کر باتیں کرتا نورعرش جب یہ مناظر دیکھتی اس کا دل جل کر کوئلہ ہو جاتا تھا۔ اس رات بھی نورعرش کروٹیں بدلتی رہی۔ بے آرامی اتنی تھی کہ فجر میں آنکھ خود بہ خود کھل گئی ورنہ دادی کی پکار پر پکار پڑتی رہتی تھی۔ نماز ادا کر کے نورعرش کے دل کو کچھ قرار ملا اکثر وہ فجر پڑھ کر دوبارہ سو جاتی تھی پر آج نیند نے نہ آنے کی قسم کھالی تھی۔ وہ ٹیرس میں آ کر کھڑی ہوگئی صبح کا خوب صورت منظر سامنے تھا۔ سورج کی کرنیں اندھیری رات کا سینہ چیرنے میں کامیاب ہوگئی تھیں ٹھنڈی میٹھی ہوائیں چل رہی تھیں۔

نورعرش نے لمبا سانس کھینچ کر تازگی کو اپنے اندر اتارا دفعتاً اس کی نگاہ لان میں جاگنگ کرتے ابتہاج پر پڑی یہ اس کا روز کا معمول تھا وہ منہ اندھیرے اٹھ کر ورزش کیا کرتا تھا۔ اسی لمحے ابتہاج نے بھی نظر اٹھائی ٹیرس پر سفید دوپٹے کے حالے میں نورعرش کا معصوم دلکش چہرہ جگمگا رہا تھا۔ ابتہاج نے جانے کس دھیان ہاتھ ہلایا اس کے مسکراتے لب نورعرش کو خوشگوار حیرت میں ڈال گئے نور نے بھی ہاتھ ہلا دیا۔

اچانک اندر سے ہانفہ جوگنگ ڈریس میں باہر نکلی اور تیز قدم اٹھاتی ابتہاج کے برابر آ کھڑی ہوئی وہ اسے دیکھ کر چونکا تھا پھر شاید کچھ استفسار کیا جس کا ہانفہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا تھا۔ نورعرش اتنے فاصلے سے کچھ سن نہ سکی مگر اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔

یک دم وہ پیچھے ہٹتی گئی اور تیزی سے اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر گری اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆☆☆......☆☆☆

انہی بوجھل دنوں میں رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوگیا تھا سو ماہ مبارک میں نورعرش بھی کچھ بہل سی گئی ان کے گھر میں دادی سمیت سب گھر والے ذوق وشوق سے روزے رکھتے تھے سوحری اور افطار کی رونق دیکھنے والی ہوتی اس کے علاوہ دادی کی سختی کے پیش نظر ینگ جنریشن سو کر روزہ گزارنے سے پرہیز کرتی تھی۔ بقول دادی روزہ نفس کی آزمائش ہے سارا دن سونے سے اس کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اب تو سب کو ویسے بھی عادت ہوگئی تھی بچپن سے یہ احکامات سنے تھے سو جو وقت ملتا جی جان سے عبادت کی جاتی۔

ہانفہ اس معاملے میں کافی سست واقع ہوئی فجر پڑھ کر کمرے میں گھس جاتی اور اے سی کی ٹھنڈک میں سارا دن گزار کر عصر کے وقت باہر نکلتی تھی۔ دادی کو اس کا یہ انداز بالکل پسند نہیں آیا انہوں نے تنبیہہ بھی کی لیکن ایک تو وہ مہمان کی حیثیت سے رہ رہی تھی دوسرے وہ برسوں سے الگ ماحول میں پلی بڑھی تھی سو اتنی جلدی تبدیلی ناممکن تھی۔ عصر کے بعد البتہ ماہ نور کے ساتھ کچن میں لگ کر افطاری کی خوب تیاری کرواتی اس کے ہاتھ میں ماہ نور جیسا ذائقہ نہیں تھا پھر بھی اپنی کوکنگ پر

نازاں رہتی۔

پھر دادی کی موجودگی میں افطار کا دسترخوان نور کی طرف سجتا سو وہ ابتہاج کا دل جیتنے کو نت نئے پکوان تیار کرنے میں پُرجوش رہتی یہی نہیں بلکہ دسترخوان پر وہ ابتہاج کو بطور خاص اپنی تیار کردہ چیزیں اٹھا اٹھا کر پیش کرتی تھی۔

اتنی لگاوٹ کے مظاہروں پر نورعرش انگاروں پر لوٹنے لگتی وہ سوچتی شاید کسی اور کو ان باتوں کا احساس نہیں ہوتا لیکن دادی کی جہاندیدہ نگاہیں بھی سب بھانپ رہی تھیں۔ ہائفہ کا لگاؤ ابتہاج کی بے پروائی اور نورعرش کا دن بدن اترتا چہرہ کچھ بھی ان سے پوشیدہ نہ تھا۔ نمازوں میں بھی ان دنوں نورعرش کے سجدے طویل اور دعا میں اٹھے ہاتھ بہت دیر تک اٹھے رہنے لگے تھے۔ وہ دل سے ابتہاج اور اپنے رشتہ کی پائیداری چاہنے لگی تھی۔

اس دن نورعرش نے کچن میں آ کر افطاری بنانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ہمیشہ کی طرح ماہ نور نے اسے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی بیٹھنے کو پیش کردی لیکن نورعرش اسے نظر انداز کرکے آگے بڑھی۔ ہائفہ پیالے میں دہی پھینٹ رہی تھی نورعرش نے اس کے ہاتھ سے پیالہ جھپٹ لیا۔

''آج افطاری میں بناؤں گی۔'' اس کے انداز میں جارحانہ پن تھا ہائفہ حیران ہوکر پیچھے ہٹی۔ ماہ نور نے بھی حیرت سے دیکھا۔ ہائفہ کندھے اچکاتی فرج کی طرف بڑھی ارادہ فروٹ چاٹ بنانے کا تھا۔ نورعرش نے اس کے ہاتھ سے چھری لے کر سلیب پر رکھی۔

''میں نے کہا نا آج افطاری میں بناؤں گی۔'' نورعرش کے تیور اتنے خطرناک تھے کہ ہائفہ کچھ دیر دیکھتی رہی پھر منہ بنا کر کچن سے واک آؤٹ کرگئی۔

''نورعرش یہ کیا حرکت تھی وہ مہمان ہے۔'' ماہ نور نے اس کو ٹوکا۔

''میں بھی اس کو یہی بتانا چاہتی ہوں۔ وہ مہمان ہے اور مہمان بن کر رہے میزبان بننے کی کوشش نہ کرے۔'' نورعرش نے ''مہمان'' لفظ پر زور دے کر کہا۔ ماہ نور نے پہلی بار اسے اتنے غصے میں دیکھا تھا وہ گنگ رہ گئی۔

''میں افطاری بنالوں گی تم جاؤ ماہ نور۔'' نورعرش نے طائرانہ نظریں چاروں طرف گھما کر کہا تو ماہ نور حیرت کی تصویر بنی باہر نکل گئی۔ جبکہ نورعرش نے تسلی کی سانس بھری تھی۔ ایسا نہ تھا کہ وہ کچن کے کاموں میں بالکل نابلد تھی ہاں اس کو روز کھانا پکانے کی پریکٹس نہ تھی۔ بعض اوقات ہم کسی کام کو کرنے میں دلچسپی نہیں دکھاتے حالانکہ وہ ہمیں کرنا آتا ہے یہی کچھ نورعرش کے ساتھ تھا لیکن اب اسے اپنے محبوب پر نقب لگانے والی کا سدباب ہر صورت کرنا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

دسترخوان پر پھرتی سے چیزیں لا کر رکھتی نورعرش کو دیکھ کر دادی خوشی سے مسکرائے جارہی تھیں۔ اس کام کے لیے اس نے ماہ نور کی مدد لے لی تھی تائی اور امی کو بھی معلوم ہوچکا تھا کہ آج کی افطاری نورعرش نے بنائی ہے سو وہ بھی مسکراہٹیں بکھیر رہی تھیں ہائفہ البتہ منہ پھلا کر خاموش بیٹھی تھی۔ اذان ہونے والی تھی گھر کے مرد بھی چلے آئے تھے۔

نورعرش کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا دوسروں کی تو خیر تھی کھانے میں کوئی کمی بیشی ہوتی تو دیگر لوگ تو خاموش رہتے اچھا لگتا تو بول دیتے لیکن ابتہاج واحد بندہ تھا جو نوالہ لیتے ہی اچھا برا جتا دیتا تھا اور یہ اہتمام بھی اسی منہ پھٹ محبوب کے لیے تھا۔

اذان کے ساتھ ہی سب نے کھجور کی طرف ہاتھ بڑھائے نورعرش بھی نظریں جھکا کر افطار کی دعا پڑھ کر کھجور کھانے لگی اس کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا تھا ابتہاج کے متوقع ردعمل کے ڈر سے۔

''واہ واہ سو ڈیلیشس۔'' ابتہاج کی چہکتی آواز نے نورعرش میں نئی روح پھونکی تھی اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا ابتہاج پکوڑوں اور دہی بھلوں سے ایک ساتھ لطف اندوز ہو رہا تھا۔

غزل

بجھا دیئے میں خود اپنے ہاتھوں محبتوں کے دیے جلا کے
مری وفا نے اجاڑ دی ہیں امید کی بستیاں بسا کے
تجھے بھلا دیں گے اپنے دل سے یہ فیصلہ تو کیا لیکن
نہ دل کو معلوم ہے نہ ہم کو جئیں گے کیسے تجھے بھلا کے
کبھی ملیں گے جو راستے میں تو منہ پھیرا کر پلٹ جائیں گے
کہیں سنیں گے جو نام تیرا تو چپ رہیں گے نظر جھکا کے
نہ سوچنے پر بھی سوچتی ہوں کہ زندگانی میں کیا رہے گا
تری تمنا کو دفن کرکے ترے خیالوں سے دور جا کے

اقراء وکیل......للیانی، سرگودھا

"کیا زبردست افطاری بنائی ہے ماہ نور ماگو کیا مانگتی ہو؟" وہ مزے سے بولا تو ماہ نور ہنس دی۔

"آج کی افطار نور عرش نے بنائی ہے۔" اس نے جیسے بم پھوڑا تھا ابتہاج کو اچھو لگ گیا۔

"ارے بچے آہستہ کھانے کی چیزیں کہیں بھاگی نہیں جارہیں۔" پاس بیٹھی دادی نے پیٹھ سہلا کر پانی دیا۔ پانی کا گھونٹ بھر کر ابتہاج نے بغور نور عرش کے گورے بازوؤں کا جائزہ لیا جیسے جلنے کے نشان ڈھونڈ رہا ہو۔

"واؤ اتنا صحیح سلامت رہ کر نور عرش نے یہ سب کیسے پکا لیا؟" اس کی بات پر جہاں خوش ہوتی نور عرش شرمندہ ہوئی۔ وہیں ہائفہ کی استہزائیہ ہنسی گونجی۔ نور عرش کا چہرہ کچھ رونے والا ہوگیا تھا۔

"ابتہاج بری بات بیٹا' نور نے کتنے دل سے آج افطاری بنائی ہے۔" دادی نے فوراً نور عرش کی سائڈ لی۔

"دادی...... میں تو مذاق کررہا تھا آج تو واقعی نور عرش نے کمال کردیا ہے۔" ابتہاج نے دادی کے کندھے پر ہاتھ پھیلا لیا اور نور عرش کو بغور دیکھا جو منہ پھلائے خاموش بیٹھی تھی۔

"یہ لو نور عرش اتنی اچھی افطاری بنانے پر تمہارا انعام۔" امتیاز احمد نے نور عرش کی طرف کئی کڑکتے نوٹ بڑھائے۔

"لے لو بیٹا۔" اس کو جھجکتے دیکھ کر اعجاز احمد نے سر پر ہاتھ رکھ کر بڑھاوا دیا۔

نور عرش نے باپ اور تایا کو میٹھی نظروں سے دیکھ کر نوٹ تھام لیے تھے تو ثابت ہوا کہ یہ سچے رشتے اس کے ساتھ تھے اس کی خوشی میں خوش ہر دم اس کے نازک دل کو تسکین دینے کے لیے تیار۔

☆☆☆......☆☆☆

افطاری کے بعد نور عرش ماہ نور کے ساتھ دسترخوان سے برتن اٹھا کر کچن میں رکھوانے لگی۔ پھر نماز مغرب ادا کرکے اس نے ماہ نور کو زبردستی کچن سے باہر بھیج کر سنک پر جمع برتنوں کو دھونا بھی شروع کردیا۔

"آج سب نے تعریف کی ہے تمہاری کوکنگ کی تو میری طرح کام پر کام کیے چلی جارہی ہو اور مجھے کہتی ہو میں تعریف کی بھوکی ہوں۔" ماہ نور نے باورچی خانے سے جاتے ہوئے اسے چھیڑا۔ وہ پھیکا سا مسکرادی۔

"کیا بتاتی جس کے لیے اہتمام کیا اسی نے دل برا کردیا تھا۔" وہ زور و شور سے برتن دھونے میں مشغول تھی جب اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنی۔

"کیا آج چائے نہیں ملے گی۔" یہ آواز بلاشبہ ابتہاج کی تھی۔

"نہیں۔" نور عرش نے یک لفظی جواب دیا۔

"تمہارے ہاتھوں سے بنی افطاری کھائی ہے۔ اب اس کو ہضم کرنے کے لیے چائے تو پینی پڑے گی۔" نور عرش کو اس کا لہجہ مذاق اڑاتا محسوس ہوا۔

"تو نہ کھاتے آپ...... بنوا لیتے ہائفہ سے اپنا من پسند مینو۔" وہ ایک دم ہی سلگ اٹھی اور پیچھے پلٹی۔

ابتہاج دو قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ براؤن شرٹ بلیک پینٹ میں ملبوس مردانہ وجاہت لیے۔ (ہائفہ کچھ دیکھ کر ہی دیوانی ہوئی تھی) نور عرش کے دل نے چپکے سے کہا۔

"ہاں بنا تو وہ رہی تھی حسب معمول میری پسند کا مینو۔ لیکن سنا ہے تم نے اسے دھکے دے کر کچن سے نکال دیا۔" ابتہاج نے تیوری چڑھائی تو نور عرش کا منہ اتر گیا۔

"جو کوئی میری ذاتی چیزوں پر بری نظر رکھے گا میں اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گی۔" نور عرش کے لہجے میں آگ دہکتی محسوس کرکے ابتہاج چونک اٹھا۔

"تمہاری ذاتی چیزیں مثلاً کون سی؟" ابتہاج نے اپنی ساحر نظریں اس پر جمادیں تو نور عرش سٹپٹا گئی۔ کیا کہتی کہ وہ تم ہو جس کو ہائفہ مجھ سے چھین رہی ہے۔

ابتہاج سب کچھ جانتے بوجھتے انجان بن رہا تھا یہ سوچ کر نور عرش کو بری طرح تاؤ آیا۔ بھلا ایک لڑکی اپنے منہ سے پیار کا اظہار کرتی اچھی لگتی ہے کیا۔ وہ تیکھی نظروں سے ابتہاج کو دیکھنے لگی۔

"نور عرش بھئی اب بس کردو۔ وہاں سب چائے کی طلب لیے بیٹھے ہیں اور تم ہو کہ نہ خود تیار کررہی نہ مجھے ٹکنے دے رہی ہو کچن میں۔" اتنے میں ماہ نور بولتی ہوئی باورچی خانے میں داخل ہوئی پھر ان دونوں کو مقابل دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"میں بھی اتنی دیر سے یہی کہہ رہا ہوں ان محترمہ کو مگر جناب سنتی ہی نہیں۔" ابتہاج نے فوراً کہہ کر بے نیازی سے کندھے اچکائے تو نور عرش اس سے دیکھ کر رہ گئی۔

"اچھا میں پکائی ہوں چائے آپ باہر جاکر آرام کریں دونوں۔" ماہ نور جھنجلائی ہوئی تھی۔ نور عرش پیر پٹخ کر کچن سے

واک آؤٹ کرگئی تو ماہ نور نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

”پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے اس لڑکی کو۔“ وہ بڑبڑاتی ہوئی چائے کی کیتلی اٹھانے لگی تو ابتہاج مسکرا دیا۔

پھر اگلے بہت سارے دن اسی طرح گزر گئے۔ اس دن کے بعد نور عرش نے ویسا جارحانہ رویہ تو نہ دکھایا پر اب وہ کچن میں بہن کے ساتھ مل کر کام کروانے لگی تھی۔ ہانفہ سے البتہ وہ دور دور رہتی مگر وہاں فکر کیے تھی۔ ہانفہ ایک چکنا گھڑا تھی جو کسی بات کا مشکل سے اثر لیتی تھی ابتہاج کل بھی اس کا منظور نظر تھا اور آج بھی وہ نور عرش سے اس کی منگنی کے متعلق جانتی تھی مگر پھر بھی ابتہاج کے گرد پروانہ وار گھومتی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

آج ماہ مبارک کا آخری روزہ تھا۔ یہ تیس دن جیسے پر لگا کر اڑ گئے تھے سحر و افطار کی رونقیں عبادات کا لطف بہت تیزی سے اختتام پذیر ہوا تھا اس بار رمضان مبارک میں اگرچہ نور عرش بہت بے چین اور افسردہ رہی تھی لیکن پہلے سے زیادہ لگن سے اپنے رب کو پکارتی بھی رہی تھی، سچ ہے پریشانی میں بندہ اپنے پروردگار کے قریب ہوجاتا ہے اور ان دنوں میں ہی نور عرش بالکل ایک بدلی ہوئی ذمہ دار لڑکی کے روپ میں سامنے آئی تھی جسے دیکھ کر دادی مہرالنساء بے حد خوش تھیں۔

افطار کے بعد حسب عادت ماہ نور، نور عرش اور یشعرہ نے چاند دیکھنے کے لیے چھت کا رخ کیا ہانفہ البتہ موبائل ہاتھ میں لیے مسیجز میں گم تھی۔ کافی دیر انتظار کے بعد بہت باریک سا چاند دکھائی دیا تو تینوں نے خوشی کے اظہار کے ساتھ دعائیں بھی مانگیں۔

نور عرش کے لبوں پر ہمیشہ کی طرح ایک ہی دعا تھی ایک ہی طلب ایک ہی فرمائش اور وہ اللہ تو دلوں کے حال خوب جانتا ہے نیتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے دل کی سچائی کو بھی۔ وہ تینوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئیں تو برآمدے میں ہانفہ ابتہاج کے پاس کھڑی کسی بحث میں الجھی ہوئی پائی گئی۔ ان کو دیکھ کر وہ فوراً خاموش ہوگئی۔

”بھائی ہمیں چوڑیاں دلوانے چلیں نا کل عید ہے۔“ یشعرہ ابتہاج کے بازو سے لپٹ گئی۔

”کیوں نہیں گڑیا' نور عرش' ماہ نور چلو جلدی گاڑی میں آکر بیٹھو۔“ وہ یشعرہ کا ماتھا چوم کر ان سے مخاطب ہوا۔ ہانفہ نے ایک سلگتی نظر ان سب پر اور ایک شکایتی نظر ابتہاج پر ڈالی اور

غصے سے اندر چلی گئی۔

"ارے انہیں کیا ہوا؟" یشعرہ نے حیرانی سے پوچھا۔

ابتہاج خاموش رہا پھر چابی گھماتا پورچ کی طرف بڑھا۔ یشعرہ دادی کو بتانے اندر دوڑی یہ دونوں نہیں ابتہاج کے پیچھے چلی آئیں۔ ابتہاج نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر دوسری طرف والا دروازہ کھول دیا۔ نورعرش جب ماہ نور کے ساتھ پیچھے بیٹھنے لگی تو ابتہاج نے فوراً ٹوکا۔

"میں ڈرائیور نہیں ہوں نورعرش آگے بیٹھو؟" اس کا لہجہ ہمیشہ کی طرح تحکم بھرا تھا۔

"یشعرہ کو بٹھا لیں۔" نورعرش نے یشعرہ کو آتے دیکھ کر کہا۔

"جی نہیں بھائی کے برابر میں بھابی ہی بیٹھی اچھی لگتی ہے آپ جائیں آگے۔" وہ بھی آخر ابتہاج کی بہن تھی۔ ناچار نور عرش کو آگے بیٹھنا پڑا۔

بازاروں کی رونق اپنے عروج پر تھی ان تینوں کو اپنی اپنی پسند کی چوڑیاں دلوا کر واپس کار میں بیٹھے تو یشعرہ مہندی لگوانے کو مچل اٹھی۔

"یشعرہ مجھے آتی ہے مہندی لگانا مجھ سے لگوا لینا۔" ماہ نور نے ٹوک دیا رش ہی اتنا تھا ہر پارلر میں۔

"نہیں مجھے پارلر سے لگوانی ہے آپ بے شک نہ لگواؤ۔" وہ منہ پھلانے لگی تو ابتہاج نے ایک پارلر کے آگے کار روک دی۔ ماہ نور یشعرہ کے ساتھ اتر گئی نورعرش بھی اترنے لگی تو ابتہاج نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اترنے سے روکا۔

"او کے پھر ہم آتے ہیں کچھ دیر میں۔" اس نے یہ کہہ کر تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" نورعرش نے غصے سے اسے دیکھا وہ ویسے بھی ہائفہ کے ساتھ کچھ دیر پہلے ہی اس کو کھڑا دیکھ چکی تھی سو اپنے تئیں ناراض بھی تھی۔

"کچھ ڈسکس کرنا تھا تم سے۔" وہ اطمینان سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ نورعرش کا نازک ہاتھ اب بھی اس کی مضبوط گرفت میں تھا۔ نورعرش کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔

"ناراض ہو؟" ابتہاج کا پوچھنا تھا اور نورعرش کا پگھلنا بہت سارے آنسو ایک دم آنکھوں میں جمع ہونے لگے اس نے رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

"آپ کو پروا ہے کیا؟" وہ سلگ کر بولی۔ "آپ تو ہائفہ کی کمپنی کو انجوائے کرو اس کے تیار کردہ پکوان کھاؤ اس کے ساتھ جاگنگ کرو۔" نورعرش جیسے پھٹ پڑی۔ ابتہاج دلچسپی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔

"مجھ پر صرف رعب جماتے ہیں حالانکہ منگیتر میں ہوں لیکن کبھی مجھ سے پیار سے بات کی؟" وہ اب جارحانہ اسٹائل میں پوچھنے لگی۔ تو ابتہاج کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ "اور اس ہائفہ سے کیسے ہنس ہنس کر باتیں کی جاتی ہیں۔" نورعرش کا اتنے دنوں سے اندر دبا لاوا باہر نکل رہا تھا۔

"تمہیں دکھ کس بات کا ہے منگیتر ہو کر تم سے پیار سے بات نہ کرنے کا یا منگیتر نہ ہوتے اس سے ہنس کر بات کرنے کا؟" ابتہاج نے لب بھینچ کر سنجیدگی سے دریافت کیا آنکھیں البتہ شرارت پر آمادہ تھیں۔ نورعرش لمحہ بھر کے لیے سٹپٹا گئی۔

"دونوں کا۔" پھر بے چارگی سے اعتراف کیا۔ ابتہاج بے ساختہ ہنس دیا۔

"تم بہت معصوم ہو نور۔" یکا یک اس کا لہجہ گمبھیر ہو گیا اس بدلے طرز تخاطب پر نورعرش نے ایک دم ابتہاج کو دیکھا جو آنکھوں میں دیوانگی لیے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"سامنے دیکھیں۔" نورعرش نے گھبرا کر اس کی توجہ ونڈ اسکرین کی طرف کروانا چاہی۔

"یہ خیال تمہیں کیونکر آیا کہ میں ہائفہ کی طرف ملتفت ہوں؟" ابتہاج بھی سیدھا ہو کر ڈرائیونگ کرنے لگا البتہ اب اس پر اچٹتی نظر ڈال رہا تھا۔

"آپ نہیں وہ ملتفت ہے۔" نورعرش نے تصیح کی۔

"اچھا یہ بات سمجھتی ہو تو مجھ بیچارے پر الزام کیوں دھرا پھر؟" ابتہاج نے معصوم سی شکل بنائی۔

"آپ بے چارے نہیں...... آپ نے اس کی پیش قدمی کو کیوں نہیں روکا یہ کیوں نہیں کہا کہ میری منگیتر نورعرش ہے اور میں اسے بہت چاہتا ہوں۔" روانی سے بولتے بولتے نورعرش کو بریک ابتہاج کے قہقہے نے لگائے۔

"ارے واقعی مجھے اسے بتانا چاہیے تھا کہ میری ایک عدد منگیتر بھی ہے جو تھوڑی معصوم تھوڑی نادان سی ہے میں اس کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔" وہ مسلسل ہنس رہا تھا اور نورعرش یہ بات کہہ کر پچھتا رہی تھی۔

"ہاں یہ تو جھوٹ ہوتا آپ کو کب مجھ سے محبت ہے۔" ایک دم نورعرش رونے لگی۔

''ارے نور یار چپ کرو۔'' ابتہاج بوکھلا گیا پھر گاڑی کو ایک سائڈ پر کھڑا کر کے ٹشو نکال کر خود ہی اس کے آنسو پونچھے۔
''نور بس بھی کرو میں نے کب کہا میں تم سے محبت نہیں کرتا۔''
''آپ کے رویوں نے کہا آپ نے نہیں۔'' نورعرش سوسو کرتے معصومیت سے بولی۔
''اُفف..... شٹ یار۔'' ابتہاج نے اسٹرنگ پر ہاتھ مارا۔
''نورعرش میں اگر یہ کہوں کہ مجھے اپنے جذبات کا اظہار کرنا بہت مشکل لگتا ہے اور یہ کہ میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں پر اس کو کھل کر بتانے سے قاصر ہوں تو.....'' ابتہاج نے بے چارگی سے کندھے اچکائے۔
''کھانے کھاتے ہوئے تو آپ کو اچھے برے اظہار میں مشکل پیش نہیں آتی تب تو جھٹ سے تعریف یا تنقید کر دیتے ہیں۔'' نورعرش نے فوراً لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر کہا۔
اس بار ابتہاج کی ہنسی بے قابو تھی۔
''اوہ مائی گاڈ..... کیا چیز ہو تم نور، کبھی اتنی معصوم اور کبھی بالکل کٹنی ہاہاہا۔'' نورعرش نے خفگی سے منہ پھلا لیا۔
''مجھ سے محبت ہے تو پھر آپ نے ہانفہ کو بڑھاوا کیوں دیا اس کے پہلے قدم پر کیوں نہ اس کو روک دیا۔ کیوں اس کو یہ خوش فہمی دی ہے کہ وہ مختلف حیلے بہانوں سے وہ آپ کے دل تک پہنچ رہی ہے؟'' نورعرش نے ابتہاج کو لاجواب سا کر دیا تھا آج وہ اس سے حیران کر رہی تھی۔ ابتہاج نے اپنی پیشانی مسلی تھی۔
''نور اصل میں بات.....''
''اصل میں بات یہ ہے ابتہاج کہ محبت سحری میں پیے گئے پانی کے آخری گھونٹ جیسی ہونی چاہیے جس کے بعد دوسرے گھونٹ کی گنجائش نہ ہو۔'' نورعرش نے ابتہاج کی بات کاٹ کر ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا تو ابتہاج کو خوشگوار حیرت نے آلیا۔
''واہ تم تو میری محبت میں فلسفی بن گئی ہو۔ کیا ہی اعلیٰ فلسفہ جھاڑا ہے۔'' وہ واقعی بے انتہا خوش ہوا تھا جبکہ نور ہنوز غصے میں تھی۔ وہ معاملے کی نزاکت کا احساس کر کے سنجیدہ ہو گیا۔
''او کے اب مجھے تو صفائی کا موقع دو۔ پلیز.....'' ابتہاج کی التجا پر نورعرش نے لب کاٹے۔
''پتہ ہے اصل بات کیا ہے؟ بچپن ہی سے جس طرح تم نزاکت سے پلی بڑھی جتنے ناز اٹھوائی رہیں بڑے ہو کر بھی وہی چیز تمہارے اندر بیٹھی رہی۔ مجھ سے منگنی ہو گئی اور مانتا ہوں محبت بھی مگر اپنی روش نہ بدلی تم نے..... ایک تو تم چھوئی موئی پھر چاچی کے پروں میں چھپی ہوئی۔ یار منگیتر کا ایک خاکہ ہوتا ہے ذہن میں تم سے میری انسیت اور محبت بے شک تھی مگر جب تم سامنے آتیں تو تمہاری بچکانہ حرکتیں مجھے غصہ دلا جاتیں۔ ماہ نور کو دیکھتا اس کی سلیقہ مندی دھیما پن۔ وہ تم سے کہیں زیادہ سمجھدار نظر آتی تھی۔ اس لیے تاؤ آتا اور تم سے سخت لہجے میں بات کرتا تھا۔ پھر ہانفہ آ گئی خوب صورت اور طرح دار.....'' ابتہاج نے اب کہ شرارت سے نورعرش کو دیکھا جو اسے گھور رہی تھی۔
''اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے میرے دل میں جگہ بنانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی..... کیا مزے مزے کے

عید تو آئی ہے

عید تو آئی ہے خوشیوں کی مہکار بن کر
عید تو آئی ہے چوڑیوں کی جھنکار بن کر
حنائی ہاتھوں میں گجرے سجاؤں
تیری یاد کو نینوں میں مہکاؤں
عید تو آئی ہے خوشیوں کی مہکار بن کر
ہر سو چھائی مہندی کی باس
ہاں
نہیں ہو آج تم میرے پاس
سلونے چہرے پر تیرے ملن کی شمع جلاؤں
سبز آنکھوں میں تیرے نام کا کاجل لگاؤں
تم ہی ہو میری عید کا چاند
تجھے دیکھوں تو ہوں غم بھی ماند
عید کا چاند بن کر سج جاؤ آج
تم
میرے جوڑے کے پھولوں میں
میرے ہار سنگھار کی ہر شے میں
میری پائل کے چھنکتے موتیوں میں
عید تو آئی ہے خوشیوں کی مہکار بن کر
عید تو آئی ہے چوڑیوں کی جھنکار بن کر

عنبرین اختر..... لاہور

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

پکوان پکایا کرتی تھی محترمہ آہا.....'' ابتہاج نے مصنوعی چٹخارہ بھرا۔نورعرش کی آنکھیں پھر سے گیلی ہونا شروع ہوئیں۔

''پہلے میری پوری بات سن لو پھر آنسو بہانا...... لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے یہ دیکھا کہ اس کے میری طرف جھکاؤ سے تمہارے رویے میں تبدیلی آنا شروع ہوگئی تم رقابت کی آگ میں جلنے لگی تھیں۔ یہ تبدیلی خوش آئند تھی دادی اگر برسوں تمہیں ایک اچھی سلیقہ مند لڑکی بنانے میں مصروف عمل رہتیں تب بھی ایسی انقلابی تبدیلی ناممکن تھی جو ہائفہ کے چنگل سے مابدولت کوزکالنے کے لیے تمہارے اندر آئی.....سو میں نے بھی کچھ ایکٹنگ کرنا شروع کردی۔'' ابتہاج مزے سے بولتا رہا تھا وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔

''لیکن یار اب یہ ایکٹنگ میرے گلے پڑنے لگی تھی اسی لیے آج میں نے ہائفہ پر سب کچھ کلیئر کردیا..... محترمہ آج مجھ سے کہنے لگی کہ میں نے اپنی امی کو بتادیا ہے ابتہاج مجھے دل و جان سے پسند ہے عید پر آکر ہمارے رشتے کی بات کر جائیں۔'' ابتہاج نے بتایا تو نورعرش کا دل زور سے دھڑکا۔

''میں نے کہا بی بی ہوش میں تو ہو ابتہاج کوئی چیز نہیں جسے تم پسند کرکے اپنے آنچل میں لپیٹ کر گھر لے جاؤ مجھ سے پوچھا ہے کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں یا نہیں تو فرمانے لگی مجھے کوئی ناپسند کرہی نہیں سکتا ایک ہزار ایکڑ پر پھیلی بارآور فصلوں کی مالکہ ہوں۔ میں نے کہا یہ ہری بھری فصلیں رکھو اپنے پرس میں۔ میری محبت میری منگیتر نورعرش ہے جس سے میں کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہوسکتا۔'' ابتہاج سرخ چہرے کے ساتھ بولتا رہا۔ آخری الفاظ نورعرش کے لیے بے تحاشہ خوشی کا باعث بنے وہ بے ساختہ مسکرااٹھی۔

''اب کیا کہتی ہو؟'' ابتہاج نے ایک بھرپور نظر اس کے مطمئن چہرے پر ڈالی جہاں بدگمانی کے بادل چھٹ چکے تھے اور محبت کا اعتماد کا رنگ نظر آرہا تھا۔

''چلو تمہیں تمہاری پسند سے عید کی شاپنگ کرواؤں۔'' ابتہاج نے سامنے نظر آتے بڑے سے مال کو دیکھ کر کہا پھر گاڑی سے اترا تو نورعرش کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی۔ پھر اس کے ہم قدم چلتے لباس پسند کرتے نورعرش خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کررہی تھی۔

میرون خوب صورت سی کڑھائی والا جدید تراش خراش کا ڈیزائنر سوٹ اس کے ساتھ میچنگ جیولری اور سینڈلز۔ آج ابتہاج نے ساری کسر نکالی تھی۔ دونوں واپس پارلر آئے تو خوشی سے نورعرش کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔

اگلا دن عید کا تھا۔ نورعرش کے لیے یہ عید واقعی عید سعید بن کرآئی تھی وہ ابتہاج کا لایا گیا لباس پہن کر دل سے تیار ہوئی تھی اندرونی خوشی کا عکس چہرے سے چھلکا پڑ رہا تھا دادی نے اس کو دیکھ کر فوراً نظر اتاری تھی۔

پھر گھر کے مرد عید کی نماز پڑھ کر لوٹے تو وہ ذمہ دار لڑکی کی طرح ماہ نور کے ساتھ میز پر لوازمات سجارہی تھی۔ ابتہاج کی آنکھیں اس کا سجابنا سراپا روپ دیکھ کر چمکنے لگی تھیں۔

''آؤ ہائفہ تم بھی عیدی لو۔'' تایا کے کہنے پر ہائفہ پھیکا سا چہرہ لے کر آگے بڑھی۔

رات گئے اس نے کھڑکی میں کھڑے ہو کر ان دونوں کو کار سے اترتے ایک دوسرے سے اٹھکیلیاں کرتے دیکھا تھا سو اب کس چیز کی گنجائش نکلتی تھی اس نے پرائی چیز پر بری نظر ڈالی تھی انجام تو برا ہونا تھا۔

''ہائفہ بیٹی! اب بڑی عید پر بھی تمہیں ضرور آنا ہے۔'' اچانک دادی نے ہائفہ کو مخاطب کرکے کہا تو سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

''خیر سے ابتہاج اور نورعرش، منہاج اور ماہ نور کی شادی ذوالحج کے مبارک مہینے میں کرنے کا ارادہ ہے ان شاء اللہ۔'' دادی نے جیسے دھماکہ کیا۔ ہائفہ سے زیادہ نہ ٹھہرا گیا وہاں اور وہ تیزی سے اوپری سیڑھیاں چڑھ گئی۔

دادی کی غیر متوقع بات پر سب ہی چونکے تھے پھر ان کی پراسرار مسکراہٹ نورعرش اور ابتہاج کو بہت کچھ سمجھا گئی۔ دونوں نے نظروں ہی نظروں میں دادی کے فیصلے کو سراہا پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بے ساختہ ہنس دیئے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
حریم عشق
سیدہ غزل زیدی
WWW.PAKSOCIETY.COM

حصہ 4

بے تعلق زیر لب ہی مسکرا کر چل دیئے
بزم میں وہ اک گلابی پن بسا کر چل دیئے
دل میں یہ کیسی اُتر آئی خنک سی بے دلی
آج تو ہم اُن سے بھی نظریں چرا کر چل دیئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

رامین حیات کے نمبر پر جس انجان شخص کی کال آتی ہیں وہ دراصل ارحام کا چھوٹا بھائی رضی ہوتا ہے، رامین اس شخص کے تعارف پر چونک جاتی ہے وہ ارحام کے نمبر سے میسج کے ذریعے رامین کو کافی شاپ میں بلاتا ہے اور گزشتہ رویہ کی معافی مانگتا ہے رامین اسے کھلے دل سے معاف کردیتی ہے لیکن اسے مزید رعایت دینے پر آمادہ نہیں ہوتی یہ بات رضی کو اشتعال دلاتی ہے جب وہ اپنے منگیتر حماد کے ہمراہ شاپنگ پر نکلتی ہے تو اس کا راستہ روک لیتا ہے، رامین رضی کا یہ روپ دیکھ کر شاکڈ رہ جاتی ہے وہیں حماد کے سامنے وہ اپنی ذات کی تضحیک برداشت نہیں کرپاتی حماد اس انجان شخص کی کافی مرمت کرتا ہے لیکن رامین کا کردار اس کی نظروں میں مشکوک ٹھہرتا ہے۔ رامین اور رضی کالج کے زمانے سے ایک دوسرے کو جانتے تھے کالج میں ہونے والے مقابلوں کے درمیان دونوں اپنے کالج کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تھے ایسے میں رضی اور اس کا گروپ شائقین کو کافی حد تک متاثر کرلیتا ہے۔ اسی دوران رامین کے ہاتھ کی رنگ اتفاقیہ طور پر اسٹیج پر پہنچ جاتی ہے اس معمولی سی بات کو رضی ایک سازش کا روپ دیتے رامین سے دشمنی کرتے بدلہ لینے پر اتر آتا ہے اگر چہ رامین اس کی غلط فہمی دور کرنے کی بھرپور سعی کرتی ہے لیکن وہ کسی طور اس کی بات ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ارحام اکیڈمی میں حریم کی کمی شدت سے محسوس کرتا ہے اور ارماہ سے بار بار حریم کے متعلق دریافت کرتا ہے لیکن حریم اس کے جذبوں کی پذیرائی کسی طور نہیں کرنا چاہتی، زہرہ جہاں بیٹی کی شادی کی تیاریوں سے خوش نظر آتی ہیں وہیں حماد کا تلخ رویہ ان کی خوشیوں کو ختم کرو ینے کا سبب بنتا ہے۔ رامین تمام بات حریم کے گوش گزارتی ہے تو اسے حماد کا رویہ بالکل بھی ٹھیک نہیں لگتا جب ہی وہ ببین سے بات کرکے شادی رکوانے کی بات کرتی ہے دوسری طرف یمنی کا التفات ارحام کی طرف بڑھتا جاتا ہے یمنی کے بھائی دانیال کے لیے بھی اس کا یہ رویہ حیران کن ہوتا ہے جب ہی وہ ارحام سے تمام باتیں ڈسکس کرتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

"یار انہیں تو دیکھ کے دل کر رہا ہے کہ بندہ ہار ہی جائے۔" ایڈی نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے گھور کے دیکھا اور میزبان کی طرف متوجہ ہوگیا جو اب انہیں شعر پڑھنے کا کہہ رہا تھا۔

"جی تو آپ کا لفظ ہے الف۔"

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے

علی رضا کی طرف سے آفندی کی آواز نے ماحول کو سحر انگیز کردیا تھا۔ اس نے پُر تاثر نگاہوں سے رامین حیات کو دیکھا۔ وہ پہلو کے ساتھ رخ بھی بدل گئی تھی۔ علی رضا کے لبوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ ابھری تھی۔ اب اناؤنسر کا روئے سخن گورنمنٹ کالج لاہور کی طرف تھا۔ انہیں "ہ" سے شعر پڑھنے کو کہا گیا تھا۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے جا کر ٹھہرتی ہے نظر کہاں

گروپ لیڈر نے بڑے جذب سے شعر پڑھا تھا۔ اب رامین کے گروپ کو "ن" سے شعر سنانا تھا۔

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد

یارب یہ اگر کردہ گناہوں کی سزا ہے

رامین نے بہت جتلاتے ہوئے یہ شعر اس کی جانب اچھالا جو پچھلے کئی دن سے اسے ایک ناکردہ غلطی کی سزا دے رہا تھا۔ اس نے بھی مسکرا کر یہ شعر وصول کیا اور اپنے اسی مخصوص دل لبھانے والے انداز میں شعر کہا۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
آپ آئے تھے' مگر کوئی عناں گیر بھی تھا
تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا

اس نے بڑے خوب صورت انداز میں رامین کے شکوے کا جواب دیا تھا۔ جس پر رامین مدھم سا مسکرائی۔ سامعین کو پتا بھی نہ چلا اور وہاں شکوے کے بعد معافی تلافی بھی ہوگئی تھی۔ اب گورنمنٹ کالج لاہور کے لیڈر کو الف سے شعر سنانا تھا۔

امید پہ نکلا ہے تو یوں تن کے کھڑا ہے
سورج کو کبھی لوٹ کے جاتا بھی تو دیکھو
وہ ہار کے گرتا ہے تو کیا بات ہے لیکن
گر گر کے اسے پھر سے سنبھلتا بھی تو دیکھو!

ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ تالیاں تھمیں تو پھر رامین حیات کی آواز گونجی۔

وہ ادائے دلبری ہو یا نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

ہال میں واہ واہ کی پُرزور آوازیں گونج اٹھی تھیں۔

"نجانے مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے کہ آپ تین گروپس میں سے کوئی بھی دوسرے کو شکست دے نہیں پا رہا، ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر زورآور ہے، اسی لیے میں اب مقابلے میں تھوڑی تبدیلی کرتا ہوں اب حرف میں دوں گا اور اس ایک حرف سے آپ تینوں گروپس کو ایک ایک شعر پڑھنا ہوگا شاید اس طرح ہم کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔" میزبان نے مسکراتے ہوئے مداخلت کی تھی۔

"جی تو کوئین میری کالج پہلے آپ شعر پڑھیں گے اور حرف ہوگا۔ "آ" میزبان نے رامین کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

رامین نے لمحے کی تاخیر کے بغیر پڑھا، اناؤنسر نے متعارفی نگاہوں سے اسے دیکھا علی رضا آفندی کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

علی رضا کے شعر میزبان بھی متاثر ہوا تھا۔ اب وہ تیسرے گروپ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ آپس میں ڈسکشن کررہے تھے۔ وقت بہت تیزی سے ان کے ہاتھ سے نکل رہا تھا۔ اناؤنسر نے کاؤنٹ ڈاؤن شروع کردیا۔ وقت ختم ہونے تک وہ شعر نہیں سنا سکے تھے۔ تھرڈ رنر اپ کی حیثیت سے انہوں نے اسٹیج سے الوداع کہا۔ سامعین کی بھرپور تالیوں میں وہ نیچے اتر گئے تھے۔ اب اسٹیج پر دو گروپس تھے رامین حیات اور علی رضا آفندی کے۔ اناؤنسر نے ایک کے بعد ایک حرف دینا شروع کیے مگر ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو شکست نہ دے سکا۔ اناؤنسر نے پریشان نگاہوں سے ججز کو دیکھا اور ججز نے باہمی مشورے سے ایک فیصلہ کیا۔

"تو بات دراصل یہ ہے کہ آپ دونوں ہی گروپس کی تیاری یقیناً بہت لاجواب ہے۔ ہم سب آپ دونوں ہی گروپس سے بہت خوش ہیں لیکن رول کے مطابق ہمیں سیکنڈ اور فرسٹ رنر اپ چننے ہیں۔ اسی لیے اب ہم جس زبان میں کہیں اس میں آپ کو شعر سنانا ہوگا۔ جو ٹیم سب سے پہلے سنائے گی وہ ہماری فرسٹ رنر اپ ٹیم ہوگی۔ او کے۔" باہمی مشورے کے بعد ایک جج نے انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تھا۔ ان سب نے کندھا اچکا کر اور گردن ہلا کر رضامندی دی تھی۔

"فارسی زبان۔" جج نے یک دم کہا۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گرتو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بہ گیر

جج کے منہ سے لفظ پورے بھی ادا نہ ہوئے تھے اور رامین حیات نے شعر پڑھ دیا۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ سامعین سمیت ججز بھی اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ رامین کی ساتھی لڑکیاں اس سے لپٹ گئی تھیں۔ ان کی ٹیچر بھی اب ان کے پاس آگئی تھیں۔ اسٹیج کے پردے برابر ہوتے ہی انہوں نے ایک اودھم مچا دیا تھا رامین نے پلٹ کر اس طرف دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے سینٹ انتھونی کالج کا گروپ بیٹھا تھا اب وہ نشست خالی تھی۔ وہ سر جھٹک کر اپنے گروپ کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔ ہنستے مسکراتے وہ سب اپنی ٹیچر کی معیت میں

باہر نکلی تھیں۔ راستے میں جتنے لوگ ملے سب ہی نے مبارک باد دی۔ ساتھ تعریف بھی کی۔ رامین کو ایک جاننے والی مل گئی تو وہ اس سے دعا سلام کرنے کھڑی ہوگئی۔ اس کی ٹیچر اور گروپ کی باقی لڑکیاں آگے بڑھ گئی تھیں وہ اس لڑکی کو اللہ حافظ کہتی تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیوں تک پہنچی تھی۔

''مس رامین حیات۔'' پیچھے سے آنے والی آواز نے اس کے قدموں کو پابہ زنجیر کردیا تھا وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی تھی۔ اس نے رخ موڑ کر پکارنے والے کو دیکھا اور پہلی بار ایسا ہوا کہ اس کی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔ وائٹ شلوار قمیص پر بلیک واسکوٹ پہنے وہ کسی کی بھی دھڑکن ضبط کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ رامین اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو دھیمی چال چلتا مضبوط قدم اٹھاتا اس کے روبرو آ کھڑا ہوا تھا۔

''آپ کو اپنی جیت مبارک ہو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رامین کو لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

''دیکھیے مسٹر میں اپنی عادت کے برخلاف بہت زیادہ صفائی پیش کرچکی ہوں۔ اب مزید نہیں.....'' وہ نہ جانے کہاں کا غصہ کہاں نکال رہی تھی۔

''ارے میں آپ پر طنز نہیں کررہا تھا میں تو سچے دل سے آپ کو وش کررہا تھا۔'' اس کے چہرے پر پھیلتی غصے کی سرخی دیکھ کر گڑبڑا کر بولا تھا۔ رامین نے مشکوک نگاہوں سے اسے گھورا۔

''بلیو می۔'' اس نے یقین دہانی کرائی تھی۔

''اٹس اوکے۔'' وہ کہتے ہوئے ساتھ پلٹی اور سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔

''میں آج واقعی آپ سے بہت متاثر ہوا اور میرا دل بھی۔'' اس نے ٹھہر کر اپنا جملہ مکمل کیا تھا۔ رامین نے یک دم لڑکھڑاتے قدموں سے لوہے کی گرل کو تھاما تھا۔

''آر یو آل رائٹ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

''جی.....'' اس نے اس کی جانب دیکھے بغیر یک لفظی جواب دیا تھا۔

''ویسے کیا آپ مجھے آٹوگراف دیں گی پلیز۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑی آٹوگراف بک اور پین اس کے سامنے کیا تھا۔

''میں کوئی مشہور آرٹسٹ نہیں ہوں جس کا آٹوگراف لینے کی ضرورت پڑے۔'' اس نے لمحہ بھر کو آخری سیڑھی پر ٹھہر کر اسے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر فلور پر اتر گئی تھی۔

''لازمی نہیں کہ ہمیشہ مشہور و معروف ہستیوں کا ہی آٹوگراف لیا جائے، ہم جنہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہتے ہیں، جن سے بار بار ملنا چاہتے ہیں، ان کا آٹوگراف بھی تو لیا جاسکتا ہے۔'' دل کو موہ لینے والا لب ولہجہ اور انداز رامین حیات پر ویسے ہی اثر انداز ہوا تھا جیسے کہ اس عمر کی لڑکی پر ہونا چاہیے۔ وہ عمر جب دل کی سرزمین پر خوابوں کے قافلے پہلی بار اترتے ہیں۔ جب دل میں ایک مخصوص نام پر تلاطم پیدا ہوتا ہے۔ جب دل کی سرزمین پر پہلی بار ایک نام کندہ کیا جاتا ہے، جو پتھر پر تحریر حکایت کی مانند کبھی نہیں مٹتا۔ ایسا ہی لمحہ، ایسا ہی پل رامین حیات کی زندگی میں بھی آ گیا تھا۔ وہ کھڑے کھڑے سب کچھ ہار گئی تھی۔ وہ فاتح ہوتے ہوئے بھی مفتوح ہوگئی تھی۔ اس نے جھجکتے ہوئے اس کے ہاتھ سے آٹوگراف بک تھامی۔

''پلیز کیا آپ وہ شعر لکھ دیں گی جو آپ نے ابھی پڑھا تھا، 'تم میرے پاس ہوتے ہو'۔'' اس نے تھوڑا سا رامین کی جانب جھکتے ہوئے کہا تھا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جذبوں کی مہکتی روشنی تھی۔ اس مہکتی روشنی نے لمحوں میں رامین حیات کے وجود کا احاطہ کیا تھا۔ اس نے مدھم سا مسکراتے آٹوگراف بک پر وہ شعر تحریر کردیا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ اس نے اپنی زندگی کی یہ سب سے سنگین غلطی کی ہے۔ سائن کرکے اس نے آٹوگراف بک اسے پکڑائی تھی جو اس نے شکریے کے ساتھ تھامی اور پھر بولا تھا۔

''ویسے میں اتنی دیر سے آپ سے باتیں کیے جارہا ہوں آپ نے اب تک میرا نام نہیں پوچھا۔ چلیے میں خود ہی بتادیتا ہوں۔ آئی ایم علی رضا آفندی فرام سینٹ انتھونی کالج۔'' اس نے سینے پر ہاتھ رکھتے آگے کی جانب جھک کر کہا تو اس کے اس شاہانہ انداز پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''بہت خوب صورت ہے آپ کی مسکراہٹ بالکل آپ کی طرح۔'' اس کے فریفتہ انداز پر رامین کے چہرے پر ہلکی سی سرخی بکھر گئی تھی۔

''رامین.....'' گیٹ پر کھڑی اس کی دوست نے اسے آواز لگائی تو اسے یاد آیا کہ باہر اس کا انتظار کیا جارہا ہے۔

''اوکے میں چلتی ہوں اللہ حافظ۔'' کہتے ہی اس نے آگے قدم بڑھائے۔

''جاتے جاتے یہ تو بتادیجیے پھر کب ملیں گی۔'' اس نے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے کچھ شرماتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں خود ہی معلوم کرلوں گا۔" اس کی پُریقین آواز مین گیٹ سے باہر نکلتی رامین کی سماعت سے ٹکرائی تو اس کی روح تک شاد ہوگئی جبکہ دوسری طرف اس کے باہر نکلتے ہی علی رضا کے دوست جو آس پاس ہی چھپے تھے اس احمق لڑکی پر قہقہے لگاتے علی رضا کے پاس ہی آ کھڑے ہوئے تھے اور غائبانہ اس کا جی بھر کے مذاق اڑا رہے تھے۔ ان میں سب سے بلند قہقہہ علی رضا آفندی کا ہی تھا۔

"لڑکیاں تو پیدائشی بے وقوف ہوتی ہیں۔" اس نے ہتک آمیز لہجے میں کہا۔ جس پر سب نے مشترکہ قہقہہ لگایا تھا۔

❀....❀....❀

"تو آپ یہاں چھپی بیٹھی ہیں اور میں آپ کو جانے کہاں کہاں ڈھونڈ آیا ہوں۔" علی رضا کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔ اس وقت وہ کالج لائبریری میں موجود تھی اور کل کے ڈیبیٹ کمپیٹیشن کے مختلف کتابوں سے اہم نکات نوٹ کررہی تھی۔ آج پینٹنگ کمپیٹیشن تھا جس کا کیپشن "تعلیم سب کے لیے" رول کے مطابق اس مقابلے میں حصہ لینے والی لڑکی کے ساتھ وہ گروپ لیڈر کے طور پر آئی تھی۔ کل ان مقابلوں کا آخری دن تھا جو ڈیبیٹ مقابلے پر ختم ہونا تھا۔ رامین نے اس ڈیبیٹ مقابلے میں بھی حصہ لیا تھا۔ وہ اپنے کالج کی بہترین ڈیبیٹر تھی اور فی البدیہہ بولنے کی صلاحیت سے مالا مال تھی جو کل کے مقابلے کی مین تھیم تھی یعنی بروقت دیے جانے والے موضوع پر بولنا اور بہترین نکات پر روشنی ڈالنا۔ اس وقت وہ مختلف موضوعات کچھ اہم نکات ایک کاغذ پر تحریر کررہی تھی کہ اچانک اس کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"السلام علیکم!" اس نے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ جس کا جواب دیتے وہ اس کے برابر والی سیٹ پر براجمان ہوچکا تھا۔

"کیا کررہی ہیں آپ؟" اس نے کاغذ پر ایک نگاہ ڈال کر اس کی سمت دیکھا تھا جو لائٹ اور ڈارک پنک کنٹراس کے سوٹ میں خود بھی ایک گلاب محسوس ہورہی تھی۔

"کل کی ڈیبیٹ کے لیے میٹریل جمع کررہی ہوں۔" اس نے کتاب پر سے نگاہ ہٹا کر لحہ بھر کو اسے دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔" اس نے پُرسوچ لہجے میں کہا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، آپ ہمیشہ غلط فہمی میں کیوں مبتلا رہتے ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"شکر ہے آپ نے غلط فہمی کہا خوش فہمی نہیں ورنہ بندہ تو جان سے ہی چلا جاتا۔" اس نے خاصے فدویانہ انداز میں کہا تو رامین جھجک کر کچھ پیچھے ہوگئی۔

"ویسے کیا ہم ایک کپ کافی پی سکتے ہیں۔" اس نے دوستانہ لہجہ اپنایا۔

"نن...نہیں...وہ دراصل مجھے اور بھی بکس دیکھنی ہیں۔" اس کی نگاہوں کے ارتکاز سے گھبرا کر اس نے منع کردیا۔

"اوہ...اس کا مطلب آپ نے ابھی تک مجھ پر یقین نہیں کیا ہے ویری سیڈ۔" علی رضا کا لہجہ یک دم مایوس ہوگیا تھا۔

"ارے ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"اگر ایسی کوئی بات نہیں تو پھر آپ منع کیوں کررہی ہیں۔" اس نے رامین کی بات کاٹتے کچھ خفا سے لہجے میں کہا۔

"ویسے ہی منع کردیا تھا میں نے خیر آپ چلیے کینٹین میں یہ بکس لائبریرین کو واپس دے کر آتی ہوں...." رامین نے اپنی چیئر سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ دے دیں میں یہیں ویٹ کررہا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا وہ سرہلاتی چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی علی رضا نے اپنا موبائل نکال کر ان پیپرز کی تصویریں کیپچر کرلیں جب تک وہ آئی تب تک علی رضا اپنے کام سے فارغ ہوچکا تھا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے کینٹین میں آگئے۔ وہ پورا دن انہوں نے ایک ساتھ گزارا۔ باتیں کیں بھی بے مقصد تو کبھی بہت بامعنی۔ علی رضا آفندی کا کوئی ذومعنی جملہ رامین حیات کے چہرے پر سرخی بکھیرتا تو وہ چند لمحے اسے ساکن سا اس کے بے ریا چہرے کو دیکھتا۔ وہ ایک بے ضرر سی لڑکی تھی اگر اس دن اتنے بھرے مجمعے میں اس نے علی رضا آفندی کی بے عزتی نہ کی ہوتی تو شاید وہ اسے بخش دیتا لیکن.... اس نے ذہن سے ہر سوچ کو جھٹکا اور اناؤنسمنٹ کی طرف توجہ دی۔ نتائج حسب توقع تھے۔ کوئین میری کالج فرسٹ پوزیشن پر تھا اور سینٹ اینتھونی کالج سیکنڈ پر۔

"مبارک ہو۔" اس نے رامین کو وش کیا جس کا اس نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا ساتھ اسے مبارک باد دی۔ "ویسے مجھے ایک بات ابھی تک سمجھ نہیں آئی۔ ون ڈے بھی آپ لوگوں کا پرفارمنس بہت زبردست تھا لیکن میدان ہم نے مارا تھا۔ اس کے بعد اب تو ہر جگہ ہم شکست کھا رہے ہیں۔ ایسا کیوں؟" علی

رضا جو بہت دیر سے یہ بات سوچ رہا تھا بالآخر پوچھ ہی بیٹھا۔ رامین اس کے متجسس لہجے پر مسکرائی تھی۔ وہ دونوں اب کینٹین سے باہر نکل آئے اور اس ہال کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں یہ مقابلہ ہوا تھا۔ بہت سی نگاہیں ان پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''دراصل آپ لوگوں کی پہلے دن کی پرفارمنس اتنی زبردست تھی کہ ہم سب تھوڑا سا پریشان ہوگئے۔ اسی لیے ہم نے اپنی تمام پارٹیسپیشن کو ایک نئے انداز سے ٹرینڈ کیا۔ ایک ایک چیز کو ری آرگنائز کیا۔ آپ شاید یقین نہ کریں لیکن ہم رات بھر جاگ جاگ کر ہر چیز مختلف طریقوں سے پریکٹس کرتے رہے۔ ڈسکس کرتے رہے۔ ان سات دنوں میں ہر دن ہم نے بامشکل دو سے تین گھنٹے نیند لی ہوگی اور ہماری اتنی محنت کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔'' وہ بولتی جارہی تھی اور وہ حیرت سے سن رہا تھا۔ اتنی محنت تو انہوں نے بھی نہیں کی تھی۔ اسے پہلی بار اپنے عمل پر افسوس ہوا لیکن اس کے ذہن نے فوراً اس سوچ کو زائل کیا یہ کہہ کر کہ وہ ان کی جیت سے جیلس نہیں ہے بلکہ اپنی انسلٹ کا بدلہ لے رہا ہے۔ اپنی سوچوں سے پیچھا چھڑاتے اس نے رامین کے گلے لگتی لڑکی کو دیکھا وہ خوشی سے بے حال تھی۔

''امیزنگ رامین، بالکل وہی ٹاپک تھا جو ہم نے رات اندازہ لگایا۔ میرا تو دل چاہ رہا تھا خوشی سے ناچنا شروع کردوں۔'' رامین سے بات کرتے اس کی نظر ساتھ کھڑے علی رضا پر گئی تو سوالیہ نظروں سے رامین کو دیکھا۔ اس شخص کی بدتمیزیوں سے پورا گروپ ہی واقف تھا۔ اس سے پہلے کہ رامین اس کا تعارف کرواتی اس نے رامین کو اللہ حافظ کہا اور سامنے سے آتے اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا۔ رامین اپنی دوست کے ساتھ چلتی اسے علی رضا کے بارے میں بتانے لگی۔

''وہ اپنے رویے پر شرمندہ تھا تابی تو میں نے اسے معاف کردیا۔ مجھے لگا وہ ایک اچھا، مخلص لڑکا ہے۔'' وہ سر جھکائے چلتی دھیمے لہجے میں کہہ گئی۔

''ہوں...... مخلص لڑکا۔'' تابی شرارت سے بولی تو رامین نے اسے گھور کر دیکھا۔

''بدتمیز۔''

''ارے بھئی میں نے کیا کہا ہے۔''

''میری بات پکڑ رہی ہو۔''

''تم نے بات ہی ایسی کی ہے ویسے خیر چھوڑو۔ بس محتاط رہنا کہیں محترم مخلص ہمارے گروپ کے راز لے اڑیں۔''

تابش نے یہ بات مذاق میں کہی تھی لیکن وہ سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہی انہیں پورا گروپ مل گیا۔ ایک اور جیت ان کا مقدر بن گئی تھی۔ ہر ایک کے ذہن میں اب بس ایک ہی بات تھی۔ کل کی جیت بھی کوئین میری کالج کا مقدر ہوگی لیکن اگلے دن جو ہوا اس نے ہر دیکھنے والی آنکھ اور ہر سننے والے کان کو حیران کردیا۔ جس نے سنا وہ دانتوں میں انگلی داب کر رہ گیا۔ کوئین میری کالج نے بالکل آخری لمحات میں مقابلے سے واک آؤٹ کردیا۔ ایڈمنسٹریٹر کو ایک ایپلیکشن ملی جس میں کوئین میری کالج کی گروپ لیڈر رامین حیات نے لکھا تھا کہ وہ ڈیبیٹ کمپٹیشن سے سینٹ اینتھونی کالج کے حق میں دست بردار ہورہے ہیں اور رول کے مطابق اپنے تمام اعزازات بھی سینٹ اینتھونی کالج کو دے رہے ہیں۔ یہ فیصلہ ان کے گروپ کے تمام ممبرز بمع ٹیچر کی متفقہ رائے سے کیا گیا ہے۔ ایپلیکشن کے اختتام پر رامین حیات کے سائن تھے وہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ کتنی ہی بار اس مختصر عبارت کو پڑھ چکی تھی جو اس کی اپنی ہینڈ رائٹنگ میں تحریر تھی۔ اسے لگا جیسے ہپناٹزم کے زیر اثر اس سے یہ عبارت تحریر کروائی گئی ہو۔ وہ اس وقت ایڈمنسٹریٹر آفس میں کھڑی تھی۔ کچھ دیر پہلے انہیں کال موصول ہوئی کہ ان کی مقابلے سے دستبرداری کی درخواست منظور کرلی گئی ہے وہ سب آناً فاناً ایڈمنسٹریٹر آفس پہنچی تھیں، وہ تو صبح سے مقابلے میں شرکت کی تیاری کررہی تھیں، آج آخری دن تھا اور آج ان کی جیت ایک بار پھر یقینی تھی۔ وہ اس جیت کو بہت شاندار طریقے سے جشن منانے کی پلاننگ کررہی تھیں کہ صبح ہی موصول ہونے والی اس کال نے ان سب کے حواس گم کردیئے تھے۔ وہ ایپلیکشن اب رامین کے ہاتھ سے پورے گروپ میں منتقل ہورہی تھی۔ جو بھی پڑھ رہا تھا وہ غیر یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''رامین یہ سب کیا ہے؟'' میم نے حیرت، غم اور غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اس سے پوچھا تھا۔

''یہ...... یہ میں نے نہیں لکھی میم۔ یہ میں نے نہیں لکھی۔'' وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

''تم نے نہیں لکھی تو پھر کس نے لکھی۔ کیا یہ تمہاری رائٹنگ نہیں ہے یا یہ تمہارے سائن نہیں؟'' زری نے تڑخ کر کہا تھا۔ ان سب نے اتنی محنت سے پوزیشنز جیتی تھیں اور اس نے چند جملوں میں وہ کریڈٹ کسی اور کو دے دیا تھا۔

"میرا یقین کرو میں سچ کہہ رہی ہوں' یہ اپلیکیشن میں نے نہیں لکھی۔ مجھے نہیں پتا کہ میری ہینڈ رائٹنگ اور میرے سائن اس پیپر پر کیسے آئے۔" وہ بھیگی آنکھوں سے بولی۔

"کہیں تم نے یہ سب اس لڑکے کے کہنے پر تو نہیں کیا؟" تابش کی شک بھری نظریں اس کو نظریں جھکانے پر مجبور کرگئی تھیں۔

"کون سا لڑکا؟" میم نے حیرت سے پوچھا تھا۔ تابش نے مختصراً سب کچھ بتادیا تھا۔

"تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا رامین۔" میم نے غصے سے اس کی طرف دیکھتے دریافت کیا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میم بھلا میں کسی کے کہنے پر ایسا کیوں کروں گی۔" وہ رو دینے کو تھی۔

"ہمیں نہیں پتا کہ تم ایسا کروگی یا نہیں' لیکن فی الحال ہر ثبوت تمہارے خلاف ہے۔" ان کا لہجہ خود بخود ہی کرخت ہوگیا تھا۔

"چلو لڑکیوں اب یہاں رکنے کا کیا فائدہ...... چل کر اپنے سامان کی پیکنگ کرو۔" میم کہنے کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ ان سب نے بھی ان کی تقلید کی البتہ وہ وہیں راہداری میں ہی بیٹھتی چلی گئی تھی۔ یہ کیا ہوا تھا اور کیوں ہوا تھا' اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ تبھی قدموں کی آہٹ پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا سامنے علی رضا آفندی اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بڑی پراسراری مسکراہٹ تھی۔

"کیا ہوا رامین...... تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ ڈبیٹ کمپٹیشن شروع ہوچکا ہے۔" اس کی حیرانی و پریشانی بڑی اوپری اوپری سی تھی۔ وہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اس کے بدلے بدلے انداز دیکھ رہی تھی۔

"وہ میں......"

"ارے سچ میں تو بھول ہی گیا تم نے تو کمپٹیشن سے دستبرداری لے لی ہے۔" وہ اس کی بات درمیان میں کاٹتے بولا تھا۔ رامین کی آنکھوں میں حیرت ابھری تھی۔ علی رضا کے ساتھ کھڑے اس کے دوست دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے۔ اسے ان کا ہنسنا سمجھ نہیں آرہا تھا۔

"اب تم یہ سوچ رہی ہوگی کہ یہ سب مجھے کیسے پتا چلا؟ ہیں ناں۔" اس نے بڑے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اب اس کے ساتھی مشترکہ قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔ "شاید تم یہ جاننے کے بعد شاک میں مبتلا ہوجاؤ کہ وہ اپلیکیشن میں نے ہی لکھی تھی۔ میں ہینڈ رائٹنگ کاپی کرنے میں ماہر ہوں۔ تمہیں کیا لگا تھا کہ میں اس دن واقعی تم سے آٹوگراف لینے کے لیے مرا جارہا تھا۔" اس نے ایک بلند قہقہہ لگایا تھا۔ "تم لڑکیاں اتنی بے وقوف کیوں ہوتی ہو آخر؟" ایک بار پھر قہقہہ ابھرا۔

"مجھے تم سے آٹوگراف لینے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے صرف یہ دیکھنا تھا کہ تم لکھتے وقت پین کس طرح پکڑتی ہو اس کے بعد تمہاری رائٹنگ کاپی کرنا میرے لیے بالکل آسان تھا اور مجھے بڑی حیرت ہوئی' چند میٹھے جملے اور تم بالکل عقل سے پیدل ہوگئیں۔ تمہیں کیا لگا مجھے اچانک ہی تم سے بڑی شدید محبت ہوگئی ہے۔" اس نے اپنی بات پر بڑا محظوظ سا قہقہہ لگایا تھا اس کے ساتھی ہنس رہے تھے۔ رامین کی آنکھیں نہ جانے کس احساس کے تحت جھکی تھیں۔ شرمندگی' ذلت' تضحیک۔

"محترمہ محبت تو میں کرتا ہوں لیکن تم میرے اسٹینڈرڈ پر پوری نہیں اترتیں اور سب سے بڑھ کر میں ایک وقت میں ایک پر قناعت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ کیا کروں بچپن کی عادت ہے۔" نہ جانے اس کے قہقہے آج اتنے بے ساختہ کیوں حلق سے برآمد ہورہے تھے۔ رامین کے آنسو ضبط کے باوجود بہہ رہے تھے۔ اس نے آنکھوں کو بے دردی سے رگڑا مگر بے سود۔ وہ اور شدت سے برسنے لگیں۔ اب اس نے انہیں بہنے دیا یہ ان کی ہی غلطی تھی جب ہی وہ آج رسوا ہوئی۔ اس نے پلکیں اٹھا کر فاتحانہ قہقہے لگاتے ان لڑکوں کو دیکھا تھا۔ سب سے پہلے تو ان کی ہنسی کو بریک لگا۔ بہت شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔ اس نے علی رضا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ آہستہ آہستہ سب ہی خاموش ہوگئے۔

"کیوں؟" رامین نے برستی آنکھوں اور ٹوٹے یقین سے یک لفظی سوال پوچھا تھا۔

"مجھے تو لگا تھا تم مجھے گالیوں سے نوازو گی......"

"کیوں؟" رامین نے اس کی بات بیچ میں ہی منقطع کردی تھی اور زور دیتے پھر یک لفظی سوال پوچھا۔

"تم نے چیئرٹی اسٹالز والے دن مجھے بھرے مجمع میں بے عزت کیا تھا' میری انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اسی لیے میں نے اسی دن عہد کیا تھا کہ تمہیں اور تمہارے گروپ کو مقابلے سے باہر کرکے رہوں گا اور دیکھو میں اپنے ارادوں کا کتنا مضبوط ثابت ہوا۔" اس نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"بس......" رامین کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو "محض

اس لیے تم نے اتنا بڑا گیم کھیلا۔" تبھی علی رضا آفندی کے نام اناؤنسمنٹ ہوئی اسے ڈبیٹ کے لیے بلایا جارہا تھا۔
"رضی جلدی چلو۔ ہم لیٹ نہ ہوجائیں۔" اس کے دوست راہداری میں مڑ گئے تھے اور تیزی سے اس ہال کی سمت دوڑے تھے جہاں ڈبیٹ کمپٹیشن جاری تھی۔
"رضی چلو۔" تقی نے اسے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا۔ آگے بڑھتے اس نے پیچھے پلٹ کے دیکھا۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بڑے کرب سے رو رہی تھی اور یہ وہ لمحہ تھا جب علی رضا کو کسی بڑی زیادتی اور بڑے سانحے کے گزرنے کا احساس ہوا تھا۔ وہ اسٹیج پر پہنچ کر خالی الذہن ہوگیا تھا۔ ججز کی آواز دوستوں کی آواز سب کچھ پس منظر میں چلا گیا تھا۔ پیش منظر شدت سے برستی دو آنکھیں تھیں۔ کرب میں ڈوبی سسکیاں تھیں۔ اس نے شاید ضرورت سے زیادہ زیادتی کردی تھی۔ یہ احساس ہوتے ہی وہ ایک لفظ بھی کہے بغیر ہال سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اسے ڈھونڈتا رہا مگر وہ وہاں ہوتی تو ملتی۔ اس کے دوست اسے ڈھونڈتے اس تک پہنچ گئے۔ وہ خاموشی سے ان کی صلواتیں سنتا رہا۔ اس نے اگر رامین حیات کو جیتنے نہیں دیا تھا تو وہ مقابلے سے باہر ہوکر بھی اسے مقابلہ جیتنے سے باز رکھ گئی تھی۔ اس کی خاموشی محسوس کرکے اس کے دوست بھی خاموش ہوگئے تھے۔ چند ہی گھنٹوں میں وہ لاہور کے لیے روانہ ہوچکے تھے۔ لاہور آکے بھی وہ کئی دن تک ڈسٹرب رہا پھر آہستہ آہستہ نارمل ہوگیا۔ جبکہ دوسری طرف وہ بمشکل تمام اپنے گروپ تک پہنچی تھی۔ اس کا چہرہ خود پر بیتی قیامت کا غماز تھا۔ اسی لیے کسی نے اسے مزید کچھ بھی کہنے سے گریز کیا۔ گھر آکر وہ اس شدت سے روئی کہ سب ہی پریشان ہوگئے۔ سب اسے تسلیاں دیتے رہے کہ یہ کوئی آخری مقابلہ نہیں تھا جو وہ جیت نہیں سکی تو سب ختم......
لیکن وہ مقابلہ رامین حیات کے لیے واقعی آخری مقابلہ تھا۔ اس کے بعد اس نے کبھی کسی کو کریکیولر ایکٹیویٹی (غیر نصابی سرگرمی) میں حصہ نہیں لیا۔ گھر میں واحد حریم تھی جس سے اس نے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ حریم نے اسے کسی حد تک بہلایا تھا اور پھر آہستہ آہستہ زندگی میں سب کچھ ٹھیک ہوگیا لیکن وہ واقعات اس کے لاشعور میں محفوظ تھے جو وقتاً فوقتاً اسے یاد آجاتے اور اس دن تو اس کے زخم ادھڑ ہی گئے تھے جب علی رضا آفندی نے چار سال بعد اس سے فون پر بات کی تھی۔

❀......❀......❀

وہ ہونٹوں پر ہاتھ رکھے اپنی سسکیوں کو ضبط کرنے کی کوشش میں بے حال ہورہی تھی جب سامنے بیٹھے شخص نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے دھندلائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور لرزتے ہاتھوں سے گلاس تھام لیا۔ ٹیبل پر موجود کھانا جوں کا توں رکھا تھا۔ وہ کہنی ٹیبل پر ٹکائے ہاتھ کی مٹھی ہونٹوں پر رکھے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ گلاس خالی کرکے ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔
"اور کچھ کہنا ہے تمہیں؟" حماد نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔ رامین نے نفی میں گردن ہلائی۔ وہ اس وقت شہر کے مشہور ہوٹل میں ریزرو ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ کچھ دیر پہلے رامین نے اسے کال کی تھی کہ وہ اس سے ملنا چاہتی ہے اسے اسکول سے پک کرلے۔ حماد نے اپنے تمام کام پس پشت ڈالے اور اسے لے کر اس ہوٹل میں آگیا تھا۔ اپنی مخصوص پولیس کی وردی میں وہ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ ڈی ایس پی پولیس ہونے کے ناطے یہاں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔
"دیکھو رامین اب جو میں تم سے کہنے والا ہوں وہ یقیناً تمہیں گراں گزرے گا لیکن وہی حقیقت بھی ہے۔" اس کا دوٹوک انداز رامین کو سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔
"میں نے اپنی اب تک کی زندگی بہت فیئر طریقے سے اور اپنی لائف پارٹنر سے بھی میں ایسی ہی فیئرنیس کی توقع رکھتا ہوں۔ میری زندگی میں آنے والی تم وہ پہلی لڑکی ہو جس کے بارے میں میں نے سوچا وہ بھی منگنی کے بندھن میں بندھنے کے بعد۔ تم سے پہلے کوئی نہیں تھی اور تمہارے بعد کوئی ہوگی اس کی میں گارنٹی نہیں دے سکتا۔" اس کے آخری جملے پر رامین کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ "تم نے جو کچھ بھی مجھے بتایا اس کی روشنی میں میں یہ اندازہ لگا پایا ہوں کہ تمہاری زندگی میں آنے والا پہلا مرد میں نہیں ہوں اور مجھے یہ علم ہے کہ ہمارے خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کی زندگی میں پہلے مرد کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ بے شک تمہاری پاکیزگی تمہارے کردار کی میں کہیں بھی کھڑے ہوکے قسم کھا سکتا ہوں، مجھے تمہارے کردار پر کوئی شک نہیں، لیکن میں محسوس کرچکا ہوں کہ تمہارے دل میں میں کہیں نہیں ہوں، ٹین ایج میں جو نقش دل پر بنتا ہے وہ تاعمر نہیں مٹ سکتا اور اس ایج میں تمہارے دل پر اس شخص کا عکس منقش ہوچکا ہے۔ میرا ضمیر مجھے ہرگز بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی اور کے مفتوحہ علاقے پر میں اپنے نام کا جھنڈا

گاڑوں۔ ایسا کرنا میرے لیے ناممکن ہے رامین۔ حریم نے ٹھیک کہا تھا دل میں جب شک کا بال آجائے تو رشتے دونوں فریقین کے لیے بیڑیاں بن جاتے ہیں جنہیں پہنے رکھنا مجبوری اور جن سے پیچھا نہ چھڑا پانا قسمت بن جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے ابھی میں تمہیں ہمیشہ خوش رکھنے کا وعدہ کرلوں لیکن شادی کے بعد اس پر قائم نہ رہ سکوں، تو بہتر یہی ہے کہ یہ رشتہ حتمی شکل اختیار کرنے سے پہلے ہی ختم ہوجائے۔'' اس نے اپنے ہاتھ میں پہنی سونے کی مردانہ انگوٹھی اتارتے ہوئے کہا پھر ٹیبل پر رکھا رامین کا ہاتھ اٹھا کر اس کی انگلی سے وہ انگوٹھی نکال لی تھی جو خود اس کے نام کی تھی۔

❁.......❁.......❁
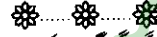
قیامت آئی تھی اور گزر گئی مگر اس کی باقیات ان سب کی زندگی میں مختلف طریقے سے نظر آرہی تھی۔ شائستہ آپا جو شادی کے سبب روز چکر لگائی تھیں اب ہفتے میں ایک بار آتی تھیں۔ سبین نے حریم سے بول چال بالکل بند کردی۔ اسے لگتا تھا کہ حریم نے ہی حماد سے ایسا کچھ کہا ہے جس کے سبب اس نے رشتہ ختم کردیا۔ حریم نے اس کی تصحیح ضروری نہیں سمجھی۔ زہرہ کا حال ان سب سے مختلف تھا وہ غم چھپانے کی کوشش بھی کررہی تھیں اور چھپا بھی نہ پارہی تھیں۔ ان کی دو بیٹیاں بسنے سے پہلے اجڑ چکی تھیں۔ ان سب میں سب سے قابل رحم حالت رامین کی تھی۔ وہ خود میں کسی سے نظر ملانے کی سکت نہیں رکھتی تھی۔ یہ کیا کردیا تھا حماد نے کہاں تو اس کی پاکیزگی اور کردار کی قسم کھارہا تھا اور کہاں منگنی توڑ کر اسے اس کے کردار کو سوالوں کی زد پر پھینک دیا تھا۔ کھٹکے کی آواز پر دروازہ کھلا اور حریم نے کمرے میں قدم رکھا۔ کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ رکھا اور لائٹ آن کی۔

''پلیز حریم لائٹ مت کھولو مجھے روشنیوں سے وحشت ہو رہی ہے۔'' رامین کی نم آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ حریم اس کی بات نظر انداز کرکے اس کے پاس آبیٹھی۔

''اب بس کرو رامین۔ آخر کب تک تم یوں خود کو ایک ناکردہ غلطی کی سزا دوگی۔ اس طرح کمرہ بند کرکے پڑے رہنے سے تم خود کو لوگوں کے ممکنہ سوالات اور چبھتی نظروں سے بچا نہیں سکوگی۔''

''میں تمہاری طرح مضبوط چٹان نہیں ہوں حریم کہ کوئی کیا کہتا ہے کیا سوچتا ہے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ میں رامین ہوں رامین...... میں ایک بہت ہی کمزور لڑکی ہوں۔ بہت کمزور اور انجانے میں تمہارے کہنے پر اتنا مضبوط قدم اٹھالیا ہے جس کے بروقت نتائج کا مجھے کچھ اندازہ ہی نہیں تھا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ میں حماد کو حقیقت سے بے خبر ہی رکھتی۔ شادی کے بعد جو ہوتا کم از کم وہ مجھ اکیلی پر بیتتا۔ اس کے اچھے برے نتائج صرف میری ذات تک محدود رہتے۔ تم سب تو اس جان کنی کی کیفیت سے بتلا نہ ہوتے۔'' وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رودی تھی۔ تبھی اسے اپنے سر پر نرم شفقت بھرے لمس کا احساس ہوا۔ اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا تو زہرہ بیگم کو اپنے پاس کھڑے پایا۔ انہیں دیکھ کر اس کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ ان سے لپٹ کر اتنی شدت سے روئی کہ گھر کے در و دیوار بھی لرز گئے بہت مشکل سے زہرہ بیگم نے اسے سنبھالا۔ حریم خوف زدہ تھی کہیں ان کی اپنی طبیعت نہ خراب ہوجائے مگر شکر تھا کہ وہ بالکل ٹھیک رہیں۔ وہی اسے کمرے سے باہر لے کر آئیں بچوں کی طرح اس کا منہ ہاتھ دھلوایا۔ کپڑے چینج کرنے کے لیے دیئے اس کے بال بنائے وہ چاروں، بہن بھائی خاموشی سے یہ سب دیکھتے رہے۔

''حریم اور سبین کھانا لگاؤ آج میں اپنی مینو کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاؤں گی۔'' زہرہ بیگم نے رامین کو اپنے ساتھ لگائی کہا۔

''سبین تم دسترخوان بچھا کر سالن نکالو اتنے میں دو تین گرم روٹیاں پکالیتی ہوں۔'' حریم نے چولہے پر توا رکھتے تھالی میں رکھے آٹے کے پیڑے بنانے شروع کردیئے تھے۔ سبین نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ لائٹ پرپل چھوٹے چھوٹے پھولوں والے پرنٹڈ کاٹن کے سوٹ میں اس کی گندمی رنگت ضبط کے باعث سرخی مائل تھی لیکن اس کے چہرے پر ساحل سمندر جیسا سکون تھا۔

''حریم......'' سبین نے اس کا بازو تھامتے اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

''کیا ہوا؟'' حریم نے پریشان نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''تم نے اپنے اور ہمارے درمیان اتنے فاصلے کیوں قائم کرلیے ہیں کہ اپنے دکھ اپنے درد تک تم ہمیں رسائی ہی نہیں دینا چاہتیں آخر تم ایسی کیوں ہوگئی ہو؟'' سبین نے اسے کندھوں سے تھاما۔

''تمہیں یاد ہے بینی ابوجی کہا کرتے تھے دکھ ہمیں کمزور کرتے ہیں ان کا اظہار کمزور تر اور انہیں اپنے قریبی لوگوں سے بانٹنا ہمیں کمزور ترین کردیتا ہے۔ ابوجی کی زندگی میں مجھے ان باتوں کے معنی سمجھ نہیں آتے تھے لیکن جب ہر طرف سے آنے

والی پریشانیوں کے درمیان میں تنہا کھڑی رہ گئی تو مجھے خود بخود ان باتوں کے معنی سمجھ آنے شروع ہوگئے۔ ہمارا دکھ جتنا ہمارے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے ہمارے اپنوں کے لیے اس کی تکلیف دوگنی ہوتی ہے۔ ہمارے آنسو جتنی تباہی ہمارے اندر مچا رہے ہوتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ ان کے دلوں کو چھید رہے ہوتے ہیں جو ہمارے اپنے ہیں۔ جن سے ہمیں دلی وابستگی ہے ان باتوں کی سمجھ نے میرے آنسو خود بخود خشک کردیے ہیں۔ میرے درد میرے دکھ دل کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر سر پٹختے وہیں دفن ہوجاتے ہیں لیکن انہیں نکاسی کا راستہ نہیں ملتا کیونکہ میں نے اپنے دل تک جانے والے ہر راستے کو مقفل کردیا ہے۔'' اس نے سبین کے دونوں ہاتھ کندھوں سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں لے لیے تھے۔ سبین نم آنکھوں سے اسے دیکھتے اس کے گلے لگ گئی۔ وہ وقت سے پہلے کتنی میچور ہوگئی تھی۔

❀......❀......❀

''تم نے بہت غلط کیا رضی۔'' ایک طویل خاموشی کے بعد وہ اس سے ایسے ہی کسی جملے کی توقع کررہا تھا۔

''تم چار سال پہلے بھی غلط تھے اور تین دن پہلے بھی۔'' ارحام کے لہجے میں دبا دبا غصہ تھا۔ آج سوئے اتفاق اس نے رامین کو اپنے آرٹ ایگزیبیشن میں انوائٹ کرنے کے لیے فون کیا تھا مگر رامین نے جتنا روڈلی اس سے بات کی اور علی رضا کا حوالہ دے کر یہ کہا کہ اس کی وجہ سے اس کی منگنی ٹوٹ گئی تو ارحام کو بات کچھ کچھ سمجھ گئی۔ باقی باتوں کی تفصیل اسے علی رضا نے خود فراہم کردی تھی۔

''میں جانتا ہوں ارحام اور جس دن سے تمہارے فون پر اس کی آواز سنی تھی' تب سے میری روح بے قرار تھی۔ اس سے معافی مانگنے کے لیے۔ جس طرح وہ چار سال پہلے بنا کچھ کہے چلی گئی تھی۔ میرا ضمیر مجھے اکثر ملامت کرتا رہتا تھا۔''

''معافی مانگ لی تھی ناں پھر کیوں اس کا پیچھا نہیں چھوڑا؟'' ارحام اسے کوئی رعایت دینے کو تیار نہ تھا۔ وہ اس سے اصل بات اگلوانا چاہتا تھا۔

''کیوں کہ میں اس سے بار بار ملنا چاہتا تھا اور بار بار دیکھنا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اس سے دوستی کرنا چاہی مگر اس نے انکار کردیا۔ میرے مسلسل اصرار پر اس نے میرا نمبر بلاک کردیا۔ مجھے بہت برا بھلا کہا۔ میں غصے میں پاگل ہوگیا تھا ارحام......''

''اسی لیے تم نے اتنی چیپ حرکت کی۔'' ارحام کی عدالت سے اسے کسی طور چھوٹ نہیں ملنے والی تھی۔

''اور تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ تمہاری اس حرکت کے نتائج کتنے سنگین نکلے؟'' ارحام کی بات پر اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''اس کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔'' ارحام کی بات پر اس کے چہرے پر شرمندگی مزید بڑھ گئی اور سر کچھ اور جھک گیا تھا۔

''میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔''

''مجھے پتا ہے...... لیکن تمہاری حرکتوں نے کمی نہیں چھوڑی تھی ایسا کرنے میں۔'' ارحام کا لہجہ اسے شرمندہ دیکھ کر کچھ نرم ہوا تھا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں ارحام...... میں کیسے اس کا سامنا کروں گا۔''

''سامنا تو تب کرو گے جب وہ تمہاری شکل دیکھنا چاہے گی۔''

''کیا واقعی؟'' وہ یوں اچھلا جیسے کسی بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

''تو کیا اسے دیکھنا چاہیے۔ ویسے تو تم اس سے معذرت کرچکے ہو ناں پھر بار بار ملنے اور دیکھنے کا کیا جواز ہے؟'' علی رضا نے چونک کر اس کی شرارت سے چمکتی آنکھوں کو دیکھا تو اس کی شرارت سمجھ گیا۔

''تم بہت خراب ہو ارحام۔'' اس نے پاس رکھا کشن ارحام کو کھینچ مارا۔ وہ سب سمجھ کر بھی انجان بننے کی ایکٹنگ کررہا تھا۔

''پلیز ارحام ایک بار میری اس سے ملاقات کرادو اللہ تمہارا بھلا کرے گا۔'' علی رضا منت سماجت پر اتر آیا تھا۔

''ہاں تاکہ وہ میری طرف سے بھی بدظن ہوجائے۔ نہیں بھئی مجھے تو معاف ہی رکھو۔'' وہ وارڈ روب کی طرف بڑھا تاکہ لباس چینج کرسکے اذان کا وقت ہورہا تھا۔

''قسم سے میں اسے نہیں بتاؤں گا کہ یہ تمہاری کارروائی ہے۔'' وہ اس کے پیچھے پیچھے وارڈ روب کی طرف آیا۔

''نہیں بھئی ایسی نیکی سے دوری اچھی جو میرے گلے آجائے۔'' ارحام نے ہاتھ جھاڑے۔

''پلیز میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ سحر زدہ آنکھوں والی تمہیں مل جائے۔ تم میرا یہ کام کردو۔'' اس کی بات پر ارحام کے لبوں پر بڑی سرورسی مسکراہٹ ابھری تھی۔ جسے اس نے رخ پھیر کر چھپایا تھا اس کی نگاہوں میں حریم کا تپا تپا چہرہ گھوم گیا اگر وہ علی رضا کے جملے سن لے تو علی رضا کو شوٹ کرنے سے بھی

دریغ نہ کرے۔ ارحام نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"ارحام......" اس نے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی سمت کیا۔

"ہاں میرے بھائی اب تو کچھ کرنا پڑے گا۔ تم نے واسطہ ہی ایسا دے ڈالا ہے۔" ارحام بڑے شرارتی انداز میں مسکرایا۔

"ویسے ہو تم بھی گنوں کے پورے۔" علی رضا نے اس کے گلے لگتے ہوئے کہا۔

"ویسے میں تمہیں ایک بات تو بتانا بھول ہی گیا۔" ارحام واش روم کے دروازے کا ہینڈل پکڑے کھڑا تھا۔ علی رضا جو کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا پلٹ کر سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"سحر زدہ آنکھوں والی دلنشین آواز والی کی بہن ہے۔" وہ اپنی بات کہہ کر واش روم میں غائب ہو گیا تھا۔ علی رضا بات سمجھ کر جب تک واش روم کے دروازے پر پہنچا وہ دروازہ بند کر چکا تھا۔ بے تابی میں علی رضا نے دروازہ پیٹ ڈالا تھا۔ اندر ارحام کے قہقہوں کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

❁......❁......❁
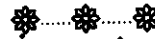
وہ بڑا مصروف سا اپنے منیجر کے ساتھ آفس سے باہر نکلا تھا ایگزیبیشن میں شرکت کے لیے لوگ آنا شروع ہو چکے تھے۔ وہ وائٹ شلوار قمیص پر بے بی پنک کلر کا مردانہ سوئیٹر پہنے ہوئے تھا جس کا گلا وی شیپ میں اور سلیولیس تھا۔ پاؤں میں مہنگی برانڈ کے جوتے اور ہاتھ میں امپورٹڈ رسٹ واچ چہرے پر چھائی دبیز سنجیدگی جو اس سے بات کرنے والے کو ہمیشہ ایک حد میں رکھتی تھی۔ اس وقت بھی اس کا منیجر بڑے محتاط لہجے میں اسے تمام چیزوں کے بارے میں آگاہی دے رہا تھا۔ تب ہی اس نے مین ڈور سے اکیڈمی کے کچھ لڑکوں کو داخل ہوتے دیکھا۔ منیجر کو فارغ کر کے وہ ان کی طرف آ گیا تھا۔ ان سے مل کر وہ وہیں راہداری میں کھڑا ہو گیا تھا اور لوگوں کا انتظار کرنے لگا تھا۔ جن میں سر ہاشم اسماعیل کے بعد حریم حیات اور رامین حیات شامل تھیں۔ اس نے گیٹ سے اندر داخل ہوتے وجود کو دیکھا۔ وہ اکیلی تھی۔ ایک ہلکی سی خلش نے اس کے دل میں جگہ بنائی۔ تنگ پائنچوں والی شلوار اور گھٹنوں تک آتی سلیولیس شرٹ، شلوار کا رنگ انگوری تھا جب کہ شرٹ نیوی بلو کلر کی تھی۔ گلے میں نیوی بلو کلر کا مفلر، پاؤں میں نازک سی ہیل والی سینڈل اور ہاتھ میں پکڑا اسٹائلش سا کلچ۔ وہ ایک مکمل دعوت نظارہ تھی۔

ارحام نے جھجک کر نگاہیں جھکا لی تھیں۔ مگر اگلا لمحہ اس پر بھاری رہا کیونکہ ٹھک ٹھک کرتی یمنیٰ زبیری آ کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو ارحام۔" وہ اس کے کان میں ہولے سے گنگنائی تھی۔ جبکہ ارحام تو شرمندگی اور خفت سے سرخ ہو گیا تھا۔ لیکن شاید آج اس کی شرمندگی کا سلسلہ یہیں ختم ہونے والا نہیں تھا وہ ابھی اسے خود سے الگ بھی نہیں کر پایا تھا کہ گیٹ سے حریم اور رامین اندر داخل ہوئیں۔ ان کی سیدھی نگاہ ان دونوں پر ہی گئی تھی۔ رامین تو گڑبڑا کر نگاہیں جھکا گئی جبکہ حریم ایک نگاہ ڈالنے کے بعد رامین کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ اس نے رامین سے کچھ پوچھا تھا جس پر رامین نے نفی میں سر ہلایا تو وہ وہیں سے پلٹ گئی تھی۔

"ارحام......" یمنیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے اسے ہلایا تو وہ چونکا پھر ناگواری سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"آنٹی کہاں ہیں؟" اس نے ارحام کی ناگواری کو خاطر میں لائے بغیر پوچھا۔

"مما آفس میں ہیں۔" اس نے شہادت کی انگلی سے آفس کی طرف اشارہ کیا۔

"تھینک یو۔" وہ اس کا چہرہ تھپتھپاتے اس سمت میں مڑ گئی جہاں ارحام نے نشاندہی کی تھی۔ اتنی دیر میں حریم اور رامین بھی سیڑھیاں چڑھتی اس تک پہنچ گئی تھیں۔ حریم کے ہاتھ میں باسکٹ میں سجے تازہ پھول تھے۔

"السلام علیکم!" قریب پہنچتے ہی دونوں طرف سے ایک ساتھ سلام کیا گیا تھا۔ جس پر تینوں کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ارحام کے سینے سے ایک پرسکون سانس خارج ہوئی تھی۔ حریم کے چہرے پر خفگی یا طنز جیسے کوئی تاثرات نہیں تھے۔

"کانگریٹس......" حریم نے فلاور باسکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینکس۔" ارحام نے باسکٹ تھامتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں کی بڑھتی چمک نے حریم کو نگاہوں کا زاویہ بدلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسے لاتعلق ہوتا دیکھ کر ارحام نے روئے سخن رامین کی طرف کیا۔ جو ہال میں موجود پبلک کو دیکھ کر کچھ ہراساں نظر آ رہی تھی۔

"ہاؤ آر یو رامین؟" اس کے لہجے سے چھلکتی محبت اور خلوص نے حریم کو ایک بار پھر اس کی جانب دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا اس کا

ہاتھ رامین کے سر پر تھا۔ وہ اس سے ادھر ادھر کی باتیں کر رہا تھا۔
حریم کو لگا اگر وہ مزید ایک اور لمحہ وہاں کھڑی رہی تو اس کے وجود پر چڑھے خول میں دراڑیں پڑنا شروع ہو جائیں گی۔ اسی لیے وہ دیواروں پر آویزاں پینٹنگز کی طرف دیکھتی آگے بڑھ گئی۔
''مجھے تم سے بات کرنی تھی رامین۔'' حریم کے منظر سے ہٹتے ہی ارحام اس بات کی طرف آیا تھا جس کے لیے اس نے نہ جانے کتنی تاویلیں سوچی تھیں۔
''اگر آپ اپنے بھائی کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو پلیز مجھے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی۔'' رامین کا لہجہ کسی بھی قسم کی رعایت سے عاری تھا۔
''مسئلے بات کرنے سے ہی حل ہوتے ہیں۔''
''میری زندگی کا کوئی بھی مسئلہ کم از کم آپ کے بھائی سے بات کر کے حل نہیں ہوگا۔''
''ہو سکتا ہے ہو جائے۔'' ارحام کا انداز خاصا مبہم سا تھا۔ وہ اپنے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور رامین کے انتظار میں دروازہ تھام کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کچھ جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھے تھے۔ باہر کے مقابلے میں اندر کچھ گرمائی تھی۔ بلیک اور ریڈ جارجٹ کے کنٹراسٹ سوٹ میں اس کا چہرہ ہر طرح کی تازگی سے عاری تھی۔ اس کی آنکھوں کے ڈورے سرخ تھے۔
ارحام نے باسکٹ ٹیبل پر رکھتے برابر والے آفس کی طرف دیکھا تھا جو نوشی بیگم کا تھا اور درمیان میں کرسٹل کی لڑیاں لٹکا کر عارضی طور پر بنایا گیا تھا' آفس خالی تھا' اس نے شکر ادا کیا۔
پھر رامین کے سامنے والی کرسی سنبھالتے اس نے انٹر کام پر دو کپ چائے کا کہا تھا۔ اتنی دیر میں رامین اس کے نفاست سے سجے آفس کو دیکھ رہی تھی جس میں ہر جگہ نیوی بلو کلر نمایاں تھا۔
''لگتا ہے نیوی بلو کلر آپ کا فیورٹ ہے۔'' رامین نے ستائشی نگاہوں سے دیکھتے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔
''حیرت ہے حریم کو بھی یہ کلر بہت پسند ہے۔'' رامین نے یونہی بات برائے بات کی مگر ارحام ایک خوشگوار حیرت سے دو چار ہوا تھا۔
''خیر......'' اس نے اپنی حالت پر قابو پاتے گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جوڑ جہاں منقطع ہوا تھا۔ ''میری تم سے ریکویسٹ ہے صرف ایک بار علی رضا سے بات کر لو۔''
''میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ......

''دیکھو رامین مجھے پتا ہے رضی نے جو کیا وہ غلط تھا' لیکن تم اس بارے میں کیوں نہیں سوچ رہیں کہ اللہ ہمیشہ ہمارے لیے ایک بہترین آپشن رکھتا ہے اور رضی شاید تمہارے لیے ایسا ہی کوئی آپشن ہے اللہ کی طرف سے۔'' رامین اس کی طرف الجھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ''میرے خیال میں باقی باتیں تمہیں رضی اچھی طرح ایکسپلین کر سکتا ہے۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھتے اس کی پشت پر کھڑے علی رضا کو دیکھتے بولا تھا جو اس کے ٹیکسٹ کرنے پر ابھی اندر آیا تھا' رامین نے ہڑبڑا کر کھڑے ہوتے پلٹ کر دیکھا تھا' بلیک ڈریس پینٹ پر بلیک شرٹ اور ریڈ پنسل ٹائی لگائے وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی توجہ ہٹتے محسوس کر کے ارحام دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔
اس کے نکلنے کی دیر تھی رامین جیسے ہوش میں آئی تھی۔
''راستہ چھوڑیں میرا مجھے باہر جانا ہے۔'' رامین نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا...... جو اس کے اور دروازے کے راستے میں حائل تھا۔
''پہلے میری بات سن لو۔ اس کے بعد جہاں......''
''مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی۔ تمہارے پاس جھوٹی معذرتی باتوں کے علاوہ اور ہے ہی کیا جسے سنا جائے۔''
''ہے تو بہت کچھ سنانے کو مگر ڈر ہے کہیں تم خفا نہ ہو جاؤ۔''
اس کا انداز رامین کو چونکا کر گیا تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں وا کیے اسے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف حریم مختلف راہداریوں میں لگی ارحام علی آفندی کی مہارت کو دیکھ رہی تھی۔ ہر تصویر کا ایک الگ واضح کونسیپٹ تھا۔ جو تصویر اس کے سامنے تھی وہ اس راہداری میں لگی آخری تصویر تھی اور اس پر لگا ریڈ ٹیگ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ سیل ہو چکی ہے۔ وہ راہداری کے اختتام پر لگی راؤنڈ گرل کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ باہر آسمان پر ہلکے ہلکے بادل تیر رہے تھے۔ سڑک پر ٹریفک کا اژدھام تھا مگر اس کی توجہ ان دونوں میں سے کسی طرف نہیں تھی۔ وہ اس وقت وہیں اسی منظر میں موجود تھی جہاں اس نے ارحام کے گلے لگے اسے دیکھا تھا۔ اسے یعنی یمنی کو...... یمنی زبیری کو...... اسے حیرت ارحام کے سبب نہیں تھی وہ کسی سے بھی کیسے بھی ملتا اسے فرق نہیں پڑتا تھا کم از کم وہ تو یہی سوچتی تھی۔ لیکن شاک اسے ارماہ کو دیکھ کر لگا تھا۔ اس کے ذہن میں کل کا منظر گھومنے لگا۔
''حریم ادھر آؤ مجھے تمہیں کچھ سنوانا ہے۔'' وہ اپنی مائنر کی کلاس لے کر نکلی تھی جب ارماہ اس کا ہاتھ پکڑے ایک طرف

لے گئی تھی۔

"ایسا کیا ہے؟" حریم حیران پریشان سی اس کے ساتھ گھسٹتی جارہی تھی۔ وہ اس کو لے کر اوپری منزل کی سیڑھیوں پر آبیٹھی۔

"کیا ہوگیا ارماہ؟ ایسا کیا ہے جو تم اتنی راز داری سے کام لے رہی ہو؟" حریم اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیوں کہ مجھے تمہارے بدنام ہونے کی فکر ہے۔" ارماہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھی۔ حریم یک ٹک اسے دیکھے گئی۔ یقیناً جو کوئی بات تھی وہ ارحام کے حوالے سے تھی کیونکہ ارحام کے حوالے سے جتنی بھی خبریں اسے ملتی تھیں وہ ارماہ سے ملتی تھیں۔ اب بھی کسی نے کچھ کہہ دیا ہوگا۔ وہ شدید کوفت میں مبتلا ہوئی۔ وہ ہزار ہا بار ارماہ کو منع کرچکی تھی کہ اس سے ارحام کو ڈسکس نہ کیا کرے مگر یہ ارماہ بھی...... وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے موبائل میں کچھ سرچ کررہی تھی اور پھر جیسے اسے وہ چیز مل گئی۔

"یہ سنو......" ارماہ نے موبائل اس کے ہاتھ میں پکڑایا تھا۔ موبائل پر خود حریم کی آواز گونج رہی تھی۔ یہ وہی کال تھی جو ارحام کی رامین کے نمبر پر آئی تھی مگر اٹینڈ حریم نے کی تھی۔ حریم نے کال پوری سننے سے پہلے ہی سوالیہ نظروں سے ارماہ کی طرف دیکھا۔ جیسے کہہ رہی ہو یہ کال تمہارے فون میں کیسے ریکارڈ ہے۔

"کل اتفاقیہ میرا اور ارحام کا فون ایکسچینج ہوگیا تھا کیونکہ ہمارے فونز ایک جیسے ہیں۔ تبھی میں نے اس کے موبائل میں یہ کال سنی اور میں ششدر رہ گئی۔ بلکہ میں تو پریشان بھی ہوگئی۔" ارماہ واقعی شدید پریشانی میں مبتلا نظر آرہی تھی۔

"اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ میں نے اس سے بات کی تھی اور اس گفتگو میں ایسی کوئی بھی نازیبا بات نہیں تھی جس کی وجہ سے پریشان ہوا جائے۔" حریم نے ناگواری سے کہتے اسکرین پر چمکتی اس کی کال کی ڈیٹ دیکھی تھی جو کل کی ہرگز بھی نہیں تھی۔ حریم نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔

"تمہیں نہیں پتا اس میں ایڈیٹ کے ذریعے کیا کچھ نہیں ایڈ ہوسکتا۔ یہ دیکھو۔" ارماہ نے ایک اور کال پلے کی تھی۔ حریم نے سنا آواز اب بھی اس کی تھی مگر اب بیک گراؤنڈ میں ایک سونگ چل رہا تھا۔ حریم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"دیکھ لیا اب اس میں کیا کچھ نہیں ایڈ ہوسکتا۔" ارماہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

"وہ...... وہ ایسا نہیں ہے۔" نہ جانے کس احساس کے زیر اثر یہ جملہ کل بھی اس کے منہ سے ادا ہوا تھا اور آج بھی بے ساختہ ہی زبان سے یہ جملہ پھسلا تھا۔

"کون ایسا نہیں ہے؟" ارحام کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا وہ اس کے برابر ہی کھڑا تھا۔ گرل پر ہاتھ رکھے۔ دلکشی سے مسکراتا ہوا۔ ماتھے پر ہوا سے بکھرتے بالوں کے درمیان محراب آج اسے نظر آئی تھی یا شاید اس نے پہلی بار ہی اتنے غور سے دیکھا تھا۔

"کوئی نہیں بس ویسے ہی...... نہ جانے کیا سوچ رہی تھی میں۔" اس نے نفی میں گردن ہلاتے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ اس کا نارمل رویہ ارحام کو اندر تک پُرسکون کر گیا۔ بلیک ٹراؤزر پر میرون شرٹ اور دوپٹہ پہنے وہ ارحام کو اس سلگتی کیفیت سے باہر نکال لائی جو کچھ دیر پہلے یمنیٰ کی حرکت سے اس پر طاری ہوئی تھی۔

"کہیں میں آپ کی تنہائی میں مخل تو نہیں ہوا؟" اس نے یونہی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں، اب میں ایسا بھی کچھ خاص نہیں سوچ رہی تھی۔ ویسے آپ تو ایم بی اے ہیں پھر فائن آرٹس میں اتنی مہارت؟" بہت دیر سے اس کے ذہن میں یہ سوال گردش کررہا تھا۔ ارحام کو دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔ وہ دونوں اب گرل کے پاس سے ہٹ کر راہداری میں چلنے لگے تھے۔ ارحام کا ہر قدم اس کے اٹھنے والے قدم کے ساتھ اٹھ رہا تھا۔

"فائن آرٹس اور میرا دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو بس میرا شوق رہا ہے اور......" وہ پل بھر کو رکا تھا۔ حریم نے اس کے چہرے پر واضح کرب کی لکیریں بنتی دیکھیں۔ وہ اس لمحے جیسے کہیں اور تھا۔ اس کے ذہن میں وہ دن گھوم رہے تھے جب وہ شدید ڈپریشن کا شکار رہتا تھا اور اس کی سائیکاٹرسٹ نے ہی اس کی پروفائل میں اس کی ہابیز پڑھنے کے بعد اس کے پیرنٹس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اسے مصوری میں مصروف کیا جائے اور اس کی ذہنی حالت کو دیکھتے دادو نے اسے اپنے ایک مصور دوست کے پاس بھیجنا شروع کردیا جہاں جانے کے بعد اس کا منتشر ذہن پُرسکون رہنے لگا تھا۔

"مسٹر ارحام...... آپ شاید کچھ کہہ رہے تھے؟" حریم کی آواز اسے حال میں کھینچ لائی۔ وہ چند لمحے یونہی اسے دیکھتا رہا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" حریم کچھ پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اپنے لیے پریشانی دیکھ کر ارحام

کو بڑی تقویت ملی۔ ایک پل کو اس کا دل چاہا وہ یونہی خاموش کھڑا رہے اور اسے اپنے لیے پریشان ہوتا دیکھے مگر اس ارادے کو رد کرتے وہ اس سے مخاطب ہوا۔

"میں ٹھیک ہوں بس ویسے ہی کچھ یاد آ گیا تھا۔ میں نے پینٹنگ کسی فارمل ادارے سے نہیں سیکھی بس دادو کے ایک فرینڈ سے سیکھا کرتا تھا' وہ پاکستان کے بہت بڑے مصوروں میں شمار ہوتے تھے' پھر یہ ہوا کہ میں نے ایم بی اے کے لیے یونیورسٹی جوائن کی تو مجھے مصوری کو خیرباد کہنا پڑا' کچھ عرصے کے لیے۔ مگر سر مجھ سے مسلسل رابطے میں رہتے تھے۔ اپنے ایگزیبیشن میں مجھے ضرور لے کر جایا کرتے تھے پھر ایک بار میں نے اپنی پینٹنگز ان کے ایگزیبیشن میں شامل کروائیں تو اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا۔" وہ دونوں اب سیڑھیوں تک پہنچ گئے تھے۔

"نائس....." حریم نے ستائشی انداز میں کہا۔ "ویسے یہاں بہت ساری پینٹنگز پر نٹ فار سیل کا ٹیگ لگا ہے۔ ایسا کیوں؟"

نہ جانے آج زمین پر یہ کون سی حریم حیات اتار دی گئی تھی جو ارحام علی آفندی سے اتنی باتیں کر رہی تھی۔ ارحام کو لگا سب کچھ ٹھیک ہونے والا ہے۔

"یہ پینٹنگز بابا' دادو اور رضی کے فرینڈز کی ہیں وہ اپنے فرینڈز کو گفٹ کرنا چاہتے ہیں۔"

"اور آپ کے فرینڈز؟" حریم نے بے ساختہ پوچھا۔

"میرا ایک ہی فرینڈ تھا اور اب وہ ہمیشہ کے لیے پاکستان سے باہر جا چکا ہے...... ابرار رضوی۔" ارحام نے فلور پر قدم رکھتے ہوئے کہا۔ حریم لحہ بھر کو تھمی پھر آگے بڑھنے کو تھی کہ وہ بول پڑا۔

"حریم کیا آپ ابرار کو معاف نہیں کر سکتیں؟" ارحام کی بات نے اس کے وجود میں نیزے کی انیاں اتار دی تھیں۔ ضبط کے باوجود وہ تڑپ کر پلٹی تھی۔

"یہ میرا انتہائی ذاتی معاملہ ہے مسٹر ارحام! اگر آپ کو اس معاملے کی نالج ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آپ کو میں نے اسے خود سے ڈسکس کرنے کا حق دے دیا ہے۔" اپنی بات کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی تھی جبکہ اس کے الفاظ ارحام کی رگوں میں خون منجمد کر گئے تھے۔ اپنے کندھے پر ایک گرم گرفت نے اسے سکتے سے باہر نکالا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا علی پریشان سی صورت لیے کھڑا تھا۔

"کیا ہوا؟" ارحام نے پوچھا۔

"تمہارے آفس کے برابر والے روم میں کوئی تھا جس نے میری اور رامین کی باتیں سن لی ہیں۔"

"واٹ......! ایسا کیسے پاسبل ہے۔ میں نے دیکھا تھا وہاں کوئی نہیں تھا۔" ارحام حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولا۔ اگر کسی نے وہاں چھپ کر ان کی باتیں سنی تھیں تو مطلب صاف تھا کہ سننے والے کا ارادہ ٹھیک نہیں۔

"ارحام......" وہ ابھی رضی کے ساتھ اپنے آفس کی طرف جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ مما کی آواز پر اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

"ادھر آؤ تمہیں کچھ لوگوں سے ملوانا ہے۔" وہ سر ہلاتا ان کے پاس آن کھڑا ہوا۔ علی رضا یونہی ادھر ادھر دیکھ رہا تھا شاید رامین کہیں نظر آ جائے کیونکہ وہ جیسے ہی برابر والے روم کی طرف گیا وہ آفس سے نکل آئی تھی۔

"ابھی تو میں نے تم سے ڈھنگ سے اپنے رویے پر معذرت بھی نہیں کی تھی بے وقوف لڑکی۔" وہ گردن کو دائیں بائیں حرکت دیتے سوچ رہا تھا جب سامنے کچھ فاصلے پر کھڑی حریم اسے نظر آئی۔ یک دم اس کی آنکھیں شرارت سے جگمگا اٹھی تھیں۔ وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے گلا کھنکار کر حریم کو سلام جھاڑا۔ حریم نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر گردن ہلا کر گویا اسے بقول رضی کے گونگا جواب دیا تھا۔

"ارے کیا ہوا؟ آپ کی قوت گویائی مجھے دیکھ کر سلب ہوگئی۔" وہ اتنے پریشان لہجے میں بولا کہ حریم چاہ کر بھی اپنی مسکراہٹ روک نہیں پائی۔

"جی نہیں...... الحمدللہ میری قوت گویائی بالکل سلامت ہے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ مجھے پہچان گئی۔" اس نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ دریافت کیا۔

"ظاہری بات ہے آپ جیسی چیز بھولی بھی نہیں جاسکتی۔ ویسے آپ کی بھابی کیسی ہیں۔ انہیں آپ کا لایا گفٹ پسند آیا۔" اس نے بڑا لطیف سا طنز کیا جس پر علی رضا اپنے بے ساختہ قہقہے کو روک نہیں پایا۔

"آپ جانتی ہیں میں اس دن جھوٹ بول رہا تھا۔" رضی نے پُریقین لہجے میں کہا۔

"جی بالکل مجھے بہت اچھی طرح سے اندازہ تھا۔" حریم نے مسکراتے ہوئے کہا ساتھ ہی ادھر ادھر نظر گھماتے حریم نے

رامین کو تلاش کیا تھا۔

"ویسے اگر مجھے اجازت ہوتی تو میں اپنے جھوٹ کی حقیقت آپ سے ضرور بیان کرتا۔"

"مجھے ضرورت نہیں...... نہ ہی دلچسپی ہے حقیقت جاننے میں۔"

"ویسے بعض دفعہ جان لینا چاہیے انسان فائدے میں رہتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے مشورے سے نوازا۔

"رضی تمہیں مما بلا رہی ہیں۔" ارحام کی آواز پر دونوں نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

"اوکے...... آپ سے پھر کبھی ملاقات ہوگی۔" وہ خاصے دوستانہ انداز میں کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ تبھی ارحام کے پاس اس کا منیجر چلا آیا اور اسے کوئی فائل دکھاتے کچھ انفارمیشن فراہم کررہا تھا جسے وہ سر ہلا کر سن رہا تھا۔

"اوکے یہ فائل مما کو دے دو۔ باقی پے منٹ وغیرہ کا حساب تم اپنے پاس رکھنا' میں بعد میں تم سے اس بارے میں بات کروں گا۔ اب جاؤ۔" اس کے لہجے کا رعب نرمی کے باوجود برقرار تھا۔ اس کے لہجے میں حریم کو یہ چیز پہلی بار نظر آئی تھی۔ وہ جو غصہ ٹھنڈا ہونے پر محسوس کرچکی تھی کہ اس بے گناہ شخص کے ساتھ زیادتی کرگئی ہے اس کے اس رویے نے یہ احساس مزید گہرا کردیا۔ وہ اس سے تو کبھی اس طرح بات نہ کرتا تھا' وہ ابھی گومگوں کیفیت میں ہی تھی کہ ارحام جہاں کھڑا تھا وہیں سے پلٹنے لگا۔

"ارحام......" بے اختیار ہی وہ مسٹر کا صیغہ حذف کرگئی تھی اور اس کی یہ پکار ارحام علی آفندی کے وجود پر ٹھنڈی پھوار کی مانند برسی تھی۔ اس نے پلٹ کر حریم کو دیکھا تو وہ مزید کنفیوزی ہوگئی۔ یہ اس کا کون سا روپ تھا۔ وہ بھی بھلا کنفیوز ہوسکتی تھی۔

"آئی مین مسٹر ارحام......" وہ اپنے خفت زدہ چہرے کو جھکاتے بولی۔

"ویسے آپ مجھے ارحام بھی کہہ سکتی ہیں۔ میں ہرگز بھی مائنڈ نہیں کروں گا۔" اس کے چہرے پر ایک بار پھر وہی مسکراہٹ تھی۔ حریم نے نگاہیں اٹھا کر اس کے جھلملاتے چہرے کو دیکھا۔

"آئی ایم سوری...... مجھے اپنے رویے پر شرمندگی ہے لیکن پلیز آپ آئندہ مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہ کیجیے گا۔" وہ شرمندگی سے سر جھکاتے بولی۔

"مطلب ہمارے آئندہ بات کرنے کے چانسز زندہ ہیں۔" وہ یک دم بولا تو حریم نے سر اٹھا کر اس کی شرارت سے چمکتی آنکھوں کو دیکھا پھر مسکرادی۔ کچھ لوگ شاید بہار کی مہکتی ہوا کی مانند ہوتے ہیں جو جب آپ کے ساتھ ہوں تو آپ باوجود کوشش کے خود کو ان کی مہک سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ یہی حال کچھ حریم حیات کا تھا اس کا ذہن جتنی شدت سے ارحام کی نفی کرتا دل اس سے نرم رویے پر مجبور کردیتا۔

"میں فرینڈز کے معاملے میں خاصا کنگال ہوں۔ کیا آپ میری فرینڈ بنیں گی؟" ارحام نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کی سمت بڑھایا تھا۔ کوئی اور لمحہ ہوتا تو حریم حیات پوری شدت سے انکار کردیتی مگر یہ پل بہت عجیب سا تھا۔ وہ ارحام کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ جہاں آس وامید کے کتنے ہی دیے روشن تھے۔ اس کا دل نہیں چاہا ان دیوں کی روشنی گل کردینے کا۔ بے اختیار ہی اس کا نازک سا ہاتھ ارحام کے مضبوط ہاتھ میں آسمایا تھا۔ ارحام نے اس کا ہاتھ نرمی سے تھاما تھا۔ اس کی گرفت نے حریم کو ایک محسوس کن راحت سے ہمکنار کیا تھا۔ ایک احساس بہت تیزی سے اس کے وجود میں سرایت کرتا چلا گیا تھا۔ ارحام نے جتنی نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اتنی ہی آہستگی سے چھوڑ بھی دیا تھا۔ اس کا چہرہ اندرونی خوشی سے دمک رہا تھا۔

"ویسے جب میں اپنے دادو کو بتاؤں گا کہ میں نے ایک نئی فرینڈ بنائی ہے تو وہ بہت خوش ہوں گے۔" وہ ایسے خوش ہورہا تھا جیسے بچہ اپنی من پسند چیز پاکر خوش ہوتا ہے۔

"آپ ملیں گی میرے دادو سے۔" یک دم ہی اس نے سوال پوچھا تو حریم' جو اپنے وجود میں ہاتھ کے ذریعے جذب ہونے والے احساس سے نبرد آزما تھی' اس کی بات سمجھے بغیر اثبات میں سر ہلاگئی۔

"تھینک یو سو مچ۔" وہ خوشی سے بے حال ہوا تھا۔

"اب آپ مجھے یہ بتادیں رامین کہاں ہے' میں ہر جگہ اسے ڈھونڈ چکی ہوں۔" ارحام کی حرکتوں پر مسکراتی وہ کچھ ریلیکس انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"میں ابھی سیکیورٹی کیمراز کے ذریعے چیک کروالیتا ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" ارحام نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں میں ایسے تھاما تھا' جیسے اس احساس کو اپنے وجود سے دور نہیں جانے دینا چاہتا جو اس کے ہاتھ میں دہک رہا تھا۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین' اٹینشن پلیز...... آپ نے اب

تک یہاں بہت سی پینٹنگز دیکھ لی ہیں اور یقینی طور پر وہ آپ سب کو بہت پسند بھی آئی ہوں گی۔" نوشی بیگم کی آواز پر وہ دونوں بھی متوجہ ہوئے۔

"یہ میری مما ہیں۔ نوشی فرید آفندی۔" ارحام نے اس کے برابر کھڑے ہوتے نوشی بیگم کا تعارف کروایا۔ بلیک کلر کی شیفون کی ساڑھی میں ملبوس وہ نفیس سی خاتون کہیں سے بھی ارحام جتنے بڑے بیٹے کی ماں نہیں لگ رہی تھیں۔

"ویری پریٹی۔" حریم نے بے ساختہ تعریف کی۔

"تھینکس۔ مجھے ان سے بہت محبت ہے۔" ارحام کے لہجے میں روایتی بیٹوں والی محبت تھی۔ اس کی آنکھیں بھی اس محبت کی گواہی دے رہی تھیں۔

"ہر انسان ہی کرتا ہے۔" اس نے جیسے ارحام کی بات پر بے وقوفی کا گمان کیا تھا۔

"ہاں ہر انسان ہی کرتا ہے لیکن میں نے جس طرح کا ٹین ایج گزارا ہے اس میں اگر میرے پیرنٹس، میرے دادو کا ساتھ نہ ہوتا تو....." یک دم وہ کچھ کہتے کہتے رکا تھا۔ حریم نے دیکھا اس کے چہرے پر پھر سے وہی کرب تھا۔

"اب جو میں پینٹنگ آپ کو دکھانے جا رہی ہوں وہ میرے بیٹے کی شاہکار تخلیق ہے۔ ایسا حسن، ایسی خوب صورتی آپ نے آج تک کسی تخلیق کار کی تخلیق میں نہیں دیکھا ہوگا۔" انہوں نے پاس رکھے ایزل پر مخملی کپڑے سے ڈھکی تصویر کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ارحام حیرت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ کس تصویر کی بات کر رہی تھیں۔ اسے جہاں تک یاد تھا جو پینٹنگز ایگزیبیشن میں شامل ہونی تھیں وہ سب یہاں موجود تھیں۔ ارحام نے حریم کے پاس آکر کھڑی ہوتی رامین کو ایک نظر دیکھا تھا۔ وہ دونوں ہال میں موجود باقی تمام لوگوں کی طرح بہت دلچسپی سے نوشی کو دیکھ رہی تھیں لیکن ارحام کے اردگرد خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔

"ارحام پلیز کم ہیئر مائی سن۔" نوشی کی آواز میں محسوس کن محبت تھی۔ تالیوں کی گونج میں وہ ان تک پہنچا تھا۔ انہوں نے اپنا ایک بازو اس کے بازو میں ڈالا تھا۔ "ویسے تو میرا بیٹا خود بھی کسی شاہکار سے کم نہیں ہے لیکن ان کا شاہکار ان سے بھی بڑھ کر ہے۔" ان کی بات پر تالیاں ایک بار پھر گونج اٹھی تھیں۔

"اگر آپ لوگ چاہیں تو میرے بیٹے کی یہ شاہکار تخلیق آپ میں سے کسی کی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے آپ کو بڑ لگانی ہوگی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگی تھیں۔

"اور شاید مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جس کی بڑ زیادہ ہوگی وہی اس پینٹنگ کا حق دار ٹھہرے گا۔" ان کی اناؤنسمنٹ اور ان کے انداز بیاں نے لوگوں میں بے چینی پھیلا دی تھی اب ہر ایک کی خواہش تھی کہ جلد از جلد اس تصویر کو دیکھے۔

"ارحام پلیز....." اس کے مینیجر نے مخملی کپڑے سے جڑی ایک ڈوری اس کی جانب بڑھائی تو نوشی نے اسے ڈوری کھینچنے کا اشارہ کیا۔ اس نے سر ہلاتے وہ ڈوری آہستہ سے کھینچی تھی اور اس شاہکار کا پردہ چاک ہو ہی گیا تھا۔ خوب صورت رنگوں سے مزین قد آدم آئینہ جو کسی دیو مالائی داستان کی کسی شہزادی کا سنگھار درپن محسوس ہو رہا تھا۔ اس میں واضح عکس بھی کسی پرستان کی شہزادی کا تھا جو بھولے بھٹکے زمین پہ اتر آئی تھی۔

اب کی بار جو تالیاں گونجی تھیں ان کا دورانیہ خاصا طویل تھا۔ ارحام نے پلٹ کر حریم کو دیکھا۔ وہ پتھر کا مجسمہ محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا رنگ خطرناک حد تک سفید ہو رہا تھا۔ یوں جیسے اس کے وجود کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی ٹوٹے ہوئے اعتبار کی کرچیاں تھیں۔ سی سی ٹی وی کیمراز کے ذریعے وہ تصویر ایل سی ڈی اسکرین پر بڑی کر کے دکھائی جا رہی تھی۔ ارحام نے اس مجمعے سے نکل کر حریم کے پاس پہنچنے کے لیے پیش قدمی کی تھی مگر نوشی بیگم کی گرفت نے اسے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر اس کی نگاہیں حریم پر ہی تھیں۔ نوشی بیگم نے مائیک ایک منچلے کے ہاتھ میں تھمایا تھا۔ جو ایک شعر پڑھنے کا کہہ رہا تھا۔

"میم اس شاہکار تصویر پر ایک بہترین شعر پڑھنا چاہوں گا۔"

آئینہ دیکھ کے بولے یہ سنورنے والے
اب تو بے موت مریں گے مرے مرنے والے

ہال میں ہاہاکار مچ گیا تھا۔ شاید ہر ایک کے دل کی یہی آواز تھی۔ نوشی بیگم کی انگلیاں ارحام کے بازو میں پیوست تھیں۔ نوشی اب لوگوں سے پوچھ رہی تھیں کہ انہیں اس شاہکار تصویر میں کیا چیز سب سے زیادہ پسند آئی جس کی بناء پر وہ یہ تصویر خریدنا چاہتے ہیں۔ کوئی آئینے کی خوب صورتی پر بات کر رہا تھا کسی کو دلہناپے میں رچی وہ مکمل دلہن بھا رہی تھی۔ کسی کو اس کی حیا بار پُرنم آنکھیں بھا رہی تھیں، تو کسی کو حیا

آمیز مسکراہٹ سے سجے اس کے ہونٹ بھارہے تھے۔ کوئی اس کے وجود کی پوشیدہ رعنائیوں کو کھوجنا چاہ رہا تھا۔ یہ بھانت بھانت کی آوازیں ارحام کی کنپٹیاں سلگا گئی تھیں۔ لوگوں نے قیمت لگانا شروع کردی تھی۔ ارحام کا دل چاہا ہر چیز کو تہس نہس کرڈالے۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولتے لوگوں کے منہ توڑ دے۔ ان کی اتنی اوقات کہ وہ ارحام علی آفندی کی انمول محبت کی بولی لگائیں۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ نوشی کی گرفت سے آزاد کروایا اور لوگوں کے رش کو چیرتا وہاں تک پہنچا جہاں حریم کھڑی تھی مگر اب وہاں علی رضا کھڑا تھا۔

"وہ چلی گئیں..... میں نے بہت روکنے کی کوشش کی پر....." اس کی ابتر حالت علی رضا کی آنکھوں کو نم کرگئی تھی۔ وہ تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ اسے لگا اب ہاتھوں سے زندگی پھسل رہی ہو۔ باہر نکل کر اس نے دائیں بائیں گردن گھما کر اسے تلاشا‘ سڑک کے ایک طرف وہ دونوں نظر آ ہی گئیں۔ وہ گاڑیوں کی پروا کیے بغیر روڈ کراس کر گیا تھا۔

"حریم....." اس نے دور سے ہی اسے پکارا مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔ رامین اسے روکنے کی کوشش کررہی تھی۔ پر وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔

"حریم....." وہ دوڑتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ حریم کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ اس کی آنکھوں میں آج پہلی بار نفرت سے بھرپور تاثر تھا۔ اسے لگا وہ اندر سے بالکل خالی ہوگیا ہو۔ اس کے پاس کوئی ایک جملہ ایسا نہ تھا جس سے شاید وہ اس کی تسلی و تشفی کرسکتا۔ وہ اس پر نفرت سے بھرپور نگاہ ڈال کر ایک سائیڈ سے آگے بڑھی تھی جب ارحام کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آ گیا تھا۔

"حریم میں....." حریم نے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے چھڑایا۔

"میں کوئی بکاؤ مال نہیں ہوں مسٹر ارحام علی آفندی۔"

"حریم پلیز....." اس کے لہجے میں انتہا کی بے بسی تھی۔

"آپ نے جو میری نسوانی انا و وقار کا آج تماشا لگایا ہے اس کے لیے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی..... کبھی نہیں۔"

"پلیز ایک بار میری بات سن لو۔" وہ ملتجی ہوا۔

"ابھی مزید کچھ سننا باقی ہے..... ارے ہاں میں تو بھول گئی۔ ابھی تو لوگ صرف میرے وجود پر اپنی تعریفوں کی مہریں ثبت کررہے تھے ابھی تو میری بولی لگنی باقی تھی۔" اس کا لہجہ طنز کی کاٹ سے پُر تھا۔

"حریم....." ضبط کی کوشش میں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بھینچ لی تھیں۔

"سچ کڑوا تھا ناں اسی لیے حلق سے نہیں اترا۔" وہ خود اذیت کا شکار تھی اور اسے بھی اس اذیت سے دوچار کررہی تھی۔

"پلیز حریم مجھے میری صفائی کا ایک موقع تو دے دو پلیز....."

"آپ کو شاید اندازہ بھی نہیں پر آج مجھے محسوس ہوا کہ جیسے مجھے سر بازار ننگے سر کھڑا کردیا گیا ہو اور لوگوں کو دعوت نظارہ دی گئی ہو۔ آج آپ کے سبب میرے نام کی حرمت‘ میری پاکیزگی و پاک دامنی سر بازار نیلام ہوگئی اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کو صفائی کا ایک موقع دوں۔" اب کی بار وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رودی۔ رامین نے ایک بے بس نگاہ حریم پر ڈالی اور دوسری ارحام پر..... اسے بیک وقت دونوں سے ہمدردی بھی محسوس ہوئی اور ترس بھی آیا۔ ارحام نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا مگر اس نے نہ صرف اس کے ہاتھ جھٹک دیئے بلکہ اپنے ہاتھ سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"آئندہ اگر آپ نے مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کی یا میرے راستے میں حائل ہوئے تو میں آپ کو شوٹ کردوں گی۔" حریم کی آواز سفاکی کی حد تک سرد تھی۔ اس کے بعد وہ ایک لمحہ رکے بغیر آگے بڑھ گئی اور ارحام علی آفندی اس کے بعد اس کا راستہ نہ روک سکا بس لمحہ بہ لمحہ اس کے دھندلاتے وجود کو دیکھتا رہا۔ اس نے جب ہال میں قدم رکھا نوشی ایک آدمی کے ہاتھ سے چیک تھامتے اس تصویر کے سامنے کسی نیوز پیپر کے لیے تصویر کھنچوا رہی تھیں۔

"ارے ارحام آؤ ناں۔" اس کی مما نے ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر پیار سے اسے بلایا۔ اس نے اپنی ماں کو دیکھا انہوں نے نادانستگی میں اس کا کتنا بڑا نقصان کردیا تھا۔ رضی نے اسے دیکھا وہ کہیں سے بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا‘ وہ یک دم تیز قدم اٹھاتا اس شخص کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ اس کی قہر بار نگاہیں اس شخص کے چہرے پر گڑ گئی تھیں۔ وہ بے چارہ ہڑبڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"تم اس کی قیمت لگاؤ گے۔" اس نے ایک ہاتھ سے اس کا

گریبان تھاما اور دوسرے سے تصویر کی جانب اشارہ کیا۔

"ارحام یہ کیا کررہے ہو تم؟" نوشی بیگم آگے بڑھیں مگران کا یہ قدم اس شخص کے حق میں خاصا خطرناک ثابت ہوا تھا۔ ارحام نے پوری قوت سے اسے اسٹیج نما چبوترے سے نیچے پھینک دیا اور پھر جیسے ہر اس شخص کی شامت آگئی تھی جس نے اس تصویر پر کوئی کمنٹ دیا تھا۔ کیمرہ تھامے لوگوں کے ہاتھوں سے اس نے کیمرے چھین کے کئی ٹکڑوں میں تقسیم کردیئے تھے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ کچھ ہی منٹوں میں ہال خالی ہوگیا تھا مگر ارحام کے سر پر چڑھا جنون نہیں اترا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ہال کسی کباڑ خانے کا منظر پیش کررہا تھا۔ ہر تصویر زمین بوس ہوچکی تھی۔ اس نے چاہا کہ اس تصویر کو بھی اٹھا کر پھینکے مگر ہمت نہیں ہوئی۔ اسے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ ارمانوں کا لاشہ ہمارے طاقت سے زیادہ وزنی ہوتا ہے۔

"ارحام میرے بچے یہ کیا کررہے ہو تم۔" نوشی بیگم بلکتی ہوئی اس کے قریب آئی تھیں ایک عرصے کے بعد اس پہ ڈپریشن کا دورہ پڑا تھا۔

"ہٹ جائیں میرے راستے سے مما۔ چلے جائیں آپ سب لوگ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں آپ میں سے کسی کو نقصان پہنچادوں۔" اس نے ایک ہاتھ سے انہیں اپنے سامنے سے ہٹایا تھا۔ رضی نے انہیں کندھوں سے تھاما۔

"رضی اسے روکو یہ کیا کررہا ہے؟ ایسے تو یہ خود کو نقصان پہنچالے گا۔"

"وہ جو کررہا ہے اسے کرنے دیں۔ ورنہ اگر یہ غصہ' یہ غم اس کے اندر رہ گیا تو ہم اسے کھودیں گے۔" رضی کی آواز بھیگ گئی تھی۔ ارحام کے کانوں میں حریم کی بھیگی آواز گونج رہی تھی۔ اس کے کچھ دیر پہلے کہے گئے جملے اس کا وجود چھلنی کررہے تھے۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا جس نے اس کے دوستی سے بڑھے ہاتھ کو تھاما تھا اور یہی تو وہ ہاتھ تھے جنہوں نے اس تصویر کو تخلیق کیا تھا۔ وہ اس کے جذبوں کا عکس تھا جو اس تصویر میں حریم حیات کے روپ میں جھلملا رہا تھا اور آج اس کے جذبوں کی بولی لگی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا' ہاں یہی تو تھے فساد کی جڑ جنہوں نے قرطاس ابیض پر حریم کے عکس کو منقش کردیا تھا۔ اس نے سامنے نظر آتی گلاس وال کو دیکھا اور پوری قوت سے اپنے دونوں ہاتھ اس نے گلاس وال پر مارے' کتنے ہی شیشے اس کے مضبوط ہاتھوں میں گھس گئے تھے اور کتنی ہی کرچیاں اڑ کر اس کے چہرے اور گردن کو زخمی کر گئی تھیں۔ یہ سب کچھ اتنا آنا فانا ہوا کہ کسی کو کچھ کرنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ علی رضا جلدی سے اس کی طرف بڑھا وہاں موجود سیکیورٹی اہلکار بھی جلدی سے آگے بڑھے تھے۔ نوشی بیگم تو اپنا دل تھام کررہ گئی تھیں۔ اسے زبردستی گاڑی میں ڈال کر ہاسپٹل لایا گیا۔ وہ مسلسل خود کو ان سے چھڑوانے کی کوشش کررہا تھا۔ مگر خون مسلسل بہنے کی وجہ سے اب اس پر نقاہت طاری ہورہی تھی۔ تبھی نرس نے اس کے بازو میں انجکشن لگایا تو اس کے اعصاب آہستہ آہستہ ڈھیلے پڑتے چلے گئے۔ کچھ ہی دیر میں نوشی بیگم بھی پہنچ گئی تھیں ان کے فوراً بعد فرید بھی آگئے تھے۔ عالم آفندی ملک سے باہر تھے عمرہ کے سلسلے میں ورنہ شاید وہ اس وقت سب سے پہلے پہنچتے۔ اس کے ہاتھوں' گردن اور چہرے کی ڈریسنگ کردی گئی تھی۔ وہ روم میں تھا اور خطرہ سے باہر تھا۔ فرید مسلسل اس کے سائیکاٹرسٹ سے رابطے کی کوشش میں تھے کچھ ہی دیر میں وہ سائیکاٹرسٹ ہاسپٹل میں موجود تھا۔ اس کی تجویز کے مطابق گلوکوز کے ذریعے اسے مختلف ادویات انجیکٹ کی گئی تھیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں فرید صاحب' ارحام صبح اٹھے گا تو ان شاء اللہ ٹھیک ہوگا لیکن میرے لیے جاننا ضروری ہے کہ ایسا کیا ہوا ہے جو ارحام ایک بار پھر اس اسٹیج پر جا پہنچا۔" وہ فرید آفندی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ انہوں نے علی رضا کی طرف دیکھا۔ اس نے آہستہ آواز میں سب کہہ سنایا۔

"وہ تصویر کس کی ہے؟" پوری بات سننے کے بعد ڈاکٹر راحیل نے اس سے پوچھا۔

"پتا نہیں کس کی ہے' میں تو سمجھی تھی کہ اس نے اپنے ذہن سے تخلیق کی ہے۔" رضی سے پہلے نوشی بیگم بولیں' وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ انہیں نہیں معلوم تھا مگر اس کو تو معلوم تھا مگر اس نے بیچ میں مداخلت کرنا بہتر نہیں سمجھا۔ فرید آفندی ڈاکٹر سے بات کرتے کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ نوشی بیگم ارحام کے بیڈ کے پاس اسٹول رکھ کر بیٹھ گئی تھیں جبکہ علی رضا دیوار کے ساتھ لگے صوفے پر بیٹھ کر ارحام کو دیکھنے لگا تھا۔ اس کا ذہن حریم کی طرف چلا گیا۔

"کیا حال ہوگا اس لڑکی کا جس کے وجود کے ٹکڑے بھری محفل میں ہوئے جب ارحام کا یہ حال ہے؟"

❁......❁......❁

رامین کی لاکھ منت سماجت کے باوجود اس نے شام سے پہلے گھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ وہ جس ذہنی اور جسمانی بحران سے گزر رہی تھی ایسے میں گھر والوں کے سامنے جانے کا مطلب تھا خود اپنا آپ سوالوں کے لیے پیش کر دینا۔ اسے اب تک ایسا لگ رہا تھا جیسے لوگوں کی حریص نگاہیں اس کے وجود پر رینگ رہی ہوں۔ ان کی نگاہیں کم از کم اس کے لیے ستائشی نہیں تھیں۔ جب جب اسے وہ منظر یاد آتا اس کی آنکھیں برسنا شروع ہو جاتیں۔ ابوجی کی وفات کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب اس نے اپنا ضبط کھویا تھا۔ جب اس کا اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں رہا تھا۔ ارحام کا خلوص سے پُر لہجہ کہیں کھو گیا تھا۔ اسے یاد تھا تو پردہ کشائی کرتا ارحام جس نے اس کے حجاب کو چاک کر کے اسے سربازار کھڑا کر دیا تھا۔ جنہوں نے سر کے بال سے لے کر پاؤں کے ناخن تک اس کی بولی لگا ڈالی تھی اور وہ ان کے درمیان کھڑا یہ سب سنتا رہا۔ رامین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ اس کے گلے لگ کر رو پڑی۔

"اس نے ایسا کیوں کیا مینو...... کیوں...... میں تو سمجھی تھی وہ دوسروں سے الگ ہے لیکن میں غلط ثابت ہوئی۔ وہ ویسا ہی ہے جیسا ارماہ کہتی تھی۔" رامین اس کی کمر سہلاتے اسے پُرسکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کچھ دیر میں وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ رامین اس کا ہاتھ پکڑ کر باغ سے باہر لے آئی۔ اگر ایک تکلیف میں ہو تو دوسرے کو اپنا غم بھولنا پڑتا ہے۔ یہی حال رامین کا تھا۔ وہ اب اپنا دکھ بھول کر حریم کی دلجوئی میں لگی ہوئی تھی۔ جب وہ کیب میں بیٹھیں بارش کی موٹی موٹی بوندیں برسنا شروع ہو گئی تھیں۔ ان کے گھر پہنچنے تک بارش ٹھیک ٹھاک شروع ہو چکی تھی۔ انہوں نے جب گھر میں قدم رکھا تو امی اپنی دوائیں کھا کر سونے کے لیے لیٹ چکی تھیں۔ سبین بھی اپنی بچی کے ساتھ ان کے پاس ہی سو رہی تھی۔ دروازہ اسامہ نے کھولا تھا۔ وہ دونوں شکر ادا کرتی اندر کمرے میں آ گئی تھیں۔ حریم نے خاموشی سے اپنے کپڑے نکالے اور غسل خانے کا رخ کیا۔ رامین کچن میں آ گئی تھی۔ اس نے چائے کا پانی چولہے پر چڑھایا اور فرسٹ ایڈ باکس میں سے حریم کے لیے پین کلر نکالی۔ اتنی دیر میں حریم کپڑے تبدیل کر کے باہر آ چکی تھی اور واش بیسن پر وضو کر رہی تھی۔ جتنی دیر میں حریم نماز سے فارغ ہوئی، رامین چائے اور ٹیبلیٹس لے کر کمرے میں آ گئی تھی۔ حریم نے بنا تردد کیے چائے سے ٹیبلٹ لی اور پھر فرشی بیڈ پر دراز ہو گئی۔

رامین نے اس پر کمبل برابر کیا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی۔ اسے لگا تھا رات تک وہ اٹھے گی تو اس کی حالت بہتر ہو گی۔ مگر رامین کی سوچ غلط ثابت ہوئی۔ ذہنی کشمکش نے اس کے وجود کو ایک ان دیکھی آگ میں جھونک دیا تھا۔ وہ رات تک شدید بخار کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔ جس کے سبب اس پر غنودگی طاری تھی۔ رامین اسے دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اسامہ جا کر محلے کے ڈاکٹر کو لے آیا تھا۔ اس نے دوائیوں کے ساتھ ساتھ ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے کا مشورہ دیا اور چلا گیا۔ اللہ اللہ کر کے رات کے پچھلے پہر اس کا بخار کچھ کم ہوا تو اسے میڈیسن دی۔ جس کے زیر اثر وہ گہری نیند سو گئی تھی۔

❀......❀......❀
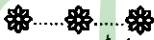
ہاتھوں میں اٹھتی درد کی ٹیسیں اسے احساس کی دنیا میں واپس لے آئی تھیں۔ اس نے چکراتے سر کے ساتھ سامنے نظر آتے منظر کو دیکھنے کی ناکام کوشش کی۔ لاشعور میں جاتے ہوئے اس کے ذہن میں آخری احساس ہاسپٹل کا ماحول تھا۔ دوبارہ جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج کی کرنیں آسمان کے کناروں پر ہی رہ گئی تھیں۔ پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ واپسی کے سفر میں محو پرواز تھے۔ وہ خالی الذہنی کھڑکی سے نظر آتے منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن جمع شدہ پانی کی طرح ساکت تھا۔ تبھی اپنے ماتھے پر اسے محبت بھرے لمس کا احساس ہوا۔ اس نے نگاہوں کا زاویہ بدلا۔ وہ مما تھیں جو یقیناً اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اپنے ممتا سے تڑپتے دل کو روک نہ پائی تھیں۔

"مما......" اس نے پوری محبت سے انہیں پکارا۔

"مما کی جان۔" وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر رو پڑیں۔ ارحام نے اپنا ایک بازو ان کے اوپر رکھا اور دوسرے سے ان کے آنسو صاف کیے تھے۔ گو کہ اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے میں اسے شدید تکلیف کا سامنا تھا لیکن ان کی خاطر وہ اس درد کو سہہ گیا تھا۔ وہ بھی تو اس کے درد میں ہی تڑپ رہی تھیں۔

"نوشی یہ کیا بچپنا ہے۔ تمہیں...... ارحام......" وہ جو اندر داخل ہوتے نوشی بیگم کو ارحام سے یوں لپٹ کر روتے دیکھ کر ناراض ہونے لگے تھے ارحام کو ہوش میں دیکھ کر تڑپ کر اس کی طرف بڑھے۔

"ارحام......" ان کی حالت نوشی بیگم سے مختلف نہ تھی مگر وہ ان کی طرح رو نہیں رہے تھے ایک عرصہ لگا تھا ان سب کو اسے اس طرح کی سچویشن سے باہر لانے میں اور اب وہ ایک عرصے

بعد پھر اسی اسٹیج پر پہنچ گیا تھا۔

"بابا......" اس نے اپنا ایک ہاتھ فرید آفندی کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ جس کو فرید آفندی نے متاع حیات کی طرح تھام کر اپنے ہونٹوں سے چھوا اپنی آنکھوں سے لگایا۔

"یہ اب بالکل ٹھیک ہیں۔ بس ہاتھوں کی ڈریسنگ روزانہ کرانی ہوگی۔ دونوں ہاتھوں میں دو بڑے کٹ لگے جنہیں بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔" فرید آفندی نے اسے ہوش میں دیکھ کر ڈاکٹر کو بلا لیا تھا جو پچھلے دو دن سے ارحام کو اوبزرو کر رہا تھا۔

"آج آپ لوگوں کو یہیں ٹھہرنا ہوگا' کل صبح انہیں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔ باقی آپ ڈاکٹر راحیل سے بھی پوچھ لیجیے گا وہ کیا کہتے ہیں۔" فرید آفندی نے سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔ ارحام کو یہاں کتنے دن رہنا ہے اس کا فیصلہ ڈاکٹر راحیل کو ہی کرنا تھا۔ وہ ارحام کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو نہ جانے نوشی بیگم کو کیا کہہ رہا تھا جس پر وہ مسلسل نفی میں گردن ہلا رہی تھیں۔

"میں نے کہہ دیا ہے ارحام کہ میں نہیں جا رہی تو بس بات ختم۔"

"کیا ہو گیا بھئی کس بات پر بحث چل رہی ہے ماں بیٹے میں۔" فرید آفندی ایک چیئر بیڈ کے قریب رکھ کر بیٹھتے ہوئے بولے۔ ارحام کو نارمل دیکھ کر ان کے کشیدہ اعصاب پُرسکون ہو گئے تھے۔ وہ اپنا ہر کام پس پشت ڈالے پچھلے دو دن سے یہاں موجود تھے۔ آذر اور اس کی وائف جن کی دو دن پہلے کی فلائٹ تھی ارحام کی طبیعت کا سن کر انہوں نے بھی اپنے ٹکٹس کینسل کروائے تھے۔ رضی کے ساتھ وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر گئے تھے۔ عالم آفندی کو ابھی تک ارحام کی حالت کے متعلق اطلاع نہیں دی تھی حالانکہ وہ کچھ مشکوک ہو گئے تھے اس کے حوالے سے کیونکہ ارحام سے وہ دن میں ایک بار بات ضرور کرتے تھے اور اب دو دن میں ایک بار بھی اس نے ان سے بات نہیں کی تھی۔ ان کا پریشان ہونا یقینی امر تھا۔

"مما پلیز مجھے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر اچھا نہیں لگ رہا۔" وہ عجیب ضدی لہجے میں بولا۔

"اور مجھے بھی تمہیں اس حالت میں دیکھ کر بہت تکلیف ہو رہی ہے مگر اولاد بھلا کب ماں باپ کے درد کو سمجھتی ہے۔" وہ بے اختیار ہی شکوہ کر بیٹھیں۔

"نوشی اگر وہ کہہ رہا ہے تو مان جاؤ۔ تھوڑی دیر گھر جا کر ریسٹ کرو پھر آ جانا اچھا سا ڈریس اپ ہو کے کم از کم ہمارے بیٹے کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا۔" فرید آفندی نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے کا ساتھ دیا اور پھر ان کے لاکھ نہ کرنے کے باوجود فرید آفندی نے انہیں گھر بھیج دیا تھا۔

"ارحام......"

"جی بابا۔" وہ یونہی آنکھیں بند کر کے لیٹا تھا کہ فرید نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اسے پکارا...... ان کی پکار پر وہ آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کوئی مسئلہ ہے میری جان۔ اپنے بابا کو نہیں بتاؤ گے؟" وہ اس سے ایسے بات کر رہے تھے جیسے وہ پچیس چھبیس سال کا توانا مرد نہیں بلکہ چھ سات سال کا بچہ ہو۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے بابا۔" اس نے لاشعور میں اٹھتے شور کو دباتے شعور کی سوچ کو آواز کا روپ دیا۔ اسے عادت ہی نہیں تھی دادو کے علاوہ کسی سے کچھ بھی ڈسکس کرنے کی۔ یہاں تک کہ بابا اور مما سے بھی بہت سی باتیں کہتے وہ جھجک جایا کرتا تھا جیسے ابھی۔

"تو پھر خود کو اتنی مشکل میں کیوں ڈالا۔ کیوں خود کو اتنی اذیت پہنچائی؟" وہ بے بسی سے پوچھ رہے تھے وہ نگاہیں جھکا گیا۔ "اس تصویر میں جو لڑکی ہے کیا تم اسے جانتے ہو۔" بالآخر انہوں نے دوٹوک بات کرنے کا سوچا۔ وہ تحیر آمیز نظروں سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔

"کون ہے وہ لڑکی؟" اس کی آنکھوں کے تاثر نے ان کی بات پر سچائی کی مہر لگا دی۔ "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں جو تم چاہو گے وہی ہوگا لیکن مجھے یہ تو بتا دو کہ وہ لڑکی ہے کون؟ کیا نام ہے اس کا اور کہاں رہتی ہے؟" وہ اس کا ہاتھ سہلاتے پوچھ رہے تھے۔

"آپ کو یونہی وہم ہو گیا ہے بابا۔ ایسی کوئی بات بھی نہیں ہے۔" اور اس کے بعد ہاسپٹل سے گھر تک وہ کئی بار اس سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھتے رہے مگر اس کے جواب میں کوئی ردوبدل نہیں آیا۔ ابھی وہ بیڈ سے اٹھ کر ٹیرس پر آیا ہی تھا کہ رضی روم کا دروازہ ناک کر کے اندر چلا آیا۔

"مجھے پتا تھا تم نے یمنیٰ بے چاری کو جھوٹ بول کے کمرے سے باہر نکالا ہے کہ تمہیں نیند آ رہی ہے۔" وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ "ویسے تمہارے متوقع سسرالی جا چکے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ مڑ کر بیڈ کی طرف آیا اور اوندھے

منہ لپیٹ گیا۔

"ارے بکواس کہاں کررہا ہوں۔ جس قدر اب یمنیٰ بی بی تم پر فریفتہ ہوگئی ہیں کہ ہاسپٹل میں بھی تمہاری بیڈ کی پٹی سے لگی بیٹھی تھیں اس سے تو ایسا ہی کچھ ہونے کے آثار نظر آرہے ہیں۔" رضی کہنی کے بل اس کے برابر نیم دراز ہوا۔

"پلیز رضی میں آل ریڈی بہت پریشان ہوں مجھے تنگ مت کرو جاؤ یہاں سے۔" وہ ہاتھوں کے بل بیڈ سے اٹھا مگر اس طرح اٹھنے سے زخموں میں کھنچاؤ پیدا ہوا جس کے سبب اس کے لبوں سے ایک سسکی خارج ہوئی۔

"اور میں جانتا ہوں تمہاری پریشانی کی وجہ کیا ہے..... حریم حیات۔" وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ارحام نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"تمہیں اس کا نام کیسے پتا چلا۔" ارحام کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔ رضی گھبرا کر کھڑا ہوا کہیں اسے پھر سے ڈپریشن کا شدید دورہ نہ پڑ جائے۔

"ریلیکس ارحام یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے' کیوں تم اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے ری ایکٹ کرنے لگے ہو۔" رضی نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔ وہ شرمندہ سا سر جھکا گیا۔

"تمہارے اور حریم کے درمیان ایسی کیا بات ہوئی تھی کہ تم نے انتاری ایکشن ظاہر کیا۔" وہ زمین پر اس کے پاؤں کے پاس بیٹھتے ہوا تھا۔ ارحام نے ایک بے بس سی نگاہ اس پر ڈالی۔ اسے ایک لمحے کے لیے محسوس ہوا کہ اگر اب بھی اس نے رضی کو کچھ نہ بتایا تو اس کے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔

"اس نے مجھ سے کہا کہ..... " وہ آہستہ آواز میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا چلا گیا۔ رضی نے ترحم بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ حریم نے اسے ناحق اپنے لفظوں کے نشتر سے جہنم میں دھکیل دیا۔

"کیا میں ایسا لگتا ہوں رضی جیسا اس نے کہا..... میں اس کے بارے میں ایسا خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا جیسا اس نے کہا ابکاؤ مال۔ وہ مجھے اتنا گرا ہوا سمجھتی ہے۔ یہ سوچ مجھے دہکتے الاؤ میں جھونک دیتی ہے۔" وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بول رہا تھا۔

"نہیں وہ تمہارے بارے میں ایسا نہیں سوچتیں۔"

"تمہیں کس نے کہا۔" اس نے چونک کر چہرہ اوپر کیا۔

"میرے دل نے....." علی رضا نے ایک شان بے نیازی سے کہا تو ارحام مسکرا دیا۔ اس کے اندر کی کثافت کم ہوئی تو وہ ہلکی پھلکی سی کیفیت میں آ گیا۔ دور کہیں سے عشاء کی اذان کی آواز آئی تو وہ نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم ایسی حالت میں بھی نماز پڑھو گے؟"

"کیوں میں ایسی حالت میں زندگی کی باقی ضروریات پوری نہیں کررہا کیا اور پھر نماز تو مجھے ہر پریشانی میں پرسکون کرتی ہے۔ مجھے احساس دلاتی ہے کہ میں نے اپنا مسئلہ جس ہستی سے بیان کیا ہے اس کے پاس ہر مسئلے کا حل ہے۔" اس نے علی رضا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

❁......❁......❁

آج تین دن بعد وہ بستر سے اٹھی تھی۔ تین دن مسلسل کسی تنور میں گزارے تھے اس نے۔ کوشش کے باوجود اسے لوگوں کی وہ نظریں نہیں بھول رہی تھیں۔

"پلیز حریم مجھے میری صفائی کا ایک موقع تو دے دو پلیز۔"

ارحام کا ملتجی لہجہ اس کے گرد گھوم گیا تھا۔ اس نے سر جھٹک دیا۔ اس کی نگاہیں اپنے دائیں ہاتھ پر تھیں "میں فرینڈز کے معاملے میں خاصا کنگال ہوں' کیا آپ میری فرینڈ بنیں گی۔" اس کے مضبوط مردانہ ہاتھ کا دھیما لمس اس کے ہاتھ پر اب تک زندہ تھا۔ اس نے انگلی کی پوروں پر مژگاں پہ بچی نمی کو چنا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ارحام علی آفندی میرے وجود میں اس احساس کو جگا کر' میں تمہیں اس کے لیے کبھی بھی نہیں بخشوں گی..... کبھی نہیں۔" اس نے اپنا چہرہ گھٹنوں پر رکھ کر بند پلکوں سے نمی کو بہنے دیا۔ وہ اس وقت صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھی دھوپ تاپ رہی تھی۔ اندر رامین اور سبین گھر کے کام نمٹا رہی تھیں۔ آج سبین کے شوہر عابد کی آمد متوقع تھی۔ تبھی دروازہ بجنے کی آواز آئی تو حریم نے اپنے آنسو جلدی سے دوپٹے میں جذب کیے اور سلیپر پہن کر دوپٹہ سر پر لیتی دروازہ کی جانب بڑھی۔ دروازہ کھولنے پر جو ہستی اس کے سامنے تھی اسے دیکھ کر حریم لمحہ بھر کو تھم سی گئی تھی۔

"السلام علیکم! کیسی طبیعت ہے تمہاری؟ مجھے ایک فون تک نہیں کیا بے وفا بے مروت لڑکی۔" ارماہ خود ہی بولتی اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے ارماہ میری بہترین دوست ہے' مجھے کم از کم اس کے خلوص پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ ارحام کے ساتھ جو

بھی اس کا معاملہ ہے وہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔'' یہ سوچ جیسے ہی حریم کے ذہن میں آئی اس نے دونوں ہاتھ اس کے گرد باندھ کر پوری گرم جوشی سے معانقہ کیا۔

''یہ ہوئی ناں بات اب لگ رہا ہے میں اپنی حریم سے مل رہی ہوں۔'' وہ ہنستے ہوئے اس سے الگ ہوئی۔ ''یہ کیا حال بنایا ہوا ہے لڑکی تم نے اپنا۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اتنے میں رامین اور سبین بھی اندر سے نکل آئی تھیں۔ ارماہ ان دونوں سے بھی بڑی اپنائیت سے ملی۔ وہ پہلی باران کے گھر آئی تھی مگر کہیں سے بھی محسوس نہ ہو رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر اس نے واپسی کا قصد کیا تو زہرہ اور حریم نے اصرار کر کے اسے چائے تک رکنے کا کہا۔

''ویسے آنٹی حریم کے ساتھ ساتھ میں بالخصوص آپ سے ملنے آئی تھی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ زہرہ کے ساتھ ان کے روم میں اکیلی تھی اور پھر اس نے اپنی آمد کا اصل مدعا بیان کیا جس نے زہرہ کے ماتھے پر تفکر کی لکیریں بکھیر دیں۔

❁......❁......❁

''میں آپ کو بہت مس کر رہا ہوں دادو...... پلیز جلدی آجایئے۔'' وہ اس وقت گارڈن میں رکھی کین چیئر پر بیٹھا تھا۔ ''میرے لیے کیا دعا مانگی آپ نے۔'' وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا پچھلے دنوں کی نسبت وہ آج کافی بہتر لگ رہا تھا۔ دوسری طرف سے عالم آفندی نے نہ جانے کیا جواب دیا تھا۔ اس کے حلق سے بے ساختہ قہقہہ برآمد ہوا تھا۔ روش پر رکتی کار سے اترتے نوشی اور فرید نے بیک وقت اسے اور پھر ایک دوسرے کو خاصی خوشگوار حیرت سے دیکھا۔ وہ بہت دن بعد انہیں نارمل محسوس ہوا تھا۔

''السلام علیکم!'' انہیں دیکھ کر اس نے احتراماً کھڑے ہوتے سلام کیا۔ فون وہ بند کر چکا تھا۔

''کس کی کال تھی؟'' نوشی نے اس کے ہاتھ تھامتے ہاتھوں پر موجود اسٹچز کے نشان دیکھے تھے۔ اس کی بینڈیج کھول دی گئی تھیں۔ البتہ ہاتھ پر آنے والے گہرے کٹ پر جو اسٹچز لگے تھے انہیں سوکھنے میں تھوڑا وقت لگنا تھا۔

''مما...... میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے تھے۔

''اللہ تمہیں ٹھیک ہی رکھے۔'' اس کی بات پر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کال کس کی تھی۔'' فرید آفندی نے بغور اس کے چہرے کی بشاشت کو دیکھا۔

''دادو کی۔'' اس نے مختصراً کہا۔

''ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی آج مہناز کی کال آئی تھی وہ بتا رہی تھی بہت جلد ان کا دانیال کی منگنی کرنے کا ارادہ ہے کہہ رہی تھی ارحام کی صحت یابی کا انتظار ہے بس پھر دانیال اور یمنیٰ دونوں کی بڑے پیمانے پر انگیجمنٹ کریں گے۔'' نوشی باری باری دونوں کی جانب دیکھتے بول رہی تھیں۔

''یمنیٰ کے لیے کس کو پسند کیا مہناز اور زبیری نے؟'' وہ سوال نوشی سے کر رہے تھے لیکن ان کی نگاہیں ارحام کے چہرے پر تھیں۔ وہ کوئی بھی درد دکھ جیسی کیفیت تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔

''یہ تو سرپرائز ہے۔'' نوشی نے پراسرار انداز میں کہا۔ تبھی ارحام کا موبائل بجنا شروع ہوا تو وہ ایکسکیوز کرتا وہاں سے اٹھا تھا۔ کیونکہ اسکرین پر رامین کا نمبر چمک رہا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس نے کال ریسیو کرتے ہی کہا۔

''آپ پر سلامتی بھیجنا میں اپنی توہین تصور کرتی ہوں۔'' دوسری طرف حریم کی کاٹ دار آواز ابھری۔

''آپ نے کس کی اجازت سے میرا کانٹیکٹ نمبر ماڈلنگ آرگنائزر کو دیا۔'' وہ نہ جانے کیا بات کر رہی تھی اسے سمجھ ہی نہ آیا تھا۔

''سوری میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں۔'' اس کے دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے۔ ایک اور بدگمانی۔

''آج صبح ہی مجھے برائیڈل ماڈلنگ کی آفر آئی ہے اور کال کرنے والے نے مجھے آپ کا حوالہ دیا ہے کہ اپنے برائیڈل شو کے لیے آپ نے اسے میرا نام شامل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔'' وہ یوں بول رہی تھی جیسے اس پر احسان کر رہی ہو۔

''واٹ......!'' اسے شدید جھٹکا لگا تھا۔

(جاری ہے)

ہومیوڈاکٹر طلعت نظامی

پری میچور بے بی

(Premature Child)

جب بچہ ماں کے پیٹ میں اپنے 9 ماہ کا دورانیہ پورا کیے بغیر پیدا ہوجائے یا اس کا وزن 2500 گرام سے کم ہوتو اسے پری میچور بے بی کہتے ہیں۔

بین الاقوامی معیار کے مطابق جس بچے کا وزن پیدائش کے وقت ساڑھے پانچ پونڈ سے کم ہوتو اسے قبل از وقت پیدا ہونے والا بچہ یا خام بچہ سمجھا جاتا ہے۔

اس قسم کے بچوں کو انتہائی نگہداشت کی ضرورت پڑتی ہے پیدا ہونے کے وقت یہ ضروری نہیں کہ بچہ بالکل صحت اور تندرستی کی حالت میں پیدا ہو، بعض اوقات بچہ بالکل مردہ معلوم ہوتا ہے اس کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں۔

(۱) اعصابی نظام پر صدمہ پہنچنے کی وجہ سے یا کسی خاص عصب پر زور پڑنے سے، دوسرے دماغ پر پیدائش کے وقت دباؤ پڑنے سے جب بچے کو ہاتھوں سے سیدھا کر کے نکالا جاتا ہے تو سر کو گھمانے سے سر میں صدمہ پہنچتا ہے اور اس کے ساتھ سر دکس میں زیادہ دیر تک رہنے سے بھی مزید صدمہ پہنچتا ہے یہ حالت بچوں کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے ہوسکتا ہے کہ اس حالت میں بچے کی سانس ظاہر نہ ہو، لیکن بچہ پھر بھی زندہ ہو، بچہ ہمیشہ اس وقت مرتا ہے جب اس کی گردن پر ناجائز دباؤ ڈالا گیا ہو لیکن یاد رہے بچے کو مردہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اسے زندگی کی طرف لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دوسری قسم کی ضربات وہ ہیں جو آنول میں پڑ کر بچے کے خون کے دورانیہ کو روک دیتی ہیں جس کی وجہ سے بچہ ظاہری طور پر مردہ معلوم ہوتا ہے یہ چوٹیں عموماً سر اور پیڑو کی ہڈیوں میں ناف کے پھنس جانے اور بھینچ جانے سے آتی ہیں بچے کے اندر اس صورتحال میں تازہ خون نہیں پہنچ سکتا جس کی وجہ سے موت واقع ہوجاتی ہے یا بچہ کے ناک اور منہ میں اس قدر بلغم پھنس جاتا ہے کہ پھیپھڑوں کی نالیوں میں ہوا نہیں جاسکتی جب بچہ ساتویں یا آٹھویں ماہ میں پیدا ہوجائے تو اس کی پرورش نارمل بچے سے زیادہ مشکل ہوجاتی ہے سات ماہ کے بچے 5 میں سے 4 اور تیسویں اور بتسویں ہفتے کے درمیان میں پیدا ہونے والے تین میں سے دو مرجاتے ہیں 32 ویں اور چونتیسویں ہفتے کے درمیانی عرصے میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے نصف کے قریب زندہ رہتے ہیں ایسے بچوں کا قد نارمل سے کم ہوتا ہے اور چربی کی غیر موجودگی کے سبب جلد سرخ اور جھریوں والی ہوتی ہے آواز و حرکات کمزور ہوتے ہیں خصیے فرطوں میں نہیں اترتے۔

علامات: بچہ اونگھتا رہتا ہے، چھاتیوں سے دودھ نہیں چوس سکتا اور اس کا درجہ حرارت نارمل سے ایک

درجہ کم ہوتا ہے اس قسم کے بچوں کی پرورش میں والدہ کو خاص احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے بچے کو دودھ پلاتے وقت چت نہ لٹایا جائے پہلے روز نصف یا 2 چمچ خوراک ہر دو گھنٹے بعد دیں، دوسرے روز ہر دفعہ ماں کا دودھ ایک ایک چمچ کی مقدار سے بڑھاتے جائیں شروع میں بچے کو یہ خوراک دو دو گھنٹہ بعد دیں پہلے ہفتے کے بعد ماں کو چاہیے کہ بچے کو دن میں چند بار چند منٹوں کے لیے دودھ پلادے، بچے کے کمرے میں تازہ ہوا کی آمد و رفت بھی ضروری ہے بچے کو سردی سے بچائیں، جسمانی حرارت کو قائم رکھنے کے لیے آلہ خضانت (Ineubator) کا استعمال کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی شخص اس نظام کا متحمل نہ ہو تو بچے کو نرم و گرم پلنگ پر لٹانا چاہیے اور گرم پانی کی بوتلوں سے حرارت جسمانی کو برقرار رکھنا چاہیے جب بچہ کا وزن 5 پونڈ ہوجائے تو اس کی پرورش نارمل طریقے سے کریں۔

معالجہ: جو کچھ بھی ہو فوراً مصنوعی تنفس (Artifical respiration) شروع کردینا چاہیے اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ بچے میں دوبارہ زندگی کے آثار نمودار ہوجائیں اگر بچے میں کسی قدر بھی سانس موجود ہو تو مفصلہ دوائی میں سے کوئی دوا علامت کے مطابق دینی چاہیے۔

اکونائٹ: بچہ گرم ہو، رنگت ارغوانی، نبض ندارد اور سانس بھی قریب ندارد۔

بیلاڈونا: چہرہ زیادہ سرخ، آنکھوں میں بھی سرخی۔

چائنا: جب سیلان خون اس کی وجہ ہو۔

اینٹم ٹارٹ: جب بچہ پیدا ہو اور سانس بہت کم ہو۔

کیمفر: اینٹم ٹارٹ کے چند منٹ بعد کیمفر دینا چاہیے اگر اینٹم ٹارٹ ناکام ہوجائے۔

ان ادویہ سے بھی بچے پر کوئی اثر نہ ہو تو فوراً بچے کو ٹھنڈے پانی یا برف کے پانی میں ڈال دینا چاہیے اکثر دیکھا گیا ہے کہ ظاہراً مردہ بچوں کے سر پر جب ٹھنڈا پانی مسلسل ڈالا گیا تو اس کے اثر منعکسہ سے بچوں میں فوراً زندگی کے آثار پیدا ہوگئے اور زندگی کے اثرات ظاہر ہوتے ہی بچے کو فوراً کمبل میں لپیٹ دینا چاہیے جن حالتوں میں منہ اور ناک میں بلغم کے اجتماع سے یہ رکاوٹ پیدا ہوئی تو اس رکاوٹ کو فوراً دور کردینا چاہیے اگر یہ سب طریقے فیل ہوجائیں تو بچے کے ناک کے نتھنوں کو اچھی طرح بند کر کے منہ سے منہ لگا کر پھیپھڑوں میں ہوا بھردینی چاہیے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سینے کی دیواروں کو مل مل کر ہوا نکال دینی چاہیے اس عمل کو بار بار دہرانا چاہیے بعض اوقات اس طریقے کو ایک گھنٹہ تک جاری رکھنے سے بچوں میں دوبارہ زندگی پیدا ہوجاتی ہے۔

میمونہ رومان

سپاس گل۔۔۔۔۔رحیم یار خان

ایک پتھر کے ساتھ رہ کے بھی
میرا احساس کیوں نہیں مرتا

عائشہ رحمٰن ہنی۔۔۔۔۔ریالی مری

انا کو مارنا پڑتا ہے اکثر محبت میں ہنی
ورنہ فاصلے بڑھ جاتے ہیں پھر مسائل کی طرح

ثانیہ مسکان۔۔۔۔۔گوجر خان

دیکھ کر دُور اسے ایسے پکارا میں نے
جس طرح دل میں کوئی خواب اُتارا میں نے
رات بھر چہرہ ترا بھیگتی آنکھوں میں رہا
چاند دیکھا نہ میری جان، ستارہ میں نے

راؤ تہذیب حسین تہذیب۔۔۔۔۔رحیم یار خان

حصارِ ذات سے نکلیں تو تب کھلیں اُن پر
اَنا کے بوجھ یہ یونہی اٹھائے پھرتے ہیں
ہماری نرمی دل کو نہ بزدلی سمجھو
خدا کے خوف سے سر کو جھکائے پھرتے ہیں

آمنہ رحمٰن مسکان۔۔۔۔۔ملکہ کوہسار مری

چھوڑ جانے کی بات کرتے ہو واہ
کتنی اکیلی ہوجائے گی مسکان کبھی یہ بھی سوچا ہے؟

گل میناخان اینڈ حسینہ ایچ ایس۔۔۔۔۔مانسہرہ

عشق میں جمہوریت نہیں جمیلہ غزل
ورنہ کب کا دھرنا دے کر تمہیں پالیا ہوتا

فائزہ بھٹی۔۔۔۔۔پتوکی

چبھتی ہے قلب و جاں کو ستاروں کی روشنی
اے چاند ڈوب جا کہ طبیعت اداس ہے

مدیحہ نورین مہک۔۔۔۔۔گجرات

آئے تو یوں کہ جیسے ہمیشہ تھے مہربان فراز
بھولے تو یوں کہ گویا کبھی آشنا نہ تھے

نجم انجم اعوان۔۔۔۔۔کورنگی کراچی

چوڑیاں پہن کر مہندی ہاتھوں پر لگائی
اس کے بغیر تنہا یہ عید منائی
ہے مہہ و انتظار نجم انجم جس کے لیے
اس بے وفا کو یاد عید پر بھی نہ آئی

لبنیٰ شکیلہ۔۔۔۔۔اولکھ جٹاں سیالکوٹ

درد دل کی دوا کہیں سے لاؤ
بیتے لمحوں کو ذرا کہیں سے لاؤ
خودغرضی کی دیمک کھاگئی رشتوں کو
جاؤ پہلی سی وفا کہیں سے لاؤ

نورین انجم۔۔۔۔۔کورنگی کراچی

ماں کی وجہ سے ہی تو سہانی ہر عید ہوتی ہے
ماں رونق گھر کی ہوتی ہے، محبت کا گیت ہوتی ہے

رشک حنا۔۔۔۔۔سرگودھا

انہیں ڈھونڈتی ہیں نگاہیں ہماری
جو خود چھپ گئے ساری محفل سجا کے
وہ اٹھے تو افسردگی چھا گئی ایسی
دیئے بزم کے بجھ گئے جھلملا کے

شازیہ ہاشم۔۔۔۔۔قصور

طٰہٰ سے لیا تیری سیرت کا پسینہ
قرآن میں یٰسین تیرا نام لقب ہے
والفجر کا مطلب ہے تیرے چہرے کی تلاوت
واللیل تو پیارے آقا تیری زلفوں کا لقب ہے

طیبہ خاور سلطان۔۔۔۔۔عزیز چک وزیرآباد

میری جستجو ہے میرے لفظوں کو لوگ سمجھے
یہ آرزو نہیں کہ لوگ واہ واہ کریں

ارم کمال۔۔۔۔۔فیصل آباد

مسرتوں کے دیئے فروزاں ہوں مثال عید
تم میرے آنگن میں اترو کبھی مثال عید
سمجھوں تمہاری دید کو یوں میں کمال عید
تصور کو جگمگائے یہی خیال عید

پروین افضل شاہین۔۔۔۔۔بہاولنگر

ستارے جگمگاتے ہیں عید کی شام
محبوب چہرے نظر آتے ہیں عید کی شام
کتنی روشنی جگمگ ہوجاتی ہے تب
اپنے پیاروں کے سنگ عید کی شام

ارم ریاض۔۔۔۔۔برنالی

ہر شام اڑتے پرندوں کو دیکھ کر دل سے یہ دعا نکلتی ہے

کہ کسی کا گھر نہ اجڑے زندگی تلاش کرتے کرتے
ماروی یاسمین......سرگودھا

موسم خوشبو بادِ صبا' چاند شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے وقت ملا تو سوچیں گے
رومیہ عباسی......دیول (مری)

ہم پر ختم تھا محبت کا تماشہ گویا
روح کو روز جسم سے جدا کرتے ہیں
زندگی ہم سے تیرے ناز اٹھائے نہ گئے
سانس لینے کی فقط رسم ادا کرتے ہیں
نورین لطیف......ٹوبہ ٹیک سنگھ

اے وعدہ فراموش تیری خیر ہو لیکن
اک بات میری مان' تو وعدہ نہ کیا کر
ناہید بشیر رانا......رحمان گڑھ

ہر ایک رات ہماری عذاب میں گزری
تمہارے بغیر تمہارے ہی خواب میں گزری
میں ایک پھول ہوں وہ رکھ کے جسے بھول گیا
تمام عمر اس کے دل کی کتاب میں گزری
ثمینہ کوثر......جھنگ' ای میل

مجھے وہ یاد کرتا ہے مگر فرصت کے لمحوں میں
مگر یہ بات بھی سچ ہے اسے فرصت نہیں ملتی
سونیا دستگیر......ای میل

میں نے عمر بھر مطلوب بننے کی خواہش کی
وہ ایک پل میں مجھے مطلوب سے طالب کر گیا
فائزہ شہزادی......گجرات' ای میل

ایک نام کیا لکھا تیرا ساحل کی ریت پر
پھر عمر بھر میری ہوا سے دشمنی رہی
صائمہ نوید......لاہور

انتیسویں کو رخ کی ترے دید ہوگئی
اب چاہے چاند ہو کہ نہ ہو میری عید ہوگئی
ناہید اختر میو......احسان پور

مجھے عادت سی ہوگئی ہے صبح و شام لکھتی ہوں
تمہیں دلبر' تمہیں محسن' تمہیں گلفام لکھتی ہوں
میں ہاتھوں پر کتابوں پر درختوں پر' دیواروں پر
میں جب لکھوں' جہاں لکھوں تمہارا نام لکھتی ہوں
سمیعہ ناز بمی......ساگری کلاں

کوئی ہنستی سی کرن کوئی کھلتا سا گلاب
کبھی گہری سی غزل کوئی پاکیزہ کتاب
اک مسکان کے لیے سب زخم بھول چلے
دل میں ہو درد مگر چہرے پہ نقاب
نورالعین مغل......حیدرآباد' سندھ

اٹھتی رہتی ہے ایک گرد مجھ میں
کون پھرتا ہے دربدر مجھ میں
مجھ کو مجھ میں جگہ نہیں ملتی
وہ ہے موجود اس قدر مجھ میں
نبیلہ ناز......الٰہ آباد

مقید کردیا سانپوں کو یہ کہہ کر سپیرے نے
یہ انسانوں کو انسانوں سے ڈسوانے کا موسم ہے
لکھا پردیس قسمت نے وطن کو یاد کیا کرنا
جہاں بے درد حاکم ہو وہاں فریاد کیا کرنا
ماریہ کنول ماہی' نازیہ افرا......گوجرانوالہ

کبھی روٹھنا نہ ہم سے ہمیں منانا نہیں آتا
ہمیں دل کو تم بن بہلانا نہیں آتا
پھر بھی اگر روٹھو تو اتنا سوچ لینا تم
ہمیں سانسوں کو تم بن چلانا نہیں آتا
عائشہ پرویز......کراچی

خواب عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
انوشہ......خانیوال

وائے نادانی کہ وقت مرگِ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

چکن تکا چاٹ

ترکیب:۔

ایک کلو چکن کو دھو کے کٹ لگالیں اب چار چمچ لیموں کا رس چار چمچ سویا ساس دو چمچ سرخ مرچ دو چمچ کٹی لال مرچ ایک چمچ نمک ہلدی پاؤڈر اور تھوڑا سا چاٹ مسالہ لگا کے چکن کو ۳ گھنٹے تک کے لئے ڈھک کے رکھ دیں۔ پھر ایک نان سٹک برتن میں ڈال کے ہلکی آنچ پے رکھ دیں چکن کا جو پانی ہو مسالے والا اسے بھی ڈال کے ڈھک دیں۔ اور ہر دس منٹ بعد سائیڈ تبدیل کرتی رہیں جب گوشت گل جیے اور پانی خشک ہو جایئے تو ۲ چمچ آئل ڈال کے ہلکا براؤن کر لیں۔ نیچے اتار کے چاٹ مصالہ چھڑک کے پیش کریں۔

اسما سحر.....سرگودھا

فروٹ ٹرائفل

اجزاء:۔

کیک	ایک پاؤنڈ
دودھ	ایک لیٹر
چینی	آدھا کپ
ونیلا کسٹرڈ پاؤڈر	چار کھانے کے چمچ
کریم	ایک پیکٹ
فروٹ سیرپ	ایک کپ
فروٹ کوکٹیل	ایک ٹن
اسٹرابری جیلی	ایک پیکٹ
بنانا جیلی	ایک پیکٹ
پیلی جیلی	ایک پیکٹ
بادام	گارنش کے لیے

ترکیب:۔

ایک لیٹر دودھ میں سے تھوڑے دودھ کو نکال کر ایک طرف رکھ دیں۔ پھر ایک برتن میں باقی دودھ اور چینی پکالیں۔ اب اس کے بعد ونیلا کسٹرڈ پاؤڈر اور ٹھنڈا دودھ ڈال کر مکس کر لیں۔ اب کسٹرڈ کو دودھ اور چینی کے مکسچر میں ڈال دیں۔ جب پک جائے تو اس کو ٹھنڈا کر لیں۔ اب اس میں کریم ڈال کر مکس کر لیں۔ اب ٹرے میں کیک رکھ دیں اور اس کے اوپر فروٹ سیرپ، فروٹ کوکٹیل، بنانا جیلی، سبز جیلی، پیلی جیلی اور اسٹرابری جیلی ڈال دیں۔ اب اس کے اوپر کسٹرڈ کا مکسچر ڈال کر ٹھنڈا کر لیں۔ بادام سے گارنش کر کے سرو کریں۔

صبا فہد چوہدری.....شیخو پورہ

مرغ ملائی کباب

ضروری اشیاء:

مرغی کا قیمہ	تین سو گرام
ہری پیاز (چوپ کی ہوئی)	چار عدد
ادرک (چوپ کی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مصالا	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
انڈے کی سفیدی	ایک عدد
کارن فلور	تین کھانے کے چمچ
تیل تلنے کے لیے	1\2 کپ
ہری مرچ (چوپ کی ہوئی)	تین عدد
کاٹیج چیز کدوکش کیا ہوا	ایک کپ
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا)	تین کھانے کے چمچ
کھویا	ایک کپ
کریم	تین کھانے کے چمچ

ترکیب!

قیمے میں ہری پیاز، ادرک، نمک، چاٹ مصالحہ، کارن فلور ملالیں اور اس کے لمبے لمبے کباب بنالیں۔ فرائی پین میں تیل گرم کریں۔ کبابوں کو انڈے کی سفیدی پھینٹ کر لگائیں اور گرم تیل میں فرائی کریں۔ گولڈن ہونے تک درمیانی آنچ پر فرائی کریں۔ پوری پراٹھے، سلاد اور املی کی چٹنی کے ساتھ سرو کریں

پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

چکن الا کیو

اشیاء:

چکن کا قیمہ	آدھا کلو (ابال کر پیس لیں)
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ

آلو — آدھا کلو (ابال کر بھرتہ بنالیں)
سفید مرچ (پسی ہوئی) — ایک چائے کا چمچ
مسٹرڈ پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچ
چکن کیوب — ایک عدد
بلوبینڈ مارجرین — ایک پیکٹ
انڈے — دو عدد
نمک — حسب ذائقہ
بریڈ کریمز — ایک پیکٹ
ڈبل روٹی کا چورا — حسب ضرورت
تیل — تلنے کے لیے
چکن ونگز — سات سے آٹھ عدد

ترکیب!
سب سے پہلے آلو کا بھرتہ بنا کر اس میں پسا ہوا چکن ملا دیں پھر مسٹرڈ پاؤڈر' کالی مرچ' سفید مرچ' نمک' چکن کیوب ملا کر آمیزے کو گوندھ لیں اچھی طرح سے اور پھر تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں۔ ایک ایک ونگ کی ہڈی لے کر پہلے تھوڑی سی مارجرین لے کر ہڈی کی نوک پر لگائیں پھر آلو اور چکن کا آمیزہ تھوڑا سا لے کر ہڈی پر اس طرح لگائیں کہ چکن لیگ (مرغی کی ٹانگ) کی شکل بن جائے پھر سارے ونگز اسی طرح سے تیار کر لیں۔ انڈے پھینٹ کر ایک ایک ونگز کو پہلے انڈے میں ڈبو کر اس پر ڈبل روٹی کا چورا لگائیں اور ہلکی آنچ میں ڈیپ فرائی کریں جب گولڈن براؤن ہو جائے تو ڈبل روٹی کے توس' سلاد اور ٹماٹو کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

سلاد کے لیے

بند گوبھی — آدھی باریک کٹی ہوئی
مایونیز — دو کھانے کے چمچ
چینی — ایک چائے کا چمچ
نمک — حسب ذائقہ
مسٹرڈ پاؤڈر — تھوڑا سا

ان سب چیزوں کو ملا کر سلاد بنا لیں۔

صباء عیشل ...... بھاگو وال

بٹر بسکٹ

اشیاء:

چینی — دو کپ
دیسی گھی یا مکھن — دو کپ
بیکنگ پاؤڈر — ایک چائے کا چمچ
میدہ — چار کپ
انڈے — تین عدد
ونیلا — چند قطرے

ترکیب:
گھی اور چینی کو بیٹ کریں کہ مکسچر پھول جائے پھر ایک ایک کر کے انڈا شامل کریں اور پانچ منٹ تک بیٹ کریں۔ میدہ' ونیلا شامل کریں۔ ہاتھ سے مکس کریں اور بسکٹ بنائیں تیز گرم اوون میں 180 پر 20 یا 25 منٹ کے لیے بیک کریں۔

حنا مہر ...... کوٹ ادو

ہرے مسالے کی بوٹی

اجزاء:

گوشت (بوٹیاں بنالیں) — بغیر ہڈی آدھا کلو
ہری مرچ (کٹی ہوئی) — دس عدد
ہرا دھنیا — آدھا کپ
کوکونٹ پاؤڈر — دو کھانے کے چمچے
نمک — حسب ذائقہ
کچا پپیتا (پیس لیں) — ایک چائے کا چمچہ
زیرہ — ایک چائے کا چمچہ
لہسن' ادرک کا پیسٹ — ایک چائے کا چمچہ
گرم مسالا پاؤڈر — آدھا چائے کا چمچہ
سرکہ — چوتھائی چائے کا چمچہ
لیموں کا رس — دو کھانے کے چمچے
آئل — تین کھانے کے چمچے

ترکیب:
گوشت دھو کر خشک کر لیں۔ اب اس میں ہری مرچیں' پودینہ' ہرا دھنیا' کوکونٹ پاؤڈر' نمک' پپیتا' زیرہ' لہسن ادرک کا پیسٹ' گرم مسالا پاؤڈر' سرکہ' لیموں کا رس' آئل اور کھانے کا سبز رنگ لگا کر دو تین گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ میرنیٹ کیے ہوئے گوشت کو سیخوں کو لگا کر باربی کیو کر لیں یا سوس پین میں ڈال کر پکالیں اور بھون کر کوئلے کا دھواں دے دیں۔ پراٹھے اور چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

طلعت نظامی ...... کراچی

کریمی شیک

اجزاء:

گاڑھا ٹھنڈا دودھ	ایک کپ
کچا ناریل	دو ٹکڑے
سیب کا مربہ	آدھا کپ
کیلے چھوٹے	دو عدد
ٹھنڈا تازہ دہی	دو کپ
ونیلا ایسنس	ایک چائے کا چمچ
چینی	حسب ضرورت
چورا برف	ضرورت کے مطابق

ترکیب:

ناریل کو کدوکش کر لیں، کیلوں کو چھیل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ دودھ، کیلے کے ٹکڑے، ناریل، چینی اور مربہ مکسر میں ڈال کر پانچ منٹ تک بلینڈر میں چلائیں، پھر ونیلا ایسنس اور دہی ڈال کر دوبارہ مکسر چلائیں، جھاگ آ جائے اب گلاسوں میں برابر مقدار میں ڈالیں اور برف ڈالیں، اسٹرا کے ساتھ مہمان کو پیش کریں۔

جویریہ ضیاء.....کراچی

پوٹیٹو فرائی فنگرز

اجزاء:

آلو (بڑے)	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
سویا ساس	چار چائے کے چمچے
چائنیز نمک	حسب ذائقہ
کارن فلور	دو چائے کے چمچے
بیسن	دو کھانے کے چمچے
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

آلو کو چھیل کر موٹے فنگرز کاٹ لیں اور ٹھنڈے نمک ملے پانی میں بھگو دیں کڑاہی میں درمیانی آنچ پر تیل گرم کر کے اس میں آلو ڈال کر سنہری ہونے تک تل کر چھان لیں اور ایک ڈش میں ڈال دیں۔ اب اس میں نمک، سویا ساس، چائنیز نمک، لال مرچ پاؤڈر، کارن فلور اور بیسن لگا دیں اور اچھی طرح ملائیں۔ دس منٹ تک میرینیٹ کر لیں۔ اس کے بعد گرم تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر سنہرا ہونے تک فرائی کر لیں۔ گرم گرم پوٹیٹوز چپس تیار ہیں۔ کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

ارم صابرہ.....تلہ گنگ

شاہی کٹلس

اشیاء:

قیمہ	ایک پاؤ
کٹے ہوئے بادام	چار کھانے کے چمچے
کٹی ہوئی مونگ پھلی	دو کھانے کے چمچے
پسا ہوا گرم مسالا	آدھا کھانے کا چمچہ
پسا ہوا زیرہ	ایک چوتھائی چمچہ
انڈا	ایک عدد
بیسن	ایک کھانے کا چمچہ
ڈبل روٹی کا چورا	حسب ضرورت

ترکیب:

چکنائی الگ کیا ہوا قیمہ لیں پھر اسے دھو کر پانی نکال لیں۔ بادام کی آدھی مقدار اور ہرا دھنیا ملا کر قیمہ پیس لیں۔ پھر اس میں تمام مسالے ملا کر کباب کی شکل میں ٹکیاں بنا لیں۔ پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈبو کر ڈبل روٹی کا چورا لگائیں اور فرائی پین میں گھی گرم کر کے دھیمی آنچ پر احتیاط سے تلیں جب سنہری ہو جائیں تو سلاد پتا، ٹماٹر اور کٹے ہوئے کھیرے سے سجا کر چٹنی اور کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

اریبہ منہاج.....ملیر کراچی

سویاں

اجزاء:

سویاں	ایک پیکٹ
کھویا	آدھا پاؤ
زعفران	تھوڑا سا
چینی	حسب ذائقہ
گھی	ایک چھٹانک
پستہ	10 گرام
دودھ	375 گرام

ترکیب:

چینی کی چاشنی تیار کر لیں اور کھویا گھی میں دو منٹ
پانی میں ابال آنے کے بعد چھلنی میں چھان لیں
پتیلی چولہے پر چڑھا کر بھونا ہوا کھویا چاشنی میں ڈال کر
ہلائیے۔ پھر چاشنی چولہے سے اتار لیں۔ زعفران اور

اور پتیلی میں ڈال کر جوش دیجیے۔ جب دودھ تقریباً خشک ہوجائے تو اس پتیلی میں سویاں اور چاشنی ڈال کر کفگیر نرم ہاتھ سے چلایئے تاکہ چاشنی اور سویاں ایک جان ہوجائیں۔ اس کے بعد سویوں کو تھوڑی دیر کے لیے دم پر رکھ دیں۔ پھر پتیلی چولہے سے اتار کر ان میں پستے کی گریاں باریک کتر کر ڈال دیں اور پیش کریں۔

ضوباریہ.....مظفر گڑھ

قوامی سویاں

اجزاء:۔

چینی	دو کلو/حسب ضرورت
کھویا	3 پاؤ
دیسی گھی	ڈیڑھ پاؤ
کشمش	10 گرام
سویاں	آدھا کلو
دودھ	ڈیڑھ لیٹر
زرد رنگ	ایک گرام
پستہ	10 گرام
بادام	10 گرام
سبز الائچی	10 گرام
روح کیوڑا	حسب ضرورت
چاندی کے ورق	حسب ضرورت
لونگ	5 گرام

ترکیب:۔

پہلے ڈیڑھ لیٹر دودھ کو پکا کر آدھا کرلیں۔ پھر دودھ میں چینی ڈال کر قوام تیار کرلیں۔ جب قوام تیار کرلیں تو اتار لیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ قوام پتلا نہ ہو ورنہ سویاں گھل جائیں گی۔ پھر ایک کھلے منہ کی دیگچی میں پانی ابال لیں۔ جب پانی کھول جائے تو اس میں زرد رنگ ڈال دیں۔ پانی کو چولہے پر چڑھا رہنے دیں۔ اس کے بعد سویاں باریک کپڑے میں باندھ لیں اور پوٹلی کو پانی میں آہستہ آہستہ ہلاتے رہیں۔ پھر پانی نچوڑ کر سویاں قوام میں ملادیں۔ کھویا تھوڑے سے گھی میں بھون لیں۔ جب کھوئے کا رنگ قدرے سرخ مائل ہوجائے تب کھویا سویوں میں ملادیں۔ پھر گھی میں لونگ اور چھوٹی الائچی کڑکڑا کر سویوں کو بگھار لگا دیں۔ بگھارنے کے بعد سویوں کو چولہے پر رکھ کر ہلکی آنچ پر پکائیں اور برابر کفگیر چلاتے رہیں تاکہ سویاں دیگچی میں لگنے نہ پائیں۔ جب سویوں کا پانی بالکل خشک ہوجائے اور گھی چھوڑ دیں تو کیوڑا چھڑک کر نیچے اتار لیں۔ چھوٹی پلیٹوں میں جمادیں۔ اوپر سے بادام، پستہ، باریک کاٹ کر چھڑک دیں۔ پلیٹوں میں جمانے کے بعد ورق لگا دیں۔ بہت لذیذ ہوں گی یہ سویاں، کافی عرصہ تک خراب نہیں ہوتی ہیں۔

سدرہ شاہین.....پیرووال

شاہی سویاں

اجزاء:۔

سویاں	ایک کلو
چینی	حسب ذائقہ
چھوہارے	2 عدد
زعفران	تھوڑا سا
پستے (کٹے ہوئے)	8'10 عدد
تیل	کھانے کا ایک چمچ
دودھ	2 لیٹر
سبز الائچی	2 سے 3 عدد
ناریل (پسا ہوا)	چائے کا ایک چمچ
بادام (کٹے ہوئے)	8'10 عدد
کشمش	10 عدد

ترکیب:۔

دودھ اتنا پکائیں کہ آدھا رہ جائے۔ تیل میں الائچی ڈال کر بھونیں پھر سویاں ڈال کر پانچ منٹ بھونیں۔ اب اس میں دودھ اور چھوہارے ڈال کر پکائیں۔ آمیزہ گاڑھا ہوجائے تو چینی ڈال دیں۔ دھیمی آنچ پر پکاتے رہیں جب پکتے پکتے آدھا ہوجائے تو زعفران، بادام، پستے، کشمش وغیرہ ڈال کر مزید تھوڑا پکائیں۔ جب حسب منشا ہوجائے تو ڈش میں نکال کر پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء.....کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

عید اور میک اپ

میک اپ کے لیے ہمیں جن چیزوں کی ضرورت ہے۔

TVاسٹک	45.35.36
فیس پاؤڈر	نیچرل شیڈز
Pank Cake	بلیوفیئر' نیچرل
آئی شیڈز	کٹ
آئی لائنر	کیک لائنر
مسکارا	بلیک' براؤن
بلش آن	کٹ
ہائی لائٹر	گولڈن سلور
لپ پنسلو	مختلف کلرز میں
فیس شائنر	گولڈن پنک
لپ اسٹک	مختلف شیڈز
نیل پالش	مختلف شیڈز
فاؤنڈیشن	نیچرل' ہلکا اور ڈارک
گلیٹر	ملٹی شیڈ

بلش آن:

گالوں پر نیچرل سرخی دینے کے لیے اور فیس کو چوڑا یا پتلا کرنے کے لیے بلش آن لگایا جاتا ہے۔ یہ ہر رنگ میں دستیاب ہے۔ گالوں پر جبڑوں کی ہڈی سے شروع ہوکر نیچے یا گولائی میں لگایا جاتا ہے' صرف چہرے کی ساخت کے مطابق بلش آن لگائیں۔

لپ پنسلز

لپ پنسلو سے لپ کو شیپ دیں' جو کلر سوٹ ہو اس کے مطابق لپ پنسل لگائیں۔ ہونٹوں کو شیپ دینے کے لیے اندر کی طرف لپ پنسل یا باہر کی طرف لگائیں۔ موٹے ہونٹ ہوں تو لائن اندر کی طرف دیں اور اگر باریک ہونٹ ہوں تو آؤٹ لائن باہر کی طرف کر کے لگائیں تاکہ ہونٹ خوب صورت نظر آئیں پھر اس کے بعد لپ اسٹک لگائیں۔

فیس شائنر

چہرے کی چمک اور خوب صورتی کے لیے فیس شائنر لگایا جاتا ہے' میک اپ کے بعد آخر میں فیس شائنر کا پچ دیں۔

نیل پالش

سوٹ کے ساتھ میچنگ نیل پالش لگائیں' نیل پالش لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ناخن کے درمیان میں ایک برش لگائیں پھر دونوں سائیڈز پر اس طرح یہ خوب صورتی سے لگے گی اور اسکن پر پچ نہیں ہوگی۔ ناخن کے درمیان میں ایک برش پھر ایک برش دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف لگائیں۔

گلیٹر

گلیٹر ہر رنگ میں دستیاب ہے' ہیئر اسٹائل بنانے کے بعد میں جیل کے ساتھ گلیٹر لگائیں یہ ویسے بھی چھڑکا جاسکتا ہے۔

اسٹک

میک اپ کے لیے اسٹک اپنے کلر کو دیکھتے ہوئے استعمال کریں یا دو یا تین ملا کر لگائیں تاکہ اچھا شیڈ آئے اور بیس اچھی بنے' بالکل گوری نہ بنے۔

فیس پاؤڈر یا پین کیک

گرمیوں میں ہم پین کیک استعمال کریں گے کیونکہ یہ واٹر بیس ہے اور اسپنج کو گیلا کر کے استعمال ہوتا ہے۔ پسینے کے ساتھ بیس نہیں اترنی چاہیے' کتنا ہی ٹائم گزر جائے۔

آئی لائنر

آئی لائنر آنکھ کے اوپر پلکوں کے قریب لگایا جاتا ہے۔ ایک طریقہ بالکل سیدھا ہے' دوسرا لمبا پھر موٹا پتلا آنکھ کی شیپ کے مطابق لگایا جائے۔ آج کل کیک لائنر دستیاب ہے اور اس کا رزلٹ بھی اچھا ہے۔ لائنر آنکھ کے نیچے لگائیں' اس سے بھی آنکھ خوب صورت نظر آتی ہے۔

مسکارا

پلکوں کو گھنا اور خوب صورت کرنے کے لیے مسکارا لگایا جاتا ہے۔ یہ آج کل مارکیٹ میں ہر کلر میں دستیاب ہے۔ مسکارا ٹو ان ون لے لیں تو بہت اچھا ہے جس کے ایک سائیڈ پر ٹرانسپرنٹ مسکارا لگائیں جب یہ

خشک ہوجائے تو پھر بلیک لگالیں۔ اس طرح پلکیں گھنی، خوب صورت لگیں گی اور مصنوعی پلکیں لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ہائی لائٹر

گولڈن یا سلور ہائی لائٹر آنکھ کے پپوٹے پر لگایا جاتا ہے اور آئی بروز کے نیچے آنکھ بڑی اور خوب صورت لگے۔

جلد کی ساخت اور چہرے کی رنگت کے مطابق میک اپ کیجیے

سجنے سنورنے کے لیے جہاں میک اپ کا سامان اور اس کے صحیح استعمال کا جاننا ضروری ہے، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ میک اپ کرنے سے پیشتر آپ کو یہ علم بھی ہو کہ آپ کے چہرے کے خدوخال کیسے ہیں، آپ کی رنگت کیسی ہے، جلد کی ساخت کیسی ہے اور آپ کے چہرے پر کس قسم کا میک اپ مناسب رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ کس قسم کی جلد پر کیسا میک اپ ہونا چاہیے۔

چکنی جلد پر میک اپ

چکنی جلد پر ہمیشہ خشک میک اپ کرنا چاہیے، چہرے پر اسکن ٹانک کی بجائے اسٹریجنٹ استعمال کریں اور میک اپ واٹر بیس میں ہو جس سے اسکن پر چکنائی نہیں نکلے گی، میک اپ سے پہلے چہرے پر برف کی ٹکور ضرور کرلیں۔

خشک جلد پر میک اپ

موسچرائزر لوشن خشک جلد کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہ جلد کو نمی اور روغن فراہم کرتا ہے۔ چکنی جلد کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خشک جلد پر آپ میک اپ اسٹک استعمال کرسکتی ہیں۔ جس سے خشکی ظاہر نہیں ہوگی۔ آئل بیس اس کے لیے بہتر ہے۔

نارمل جلد یا ملی جلی جلد پر میک اپ

یہ جلد سب سے بہتر ہوتی ہے، اس جلد کی حامل خواتین چکنی اور پانی کی آمیزش والی دونوں میک اپ بیس استعمال کرسکتی ہیں۔

زرد رنگت پر میک اپ

پیلاہٹ مائل یا زرد رنگت رکھنے والی خواتین کو گلابی اور ہلکے اورنج شیڈ کے امتزاج والی فاؤنڈیشن یا اسٹک خریدنی چاہیے کیونکہ اس شیڈ کی فاؤنڈیشن لگانے کے بعد ان کے جسم کی جلد کا رنگ چہرے کے رنگ سے زیادہ متضاد نہ لگے گا۔

اس کے علاوہ دوسرا شیڈ پیلاہٹ مائل براؤن اور گلابی کا بھی لیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں رنگوں کی فاؤنڈیشن لگانے سے پہلے انہیں یک جان کرلیا جائے، اس سے چہرے پر قدرتی تازگی اور گلابی پن کا احساس پیدا ہوگا۔

سیاہ رنگت پر میک اپ

سیاہ رنگت والی خواتین کو ہلکے نارنجی یا گلابی شیڈ کی فاؤنڈیشن لینا چاہیے۔ اس سے ان کے چہرے پر صحت مند تازگی کا تاثر ابھرے گا اور گورا کرنے کی بالکل کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے ان کی رنگت اور بری لگنے لگے گی، اس لیے ایسی رنگت پر ایسی بیس استعمال کریں جو دیکھنے میں اچھی لگے۔

حساس جلد پر میک اپ

حساس جلد بہت نازک ہوتی ہے، ایسی جلد رکھنے والی خواتین ہمیشہ جلد کے مسائل کا شکار رہتی ہیں کبھی دانے نکل آتے ہیں تو کبھی الرجی ہوجاتی ہے ایسی خواتین کو چاہیے کہ وہ جو فاؤنڈیشن استعمال کریں اس میں [illegible] چکنائی شامل نہ ہو کیونکہ ان کی جلد کے مسامات [illegible] چکنائی خارج کرتے رہتے ہیں اس [illegible] زیادہ پانی پر مشتمل فاؤنڈیشن استعمال کریں۔

کیل اور مہاسوں [illegible]

ایسی جلد پر میک اپ کرنا [illegible] کیوں کہ کیل مہاسے چکنائی کی وجہ سے [illegible] اس لیے ایسا میک اپ بالکل استعمال نہ کریں [illegible] چکنائی ہو واٹر بیس ہی بہتر رہے گی۔

ہالہ، عائزہ، ہم ..... کراچی

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

نیرنگ خیال

ایمان وقار

تیری دلاری

رت بدلی دن بدلے
آتے جاتے موسم گزرے
اڑتے پنچھی بہتی ندیا
گاتے بادل بہکتی پروا
جاتی رت بھی لوٹ آئے
اک تیرے آنے کی امید نہیں
اب تو ماہ وسال بیتے
اب تو واپس آجانا
دیکھ نہ بابا تیری گڑیا
درد چھپائے آنکھوں میں
مٹی کی ڈھیری پر بیٹھی
گھر کی چوکھٹ پر بیٹھی
تیری راہیں تکتی ہے
تجھ بن کتنی عیدیں گزری
دیکھنا بابا
تیری دلاری
عیدی کے لیے ہاتھ پھیلائے بیٹھی ہے
اب تو واپس آجابابا
سر پہ آکہ ہاتھ رکھ دے
مجھ کو میری بیٹی کہہ دے
آنکھوں میں پھیلے موتی چن دے
آکہ ذرا دیکھ نا بابا
تیرے کندھے کے جھولے پر
جھولنے والی وہ گڑیا
تیری دلاری گڑیا
تیرے لمس کو ترس گئی ہے
ساری دنیا دیکھ لی بابا
تجھ سا نہ کوئی بابا
کس دیس میں جا کہ بیٹھ گئے ہو
اس عید تو واپس آجابابا
اس عید تو واپس آجابابا

پہلی انعام یافتہ...... بجیرا نیلم

چلو جاناں

سنو جاناں
عید آئی ہے
پیغام سعید لائی ہے
یوں روٹھنا نہ اچھا نہیں جاناں
یوں بے حال ہونے
یوں گم سم ہونے سے
یوں منہ کو بنانے سے
نہ ہے کچھ حاصل
چلو جاناں!
میں تمہیں یہ اعزاز دیتی
اپنی انا کو مار دیتی ہوں
میں سر کو جھکا دیتی ہوں
میں وفا میں وار دیتی ہوں
میں تمہیں ہنسا دیتی ہوں
میں تم کو منا لیتی ہوں
تیری ہر تلخ بات کو بھلا دیتی ہوں
میں تیرے سنگ عید کی خوشیاں
منا لیتی ہوں......

دوسری انعام یافتہ...... نغمہ گل۔ جہلم

عید کا دن

سنا ہے جب سے
عید آرہی ہے
دل ٹھہر سا گیا ہے
آنکھ نم ہوگئی ہے
اگرچہ بچھڑے ہوئے
تعلق ٹوٹے ہوئے

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

زیادہ عرصہ نہیں ہوا
مگر سوچتی ہوں
اس عید پر جب
وہ اپنے موبائل میں
"عید مبارک" کا
میرا میسج نہ پائے گا
تو عید کا دن
کیسے گزار پائے گا؟

تیسری انعام یافتہ..... دلکش مریم۔ چنیوٹ

لمس

بعد از کتنی قرنوں کے
خوشبو کی ترتیب بنا کر
زلف حیراں موج گل سجا کر
سبک رو
شب کے
پاؤں اٹھا کر
صندل عنبر عود کی پازیب بنا کر
روشنی اور آنکھ کے درمیان میں آ کر
پلکوں کی جھالر کو چھوتے
صبح عید کی اذان سنا کر
جیسے آکاس پر
چاندرات کو
چمکتے دمکتے تارے دیکھے ہیں
نرم پیشانی پہ میری
دھیرے سے
اس نے
اپنے ہونٹ رکھے ہیں

حرا قریشی

خوشیاں لوٹ آئیں

خوشیوں کی مہکار ہے
رنگوں کی بوچھاڑ ہے
پھول سجے ہیں ہر آنگن میں

خواب ہیں، امیدیں ہیں
کیونکہ اپنوں کا ساتھ ہے
دل میں آس ہے
نہ کوئی تشنگی، نہ پیاس ہے
خوشیوں کے اس دائرے میں جان جاناں
ہاتھ ہمارے خالی ہیں
آنکھیں تو ہیں جو سپنے بنیں
لیکن وہ قلم نہیں جو تعبیر لکھے
میری خواہشوں کی تفسیر لکھے
دل میرا اداس ہے
تو سات سمندر پار ہے
میری آنکھوں کو
چوڑیوں کو، مہندی کو
تیرا انتظار ہے
آنکھوں کی، خواہشوں کی
نارسائی کا احساس ہے
دل بے بس ہے، لاچار ہے
کسی خوشی میں نہیں لگتا
کہ اس کی معصوم آنکھوں میں
ایک ہی سوال ہے
کب آئے گا؟
تو کب آئے گا؟
کیا تب
جب چہرہ ڈھل جائے گا؟
جب وقت کے بے رحم پرندے
آنکھوں سے سب خواب نوچ لیں گے؟
یا تب
بینائی کم پڑ جائے گی؟
تب آؤ گے؟
نادان نہیں
بس مچلتا ہے
دل ہے

بھلا کب وعدوں سے بہلتا ہے
ان آنکھوں میں
مسکان بھر دو ناں
اس عید
خود کو ہمارا مہمان کر دو ناں
میرے آنگن میں
خوشیاں لوٹ آئیں
زندگی میں میری اک بار پھر
اپنے پیار سے رنگ بھر دوں ناں

عرشیہ ہاشمی......آزاد کشمیر

میری عید تم سے

جاناں میری عید ہے تم سے
میرا ہر تہوار ہو تم
تم بن کیسا سجنا سنورنا
میرا ہر سنگھار ہو تم
تم بن سونا من کا آنگن
چمن دل کی بہار ہو تم
میری نیندیں میرے خواب ہیں تم سے
میری آنکھوں کا خمار ہو تم
پھول کلیوں میں ہے خوشبو تم سے
میری زیست کی مہکار ہو تم

عابدہ سبین......ملتان

نم پلکیں

نم پلکوں سے
ہاتھ
دعا کے لیے اٹھاؤں
یا
ان ہتھلیوں کو
مہندی سے سجاؤں
بچھڑ کے تم سے
میری جاں
تم بتاؤ
میں عید کی خوشیاں
کیسے مناؤں

جہانہ آفتاب......کراچی

عید کا تحفہ

سوچتی ہوں اس عید
پروہ مجھے کیا تحفہ
دے گا؟
کنگن دے گا یا پائل
دے گا
ہاتھوں کے لئے
چھنکتی ہوئی
چوڑی دے گا
یا کانوں میں
پہننے کو کوئی
بالی دے گا
زرتار سنہری آنچل
ہوگا میرے لئے
یا افشاں سے
سجی وہ مجھے
بندیا دے گا
اس کی لائی
ہوئی ہر چیز کو
میں دل سے
لگاؤں گی
کنگن چوڑی
پہن کے بانہوں
میں اتراؤں گی
بندیا مکھ پہ سجا
کر کیسے میں
جگمگاؤں گی
زرتار آنچل کو
ڈال کر سر

پرہواؤں میں
اڑتی جاؤں گی
اور......
وہ میری بالی چھو
کرجب سرگوشی
میں کرے گا
پیار کی بات
میں اس سے
کیسے شرماؤں گی
ہاں
مگر یہ خوشی
تب مکمل ہوگی
جب تحفے کے ساتھ
اس کو بھی
دیکھ پاؤں گی
ورنہ خالی تحفوں
میں کیا رکھا ہے!
بن ساجن سنگھار
ایسے ہے
بن بارش مورنی
کا تن جیسے ہے

فرح بھٹو...... حیدرآباد

عید

چلو اس عید پر کچھ
انوکھا کام کرتے ہیں
جو منفرد ہو
سب سے جدا ہو
جس کے کرنے سے
حاصل کسی کی دعا ہو
ہر بار تو اپنوں کے سنگ
عید مناتے ہیں
اس بار
ایسا کرتے ہیں
اپنی عید ان کے نام کرتے ہیں
جن کے پاس لباس نہیں
جن کے ماں باپ نہیں
جو بھری دنیا میں تنہا ہیں
جن کے لیے عید
میں بھی کچھ نہیں رکھا ہے
آؤ اس عید پر
ان کے بے رنگ زندگی کو
رنگوں سے بھر دیتے ہیں
چھن کر ان کی آنکھوں سے اشک
انہیں ہنسنے کی وجہ دیتے ہیں

افشاں شاہد...... کراچی

میری عید

میری عید میرا تہوار ہو تم
کلائی کا کنگن سر کا آنچل ہو تم
خوش رنگ سی گھڑیوں میں
خوشیوں بھری سوغات ہو تم
عید نام ہے مسرت، چاہت کا
میری تو ہر خوشی چاہت ہو تم
ہر عید پر تمہاری راہ تکتی تھی
ہم سفر اب کی برس ملے ہو تم
عید اور عید کا چاند لگتا ہے حسین
یوں میرے سنگ جچتے ہو تم
عید کے خوشگوار یادگار لمحات میں جاناں
سچی خوشی بنکر میرے ساتھ ہو تم
پچھلی ہر چاند رات کی دعا تھے تم
اب اب تو ہر شوال کا چاند ہو تم
زندگی مہک اور کھل سی گئی تم سنگ
زندگی کا حسین احساس ہو تم
کروں گی میری جان سجدہ شکر ادا
اس عید روز سعید پر ملے ہو تم

عید کے پرکشش مہکتے لمحات میں
میرے ساتھ میرے پاس ہو تم
میرے رب الکریم کی کرم نوازی ہے
کچھ دعاؤں کی بھی مہربانی ہے
تمہاری محبت کا محور ہوں میں
اور میری چاہتوں کا مرکز ہو تم
عید سعید کے موقع پر کہتی ہوں
میری جان میری زندگی میرا پیار ہو تم
تم ہو تو عید اور شب برات ہے
تم ہی سے تو میری کائنات ہے
میری عید میرا تہوار ہو تم
کلائی کا کنگن سر کا آنچل ہو تم

ریما نور رضوان..... کراچی

عید آئی ہے

ہر طرف ہے شور عید آئی ہے
صدا بے صدا آئی ہے کہ عید آئی ہے
کچھ لمحوں کی سزا جھیلتے ہیں ہر تہوار
صدیوں سے ہوں محروم تبسم کیسے کہوں
عید آئی ہے
میں ہوں اب بھی منتظر تیرے آ جانے کی
اور چاند افق پر چمک کر کہتا ہے کہ
عید آئی ہے
زندگی سے پیارے بھی ہو جاتے ہیں اجنبی
شناسا اجنبیوں کے نگر میں یہ کیسی
عید آئی ہے
امیدوں کے چراغ، دل کا دیا ٹمٹما رہا ہے
تمہیں دیکھا نہیں ڈھلتا سورج کہہ رہا ہے کہ
عید آئی ہے

سعدیہ عابد..... کراچی

آرزو

میری آرزوؤں کی
تکمیل تم سے ہے
میری ہر خوشی
میری عید
تم سے ہے
تمہارے چاند سے
رخسار کی
جب دید ہوتی ہے
تب ہی میری
عید ہوتی ہے
لے کر نام تمہارا
نکھر جاتی ہوں
گزشتہ سب ہی غم
بھول جاتی ہوں
محبت راز ہے ایسا
کبھی یہ چھپ نہیں سکتا
نہ پڑھ لے کوئی
میری آنکھیں
کچھ اس لیے بھی جاناں
تم کو دیکھنے کے بعد
نظروں کو جھکاتی ہوں
اپنا نام بھی اکثر
میں بھول جاتی ہوں
یہ سب آسائشیں
بڑی بیکار لگتی ہیں
نہ ہیرے نہ موتی
نہ کوئی محل چاہتی ہوں
میں فقط عید کے دن
تمہارا دیدار چاہتی ہوں

سیدہ عروج فاطمہ..... ملتان

عید کے دن

اس عید کے دن تم آ جانا
پھر لوٹ کے تم نا جانا
جو وعدہ تم نے کیا تھا مجھ سے

اس عید پہ آ کے نبھا جانا
اس دل پہ چھائی اداسی کو
تم آ کر یوں مٹا دینا
جیسے بادلوں کی اوٹ سے چندا
چپکے سے اپنا مکھڑا دکھاتا ہے
اور
پل بھر میں اداسی کو
خوشی میں بدل جاتا ہے
ہیں شکوے سونی کلائی کے
تم آ کر ان کو مٹا دینا
میری گلابی ہتھیلی کو ساجن
تم اپنے پیار کی حدت سے مہکا جانا
اس عید کے دن تم آ جانا
اس عید کے دن تم آ جانا

دیا خان بلوچ......لاہور

سہانی عید کی خوشبو

میرے آنچل سے لپٹی ہے
میری آنکھوں میں سمٹی ہے
تمہارے لوٹ آنے کی
نئی امید کی خوشبو
میرے گجرے میں مہکے گی
میری چوڑی میں کھنکے گی
تمہارے پیار کی خوشبو
تمہاری دید کی خوشبو
میں جب ہتھیلی پر
حنا کے سرخ رنگوں سے
تمہارا نام لکھوں گی
تو تم تک آن پہنچے گی
میٹھی نوید کی خوشبو
تمہارے ساتھ مہکے گی
سہانی عید کی خوشبو

ناہید اختر بلوچ......ڈیرہ اسماعیل خان

عید کا چاند

عید کا چاند دیکھا ہے
جو خوشیوں کا پیغام لایا ہے
چاندنی ہر سو بکھر کر
ہر ایک کہ ہونٹوں پر
حسین تبسم لایا ہے
مدت سے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کو
یہ چاند پھر سے ملانے آیا ہے
سنو تم بھی لوٹ آ ؤنا
کہ چاند کو دیکھ کر منتظر سی
آنکھیں تمہاری راہ دیکھتی ہیں
سب کے خوشیے لبریز چہرے دیکھ کر
یہ دل بس ایک ہی صدا لگاتا ہے
عید آئی ہے اور پھر سے
تمہارے آنے کی امید لائی ہے
دیکھو اس امید کو بکھرنے مت دینا
میری آدھی ادھوری داستان کو تم
میرے غموں سے بھرے اس پل کو تم
خوشیوں میں بدل دو کہ اس بار
عید کے چاند کو میرے لیے امر کر دو

طیبہ شیریں......کوری خدا بخش

اے چاند شوال کے

اے چاند شوال کے
تو اس طور طلوع ہونا
تجھے دیکھ کے سجنے والی
مسکانیں بناوٹی نہ ہو
نم ہو گر کوئی آنکھ
تو تم خوشی سے ہو
کوئی حسرت دل میں لیے
کوئی خستہ دل نہ ہو
دھڑکنوں میں خوشیوں کی
جلترنگ سی بج اٹھے

عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید عید سعید

تیری اک جھلک سے
ہر چہرہ یوں کھل اُٹھے
جیسے کسی کو کسی بھی بات کا
کوئی غم نہ ہو
ہاں کوئی آنکھ نم نہ ہو
کوئی باپ کوئی ماں عید کے آجانے سے
ذرا بھر کو بھی مغموم نہ ہوں
چاندرات کے گزر جانے کے بعد
کل کی سحر کو لے کر ذرا سا ملول نہ ہوں
اے چاند شوال کے تو اس طور طلوع ہونا
عید ہو یہ سب کے لیے
سب پاک وطن کے رہنے والے
اک دوجے کی خوشیوں میں خوش ہوں
خوشیاں بانٹیں غموں سے دل جو چور ہوں
اُن دلوں میں ایسی قندیلیں جلائیں
جس کی لو سے برسوں کے اندھیرے چھٹیں
ہر آنکھ چمک اُٹھے
ہر دل چہک اُٹھے
محبتوں کے گلابوں سے
ہر قریہ ہر کوچہ مہک اُٹھے
اے چاند شوال کے
تو اس طور طلوع ہونا
کہ یہ عید
پاک وطن کے سب رہنے والوں کو
عید لگے

شاعرہ: مونا نقوی.....سرگودھا

ہماری عید ہوجائے

تمہارا کیا بگڑ جائے
ہمارے شہر آجاؤ
تمہاری دید ہوجائے
ہماری عید ہوجائے
حنا سے ہاتھ رنگیں ہم
سہانی زیست ہوجائے
دن خوشبو سے مہکا ہو
سہانی شام ہوجائے
مگر یہ تب ہی ممکن ہے
ہمارے شہر تم آؤ
تمہاری دید ہوجائے
ہماری عید ہوجائے

ہالہ نور

اب وہ عیدیں کہاں رہیں

عید بن بابل کے
عیدیں بھلا اب وہ عیدیں کہاں رہیں
مل کے مناتے تھے جو بھی ہنسی خوشی
عید تو بن کے رہ گیا
اب صرف اک تہوار ہے
کہ چھن گیا ہم سے
بابل جیسی ہستی کا پیار ہے
عیدیں تو وہ تھیں جن میں
ساتھ سایہ تھا شفقت کا
جیون کا لمحہ لمحہ ہوتا تھا
تبھی عکس محبت کا
محبتیں اب بھی ہیں مگر
ان میں وہ مٹھاس نہیں
یوں تو سب ساتھ ہیں مگر
بس وہ اک ہستی پاس نہیں
جو میرے وجود کو اپنے نام کے پیچھے
کچھ اس طرح سے چھپا گئی
کہ زمانے کی ہر بری نظر
میرے اردگرد سے ہٹا گئی
ہنسنا جو چاہا کبھی
تو پیدا کیا ہنسی کا ساماں
آنسو جو آئے آنکھوں میں
تو اسے بھی بنا دیا مسکاں

پر اب کے برستی یہ آنکھیں
نظر کیوں نہیں آتی انہیں
کیوں اک الگ دنیا بسالی
اس طرح روتا چھوڑ ہمیں
پوچھتی ہیں مجھ سے میری سکھیاں
آج عید کے دن بھی معصومہ!
اداس کیوں ہیں تیری اکھیاں
کیا بتاؤں میں انہیں
کہ یاد آتی ہیں مجھ کو
میرے بابل کی پیاری بتیاں
جب ہوتا تھا احساس چاندرات کو
کہ سچ میں عید آ گئی ہے
ہر طرف پھیلی عید کی خوشی
گویا فضا میں بھی عید چھا گئی
اب کے ہوا کا رخ بھی
کچھ اس طرح پھرا ہے
عیدیں تو آتی ہیں مگر
بس مجھے رلانے کو
بابل کی جدائی میں
میرا جی جلانے کو
عیدیں اب وہ عیدیں کہاں رہیں
مل کے مناتے تھے جو ہنسی خوشی

معصومہ ارشاد سولنگی

وہ باتیں

سنو
یہ میرا دل ہے نا!
اب بھی گزرے ماہ و سال
بیتی ہر اک بات
پگھلے سیسے جیسے سیال
اس شکست خوردہ چال
سب کو ازبر کیے
مجھ کو رلاتا ہے
نس نس میں زہر سماتا ہے
دل کو بھٹکاتا ہے!
وہی تلخ باتیں اور تجربے
لطف لیتے چہرے
طنز سے مسکراتے
میری ذات کو رلاتے ہیں
اذیت دیتے ہیں
وہ تلخ جملے
مجھے اب بھی ازبر ہیں
راسخ ہیں دل میں
حالت ہے ایسی
جیسے کوئی کانٹا چبھا ہو
زخم مندمل ہونے لگے
تب کوئی نمک پاشی کر دے
کوئی معافی نہ کرے گی تلافی
اب ذات پر لگے زخموں کی
سکون شاید بدلہ ہو
دل مگر مانتا نہیں
میری سنتا نہیں
لیکن تم سن لو
یہ میرا دل اب بھی
وہی باتیں یاد رکھے ہوئے ہے
جو اذیت سے دیتی ہیں
برباد کرتی ہیں!

نرمین نعیم سرھیو

biazdill@aanchal.com.pk

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

اسلام علیکم تمام قارئین آنچل کو سلام! کیسے ہیں آپ سب؟ ایک عرصے کے بعد حاضر ہیں۔ طیبہ خاور شادی مبارک بہت سی دعائیں اللہ صدا آباد رکھے آمین۔ صائمہ سکندر میں ٹھیک ہوں ادھر ہی ہوں بس تھوڑی مصروف ہوں یارتم سناؤ کیسی ہو؟ حرا قریشی سلام جی کیسے مزاج ہیں؟ جیا عباسی آپ کدھر ہو کیسی ہو؟ سنیاں و قصی زرگر، علشہ امل، ریحانہ راجپوت، فوزیہ سلطانہ کوثر آنٹی سلام کیسی ہیں ہمیں یاد رکھا تہہ دل سے مشکور ہیں۔ عائشہ پرویز شادی مبارک ہو اللہ نصیب اچھے کرے صدا خوش رکھے آمین۔ مدیحہ نورین آنچل میں بہت میسج بھیجتی ہو الیف بی پہ سیدھے منہ بولتی ہی نہیں۔ سباس آپی آپ بھول گئی ہونا مجھے؟ صبا عیشل ماورا طلحہ کیسی ہو؟ سب کو میری جانب سے سلام اور اک میسج ام ثمامہ یار کدھر ہو کوئی تحریر کوئی اتا پتا نہیں ہم یاد کررہے ہیں آجاؤ اور نادیہ اقبال تم بڑی یاد آتی ہو جلدی سے چھ ماہ گزارو اور لوٹ آؤ۔ کنول خان کیسی ہو؟ بڑی سویٹ ہو تم، سنبل ملک مبارک بہت بہت میرے واسطے بھی دعا کرنا۔ عائشہ ملک بھی عمرے کے لیے گئی ہے اللہ آپ کی حاضری قبول کرے آمین۔ دعا ہاشمی کہاں ہو یار دلکش مریم، عرشیہ ہاشمی مطلب عائشہ ہاشمی سلام انا احب آپ کا کیا حال ہے ہمیں بھی یاد کرلیا کرو۔ دیکھو دوستو سب کو سلام کرلیا یاد کرلیا حسرت ہے کبھی کوئی اسپیشل میسج ہمارے نام بھی لکھے کوئی (ہاہاہا) خیر ہے نہ لکھو اجازت دیں اب اللہ حافظ۔

سارہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

میری فیملی اور آنچل فرینڈز کے نام

ہائے آپ سب لوگ کیسی ہو؟ میری فیملی امی، اویس، جنید اور اسماء کو سلام اور میری فرینڈز عائشہ امل اور فاطمہ گل آپ لوگ کیسی ہو؟ مجھے یقین ہے مجھے یاد تو بالکل بھی نہیں کررہی ہوگی، بے وفاؤں! آپ کی یاد میں میں نے ایک لیٹر خون جلا دیا اور آپ کو خبر ہی نہیں۔ تمام آنچل ریڈرز اور رائٹرز کو رمضان مبارک۔ عائشہ جی تسی کمال ہو بالکل میرے جیسی نوٹی اینڈ جولی۔ جنید تم کو فرسٹ پوزیشن کی مبارک ہو اور اویس اللہ تم کو نائنتھ میں اچھے نمبروں سے پاس کرے آمین۔ اسماء کی بچی دال کچی دیکھو تمہارا نام بھی لکھ دیا، کیا یاد کروگی کتنی اچھی ہے امرین۔

امرین خان...... جڑاکرنانا

سب سے اچھی ٹیچر کے نام

میری پیاری دلاری شہزادی! مس صباء سلیم۔ آپ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ کیسی ہیں آپ؟ امید ہے ٹھیک ہو گی اللہ آپ کو خوش رکھے آمین۔ میں اس پیغام کے ذریعے آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میرے دل میں آپ کی عزت اور مقام سب سے بڑھ کر ہے اور میں آپ کو بے حد پسند کرتی ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ جیسے خالص بندے اس دنیا میں کم ہی پائے جاتے ہیں آپ جو بھی کام کرتی ہیں انتہائی ایمان داری اور جانفشانی سے کرتی ہیں اور جس لگن سے آپ نے ہمیں پڑھایا ہے اللہ آپ کو اس کا اجر دے آمین۔ پیاری مس صباء پلیز غصہ نہ کیا کریں کیونکہ غصے میں آپ اور زیادہ حسین لگتی ہیں بلکہ قاتل حسینہ لگتی ہیں ہاہاہا۔ اپنی اس قاتل اداوں سے کیوں کسی کو مارنے کا ارادہ ہے، ہی ہی ہی (اچھا سوری کان پکڑ کے)۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ بس ہنستی مسکراتی رہا کریں اور دشمنوں کی باتوں پر دھیان نہ دیا کریں کیونکہ انہوں نے تو جلنا ہے سو جلنے دیں کیونکہ بات انہی کی ہوتی ہے جن میں کچھ بات ہوتی ہے۔ آپ اوپر سے بھلے ہی کتنی سخت دکھائی دیں لیکن میں جانتی ہوں کہ اندر سے آپ بہت حساس اور نرم دل ہیں اور بالکل اخروٹ کی مانند ہیں اوپر سے سخت پر اندر سے نرم اور میٹھی۔ آخر میں ڈھیر ساری دعائیں آپ کے لیے اور آپ کے گھر والوں کے لیے اور آپ کے ہونے والے انہوں کے لیے (آہم گستاخی معاف) ایک گانا آپ کے لیے

چاند سے مکھڑے کا صدقہ اتارا کیجیے

(ہاہاہا) میں نے جو بھی کہا ہے دل سے کہا ہے مکھن نہیں لگایا اچھا (کیونکہ مکھن تو میرے پاس ہے ہی نہیں (ہی ہی ہی) اب اجازت چاہوں گی زندگی رہی تو پھر ملیں گے آپ کی ہونہار (ہائے ری خوش فہمیاں) ہاہاہا۔

بجیرا نیلم...... گجرات

فاخرہ گل کے نام

السلام وعلیکم! فاخرہ آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کا پڑھ کر دلی افسوس ہوا رب کائنات ان کے صغیرہ وکبیرہ گناہ معاف فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے درجات کی

بلندی کے لیے دعا گو ہوں اللہ آپ سب کو صبر ِجمیل عطا فرمائے اور جن کی مائیں حیات ہے ان کی عمر دراز کرے آمین۔

ڈاکٹر شمائلہ خرم...... اسلام آباد

آنچل فرینڈز اور میرے گھر والوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آنچل فرینڈز! امی جان عابی بجو' شنا یہ بھائی' شاہی اپیا اور برادرز آپ سب کو عید کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہوں اور اللہ کرے آئندہ آنے والی عیدیں بھی آپ کے لیے خوشیوں کا سندیسہ لے کر آئیں۔ شاہی اپیا میری دونوں پرنسس انا بیہ اینڈ ریسہ تو میرے پاس ہیں البتہ ابو بکر کو بہت سارا پیار۔ مسرت بشیر آپ کو قدیر بھائی اینڈ جہانگیر بھائی کی شادی کی مبارک باد۔ مشی خان' سمیہ کنول' کنزہ' سمیرا سوانی' حسینہ ایچ ایس' نجم انجم اعوان' عابدہ' انیلا طالب اور جن کے نام رہ گئے ہیں انہیں بھی عید کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہو۔ نجم انجم جی سب سے پہلے تو آپ کو نئے گھر کی مبارک باد (مٹھائی بھی تیار رکھیں) اور بچوں کی کامیابی پر بھی ڈھیروں مبارک باد قبول کریں' شاہ زندگی کے انتقال کا پڑھا بہت افسوس ہوا اگر ان کی کوئی جاننے والی پڑھ رہی ہے تو تصویر کے ساتھ احوال بھی بھجیں اینڈ میں اتنا کہوں گی خوش رہیں اور دوسروں کو خوش رکھیں بقول شاعر چار دن کی زندگی ہے زندگی رہی تو پھر آتی رہوں گی' اللہ حافظ' پاکستان زندہ باد۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل فرینڈز عائشہ رحمٰن ہنی جی! مجھے بہت خوشی ہوئی آپ نے جس طرح سے مجھے دعائیں دی بہت مشکور ہوں آپ کی' میرے پاس الفاظ نہیں بس میری طرف سے یہ دعا ہے آپ کے لیے کہ آپ کی آنکھوں میں کوئی آنسو آئے وہ لمحہ آپ کی زندگی میں کبھی آئے نہ آمین' ہمیشہ خوش رہو۔ فریدہ فری جی کیسی ہیں' نورین مسکان سرور پیاری لڑکی آپ کیسی ہو؟ فائقہ سکندر' فوزیہ سلطانہ' عظمٰی فرید' عظمٰی شاہین کہاں گم ہو (مقدس مہر)۔ آپ کی دوستی قبول ہے اقراء لیاقت تو دوستی کر کے بھول گئی ہے کوثر خالد جی آپ بہت گریٹ او جی مدیحہ نورین مہک آپ مجھے بہت ذہین لگتی ہو ہمیشہ خوش رہو۔ نجم انجم جی بہت فنی ہو آپ ریئلی' مجھے آپ' پروین افضل اور ارم کمال تینوں ایک جیسی لگتی ہیں۔ جن بہنوں کے نام رہ گئے معذرت' میری دعا ہے آنچل سے وابستہ سب بہنیں ہمیشہ خوش رہیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھے' اللہ حافظ۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک' وزیر آباد

آنچل فرینڈز کے نام

میری آپی اور نند فریدہ جاوید فری! آپ نئے گھر میں شفٹ ہوئیں مبارک ہو اور ہماری دعا ہے یہ گھر آپ کے لیے مبارک ثابت ہو اور آپ کی بیماری ختم ہو جائے اور آپ ہمیشہ ہنسی مسکراتی رہیں' آمین۔ ارم کمال' نورین مسکان سرور میرے لیے اولاد کی دعا کرنے کا شکریہ۔ صائمہ! جی ہاں میں اپنے پرنس کے ساتھ خوش ہوں۔ مقدس مہر' مدیحہ نورین مہک' عائشہ رحمان ہنی مجھے یاد کرنے اور دعائیں دینے کا شکریہ۔ کوثر خالد! آپ سادہ لباس میں بھی ملکہ ہی لگتی ہوں گی کیونکہ جو دل کے سچے اور اخلاق کے پکے ہوتے ہیں وہ جمعدارنی کی طرح لگ ہی نہیں سکتے۔ نازیہ کنول نازی! اب ہمیں آپ کی فیملی سمیت انٹرویو چاہیے ہم بھی تو دیکھیں آپ کی مکمل فیملی کتنی خوب صورت لگتی ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اپنی بھابی کے نام

السلام علیکم! کومل بھابی کیسی ہو آپ؟ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی دے آمین۔ ہماری فیملی کا حصہ بننے پر مبارک ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی میں ہر کامیابی دے' آمین۔ شمع جیاء آپ دونوں کیسی ہو؟ اللہ آپ دونوں کو ہر خوشی دے آمین۔ حسن آپ کو مڈل کلاس میں کامیابی مبارک ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو میٹرک میں کامیابی دے آمین۔ کوثر خالد آپ کا انداز تحریر بہترین ہے' آپ بہت اچھی ہو۔ لائبہ کرن دوستی کی آفر کر کے کہاں غائب ہو گئی' دوستی قبول ہے جناب! مونا شاہ قریشی کبیر والا میں کہاں پر رہتی ہو' میں پیپر دینے جاتی ہوں تو آپ کو یاد کرتی ہوں۔

حبا قریشی مون قریشی...... عبدالحکیم

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! کیا حال چال ہیں دوستو! آپی فریدہ جاوید فری اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ پروردگار سے بہت دعا کروں کی آپ کے لیے' اللہ پاک آپ کو مکمل صحت و تندرستی شفاء دے دے' آمین اور آپ کی بھابی اور آنچل رسالے کی ہر دلعزیز پروین افضل شاہین کو اللہ پاک اولاد جیسی نعمت سے مالا مال فرمائے آمین اور کیوٹ اور سویٹ سی نجم انجم آپی آپ کے لیے بے شمار دعائیں۔ اللہ پاک آپ کو اپنے نئے گھر میں بے شمار خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ پیاری سی گڑیا

نورین کو پیار بہت سا اور کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ پاک ہماری گڑیا کو مزید خوشیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے اور حافظہ صائمہ کشف کیسی ہیں آپ؟ کب سے آپ کو آنچل میں نہیں دیکھا پلیز شرکت فرمائیں' نائس لڑکی۔ لائبہ میر اور سنائیں کیا حال چال ہیں ڈیئر؟ انیلا طالب میں نے آپ کے بتائے گئے پتے پر رقم ارسال کردی تھی ناول کے لیے اگر نہیں ملے تو پلیز بتادیں میں یہ ناول منگوانا چاہتی ہوں اور اقصیٰ کشش' سمیرا تعبیر' سمیرا سواتی' دلکش مریم' حرا قریشی' دعائے سحر' انا احب' مدیحہ نورین مہک آپ سب کے لیے اور جن کے نام رہ گئے ان سب کے لیے بے شمار دعاؤں کا تحفہ کیونکہ ایسے تو ہر کوئی یاد رکھتا ہے اور گفٹ بھی دیتے ہیں مگر دعائیں بہت انمول ہیں جو خلوص سے کوئی کوئی ہی دیتا ہے۔ آپ سب بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ کوثر خالد جی اب آپ کو کیا کہوں' آپی یا آنٹی' اچھا آپ خود ہی بتادیجیے گا میں نے آپ کی کتابیں حوض کوثر منگوائی ہے ہدیہ بھی بتادیجیے گا اور ہاں بھی آپ کو کتاب کی اشاعت کے لیے ڈھیروں مبارکباد۔ اللہ پاک مزید ایسی ہی کامیابیاں عطا فرمائے' آمین۔ کیا میں آنچل کے پتے پر وہ بک منگواسکتی ہوں؟ اور طیبہ خاور پھول اور آپ کی بہن مصباح کو اللہ پاک آئندہ زندگی میں سدا خوشیوں میں آباد رکھے' آمین۔ ارم کمال کیسی ہیں آپ؟ اور ننھا فوزان کیسا ہے؟ آپ بھی آنچل کی جان ہیں آپ کی غیر حاضری محسوس ہوتی ہے شرکت کیا کریں۔ پیاری لولی سویٹ بھابیوں کیسی ہیں آپ؟ اب آپ تیاری رکھیں آپ کا دانہ پانی وہاں سے ختم ہونے والا ہے اور جلد ہی ان شاء اللہ ہمارے گھر کو رونق بخشیں گی' آمین' مہوش آپ کو بہت دعائیں اور سلام۔

عائش کشمالے.....رحیم یار خان

پیار بھرے رشتوں کے نام

السلام علیکم! او ہیلو اریبہ ایسے کیا دیکھ رہی ہو' میں تمہاری ہی پھوپو ہوں۔ اریبہ سالگرہ مبارک ہو آپ کو بہت ساری خوشیاں ملیں' زندگی میں جو چاہو وہ آپ کو مل جائے۔ اریبہ جانی سچ میں تم بہت پیاری ہو' ماں کو زیادہ تنگ نہ کیا کرو' ہم سب تم سے بہت پیار کرتے ہیں لو اب کائنات آ گئی' کائنات لکھنے دو' کائنات تم میری زندگی ہو' زندگی سے کون پیار نہیں کرے گا' جب کوئی نہیں تھا تم میرے ساتھ تھی۔ سات سال تمہارے ساتھ گزارے اب کیوں دور ہو' میرے پاس الفاظ نہیں جو بیان کروں جب تم ساتھ تھی' زندگی کے دن بہت اچھے گزرے جب مجھے تم سے جدا کیا گیا۔ میں بہت روئی تھی اس وقت حالات ایسے تھے یہ تم اپنی نانی جان سے پوچھنا' تم بن ایک پل جینا مشکل لگتا ہے دیکھو پھر بھی جی رہی ہوں۔ مما جانی نے بہت پیار کیا اور سمجھایا' کائنات اپنی معصوم سی صورت دکھا جایا کرو' دل کو قرار آ جاتا ہے۔ بابا جانی آپ ایسے حیران ہو کر نہ دیکھیں میں کچھ لکھ نہیں پاؤں گی۔ بابا جانی مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں' مزے کی بات بتاؤں بابا جانی کو جب بھی غصہ آتا ہے تو میں سامنے آ کر مسکرادیتی ہوں' بابا جانی کا غصہ ختم۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرنے والی میری مما جانی آئی لو یو' مما جانی میں بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں لیکن کہہ نہیں پاتی۔ میری مما جانی میرا بہت خیال رکھتی ہیں' کبھی کبھی سوچتی ہوں اگر میں مما جانی سے دور چلی گئی تو کیسے رہوں گی۔ پڑھنے والوں پریشان نہیں ہونا مما جانی کہتی ہیں' تمہاری شادی کردوں گی اس لیے یہ سب کہا۔ وسیم بھائی میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں آپ خود بھی یاد کرلیا کرو۔ یاد دلانا پڑتا ہے تمہاری سسٹر بہت مس کرتی ہے' بھائی اپنوں سے دور نہیں رہا جاتا نا' کال کرکے بتانا۔ ثوبیہ' سحرش' شبانہ آپ بہت اچھی ہو' شبانہ اور سحرش آپ ہمیں آنچل پڑھنے سے نہ روکا کرو' آنچل تو ہماری جان ہے۔ شاہ زندگی بہت اچھی تھیں' اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین' اللہ حافظ۔

روبینہ کوثر.....بستی ملوک

پیاری صائمہ شمائل اور ملالہ اسلم کے نام

السلام علیکم تمام آنچل ریڈرز اور رائٹرز کو میرا پرخلوص سلام قبول ہو۔ خاص طور پر یہ کیوٹ صائمہ شمائل اور نائس ملالہ اسلم کو پیاری صائمہ شمائل میں بالکل ٹھیک ہوں آپ مجھے یاد کرتی ہیں' بے حد خوشی ہوئی کہ مجھ ناچیز کو کسی نے اس قابل سمجھا۔ اپنا تعارف بھیجیں آنچل میں تاکہ آپ کے بارے میں مزید جان سکوں' اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ آپ کو ہر دکھ درد سے محفوظ رکھے' آمین۔ ملالہ اسلم جی کیا حال ہے بھئی آپ کا' اتنی صاف دل لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی' معذرت چاہتی ہوں ناول نہ بھجوانے کی۔ اصل میں کچھ دنوں کے لیے اپنی فیملی کے ساتھ آؤٹ آف سٹی گئی ہوئی تھی پھر آتے ہی بیمار پڑگئی اب طبیعت ٹھیک ہوئی تو فوراً بھجوارہی ہوں' خوش رہیں۔ عائشہ رحمن ہنی' دعائے سحر' آنٹی کوثر کیسے ہیں بھئی آپ لوگ۔ اقراء لیاقت اور ایس گوہر طور کہاں گم ہیں دونوں؟ مدیحہ نورین مہک'

طیبہ خاور، نجم انجم اعوان، ارم کمال، نورین مسکان سرور، خوش رہیں، آباد رہیں، اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔
انیلا طالب.....گوجرانوالہ

دوستوں کے نام

السلام علیکم! اقراء کیا حال ہے یار! کہاں گم ہو کوئی خبر نہیں، یار پلیز کال کرو، پتا نہیں کون سا نمبر چل رہا ہے تمہارے پاس۔ کوثر خالد اور پروین افضل شاہین میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، بے شک کوثر آنٹی میں آپ سے عمر میں بہت چھوٹی ہوں پر مجھے کوئی مسئلہ نہیں کیوں میں اپنے حلقے سے زیادہ بزرگوں میں زیادہ مقبول ہوں اور بچوں میں بھی، پر جوانوں کی محفل پسند نہیں آتی مجھے اٹھ کے بڑوں میں چلی جاتی ہوں۔ پروین افضل شاہین صاحبہ آپ کی اپنے شوہر سے محبت بہت اچھی لگتی ہے اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ بہت جلد آپ کو اولاد کی نعمت عطا فرمائے، آمین اور ہاں یہ بتادوں کہ نہ میں دوستیں بہت بناتی ہوں، نہ بہت زیادہ بنانا پسند ہے۔ پہلی دفعہ زندگی میں کسی کو دوستی کی آفر کرری ہوں، قبول کریں تو شکر گزار ہوں گی۔ کوثر خالد آپ کو کتاب کی اشاعت پر مبارک ہو۔ دوستوں میرے تبصرے کو پسند کرنے کا شکریہ۔ نازیہ کنول نازی دوسری بار ماں بننے کی مبارک باد پلیز مجھے بھی اپنے فینز میں شامل کرلیں۔ فاخرہ گل محترمہ آپ کی والدہ کی رحلت کا افسوس ہوا، اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ نجم انجم اعوان آپ بھی محفل کی رونق ہوا انیلا طالب آپ بھی۔ طیبہ خاور مبارک ہو کہ آپ کی بہن آپ کی دیورانی بن رہی ہے۔ شکریہ سمیرا شریف طور کہ آپ نیا ناول لے کر آرہی ہیں شاید میں اگلے ماہ خط نہ لکھ سکوں کیونکہ میرے ایم اے اردو کے پیپرز ہونے والے ہیں دعا کیجیے گا سب کہ اچھے نمبرز حاصل کرسکوں اور دل لگا کر پڑھ سکوں۔ کوثر خالد اور پروین افضل میرا اصل نام مہوش ظہور مغل ہی ہے، میں گورنمنٹ اسکول میں ٹیچر ہوں، میری تاریخ پیدائش 11 مارچ 1993ء ہے، الحمدللہ ہر طرف سے تعریفیں سمیٹتی ہوں، اللہ کا بہت کرم ہے۔ کوثر خالد صاحبہ آپ کے بارے میں تھوڑا بہت جانتی ہوں، پروین افضل صاحبہ آپ کے بارے میں کم ہی جانتی ہوں، اللہ تعالیٰ سب کو خوش رکھے اور ہاں آپ کو میں نے آنٹی یا باجی اس لیے نہیں لکھا تاکہ آپ کو دوستی کرنے میں کوئی دشواری ہی نہ ہو ویسے دوستی میں عمر کی کوئی قید تو ہوتی نہیں، غور ضرور کیجیے گا میری درخواست پر دونوں۔
مہوش ظہور مغل.....گوپی پور

ڈیئر فرینڈزS کے نام

کیسی ہو ڈیئر پرنسز، امید و توکل ہے کہ مزاج بخیریت عافیت ہوں گے، من اداس ہوگا ہمارے بن یہ ایک الگ نگری کا قصہ ہے کیونکہ نبیلہ جیسے لوگ زمین آسمان کی سات تہوں میں تلاشوں تو بھی آپ کو دستیاب نہ ہوں گے صرف اتنا اسپیشل فار یو ڈیئر

بے تحاشہ مجھے یاد کیا
اور بھلایا بھی بہت ہے تجھ کو
ساری رونق ہی تیرے دم سے ہے
اور تیرے بکھرے ہوئے غم سے ہے
جس قدر تیرا تعلق محسوس کیا
اتنی گہرائی تو روحوں میں ہوا کرتی ہے
جس قدر میں نے تیری ذات کو خود میں پایا
اتنی یکتائی کہاں ملتی ہے
فاصلے وقعتیں کھو بیٹھتے ہیں
دوریاں پھیکی پڑیں
اتنی شدت سے تجھے چاہا ہے
شدتیں عشق کی معراج ہوا کرتی ہیں

ڈیئر خدیجہ! آپ کے ٹوٹکے پسند آئے بشرطیکہ تم نے پہلے آزمائے ہوا حمد کیسا ہے میری طرف سے پیار۔ آپ کو آنچل میں دوبارہ پاکر عجب سی خوشی ہوئی۔ ڈیئر شاز ہم آپ کو تلاشتے ہیں، کوئی ہمنوا ہو اوکے فی امان اللہ۔ دعاؤں کی ریکوئسٹ بشرطیکہ زندگی قائم رہی دوبارہ شرف ملاقات حاصل کرلیں گے ڈیئر قارئین کرام آنچل اسٹاف میری طرف سے سلام۔
نبیلہ ناز.....ٹھینگ موڑ الہ آباد

dkp@aanchal.com.pk

جویریہ سالک

روزہ

کسی آدمی سے کہا گیا کہ "تو کمزور ہے روزہ تمہیں اور بھی کمزور کردے گا۔"
اس نے جواب دیا "اس بھوک کو لمبے دن کی بھوک سے بچنے کے لیے برداشت کررہا ہوں کیونکہ اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا آخرت کے عذاب سے آسان تر ہے۔"
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا اجر دوں گا۔"
فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "روزہ دنیا کی آفات کے لیے ڈھال ہے اور آخرت کے عذاب سے رکاوٹ ہے۔"
روزہ انسان کی ظاہری اور باطنی تعمیر ہے اللہ کی نعمتوں کا شکر ہے فقراء پر خیرات ہے خوف خدا میں گریہ اور خشوع و خضوع میں اضافہ ہے۔ التجا کا ذریعہ ہے انکساری کا سبب ہے گناہوں کی تخفیف ہے اعمال بد سے نجات کا وسیلہ ہے یہ تو محض چند فوائد ہیں روزہ کے فوائد و اثرات قلمبند کرنا وہ بھی چند لفظوں میں...... ممکن نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماہ مبارک کی برکات سے فیض یاب فرمائے آمین۔

ارم کمال...... فیصل آباد

شعر

اس عید پر مجھے عید چاہیے
اور عیدی میں تم......

کبریٰ مہتاب رانا...... بوسال سکھا

بیسٹ بات

جان لو کے اگر تم اپنے رب پر بہت بھروسہ رکھتے ہو۔ تو یہ بھی جان لو کہ تمہارا رب اس بھروسے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا
کون کہتا ہے کہ اللہ نظر نہیں آتا ایک وہی تو نظر آتا ہے۔ جب کچھ نظر نہیں آتا
اللہ پر بھروسہ ہمیشہ رکھو کیونکہ...... اللہ وہ نہیں دیتا جو آپ کو اچھا لگتا ہے۔
اللہ وہ دیتا ہے جو آپ کے لیے اچھا ہوتا ہے۔
زندگی میں خود کو کبھی کسی انسان کا عادی مت بنانا کیونکہ......
انسان بہت خود غرض ہے
جب آپ کو پسند کرتا ہے تو آپ کی برائی بھول جاتا ہے
جب آپ سے نفرت کرتا ہے تو آپ کی اچھائی بھول جاتا ہے۔

ارم ریاض

بہت اچھی بات

ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم محفل میں بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ "جب آپ کے والدین کی موت ہوجائے اور ان کو دفنایا جائے تو ان کو دفن کرکے ان کی قبر کے قریب بیٹھ کر اللہ پاک کا ذکر اتنی دیر تک کرو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے تقسیم کیا جاتا ہے کیونکہ جب دفن کیا جاتا ہے تو میت اس طرح پریشان ہوتی ہے جس طرح ایک آدمی سمندر کی لہروں میں ڈوب کر مررہا ہے جب ذکر ہورہا ہوتا ہے تو میت پریشان نہیں ہوتی اور میت بہت خوش ہوتی ہے کہ اولاد نے میرا حق ادا کردیا ہے یہ پیاری بات سب کو بتائیں اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک وزیرآباد

ایک اہم نصیحت

حضرت ابراہیم بن ادھم سے کسی نے پوچھا آپ کے نزدیک بہترین نصیحت کون سی ہے فرمایا چھ عادتیں اپنالو۔
جب گناہ کرو تو اللہ کا رزق مت کھاؤ۔
جب گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کی سلطنت سے نکل جاؤ۔
ایسی جگہ برائی کرو جہاں اللہ تعالیٰ نہ دیکھ رہا ہو۔
جب موت کا فرشتہ آئے تو اس سے توبہ طلب کرو۔
منکر نکیر کو قبر میں مت داخل ہونے دو۔
جہنم میں جانے کا حکم ملے تو جانے سے انکار کردو۔
اس نے کہا حضرت یہ تو ناممکن ہے
فرمایا......
"تو گناہ ہی نہ کرو۔"

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی صواتی...... قصور

ماہ رمضان

پھر زہے قسمت خدا کا شکر ہے

مل گیا جنت کا ساماں آپ کو
خوب جی بھر کے سمیٹو نعمتیں
ہو مبارک ماہ رمضان آپ کو
راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

رمضان

ایک بار موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ جتنا میں آپ سے قریب ہوں آپ سے بات کرسکتا ہوں اتنا کوئی اور قریب ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! آخری وقت میں ایک امت آئے گی وہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی اور اس امت کو ایک مہینہ ایسا ملے گا جس میں وہ سوکھے ہونٹوں پیاسی زبان، سوکھی ہوئی آنکھیں بھوکے پیٹ جب افطار کرنے بیٹھے گی تب میں ان کے بہت قریب رہوں گا۔ موسیٰ تمہارے اور میرے بیچ میں ستر پردوں کا فاصلہ ہے لیکن افطار کے وقت اس امت اور میرے بیچ میں ایک پردے کا فاصلہ بھی نہیں ہوگا اور جو دعا وہ مانگیں گے اسے قبول کرنا میری ذمہ داری رہے گی، سبحان اللہ۔

اگر میرے بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا ہے تو سب تمنا کرتے کہ کاش پورا سال رمضان ہی ہو۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی کراچی

صبر

حضرت آدم علیہ السلام نے صبر کیا تو صفی اللہ کہلائے۔
حضرت نوح علیہ السلام نے صبر کیا تو نجی اللہ کہلائے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا تو خلیل اللہ کہلائے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا تو کلیم اللہ کہلائے۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صبر کیا تو ذبیح اللہ کہلائے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا تو روح اللہ کہلائے۔
میرے اور آپ کے کریم آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ نے صبر کیا تو حبیب اللہ کہلائے۔
اے ایمان والو تم بھی صبر اور نماز سے مدد مانگو۔

لبنیٰ شکیلہ...... اولکھ جٹاں سیالکوٹ

بہترین نصیحت

کچھ چیزیں وزن میں اتنی ہلکی ہوتی ہیں کہ وہ پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں مثلاً کاغذ لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ لیکن کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ بہتی نہیں ہیں بلکہ وہ پانی کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ہم مومن ہیں اس لیے گھاس پھوس اور تنکے نہ بنیں بلکہ ہم چٹان بن جائیں اور بہتے ہوئے پانی کا رخ موڑ دیں۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ

خوب صورت باتیں

محبت چہروں سے نہیں، دلوں سے، روحوں سے کی جاتی ہے۔ چہرے روپ بدل سکتے ہیں، چہرے ایک جیسے بھی ہوسکتے ہیں لیکن دل اور روح کبھی ایک طرح کے نہیں ہوسکتے۔

عشق تو دوریوں کے جزدان میں لپٹا اچھا لگتا ہے، ملتا ہے تو دکھ بن جاتا ہے کبھی تو اللہ نے ہیر کو رانجھے سے، سوہنی کو مہینوال سے اور سسی کو پنوں سے نہیں ملوایا۔

ہاں ایسا ہوتا ہے محض ایک شخص کے چلے جانے سے شہر کے شہر ویران ہوجاتے ہیں اور کسی ایک کو پالینے سے دو جہان مل جاتے ہیں

جب بڑی خواہش پوری نہ ہو تو پوری نہ ہونے والی چھوٹی چھوٹی تمنائیں بھی حسرت بن جاتی ہیں۔

جو بہت اچھا لگے اس سے بہت کم ملا کرو جو انتہا سے زیادہ اچھا لگے اس کو صرف دیکھا کرو اور جو دل میں سما جائے اس کو صرف یاد کیا کرو کیونکہ جو آپ کے جتنا قریب ہوتا ہے اسے یہ دنیا آپ سے اتنا ہی دور کردیتی ہے۔

سرور فاطمہ ہنی...... صوابی کے پی کے

تیری زبانی

عجائب گھر امیدوں کا
منتظر ہے فقط اس کا
کوئی میٹھا سا نغمہ ہو یا کوئی قصیدہ ہو
پرانا سا فسانہ ہو یا کوئی کہانی ہو
خواہ کوئی بھی قطعہ ہو
فقط تیری زبانی ہو

اقراء حفیظ...... ہری پور

کچھ میری ڈکشنری سے......

اخلاق: جس کی سپلائی ہمیشہ ڈیمانڈ سے کم رہتی ہے۔
دوپٹہ: آج کل لاکٹ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

سیل: عوام کو لوٹنے کا جدید طریقہ۔
آدمی: وہ جانور جس کی کھال کئی دفعہ اتاری جاتی ہے۔
سچی محبت: دادی اماں کے زمانے کی ایک رسم۔
کلینک: زندہ رہنے کا ٹیکس یہاں جمع کروائیں۔
ڈیسک: لکڑی کا بنا ہوا ایک تکیہ جس پر عموماً طلبہ سر رکھ کر گھوڑے گدھے بیچ کر سوتے ہیں۔
زبان: جو پیٹرول کے بغیر بھی کافی چل سکتی ہے۔
پڑوسی: وہ لوگ جو آپ کے معمولات و معاملات آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔
ڈسٹر: طلبہ کے جوتے صاف کرنے کا کپڑا۔
گھنٹی: دنیا کی وہ واحد بڑی طاقت جو استاد کو کلاس روم سے باہر نکالتی ہے۔

آمنہ رحمن مسکان...... ملکہ کوہسار مری

کچھ جان لیں

☆ نفرت ایک ایسا زہر ہے جو اگر انسان کی رگ رگ میں بس جائے وہ اسے اندر سے مار دیتا ہے انسان ختم ہوجاتا ہے مت کرو زندگی محبت کے لیے کم ہے۔
☆ سزا کے لیے تھوڑی سی نفرت کافی ہوتی ہے کیونکہ دوسرا انسان نفرت کو برداشت نہیں کرسکتا ہے۔
☆ کبھی کبھی انسان کی زندگی میں ایسا موڑ بھی آتا ہے کہ جب وہ دوسروں سے شدید نفرت کرتا ہے اور یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی بہت ہی عزیز انسان اس کے اعتبار کو چکنا چور کردیتا ہے۔
☆ پچھتاوا ایسی چیز ہے جس میں انسان جلتا رہتا ہے پچھتاوے سے انسان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا ہے۔
☆ کبھی کبھی انسان جلد بازی میں قدم اٹھالیتا ہے مگر اسے سوائے پچھتاوؤں کے کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔
☆ لوگ دوسروں کے بارے میں جلد غلط رائے قائم کرلیتے ہیں دوسروں کے بارے میں ہمیشہ اچھی سوچ رکھنی چاہیے۔
☆ کسی کو چاہ کر چھوڑ دینا آسان نہیں ہوتا کیونکہ جس سے محبت ہو اس کو بھولنا بڑا مشکل ہوتا ہے پہلی محبت انسان کبھی نہیں بھولتا۔

ایمان زہرا شیرازی...... چکوال

خدا کے محبوب بندے

غیرت مند خدا کو محبوب ہے۔
دعا میں گڑگڑانے والے اللہ کو محبوب ہے۔
خدا ہاتھ سے محنت کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔
انسانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔
بندگان خدا کو فائدہ پہنچانے والے اللہ کو محبوب ملے۔
قیامت کے دن محبوب ترین اور مقرب ترین اللہ کے نزدیک حاکم عادل ہوگا۔
خدا کے بعض بندے ایسے ہیں اگر وہ قسم کھا کر کچھ بات کہہ دیں تو اللہ ان کی بات پوری کرتا ہے۔
بہترین مومن وہ ہے جس کا اخلاق بلند ہو اور اہل و عیال کے ساتھ مہربانی اور محبت سے پیش آتا ہو۔
جس قوم کی خدا بہتری چاہتا ہے تو اس کی قیادت دانش مندوں کے ہاتھ میں دیتا ہے۔
جو شخص قدرت کے باوجود معاف کردے۔
جو غصے کی حالت میں صبر وضبط سے کام لے۔

شبنم کنول...... پاپا نگری حافظ آباد

محبت

پہلی محبت ان دیکھی سرزمین کے لیے کیے جانے والے سفر کی طرح ہمیشہ ہماری یادوں میں تازہ رہتی ہے۔
جو دکھ کو گلے کا ہار بنالیتے ہیں وہ بھی دکھ سے نجات نہیں پاتے۔
جو زندگی اندر مرچکی ہو اسے جھوٹ موٹ جیتے رہنا کتنا دشوار ہے۔
محبت جنہیں یاد کرتی ہے انہیں سفر میں دوڑائے پھرتی ہے۔
ہم کسی کو اپنی مرضی سے چاہ تو سکتے ہیں لیکن کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو۔

ارم ریاض...... برنالی

رمضان ایکسپریس

توجہ فرمائیے:
جنت الفردوس جانے والی رمضان ایکسپریس اپنے مقررہ وقت پر بندگی پلیٹ فارم پر آنے والی ہے۔ مسافروں سے گزارش ہے کہ سفر کی تیاری کے لیے اپنا سامان ''نماز، روزہ، ذکر

تلاوت قرآن پاک' زکواۃ صدقہ" لے کر سوار ہوں یہ ٹرین لیلۃ القدر سے ہوتی ہوئی اپنے آخری اسٹیشن عید الفطر پہنچے گی ان شاء اللہ یہ سفر آپ کو مبارک ہو دوران سفر ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

نورین انجم...... کراچی

دنیا

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو کہ چھونے میں نرم مگر پیٹ میں خطرناک زہر لیے ہوتا ہے۔

لاپتہ

دل سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہے دنیا میں مگر سب سے زیادہ لوگ لاپتہ بھی یہیں سے ہوتے ہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

تعجب

تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے پھر بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو حساب کتاب پر یقین رکھتا ہے پھر بھی مال جمع کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو مانتا ہے مگر اس سے دور رہنے کی کوشش نہیں کرتا۔

تعجب ہے اس پر جو خدا پر ایمان رکھتا ہے مگر دوسروں سے مانگتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو شیطان کو جانتا ہے پھر بھی اس کی اطاعت کرتا ہے۔

رابعہ امرینہ عائشہ...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

انگریزی سیکھیے

ہم نے گائے کی زبان پکائی

We have cooked the lanuage of the cow.

بیل کے ساتھ انگور لگے ہیں

Grapes are hanging by the Ox.

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

Camel oh camel which one of your tomorrow is straight.

عائشہ رحمٰن ہنی...... ریالی مری

گوہر نایاب

☆ ناامیدی اس طرح عمر کو کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

☆ گزرے ہوئے وقت کو بھول جاؤ اور آنے والے وقت کی بہتر امید رکھو۔

☆ زندگی کو جتنا آرام دہ بناؤ گے اتنی ہی تکلیف دہ بنتی جائے گی۔

☆ صبر قسمت کے طوفانوں کے مقابلے کے لیے بہترین ہتھیار ہے۔

☆ بھروسا ایک ایسا پھول ہے جو شک کی بو سونگھتے ہی مرجھا جاتا ہے۔

☆ بد اخلاقی انسان کو اکیلا کر دیتی ہے۔

☆ سب سے بڑی غلامی نفس کی غلامی ہے۔

☆ مسکراہٹ خوب صورتی کی علامت ہے اور خوب صورتی زندگی کی۔

☆ انسان خود عظیم نہیں ہوتا بلکہ اس کا کردار عظیم ہوتا ہے۔

☆ کسی کے خلوص اور اعتماد کو جانچنا چاہتے ہو تو اس طرح جانچو کہ اسے پتا نہ چلے اور اس کے اعتماد اور خلوص کو ٹھیس نہ پہنچے کیونکہ وہ بھی آپ پر اعتماد کرتا ہے۔

☆ کسی کی مجبوری سے اتنا فائدہ نہ اٹھاؤ کہ اسے مزید مجبور ہونا پڑے۔

مہوش...... رنگ پور

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! جون کا شمارہ بطور عید نمبر پیش خدمت ہے' امید ہے آپ بہنوں کے ذوق کے مطابق ہوگا۔ ادارہ آنچل کی جانب سے تمام قارئین کو رمضان وعید کی دلی مبارک باد۔ آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ کی محفل میں چار چاند لگا رہے ہیں۔

زندگی تنویر خلیل...... پشاور

سنو گل! اسے کہنا
بہاروں سے سرگوشیاں کرنا چھوڑ دے
محبتوں کے امین بننا
سنہرے پہروں سے بچنا
غصے سے کانپ جانا
شرم سے ڈوب جانا
چھوڑ دے نا......
سنو گل! اسے کہنا
کہ محبت دسترس میں نہیں
محبت کی ٹھہری ہوتی ہے
راگ ہوتے ہیں
آلاپنا چھوڑ دے
سنو گل! اسے کہنا
محبت کرنا چھوڑ دے

السلام علیکم! محبت کے ستارے لگے آنچل اوڑھے' آکاش وسعت میں پھیلے' الوہی رمق اور ملائک ٹھنڈ سے لبریز زندگی تنویر خلیل کا سلام حاضر خدمت ہے' قبول کیجیے کہ سلامتی بھیجی ہے۔ ابھی گرمی کا برا حال ہونے کو ہے یہاں تو مانو یوں لگتا ہے کہ جیسے سورج زمین کی عیادت کو آنے کے لیے ذرا سا سرکا ہے اور اس سے آگے بھی سرکنا چاہتا ہے۔ اب روزے بھی آنے کو ہیں اور جب یہ شائع ہوگا تو آدھے روزے ''جنت الفردوس'' جا چکے ہوں گے اس ماہ تبصرہ تو کیا پڑھنا بھی محال ہے مگر روح کا کیا کریں ایک تشنگی سی رہتی ہے۔ اس میں من تو چاہتا ہے بس شکوؤں سے شروع ہوں اور شکوؤں پر ختم کروں مگر...... تو شروع کرتے' آپ کو پہلا افسانہ بھیجا تھا ''بیٹی'' جس کا اس ماہ کے ستارے میں شامل ہونے کا ابھی تک موڈ نہیں' ایک سال انتظار کی سولی پر لٹکے ہیں اور آپ سدا کے اجنبی کٹھور۔ کیا ہمارا اتنا حق نہیں کہ چند ماہ بعد جلدی سے شامل اشاعت کردیں' بڑے رائٹروں کی تو ہر ماہ شامل ہوتی ہیں اور ہمیں ایک سال کا انتظار' بس یہ بتادیں کہ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ خدارا یہ بھی بتادیں کہ نیرنگ خیال میں ہر ماہ بہت سوں کے نظمیں' غزلیں شامل ہوتی رہتی ہیں مگر ہمیں جلد شائع ہوجائے گی کا سندیسہ تھما کے' بری الذمہ ہوچکے۔ یہ تو بس ناامیدی کی چند اور انتظار کی بہت سی باتیں تھیں مگر یقین مانیے کہ ہم آپ کی مجبوریاں سمجھتے ہیں مگر کیا کریں' انتظار جاں گسل ہوتا ہے۔ اس کا خاتمہ کب کریں گی قیصر آنٹی! خدارا یہ آنکھیں ترس گئیں آنچل کی سالگرہ کے لیے خصوصی طور پر تحریر بھیجی تھی مگر آپ نے شائع خاک کرنا ہے بس انتظار کرواتا ہے۔ اس ماہ بس باری نے پر لگ جائے گی کی بجائے یہ بتادیں کہ کس ماہ میں شامل ہوگی' خواہ ایک سال بعد ہی سہی مگر ماہ کا نام بتادیجیے۔ اب تبصرہ حاضر خدمت ہے' اس ماہ ٹائٹل ایک عجیب سی معصومیت سمیٹے ہوئے تھا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے نہیں بلکہ قدرت نے آسمانی رنگ میں افقی اور ڈھلتے شام کے تمام رنگ بھر کے سجادیا ہو اور یہ صحیح ہے کہ حسن جب ہو تو نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ اپریل کا سرورق آج تک تخیل کے حسین نرگسی پھولوں کی وادی میں کھلکھلاتی ہیں' اُف یہ تعریف

نامہ بھی کمال نامہ ہوگیا۔ مجھے یہ بتا دیجیے کہ ان اشتہارات کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ ارے جب سرورق پلٹو تو یا تو کوئی منہ میں آدھ چمچ ٹھونسے لذیز چھپکلیاں نوش فرما رہے ہوں گے اور یا تو کوئی تندور جیسے چہرے پر فیئر اینڈ لولی کریم تھامے حسن آرا مہ بنی ہوں گی۔ اگر آپ ذرا سا غور فرمائیے گا تو ان اشتہارات کے بجائے کوئی آدھ افسانہ بھی شائع ہوسکتا ہے ہے نا؟ اگر اس کا کوئی اور مطلب ہے تو پھر بتا دیجیے واللہ بڑی بے چینی سی ہے۔ اچھا چھوڑیے بتاتے چلیں کہ اس دفعہ بڑے دل سے چاہ سے اور بہت مان سے سرگوشیاں سنی جس کی بازگشت آئندہ زندگانی کے لیے ایک مشعل کی سی مثال رکھے روشن چمکیلا منور۔ ہم بذات خود نومبر 2015ء سے آنچل پڑھنا شروع کیا سو رشتہ ایسا بن گیا ہے کہ جیسے طالب کا اور کتاب کا ہوتا ہے مقدس بھی اور ملزوم بھی مگر سرگوشیاں کے نیچے ایک خواہش (ناممکن) کے توسط دیکھا اور آنکھیں ایک بار پھر سے فگار اور تشنہ سی رہ گئیں چھوٹے نوں دل کو سمجھاواں کی؟ اس دفعہ حمد کے تمام اشعار ایسے تھے کہ جیسے شنگری گاؤں کے آبشار۔ محبت کی تعریف ایک کلی دل میں کھلا گئی جو خزاں پروف ہے جس پر ہر لمحہ ہر لحظہ بہار سایہ فگن ہوگی۔

بہار دل کی کلی ہے
خوشنما سی کہ
جس پر خزاں کا آنا
طلاق ہے......

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جو مدینے کی فضا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جالی سے مسجد نبوی کے سبز گنبد سے اور کعبہ کے مناظر سے مستعار جو نعت ''نیازی صاحب'' ان کے قلم سے بیعت لینے کو من چاہتا ہے آفریں! آفریں! مثل ماہتاب...... در جواب آں میں جن جن کو انتظار کے صلیب پر لٹکایا گیا ہے ان سے گزارش ہے کہ ''پیوستہ رہ شجر امید سے......'' یاد رکھیے گا کہ صبر جو مشکل ہے اور تمام راجہ گدھوں کو (دیوانگی مطلوب ہے) اپنے مرض کی وجہ تلاشنے میں تاویل پیش ہونے نہیں دیتی۔

صبر ایک درد ہے اور درد بے درد ہے
اس میں وصل کے انتظار بہت ہیں

اس ماہ دل کی آواز سنیے مطلب اس ماہ صرف سلسلے وار ناولوں سے شروع کریں گے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' اقرأ صغیر احمد جتنی خوب صورتی سے ایک سادہ سلیس انداز میں ایک ایسی کہانی پیش کررہی ہیں جو کہ روایتی تو ہے مگر نئے کرداروں اور بے ساختہ مکالموں کی وجہ سے بے مثال ہے۔ ہم نے شروع میں نوفل کو پسند نہیں کیا تھا بس چند وجوہات (جو کہ صیغہ راز ہے) کی وجہ سے اب یہ بھی بتا دیں نا کہ اس ماہ لکھا کیوں نہیں؟ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازیہ کنول نازی سب سے پہلے پہلی نظم اپنی تمام رنگینیوں سمیت دل کے نہاں خانوں میں براجمان ہے۔ خوب صورت ناول نازیہ کنول نازی کا انداز تناول (ہاہاہا مطلب بیاں) اور یہ ''محبت یہ نہیں'' دوسری مرتبہ ناول میں شامل کی ہے کیا اپنی ہے یا؟ بہت زیادہ ہی پسند آئی ہے؟ ہمیں بھی بہت پسند آئی اور ہادی صاحب اپنی ماں صاحبہ سے عشق کرنے کے خیال میں ہیں؟ سن لو شہری! ماں ہو ذرا خیال رکھنا ویسے اتنے پیچیدہ صورت حال لکھنے سے پہلے ایک مرتبہ ذرا مولوی صاحب سے رجوع کیا کریں۔ وہ اس کی سوتیلی ماں ہے اور کیا ہادی فیاض کا بیٹا ہے ذراصل کہانی درمیان میں پڑھی مطلب مارچ 2016ء سے تو ذرا الجھن ہے۔ نازیہ جی! یہ صمید صاحب کا کردار بہت بورنگ ہے بہت کھولا سا عجیب بات ہے کہ زاویار بہت گھمنڈی انسان ہے نرم لہجے میں بات کرنا تو اسے آتا نہیں۔ پریہان اور مارتھا کی حب الوطنی والی قسط بڑی یاد آرہی ہے ایک دفعہ پھر سے جھگڑا کروا دیجیے اعلیٰ بنت کاری کردار نگارہ عمدہ۔ انتخاب اشعار نظم و غزل دل کے تار چھیڑنے والی ہیں بہت خوشی ہوگی اگر آپ اسے کسی کہانی میں شامل کردے۔

کہا جب اس سے ذرا ٹھہرو شام ٹھہری ہے
اس نے کہا ''اونہہ'' اس قدر نفرت ہے

نوازش کرم مہربانی ہوگی۔ ''چراغ خانہ'' رفعت سراج کی اردو ادب کے لیے نئی کاوش رفعت صاحبہ آپ اتنا کم کیوں لکھتی ہیں؟ جب خوابوں کی حسین وسڈول تھرکتے جسموں والی ''نسرین نوش'' کی ساتھی پریاں ہماری پلکوں پر خوشنما خواب ٹانکتی ہیں تو تخیل کی وادی میں بہتے نہر کے شفاف پانی میں پیاری اور پیارے دانیال کا عکس ابھرتا ہے۔ اتنی حسین جوڑی اتفاقات کا ذائقہ لیے ہوئے ہے۔ مشہود کو پہلے اقساط میں جنہوں نے قید مطلب اغواء کیا تھا اسے ذرا سا بیان کرنا چاہیے تھا اگر یہ نہیں تو لگتا کہ مصنفہ سے کوئی بہانہ سوجھا نہ گیا اور اتفاق سے ان دونوں کی شادی کروا دی ذرا سا عکس منعکس کیجیے گا منتظر ہیں آپ کے والد صاحب کے لیے دل سے دعا گو ہے قارئین بھی دعاؤں میں یاد فرمائیے گا۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' یقین مانو فاخرہ! دل بہت اداس ہے اور قلم بے بس کیسے لکھوں کوئی حرف تعزیت

کوئی لفظ دلاسہ کیسے؟ اس ماں نے جنہوں نے قلم تھمایا' انگلی پکڑ کے' گود میں لے کر' گال چوم کے اس زندگی کے عجیب سے عجیب اور فریبی دنیا سے روشناس کردیا' آج وہ ہستی نہ رہی فاخرہ! یقین مانو ماں نیم عبادت ہے' میں نے انہیں فروری میں کیسی چاہ سے پکارا تھا وہ نہ رہی' آہ! کیا لکھوں؟ سیاہی کھو کھلی اور لفظ ہیجان' میں دل سے نہیں فطرت سے تمہارے ساتھ اس دکھ میں شریک ہوں' اللہ انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

اے میری پیاری ماں!
میں بن تمہارے ایک ایسا خواب ہوں
بس جہاں سائے ہیں
دیوار نہیں......
جہاں ساز ہے' دھن نہیں
جہاں غم نہیں' خوشی نہیں
اے میری بھولی ماں!
ایک بار فقط ایک بار
مجھے رلادیں
مجھے ہنسادیں

''میں ہار گئی'' مگر اقبال بانو جیت گئی' ارے اتنے وقت بعد چکر لگایا ہے سلطنت آنچل کا بتائیں وہ آپ کے بنکر صاحب کیسے ہیں اور وہ کیوٹ سا لونڈا (ارے اب غنڈہ بھی پھسل جاتا تھا)۔ عطیہ کی شادی اور وہ بھی امتحانات کے بعد' کچھ تو خدا کا خوف کرو عطو! اچھا افسانہ تھا' مکالمے روزمرہ جیسے لگے بے ساختہ اور منظر نگاری البتہ مفقود لگی۔ ذرا سا ٹر کا ہوتا تو واللہ بہت مزا آتا۔ ویسے ہم نے آٹھویں کلاس کے امتحانات کے بعد دیکھیں ہی نہیں امتحانات' اللہ اگر اب پڑھتے تو نویں کے بورڈ کے رزلٹ کے منتظر ہوتے مگر اللہ...... یہ پابندیاں بھی نا' نیم فرعونیت ہے' چلو کڑھوں مگر اف نہ کرو۔ چھڈو جی! ''گول گلی'' میں گول دامن والی قمیص پہنے پٹیالا شلوار کو دائیں ہاتھ میں ذرا سا پکڑے یوں گول گول گھومتے رابعہ جی کا گول افسانہ اچھا لگا۔ رابعہ افتخار بہت عرصے بعد قلمی دنیا میں قدم رکھا' سلام کہتے ہیں۔ رابعہ جی کرن میں آپ کا ''بڑی مالکن'' ناولٹ یاد آرہا ہے ذرا پھر سے ہو جائے۔ بے شک بیٹیوں پر الزام کسے منظور ہے؟ بیٹیاں سب کی سانجھی ہیں اور ناجیہ بہت حساس واقعی بدھو خیر ابا کے بات پر ڈٹے رہنے سے اچھا ہوا۔ ایک چھوٹے سے افسانے میں صحرائے گوبی کی سی بات کردی آپ نے بہت اعلیٰ! ایسی سوچ ماحول پر اچھا اثر ڈالنے میں ماں سا کردار ادا کرتی ہیں' اچھی کاوش۔ ''چاند کو گل کریں'' دیسے عشنا یہ گل ہے یا گل'' اس کی ذرا سی وضاحت کردیتیں تو مزہ آجاتا۔ اریج مصطفیٰ زبردست کردار مگر جیسا آپ نے ''آپ جی'' والے انداز میں لکھا وہ کمال کا تھا۔ ارے ہم تو بس کھو گئے تھے' سادگی' فلسفہ' شگفتگی اور ایسا لگا کہ جیسے نثر میں شاعری کی ہو' نا قابل فراموش۔ ''سال گرہ مبارک آنچل'' قرۃ العین سکندر' خوب صورت انداز بیاں کی حامل ایک خوب صورت تحریر من موہ لیا قسم سے' بہت مبارکاں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک' تحریر کے ساتھ آنچل کا کردار زبردست لگا۔ ''بھیگی خوشیاں'' صدف آصف

اک درد تھا انمول سا
اٹھتا تھا کچھ بے مول سا
جانے کیسی خوشیاں پائی تھیں
وہ ساری ہی بھیگی تھیں
ہمارے آنسوؤں سے غسل کر کے
اے زندگی محبوب سے ملاقات پر
یہ بھیگی خوشیاں ہیں

بہت بہت دل خوش کردیا' شہزین کو بھیگی خوشیوں نے لپیٹ میں لے لیا' اچھا ہوا۔ شہزین خوشیاں جب بھی ملتی ہیں تو بھیگی ہی ملتی ہیں اور خوشیاں جو سوکھی ہو' خشک صحرا سی تو وہ بھلا خوشیاں ہیں؟ ''میری منزل'' نادیہ فاطمہ رضوی اس دفعہ چلو جی رحم کر ہی لیا' شکریہ جی اس الفت نظر کا۔ ''پہلی کرن'' سمیرا کبھی کبھی تم کمال کر جاتی ہو' سادہ اور سلیس انداز میں جب ہم سے مخاطب ہو تو کوثر جی کا یہ مصرعہ (معذرت

سے) غزل گلاب ہوئی زبردست لکھتی ہو بھئی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ''تم میرے ہو' میرے.....آپ کے؟ یہ کیسی باتیں کرتے ہو۔ ریحانہ آفتاب یہاں بھی بہت پیر جمائے ہوئے ہیں' اچھا تھا اور بہت اچھا لگا۔ سویرا فلک نے بہت عرصے بعد چکر لگایا ہے سلام حاضر ہو ''محبت کہیں جسے'' پتھر کے دل کی دھڑکنوں پر لکھی تحریر اچھی لگی اور کچھ کچھ اپنی لگی۔ ''حریم عشق'' کے لیے معذرت خواہ ہے' ان شاء اللہ اگلے ماہ سب سے پہلے اس پر تفصیلی تبصرہ کریں گے۔ ابھی پڑھا نہیں ہے مستقل سلسلے واقعی اچھے ہیں۔ آئینہ میں کوثر خالد' ملالہ اسلم' طیبہ خاور پھول (طیبہ اپنے مطلب میرے نام پیغام تو بھیجو' دوستی کا ہاتھ پیش خدمت ہے' تھام لیجیے گا) انیلا طالب (ناول گفٹ کردو نا' پیسے ہماری استطاعت سے بڑھ کے ہیں) تبصرے پسند آئے' بالخصوص کوثر اور ملالہ جی۔ آخر میں قیصرہ آنٹی' میرے دائرہ آنچل' بیٹی' میمونہ' اے دل عشق زدہ' اہل محبت کی وفا' افسانوں میں سے کوئی ایک تو شائع کیجیے۔ خدارا آنچل سالگرہ سے پہلے لی تھی مگر شائع نہ کی' وجہ؟ اب چلتی ہوں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' نظم کے ساتھ پشاور کو دیں اجازت' خاکسار۔

سنہری دھوپ کی کن من کرنوں سے
تمہارے روپ سہانے دیکھے ہیں
جانے کتنے خواب سہانے دیکھے ہیں
اب اس سوچ نگر میں چل کے
کتنے عذاب سہانے دیکھے ہیں
اس روپ کی دھرتی پر
خوشبو ہے وصالوں کی
زندگی' جانے کتنے لمحے اس کو دیکھ کے
سراب سہانے دیکھے ہیں
کوثر خالد.....جڑانوالہ۔

شہلا نے جو کی دل کی بات آئینہ میں
بجا فرمایا' نظر آئی اپنی ذات آئینے میں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! آئینہ میں حاضر ہیں دیکھ لیجیے' کیسے لگ رہے ہیں بتا دیجیے اور اپنے بارے میں سن لیجیے۔ کنول بخاری کو پہلی کتاب نہیں ملی تو دوسری بار روانہ کردی وہ بھی نہیں پہنچی ابھی تک۔ جویریہ وسی کو مزید نعتیں لکھ کر بھیجی تھیں' اس کی اطلاع ندارد' فریدہ فری سے بھی ملنے کی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ آئندہ کے لیے کیا لائحہ عمل کروں کہ جو ضرور کتاب ملے اور صائمہ مشتاق ایڈریس بھیجو گی تو ہی دوں گی۔ یاسمین کنول بھی دیگر بھی ورنہ کیسے..... چلیے اب آنچل کو خوش کرتے ہیں بذریعہ تبصرہ' سرورق' رات کے اندھیرے میں نئی نویلی دلہن پیا کے انتظار میں گمن ہے' اسے گمن رہنے دیں ہم ذرا قیصرآرا سے ملکی حالات سن لیں۔ جی بالکل سچ فرمایا' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی ہے کہ ہمارا فتنہ آپس میں لڑائی ہوگا مگر جب دشمن سے مقابلہ ہو تو جیت مقدر ہوگی اور واقعی ایسا ہی ہو رہا ہے۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حمد و نعت ریاض حسین' حمد بڑی ہی دل پذیر لگی کیونکہ طرز خوب صورت بنی۔ ان کی شریک حیات بچھڑ گئیں اللہ صبر جمیل عطا کرے' ان کا انٹرویو لگا ئیں حجاب میں اور نعت گو نیازی صاحب تو زبان زد عام ہیں' سبحان اللہ۔ در جواب آں تمام خوشگوارین کو خوشیاں مبارک اور مغمومین کو حوصلے عطا ہوں' نازیہ کنول جی بچوں کے نام تو بتا دیں۔ الکوثر کے پس منظر میں کیا حیران کن' حسین و دلچسپ معلومات چھپی ہیں۔ جناب احمد آپ سناتے رہیں ہم سنتے رہیں تاکہ اہل حوض کوثر ہونے کی سعی کرسکیں۔ ہمارا آنچل دائمہ نقوی آپ سب کے نام بہت پیارے ہیں۔ جب کربلا و فرات جاؤ تو ہمیں بھی لے جانا۔ بحیرہ نیلم یعنی نیلے پانی کا سمندر' زندگی سے بھرپور تعارف بھئی تم سترہ نہیں بیس بہاریں دیکھ چکی ہو' 96 سے 2017ء.....عفیفہ مریم تم 23 مارچ کو آئیں اور 24 مارچ کو ہماری صبا گئی تھی' امی کے لیے دعا حاضر ہے' واللہ عطاء الحیات' واللہ سریع الشفاء۔ شریفاں رمضان اور 14 اگست' واہ بھئی واہ' جب تک پاکستان تب تک تم' سروے سالگرہ تمام شاعری والے جواب پسند آئے۔ کہیں اپریل کی مناسبت آنچل سے ملی' کہیں دادا کی چائے پسند آئی تو ایک جگہ 2009ء میرے خالد کی برسی والا تھا۔ صائمہ سکندر سومرو کی تجاویز پسند آئیں' انیلا طالب کی نظم' ارم کمال کو تو انعام دے ہی دیں۔ فصیحہ کو ڈاکٹر بننے کی دعا حاضر ہے۔ سامعہ کی شاعری بھی اچھی لگی' رہا ہمارا سروے' ہمیں تو کبھی تاریخ ہی یاد نہیں رہتی نہ ہی سالگرہ منانا پسند ہے بلکہ پہلے بیٹے کی سالگرہ جب سسرال

والوں نے منانا چاہی تو ہم نے روک دیا بس بچوں کو بلا کر کھانا کھلا دیا۔ لینے دینے والے رواج زہر لگتے ہیں' میں تو صرف کھانے پینے کا تحفہ دیتی لیتی ہوں بس بنا تہوار۔ میرا خیال ہے امیر صرف غریبوں کو دینے کے لیے بنائے گئے ہیں' البتہ میری دونوں سالگرہ پر خالد صاحب مٹھائی کا ڈبہ لایا کرتے تھے' پہلی بار تو حیران ہو کر پوچھا' کیوں لائے؟ بولے بوجھو تو مگر نہ یاد آیا پھر بتایا سالگرہ ہے شادی کی پھر جب ہر سال دو بار مٹھائی لاتے تو پوچھتے' ہم کہتے سالگرہ ہوگی چونکہ ہمیں میٹھا بہت پسند ہے مگر ہم نے کبھی فرمائش نہیں کی زندگی بھر تو اللہ تعالیٰ خود ہی بندوبست کر دیتا ہے آج بھی خود بخود ہی مل جاتی ہے مٹھائی یا میٹھا۔ ہاں اگر سودے سے دو چار روپے بچ جائیں تو بس ٹافی ضرور لیتے ہیں۔ اب نظر آ رہا ہے ''چراغ'' جو ہدایت کی روشنی سے بھرا پڑا ہے' دعا ہے رب تعالیٰ سے سب روشنی ہماری جز و بدن بن کر عمل کی صورت میں ڈھل جائے اور ہر آفت و بلا ٹل جائے' آمین۔ ''میں ہار گئی'' محبت امتحان لیتی ہے کیونکہ دین میں شادی سے پہلے غیر محرم سے بات کرنا حرام ہے ''ایسی ویسی'' اور دیکھنا تو سدا حرام ہے۔ ماں باپ کو بہت سمجھ دار ہونا چاہئیں اللہ ہمارے بیٹوں بیٹیوں سب کو ہدایت دے۔ ''گول گلی'' ہار گئی پڑھ کر جو دعا مانگی وہ فوراً پوری ہو گئی تبھی تو سمجھ دار ابا نظر آ گئے' رابعہ! ہم بھی سمجھ دار اماں ہیں ماشاء اللہ۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' محبت کوہ گراں ہے خراج مانگتی ہے جو ادا کرے گا وہی اسے پائے گا۔ اجیہ ضرور سرخرو ہوگی پھر ہم سب مسکرائیں گے فاخرہ سمیت۔ ''چاند کو گل کریں'' بھئی ہم تو کسی چاند کو گل نہیں کیا کرتے' خود کو ہی گل کر لیتے ہیں۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' جل تھل کر گئی نازیہ کی شاعری کمال ہے۔ ''سالگرہ مبارک آنچل'' آنچل مذکر ہے' اسے مونث دیکھ کر اچھا نہ لگا۔ ''بھیگی خوشیاں'' شکر ہے صدف نے آنچل کو مذکر استعمال کیا' کاش حقیقت میں بھی ایسے لوگ ایسی سچائیاں ہر جگہ نظر آئیں کیونکہ جھوٹ کی بدولت رشتے طے کرنا مشکل لگتا ہے۔ ''میری منزل تم ہی ہو'' ایک خوب صورت قلم سے خوب افسانہ' ایک خوب صورت انا دار ''بریسا'' اناڑی پیا کے سنگ مزید تاثیر کی دعا حاضر ہے نازیہ۔ ''پہلی کرن'' صبح کی بھول شام کو لوٹی۔ ''تم میرے ہو'' ریحانہ آفتاب (گل آنکھیں) ہوا اور کہانی میں دم نہ ہونا ممکن' کاش ساری دنیا کو ایک دوسرے سے عشق ہو جائے تاکہ زور زبردستی۔ لڑائی اور بے عزتی کہیں نظر نہ آئے۔

غصے دیاں گلاں چھڈو پیار ہونا چاہی دا
ہر ایک بندے نو دوجے دا یار ہونا چاہی دا

''محبت کہیں جسے' ہاں سزا تو ہمیں اپنے ہی کیے کی ملتی ہے۔

لباس زیست بڑا دیدہ زیب تھا
افسوس اسے ہم نے الٹا پہن لیا

آخر میں ہے ''حریم عشق'' جو ابھی تو الجھا الجھا اور طوالت زدہ لگتا ہے آگے دیکھو کیا ہوتا ہے۔ ''آنچل کے سنگ'' صباحت رفیق چیمہ نام سے تو لگتا ہے کوئی بڑی وکیل ہے مگر...... ہمیں تو ان کی کوئی ناول کہانی یاد نہیں آ رہی بہر حال کلاس دلچسپ ہے' سلامت رہے تا قیامت رہے۔ کاش مذکورہ نعت طرز کے ساتھ فون پر سنا سکو تو مہربانی۔ ''بیوٹی گائیڈ'' پیاز کا پانی استعمال کروا کر نتیجہ بتاؤں گی۔ نیرنگ خیال کس کس کا نام لوں البتہ مونا شاہ اول' دونوں مسکان بھی خوب رہیں۔ فریدہ جیا اور سب اچھے' کوثر ناز بھی کیونکہ شاعری میری روح ہے۔ دوست کا پیغام راہبروں کے نام خط مسکان کا اول رہا' ارم کمال پوتے کا نام فوزان مشہدی یا...... عائشہ ہنی تم نے بھی میری بیٹی کی طرح مجھے حرا قریشی سے مربوط کیا حالانکہ کہاں وہ لفظوں کی کھلاڑی اور کہاں ہماری سادگی۔ چلو اچھا ہوا' نجم انجم کے ستارے A+ رہے' آخر ان میں روشنی کسی کی ہے بھئی ناموں کا اثر ہوتا ہے اولاد پر بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اچھے نام رکھنا فرض ہے۔'' یادگار لمحے کاش ہم وقت سب کے سب یاد رہ سکیں' البتہ عابدہ تسیم نے ہمارا حالیہ گناہ یاد کرواتے میں کردار ادا کیا چونکہ ہم اپنے غموں کو آسانی سے ہضم کر لیتے ہیں تو دوسروں کو صبر کی تلقین کرتے ہیں جو انہیں بہت بری لگتی ہے حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ ہم انہیں یوں روتا دیکھ نہیں سکتے کہ کون سا رونے سے مرنے والا واپس آتا ہے حتیٰ کہ اپنے شوہر کی وفات پر سعد کو ڈانٹ کر کھانا کھلایا تھا اور کہا تھا کہ ''جو بیٹے ہیں باقی انہیں پیار کر لینا'' مگر وہ تو آج بھی روتی رہتی ہیں' ہم اسی لیے اس سے خالد کی کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ رہ گیا اب آئینہ' ملالہ اسلم بہترین رہی' ملالہ! شمع نے بتایا آپ کی بڑی امی فوت ہوئیں' میں نے فون کیا مگر رابطہ نہ ہو سکا' ہو سکے تو فون کر لینا۔

محبت سے بھلے رشتے ضرور استوار رکھنا
مگر غم میں صبر عظیم کی روایت کو برقرار رکھنا

ارم کمال تم نے یاد کیا اور لو ہم دوڑے چلے آئے' نجم انجم سے لے کر لائبہ میر تک سبھی کو ہمارا آداب وسلام حاضر ہے۔

ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے

بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی نجانے ہم کہاں ہونگے

جی ہاں جی' اپنے اصلی گھر جانے کو ہر لمحہ تیار رہتے ہیں گو تیاری کچھ نہیں بس سادگی' لبیک اللھم لبیک۔ آخر میں ادارہ کا شکریہ' اللہ حافظ و ناصر۔

فریدہ فری...... لاہور۔ السلام علیکم! دلکش ٹائٹل والا آنچل پڑھا سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں' حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے ہمارا آنچل میں دائمہ نقوی' بجیرہ نیلم' شریفاں جی کے انٹرویو بے حد پسند آئے۔ مکمل ناول "چراغ خانہ" رفعت سراج اور "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" اور اپنی فیورٹ رائٹر کا "بھیگی خوشیاں" پڑھ کر مزہ آ گیا۔ افسانوں میں اقبال بانو جی کا افسانہ میں "ہار گئی" واہ بانو جی کمال کر دیا۔ "گول گلی' پہلی کرن' میری منزل تم ہی ہو" میری فیورٹ رائٹر نادیہ فاطمہ رضوی' کیا کمال کا افسانہ ہے' خوش رہو۔ "تم میرے ہو" ریحانہ آفتاب' بہترین افسانہ تھا ایسا ہی لکھتی ہو۔ کسی بہن نے پوچھا ہے میں بیمار کیوں رہتی ہوں (مجھے بون کا مسئلہ ہے) اب میری بیماری ہی ایسی ہے کیا کروں روحانی علاج بھی کروا رہی ہوں آپ دوستوں کی دعائیں ہیں۔ پیاری کوثر خالد آپ کی کتاب مجھے مل گئی ہے' شکریہ۔ آپ کے خطوط بے حد اچھے ہوتے ہیں' پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ آپ نے جو میرے متعلق نظم لکھی تھی اللہ آپ کو خوش رکھے۔ نجم انجم عنزہ یونس' دلکش مریم' روبی علی' کوثر خالد' صدف آصف' خولہ عرفان پیاری سی بھابی دعائیں دینے والی کو بھی بے حد پیار اور جنہوں نے یاد کیا سب کا شکریہ۔ نجم انجم جی ہماری نظم پسند کرنے کا شکریہ' لائبہ میر پیار اچھا جی اللہ حافظ۔

صائمہ مشتاق...... بھاگٹا نوالہ' سرگودھا۔ پیاری شہلا آپی اینڈ آنچل اسٹاف آل رائٹرز' ریڈرز کو میری طرف سے رمضان مبارک ہو۔ آنچل 22 کو ملا' ٹائٹل گرل بہت زیادہ پسند آئی' سب سے پہلے مدیرہ جی کی سرگوشیاں سنیں' اس کے بعد حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ در جواب آں میں میری پیاری آپی جانی کے جواب دینے کا انداز دل کو بھا جاتا ہے۔ فاخرہ گل کی والدہ کی رحلت کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا' اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ مشتاق احمد قریشی دانش کدہ میں دل و روح کو روشن کرتے اچھے لگے پھر دوڑ لگائی موسٹ فیورٹ ناول فاخرہ گل کا "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ جی اسٹوری ٹاپ پر جا رہی ہے۔ اربش کی ممی کا یہ روپ ہضم نہیں ہو رہا' آپی پلیز شرمین کو ایسی سزا دینا کہ سات نسلیں یاد کریں' کسی کی زندگی میں زہر گھول کر خود خوش کیسے رہ سکتی ہے۔ آپی پلیز اجیہ کو اربش گھر سے نہ نکالے' اگلی قسط کا بڑی بے صبری سے انتظار رہے گا' اس کے بعد "چراغ خانہ" رفعت سراج کا' پیاری کے ساتھ مشہود کو ٹھیک کر دیں' آپی ناول بہت سلو جا رہا ہے۔ ادھر ناول شروع ہوا اور ہم ناول کے سحر میں گرفتار ہوئے ہی تھے تو آگے باقی آئندہ ماہ کا بورڈ لگا دیکھ کر دل چاہا بورڈ میں سر دے ماروں ہاہاہا۔ قرۃ العین سکندر افسانہ "سال گرہ مبارک آنچل" بہت اچھی لگی۔ قرۃ العین جی آپ نے ماہم کے ساتھ اچھا کیا جو لوگ دوسروں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں' وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتے' آپ کی یہ کاوش بہت پسند آئی۔ سیدہ غزل زیدی کا ناول "حریم عشق" بہت اچھا جا رہا ہے' بس اتنا کہوں گی آفرین آفرین۔ باقی شمارہ ابھی پڑھا نہیں' کوثر خالد جی میں نے بھی آپ کی حمد کی تعریف کی تھی مجھے یاد کرنے کا بہت شکریہ' اگلے ماہ کے لیے اللہ حافظ۔

لبنیٰ شکیلہ...... اولکھ جٹاں' سیالکوٹ۔ پیاری شہلا جی! السلام علیکم سدا خوش رہیں' ہمیشہ مسکرائیں آنچل اس دفعہ 25 کو ہی مل گیا یقین کیجیے' سادہ سا ٹائٹل دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں سب سے پہلے حمد و نعت سے دل و روح کو منور کیا پھر نیرنگ خیال اور بیاض دل کی طرف دوڑ لگائی مگر اپنا نام نہ پا کر مایوسی ہوئی اور پھر......

کیفیت اس دل کی کیا پوچھتے ہو
بھرم نہ رہے گا اگر کچھ بھی بولے

حکیم خاں' مونا شاہ' نورین مسکان سرور' راشدہ ترین (زبردست) مزاح میں اتنی گہری باتیں زینب نجل کی میں بھی ہم خیال ہوں۔

یہ ضروری تو نہیں روز ملاقاتیں ہوں
خاموش محبت بھی محبت ہی ہوا کرتی ہے

بیاض دل میں صائمہ جدون' فصیحہ آصف' بشریٰ کنول سرور' کبریٰ مہتاب' طیبہ خاور (ونڈر فل) گل مینا اور حسینہ ایچ ایس' نورین انجم اللہ آپ کی جنتوں کو سلامت رکھے لیکن میری جنت مجھے چھوڑ کر ابدی نیند سو چکی ہے اس لیے......

اب کسی کو بلاؤ گی لبنیٰ کسے درد سناؤ گی
اب تو سوگئی ہے "ماں" زمین اوڑھ کر

ان سب نے آنچل کا مزہ دوبالا کر دیا' ڈش مقابلہ میں پروین افضل شاہین کے کباب پراٹھا رول پسند آئے' ان شاء اللہ ٹرائی کروں گی۔

سلسلے وار ناولز میں ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' نہ پا کر دل بہت برا ہوا۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' مارچ اپریل کی اقساط مکس اپ لگیں بہر حال شکر ہے زاویار کو بھی عقل آئی لیکن یہ نہ ہو پانی سر سے گزر جائے اور پچھتاوے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے۔ شہزاد کو ملک فیاض کے چنگل سے نکال لائیے گا' اتنی پیاری لڑکی اس بڈھے کھوسٹ کے پلے باندھ دی ہے' مجھے لگتا ہے اسے عبدالہادی کے ساتھ آنا چاہیے اور پلیز مریرہ کو زندہ ہی رکھیے گا کیونکہ خوشیوں پر اس کا بھی حق ہے۔ ''حریم عشق'' غزل جی بہت اچھی جا رہی ہے کہانی۔ ''چراغ خانہ'' میں پیاری کی مشکلات ختم کردیں رفعت جی' مشہود کا دل پیاری کی طرف سے صاف کردیں اور اللہ اسے صحت عطا کرے۔ آنچل ہمیشہ آسمان کی بلندیوں پر چاند بن کر چمکے اس کے ساتھ اجازت' والسلام۔

فوزیہ واحد...... راجن پور۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' شہلا آپ کیسی ہو تمام قارئین اور رائٹرز کو دل کی گہرائیوں سے سلام' اس دفعہ آنچل 24 کو ملا تو سوچا آئینہ میں شرکت کرلوں' حمد و نعت پڑھ کر بھاگم بھاگ پہنچے ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' یہاں تو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا' آپی نازیہ کنول نازی کو پڑھا یہ تو قسط آگے پیچھے تھی۔ دل تھام کر ''حریم عشق'' پڑھا بہت مزہ آیا آپی سیدہ پلیز سارے دکھ حریم اور رامین کو کیوں مل رہے ہیں۔ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' آپی فاخرہ گل اجیہ کے ساتھ اچھا کریں ورنہ ہم بھی رونے لگیں گے۔ ''چراغ خانہ'' اچھا جا رہا ہے پیاری آپی اقراء صغیر احمد نوفل کو ظالم بنا ڈالا' لگتے تو اچھے ہیں بھئی انشراح کو کچھ نہیں ہونا چاہیے انشراح میری فیورٹ ہے ایسا لگتا ہے انشراح کی جگہ میں ہوں پلیز انشراح کے ماں اور باپ کا بتائیے اور پڑھنے کا موقع نہیں ملا ورنہ ضرور آگاہ کرتی' رب راکھا' فی امان اللہ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ السلام علیکم کیسی ہیں شہلا آپی اور رمضان کی تیاریاں کیسی چل رہی ہیں اس بار آنچل 22 کو ملا اور بہت خوشی ہوئی سرورق بہت ہی خوب صورت تھا' بہترین لباس' اعلیٰ جیولری اور نائس میک اپ۔ فہرست میں نئے پرانے نام شامل تھے پھر حمد و نعت سے فیض یاب ہو کر اگلا ورق پلٹا' در جواب آں میں میرے خط سمیت آنٹی نے سب کے خطوط کے جوابات نہایت ہی شفقت سے دیئے ہوئے تھے۔ دانش کدہ میں ہر بار کی طرح اس بار بھی ہمارے سیکھنے کے لیے بہت کچھ تھا بشرطیکہ ہم کچھ سمجھنا چاہیں تو ہمارا آنچل میں چاروں تعارف اچھے تھے۔ سالگرہ سروے میں اپنا خط پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی سب سے پہلے ''حریم عشق'' پڑھا اس بار اتنا مزہ نہیں آیا جتنا پچھلی دفعہ آیا بس حریم کی شادی ارحام سے ہی ہونی چاہیے۔ افسانہ ''محبت کہیں جسے'' میں سویرا فلک نے بہت اچھی طرح سمجھایا کہ سب کچھ شکل وصورت نہیں ہوتی اور یہ لازم نہیں کہ جس کی شکل وصورت آپ کو پسند آئے وہ آپ کو محبت و خوشی بھی دے۔ ریحانہ آفتاب کے ''تم میرے ہو'' کیا کمال لکھا ماشاء اللہ' احتشام کا طریقہ بے شک غلط تھا مگر اس نے اپنی محبت پر جیت حاصل کر ہی لی تھی اور صنم نے بھی اسے بعد میں کھلے دل سے اپنالیا۔ ''پہلی کرن'' سمیرا غزل صدیقی کا مختصر مگر بہت کچھ سکھا دینے والا افسانہ تھا' صائقہ کی بے جا فضول حرکتوں اور دوسروں کو برا کہنے کی صورت اسے خود ہی اپنے شوہر کا ایکسیڈنٹ دیکھنا پڑا دیر سے ہی سہی آخر کار صائقہ کو عقل آئی تو سہی وہ بھی اپنی ننھی بیٹی کرن کی آمد پر جس کا نام کرن بالکل درست تجویز کیا اس نے۔ نادیہ فاطمہ رضوی کا افسانہ ''میری منزل تم ہی ہو'' زبردست تھا پریسا اور روحیل کو ملانے کے لیے دانش نے جو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھا کام کرنے کے لیے عمر کا بڑا یا چھوٹا ہونا معنی نہیں رکھتا سوچ اچھی ہونی چاہیے۔ صدف آصف کی تحریر ''بھیگی خوشیاں'' بہت اچھا تھا۔ ''چاند کو گل کریں'' عشنا کوثر سردار کا افسانہ بھی زبردست تھا۔ ایشال حق نے اریج کو ٹھکرایا اور اس کی گرل فرینڈ نے اسے ٹھکرا دیا' جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اریج نے حمزہ کا ساتھ چن کر اچھا فیصلہ کیا تھا' رابعہ افتخار کا افسانہ ''گول گلی'' بھی اچھا تھا جو لوگ دوسروں کی بیٹیوں کو رسوا کرتے ہیں وہ ہی گول گلی کے مسافر ہوتے ہیں۔ اقبال بانو کی تحریر ''میں ہار گئی'' ویری نائس دونوں بہنوں کی سوچ الگ تھی پھر بھی بڑی بہن نے چھوٹی کو منالیا ان دلیلوں سے جو عطیہ کے لیے بالکل ٹھیک تھیں۔ بیاض دل میں فائزہ بھٹی' عائشہ رحمٰن کے اشعار اچھے تھے' ڈش مقابلہ کی ساری ڈشز رمضان میں ٹرائی کریں گے۔ نیرنگ خیال میں سیدہ جیا آپی' فریدہ فری یوسفزئی کی شاعری عمدہ تھی۔ دوست کا پیغام آئے میں جس جس نے میرا نام یاد رکھا ان سب کا شکریہ۔ ارم کمال' ارم ریاض' نورین مسکان' عائشہ کشمالے خوش رہیں۔ یادگار لمحے میں طیبہ خاور' ارم کمال' ماہم نور کا انتخاب پسند آیا۔ آئینہ میں سب کے تبصرے لاجواب تھے' ہم سے پوچھئے میں اپنے سوالات سمیت پروین آپی' شزا بلوچ' نجم انجم کے سوالات مزے کے تھے آخر یہ طے ہوا کہ آنچل پورے کا پورا بہترین تھا' سب کو میری طرف سے رمضان المبارک کی مبارک باد اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ ہم سب کو مشکلات سے بچائے' آمین' اللہ حافظ۔

اقراء مزمل آصفہ داؤد...... ظاہر پیر۔ السلام علیکم! شہلا آنی آپ کو آنچل اسٹاف کو اور تمام ریڈرز' رائٹرز' بہنوں' بھائیوں' آنٹیوں' آنیوں' آپیوں' دیکھنے والوں' سننے والوں سب کو سلام۔ رمضان المبارک اپنی برکتوں و رحمتوں سمیت مبارک ہو۔ کیا حال ہیں جی آپ سب کیسے

ہیں‘ اس بار آنچل 26 کو ملا‘ ٹائٹل کچھ خاص نہیں بس ٹائٹل گرل کی ہنستی اچھی تھی اور وہ جو اس کی ناک میں لونگ دمک رہی تھی‘ وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ پہلے حدیث مبارک پھر اس کے بعد سرگوشیاں پھر حمد ونعت سے دل کو سکون پہنچایا اس کے بعد ہم نے جمپ لگایا ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ یہ خنین یار آپ تو گنڈل گرل ہو نہ رویا کرو‘ ہم ہیں نا آپ کے ساتھ۔ فاخرہ آپی پلیز اجیہ کے ساتھ کچھ بھی برا مت کریئے گا اربش کی ممی کو بس سیدھا کردیں۔ غزنی تو دوسرا اسکندر بن رہا ہے‘ اے شرمین کی بچی سدھر جا ورنہ تیرا تو بہت برا انجام ہے اور یہ کیا کیا آپ نے اس بار ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ ہی نہیں دی۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ اس کی بھی پرانی قسط دے دی۔ ”حریم عشق“ پر تبصرہ اس کے اینڈ پر کریں گے‘ باقی افسانوں میں سے کچھ پڑھا نہیں۔ اس بار آنچل اداس اداس لگا۔ اقراء آپی اور نازی آپی کی وجہ سے بیاض دل میں عائشہ رحمن ہنی‘ شبنم کنول‘ طیبہ بیسٹ تھیں اور جس کو ہم سے دوستی کرنی ہو ہم حاضر ہیں‘ ایڈوانس عید مبارک ہو اور دعائیں‘ اللہ حافظ۔

روبینہ کوثر...... بستی ملوک۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! شہلا آپی آپ کیسی ہیں؟ سب لکھنے اور پڑھنے والوں کو سلام۔ دوستوں کے پیغام میں اپنا نام نہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا‘ خیر صبر آیا جب میں نے سمیرا شریف کی اسٹوری کا نام پڑھا۔ سب سے پہلے حمد پڑھی دل کو اچھا لگا اور سکون مل گیا‘ نعت بھی اچھی لگی۔ نظر پڑی ”حریم عشق“ پر‘ غزل آپی آپ نے بہت اچھا لکھا پڑھ کر دل کو قرار آ گیا اور رونا بھی آیا۔ ارحام پلیز یمنیٰ سے دور رہو‘ مجھے ایسا لگتا ہے حریم کو بھی پیار ہے ارحام سے۔ رامین نے علی کے ساتھ اچھا کیا‘ علی کو سزا ملنی چاہیے۔ رامین علی سے زیادہ دور نہ رہنا کہیں علی چھوڑ کر نہ چلا جائے۔ آپی سیدہ غزل آپ کو اللہ تعالیٰ اور بھی اچھا لکھنے کی ہمت اور حوصلہ دے۔ ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ یہ اجیہ کی ساس کو کیا ہو گیا‘ اجیہ کی ساس کا رویہ اگر نہ بدلا تو اجیہ کو گھر چھوڑنا پڑے گا۔ شرمین اجیہ کو اربش سے پلیز پلیز جدا نہ کرو‘ اربش اجیہ نے صرف اعتبار کرکے گھر چھوڑا تھا‘ تم اجیہ کو نہ چھوڑ دینا۔ آپی فاخرہ کسی طرح اجیہ کی ساس کا دل نرم کردیں یا اجیہ کی ماما جانی سے ملادیں۔ ریحانہ آفتاب ویری نائس‘ آپ کی اسٹوری نے بہت متاثر کیا اور رلایا بھی بہت۔ آنچل کو خود سے دور کرکے بہت روئی‘ اسٹوری کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ خوشی اس وقت ہوئی جب صنم کو دوبارہ زندگی ملی اگر صنم مرجاتی تو شاید احتشام بھی زندہ نہ رہتا۔ ہم احمد سمیرا شریف‘ فاخرہ گل‘ نازیہ آپی آپ کو محبت بھرا سلام‘ پھر اسٹوری پڑھی ”میں ہار گئی“ اس اسٹوری نے دل کو بہت رنجیدہ کیا‘ باقی جو رہ گئے اگلے ماہ پڑھ کر بتائیں گے۔ اگر مجھ سے کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم زندگی نے ساتھ دیا تو پھر حاضر ہوں گے تب تک کے لیے اجازت‘ اللہ حافظ۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور آنچل رائٹرز اینڈ ریڈرز کو انیلا طالب کا سلام۔ پیاری شہلا آپی کیا حال ہیں اپ کے طویل ترین انتظار اور دعاؤں کے بعد 26 اپریل کو آنچل ملا‘ گاڑی میں ہی پڑھنا شروع کردیا۔ سرورق پر صائمہ انصار جلوہ افروز بڑی اچھی لگ رہی تھیں۔ سرگوشیاں پڑھنے کے بعد حمد ونعت سے دل کو منور کیا‘ در جواب آں میں جھانکا تو کافی بہنوں کو اپنے سوا موجود پایا۔ دانش کدہ لاجواب بحیرہ نیکم کا تعارف بے مثال‘ اُف یہ کیا کردیا آپ نے اپنی نظم کا آدھا حصہ غائب دیکھتے ہی میں چلائی‘ چلیں کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے مکمل ناول میں ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ بہت لاجواب تھا۔ ”بھیگی خوشیاں“ بھی اچھی تحریر تھی۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ ایسے لگ رہا ہے جیسے پہلے پڑھا تھا۔ ”حریم عشق“ کمال تھا‘ افسانوں میں ”تم میرے ہو‘ محبت کہیں جسے‘ پہلی کرن“ پسند آئے۔ ہومیو کارنر خاصا معلوماتی رہا‘ بیاض دل میں تو بہت ہی اعلیٰ ذوق کے شعر تھے۔ ملالہ اسلم صائمہ جدون‘ مدیحہ نورین مہک‘ شبنم کنول کے اشعار بہت پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں ہالہ سلیم اریبہ منہاج کی تراکیب اچھی لگیں۔ نیرنگ خیال میں نورین مسکان سرور‘ حمیرا نوشین‘ مونا شاہ قریشی ٹاپ آف دی لسٹ رہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں محترمہ صائمہ مشتاق نے مجھے یاد کیا‘ بہت ہی شکریہ۔ عائشہ رحمن ہنی دعا کے لیے جزاک اللہ‘ یادگار لمحے میں عنبر مجید اقراء ممتاز‘ نبیلہ ناز‘ سمیرا سواتی کی نگارشات بہت بھائیں۔ آئینہ میں آنٹی کوثر خالد نے بہت شاندار تبصرہ کیا‘ ملالہ اسلم کا تبصرہ بھی بہت پسند آیا۔ آنٹی کوثر خالد! کتاب کی مبارک باد دینے کا بہت شکریہ‘ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ ہم سے پوچھیے میں ارم کمال‘ عائشہ پرویز‘ ملالہ اسلم‘ نجم انجم اعوان کے سوالات بڑے پسند آئے۔ آپ کی صحت اور کام کی باتیں بیسٹ رہا‘ بس اب اگلے آنچل کا شدت سے انتظار رہے گا‘ اللہ حافظ۔

ثانیہ مسکان...... گوجر خان۔ سلام ٹو آل پاکستان تمام اہل وطن کو رمضان المبارک کی دلی مبارک باد۔ اللہ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی تمام رحمتیں‘ فضیلتیں اور برکتیں حاصل کرنا نصیب فرمائے‘ آمین۔ مئی کا شمارہ ملا‘ فاخرہ آپی کی والدہ کی رحلت کا جان کر افسوس ہوا‘ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے‘ آمین۔ اقراء آپی! آپ خیریت سے غائب تھیں نا؟ اس بار آنچل کا ٹائٹل بے حد دلکش تھا‘ ماڈل کی آنکھوں اور مسکراہٹ پر دل صدقے واری ہوتا رہا۔ ”حریم عشق“ بے حد عمدہ لگا‘ رضا اور رامین نے مزہ دوبالا کردیا‘ مجھے لگا تھا شاید دونوں بچھڑے ہوئے لیلیٰ مجنوں ہوں گے مگر یہاں تو معاملہ الٹ نکلا۔ رضا بہت پوزیٹو بندہ لگا تھا مجھے‘ اس کے ماضی کے کارنامے ارحام کے مسائل میں

اضافہ کردیں گے سویٹ۔ رفعت آپی! ہمیشہ کی طرح زبردست' آپ کا ناول تو جان ہے آنچل کی امید ہے مشہود اپنا رویہ بدل لے گا۔ عالی جاہ جانے کیا کرے' سمیرا آپی! آپ کے ناول کی بے تابی سے منتظر ہوں' عشنا آپی! آپ بھی مکمل ناول کے ساتھ انٹری دیں' بائی داوئے افسانہ بھی بہت خاص تھا۔ "بھیگی خوشیاں" ابھی پڑھنا ہے مگر صدف آصف نام ہی کافی ہے۔ سویرا غزل' اقبال بانو' رابعہ افتخار اور سمیرا غزل کے افسانے بھی بے حد اچھے رہے۔ بیاض دل میں ثانیہ جہاں اور نورین مسکان کے اشعار اچھے لگے۔ حکیم خان' سمیرا غزل اور راشدترین کی شاعری اچھی تھی' اپنی نظم دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے 8 مئی سے پارٹ ٹو کے ایگزام اسٹارٹ ہورہے ہیں' ان کے لیے بھی بھرپور تیاری کررہی ہوں' دعا کیجیے گا میری محنت کا صلہ مل جائے' اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری شہلا جی! سدا خوشیاں آپ پر سایہ فگن رہیں آمین۔ السلام علیکم! امید ہے کہ بفضل خدا خیریت سے ہوں گی' سب سے پہلے میری طرف سے سب کو رمضان مبارک۔ مئی کا ٹائٹل لاجواب رہا' ماڈل کی مسکراہٹ دل لے گئی' سرگوشیاں سے ہوتے ہوئے در جواب آں میں پہنچے' سب کی نرم گرم سرگرمیوں سے آگاہی حاصل ہوئی۔ ہمارا آنچل میں سیدہ دائمہ نقوی اور بحیرہ نیلم کھٹ سے نگاہوں میں سماگئیں۔ سروے کا دوسرا حصہ بھی خوب لائیں مار رہا تھا (کیونکہ مابدولت موجود تھے آہم)۔ سب سے پہلے "چراغ خانہ" پڑھنا شروع کیا' پیاری کی ٹینشن نے مجھے پورا مہینہ بے چین رکھا۔ اب لگتا ہے کہ مشہود کے جو پیچ ڈھیلے ہوگئے تھے خوب ٹائٹ ہوگئے ہوں گے۔ عالی جاہ کی تو دل کرتا ہے کہ اپنی جوتی سے مرمت کروں مگر مانو آپا کا خیال آتے ہی صبر کرنے کو اولیت دیتی ہوں۔ اس کے بعد اپنا موسٹ فیورٹ ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" دھک دھک کرتے دل کے ساتھ پڑھی۔ اربش کی ممی نے تو اپنا سارا رپو ہی خراب کرڈالا خیر ایسا تو ہوتا ہے ایسے کاموں میں۔ شرمین کے لیے میرا دل کرتا ہے کہ زکوٹا جن کو بلوا کر اسے بوتل میں بند کروادوں' اب بس دعا یہ ہے کہ اربش ہر طرح کی صورت حال میں اجیہ کا ساتھ دے اور بدگمان نہ ہو اس کے علاوہ دیگر کہانیوں میں "میں ہارگئی' بھیگی خوشیاں کمال کی تحریریں رہیں۔ بیاض دل میں ثانیہ مسکان' فیاض اسحاق مہانہ' نورین مسکان سرور اور مدیحہ نورین مہک کے اشعار اے ون رہے۔ ڈش مقابلہ میں پسند کی ریسپز نوٹ کی دیکھیں' کب ٹرائی کرتی ہوں میرے بچے کہتے ہیں ماما آپ ریسپز نوٹ کرکر کے رکھتی رہتی ہو بنا کر تو دیتی نہیں۔ اب بچوں کو کیا پتا مہنگائی آسمان سے بھی اوپر چلی گئی ہے۔ نیرنگ خیال میں فریدہ خانم شگفتہ شمشاد حسین' شائستہ جٹ اور حمیرا نوشین کی شاعری نے خوب مزادیا۔ آئینہ میں تو کوثر خالد چھائیں رہیں (ویل ڈن کوثر جی) میری طرف سے آنچل کے تمام اسٹاف اور قارئین بہنوں کو رمضان کی بہت مبارک باد اور پرخلوص دعائیں۔

مون قریشی...... عبدالحکیم۔ السلام علیکم! آپی جی کیسی ہو آپ؟ میرا پاک پروردگار ہمیشہ آپ کو سلامت رکھے' آمین' سب سے پہلے تو آپ بتائیں کہ آپ نے ہمیں یاد کیا کہ نہیں پورے دو سال بعد ہم آئے ہیں' پہلے تو ڈاکٹر ہاشم مرزا صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ اتنے عرصہ کے بعد لکھنے کی وجہ اے پی ایس اسکول بنا۔ اس کے علاوہ بھی ملکی حالات نے بہت زیادہ ڈس ہارٹ کیا لیکن آنچل ضرور پڑھتے تھے۔ ماڈل اتنی پیاری تھی آئی تھنک یہ ماڈل پہلے بھی آئی تھی' نازیہ آپی کی کہانی پڑھتے ہوئے یہ سونگ یاد آیا کہ "اجی ٹوٹی ٹوٹی ہوئی ہوں' میں بڑی فروٹی فروٹی ہوں میں" سارا مزہ خراب کردیا۔ اقرأ آپی کو پڑھ کر یہ گانا گایا کہ "کھوئے کھوئے ہو تم کہاں' ہمیں اکیلا چھوڑ کر" پھر "چراغ خانہ" نے تو جیسے ہمیں چراغ پا کردیا پھر اینڈ نہیں ہوا ویسے کہانی اچھی جارہی ہے پھر اس کے بعد "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" نے تو ہماری مسکراہٹ ہی چھین لی ہے۔ اربش صاحب درست فیصلہ کرنا آپ۔ "حریم عشق" نے تو کمال ہی کردیا ہے لگتا ہے باکس آفس پر اچھا بزنس کرے گی۔ افسانوں میں "یہ سالگرہ مبارک" آنچل بہت زبردست تھا پھر "گول گلی" نے تو میلا ہی لوٹ لیا۔ سارے ہی افسانے اچھے تھے۔

حنا شہزادی' مون شہزادی...... عبدالحکیم۔ آداب عرض ہے۔ ہمیں تو آنچل محل میں اشاعت ہونے والی تمام کہانیاں پسند ہیں' آنچل پر صائمہ شہزادی تو اس دفعہ واقعی شہزادی لگ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حمد خوب رہی اور نعت کی تو کیا ہی بات ہے۔ نازیہ شہزادی کی کہانی نے تو ہمیں گھمادیا' پرانی قسط جو لگی۔ "حریم عشق" کے تو ہم خود ہی عاشق ہوگئے جناب غزل شہزادی' صدف شہزادی آپ کی کہانی پڑھ کر ہم تو آپ کے فین ہوگئے۔ "چراغ خانہ" کہانی میں سچ میں کھٹی میٹھی املی کا مزہ آتا ہے۔ فاخرہ شہزادی آپ کی کہانی کا تو کوئی ثانی نہیں۔ رابعہ شہزادی واقعی تمام رشتے "گول گلی" ہی ہوتے ہیں' میری طرف سے مبارک باد ورنہ (ہاہاہا)۔ اقبال بانو کی کہانی پر کوئی تبصرہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں ایک کیپٹن رضوان کی وجہ سے تمام کہانی پر اثر پڑا' اس لیے معذرت کیونکہ ہم افواج پاکستان سے عشق کرتے ہیں۔ تمام امت مسلمہ کو رمضان کی مبارک باد' اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ اس بار آنچل صائمہ انصار کے سرورق سے سجا 28 اپریل کو ملا' فاخرہ گل کی والدہ ماجدہ کے انتقال کا

پڑھ کر دکھ ہوا' دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ بہنیں آپ کی غم میں برابر کی شریک ہیں۔ حمد ونعت اور دانش کدہ پڑھ کر ایمان کو تازہ کیا' بہت اچھا کیا کہ جون جولائی کے شمارے عید نمبر ہوں گے۔ سروے میں ناچیز کو نور انصاری اور سلمٰی عنایت جی نے یاد کیا بہت بہت شکریہ۔ سرگوشیاں میں آپ بھارت کو خوب اچھے سے لتاڑ رہی تھیں یہ آواز ہم سب کے دلوں کی بھی ہے۔ مریم عنایت' ردبینہ کوثر کو پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ میری نگارشات پسند فرمانے پر ارم کمال' مدیحہ نورین مہک کا شکریہ۔ نجم انجم اعوان چلیں میں آج سے آپ کو اپنی جٹھانی کا درجہ دیتی ہوں۔ کوثر خالد! آپ کے خطوط میں اشعار بہت اچھے ہوتے ہیں' میری پیاری پیاری نند فریدہ جاوید فری! آپ کے لیے میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں' اللہ آپ کو مکمل صحت دے' آمین۔

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک' وزیرآباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں اور آنچل فرینڈز آنچل مجھے 23 کو مل گیا تھا' ٹائٹل بہت نائس تھا۔ سب سے پہلے حمد ونعت سے مستفید ہوئے' درجواب آں میں جھانکا تو میرا لیٹر شامل تھا (لیکن) مجھ سے چھوٹی بہن ملیکہ کا رشتہ طے ہوا ہے میرے دیور کے ساتھ اور مجھ سے بڑی بہن مصباح باجو کی شادی ہوئی یکم اپریل کو میرے تایا جی کے گھر۔ امید کرتی ہوں اب سب بہنوں کی غلط فہمی دور ہوگئی ہوگی' اس کے بعد دانش کدہ میں جھانکا تو مشتاق انکل ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے نظر آئے' ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں کا تعارف بے حد پسند آیا۔ سروے میں فضہ عطاریہ کا کوؤں والا حلوہ پڑھ کے بہت ہنسی آئی' ریئلی۔ سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے تو ''چراغ خانہ'' رفعت سراج جی زبردست اینڈ کیپ اٹ اپ۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' یہ کیا پچھلی قسط دوبارہ سے (آہم)۔ ''سالگرہ مبارک آنچل'' قرۃ العین سکندر جی بہت مزے کی اسٹوری تھی۔ ''محبت کہیں جسے'' سویرا فلک بہت اعلیٰ صرف سمجھنے کی باتیں ہیں' انسان کو چاہیے دوسروں کے تجربات سے سیکھے ورنہ اپنا تجربہ صرف سکھاتا ہی نہیں رلاتا بھی ہے۔ ''پہلی کرن'' سمیرا غزل بہت زبردست اسٹوری بہت سبق آموز' کاش پڑھ کہ سب عمل کرسکیں۔ ''تم میرے ہو'' ریحانہ قتاب مزہ آ گیا' بہت انجوائے کیا میں نے تو' پیار میں گندھی اسٹوری بھرپور مزہ دے گئی۔ ''میری منزل تم ہی ہو'' نادیہ فاطمہ رضوی سو نائس اسٹوری کیپ اٹ اپ۔ ''بھیگی خوشیاں'' صدف آصف پیاری اسٹوری تھی۔ ''چاند کو گل کریں'' عشنا کوثر ایک اچھی اسٹوری تھی۔ ''گول گلی'' رابعہ افتخار بہت سبق آموز اسٹوری تھی اینڈ بہت اعلیٰ۔ ''میں ہار گئی'' اقبال بانو کی دکھی اسٹوری۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں پروین افضل' مدیحہ نورین' نجم انجم' شزا بلوچ آپ سب نے قہقہوں پر مجبور کیا۔ آئینہ میں کوثر خالد' ملالہ اسلم' اقرا جٹ آپ کے تبصرے جاندار تھے۔ یادگار لمحے میں غلام سرور' ماہم انصاری' ارم کمال' زعیمہ آرزو روشن' سحرش فاطمہ آپ سب نے لمحوں کو یادگار بنادیا۔ نیرنگ خیال' فریدہ فری' فریدہ خانم' حکیم خان حکیم آپ کی تخلیق لاجواب تھی۔ بیوٹی گائیڈ عائشہ سلیم جی زبردست انفارمیشن۔ ڈش مقابلہ میں ہالہ سلیم کی فروٹ چاٹ پسند آئی (کیوں کہ میٹھا پسند ہے نہ مجھے)۔ بیاض دل میں صائمہ جدون' عائشہ رحمٰن ہنی' کوثر ناز' فیاض اسحاق' شبنم کنول آپ کی پسند اچھی تھی۔ ہومیو کارنر ڈاکٹر طلعت نظامی جی بہت معلوماتی سلسلہ اور آنچل میں ایک بہت اچھا اضافہ ہے۔ ''ہمارے رنگ آنچل کے سنگ'' صباحت رفیق چیمہ آپ کی کلاس کی پارٹی ہمیں پسند آئی۔ آنچل ہر بار کی طرح اس بار بھی ایک دم پرفیکٹ تھا' اینڈ پر سب آنچل فیملی کو رمضان مبارک اور عید کی بھی بہت بہت مبارک باد' اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پاکستان کو ہمیشہ قائم رکھے اور سب میں سلوک واتفاق قائم ودائم رکھے اور اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور پلیز آپ سب آنچل فیملی کو رمضان مبارک اور عید کی بھی بہت بہت مبارک باد' اللہ تعالیٰ ہمارے ملک پاکستان کو ہمیشہ قائم رکھے اور سب میں سلوک واتفاق قائم ودائم رکھے اور اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور پلیز آپ سب آنچل فیملی مجھے بھی ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی عبادات کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ بخش دے اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

س: آپی سوکھا دودھ ہوتا ہے تو سوکھا پانی کیوں نہیں ملتا؟

ج: لگتا ہے شدید گرمی میں تمہارا دماغ بھی سوکھ ہی گیا ہے جب ہی ایسا سوکھے سوکھے سوچ رہا ہے۔

س: آپی مجھے مچھر کیوں نہیں کاٹتے؟

ج: تمہیں کاٹ کر وہ اس نے اوپر نہیں جانا۔

س: اگر لڑکیاں گنجی اور لڑکوں کی چٹیا ہو تو؟

ج: تم خود پر اور اپنے ان پر یہ شوق ضرور آزمانا اور نتائج سے ہمیں بھی آگاہ کرنا۔

س: داڑھی کے ہیئر اسٹائل کتنے ہیں؟

ج: کیوں رکھنے کا ارادہ ہے کیا۔

س: میں جو بھی کام کروں امی کہتی ہیں نکمی' کیوں؟

ج: کیونکہ تم ٹھہریں سدا کی نکمی اور اسی لیے چاہتی ہو تم صرف سوچتی ہو اور کام ہو جائے۔

س: ماؤں کو دوسروں کی بیٹیاں سگھڑ اور اپنی کام چور کیوں لگتی ہیں؟

ج: بھائی کی شادی کر دو آنے والی کام چور اور تم سگھڑ لگنے لگو گی۔

س: عشق کا بھوت اتارنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

ج: سخت سردی میں عاشق کے سر پر برف کی سل رکھ کر ٹھنڈا پانی اس کے سر پر ڈالو ایمان سے وہ خود بھوت بن جائے گا۔

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

س: آپی آپ کی بیسٹ فرینڈ کون ہے؟

ج: سچ کہوں تو تم تو بالکل بھی نہیں ہو آ کاش فانی۔

س: آپی میں نے آخر آپ کو دیکھ ہی لیا خواب میں' اُف اتنے لمبے ناخن' لمبے لمبے دانت' شرابی آنکھیں (واؤ ونڈر فل)؟

ج: آئینہ دیکھ رہی ہو گی' اپنی شکل دیکھنا اچھی بات ہے۔

س: اپیا جی آپ بہت شرارتی ہیں بالکل میری دوست (حسینہ ایچ ایس) کی طرح؟

ج: وہ نالائق لڑکی میری ہی تو شاگرد ہے۔

س: موڈ بڑا اداس ہے کوئی شعر داغ دیں نوازش ہو گی آپ کی؟

ج: شعر جو داغنا ہے تمہارے موڈ پر یا ساس پر' یہ تو وضاحت دو۔

اقراء وکیل...... للیانی' سرگودھا

س: شعر کا جواب دیں۔

ہماری پسند کو زمانے میں نایاب کہتے ہیں
دل کی کتاب کھولنے سے پہلے آداب کہتے ہیں

ج: آداب کہنے کے ساتھ ساتھ ادب' آداب سیکھ بھی لو اگلے گھر میں کام آئیں گے۔

س: پھول کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں' دل کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

ج: ارمان بے شمار...... اب اپنے ارمان آنسو مین بہانے نا بیٹھ جانا۔

س: وقت پڑنے پر گدھے کی بجائے گدھی کو باپ بنانا پڑے تو؟

ج: ایمان سے میں کبھی تمہیں نہ بناؤں' ویسے گدھی مونث ہے اب تم اپنے اوپر مت لے جانا اس بات کو میں تمہیں نہیں کہہ رہی۔

سونی علی...... ریشم گلی مورو

س: ایک میاں اور بچے ہیں تین' لگتی ہوں اب بھی گڑیا سی حسین۔

ج: کتنی خوش فہمی ہے تم کو اتنی گرمی میں' لگتا ہے کچھ زیادہ ہی اثر ہو گیا۔

س: آپی سچ بتایئے کیا مردوں کو بھی محبت ہوتی ہے؟

ج: پتا نہیں میں ابھی غیر شادی شدہ لڑکی ہوں۔

س: بھیا جی کرتا نہیں پہلے سی محبت ہم سے
کروں کیا میں ایسا کہ وہی محبت جاگ اٹھے پھر سے

ج: تم اپنی ادھار مانگنے کی عادت ترک کردو سب محبت کرنے لگیں گے پھر سے۔

نجم انجم...... کراچی

س: دوستی کیسا ناتہ ہے؟

ج: پھول اور خوشبو جیسا' تم اپنی نند سے دوستی کرنے چلی ہو جاؤ کامیابی ملے۔

س: میرے دل نے سنی ہے ایک میٹھی آواز
کہیں آپ نے مجھے پکارا تو نہیں

ج: کیوں اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں
ہم نے آپ کو پکارا نہیں

س: دل کا دروازہ تو ہے نہیں پھر لوگ دل کے اندر کیسے گھس جاتے ہیں؟

ج: جیسے تم بلا اجازت لوگوں کے کچن میں گھس جاتی ہو ندیدی بالکل ایسے۔

س: تین لفظوں میں میری تعریف تو کیجیے پلیز؟

ج: بندریا' جل ککڑی اور جھگڑالو تین لفظ گن لو اور خوش ہوتی رہو اپنی تعریف پر۔

جاذبہ عباسی...... مری

س: یار شمائلہ جانو! کیسی ہیں آپ؟ سچی ہم نے آپ کو بہت مس کیا' وہ کیا ہے ناکہ اب تو خدارا ہمارا نیا جوڑا جو ادھار لیا تھا لوٹا دیجیے پلیز؟

ج: کون سے جوڑے کی بات کررہی ہو اس چکر میں تم میرے آدھے درجن جوڑے لے جا چکی ہو۔

س: شمائلہ جی پتا ہے کیا ہم اکثر سوچتے ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں جلوہ افروز نہ ہوتے تو دنیا تو ویران ہوتی ہی مگر عالم ارواح میں بھونچال آجاتا ہے ناں؟ ہی ہی۔

ج: تمہیں دنیا میں اتارا نہیں پھینکا گیا ہے کیونکہ تم ایسے سوالوں سے دوسری روحوں کا دماغ خراب کررہی تھی وہاں۔

س: آئی شمائلہ جانو پتا ہے کیا ہوا ایک رات ناں تین بجے کے قریب ہماری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ہمارے کمرے کی کھڑکی کی ریلنگ پر چھوٹے سے چوہے میاں براجمان ہیں جو کبھی اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے دائیں دیکھتے ہیں تو کبھی بائیں' اُف...... پھر کیا تھا ہماری دلخراش چیخوں نے ناصرف گھر والوں بلکہ پورے محلے والوں کے چودہ طبق روشن کردیئے' ہم نے اچھا کیا ناں؟

ج: بے وقوف وہ تمہارے دیدار کے لیے آیا تھا' اس کی مرحومہ چوہیا تمہارے ہم شکل جو تھی۔

س: ناجہاں میں کہیں اماں ملی' جو اماں ملی تو کہاں ملی؟ ہی ہی ہی۔

ج: سسرال میں' یہ ہی بتانا چاہ رہی تھیں۔

نورالشال شہزادی...... کھڈیاں' قصور

س: چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات اس محاورہ کے کیا مطالب ہیں؟

ج: سردیوں کے دن گئے اور گرمیوں کے دن کے ساتھ لوڈشیڈنگ بھی شروع یہ مطلب ہے' سمجھ آئی آنٹی۔

س: آپی آپ پیٹو ہیں جو ہمارے سوال بغیر بریک کے کھاتی جاتی ہیں؟

ج: فضول سوال ردی کی ٹوکری بہت مزے سے کھاتی ہے اور آپ کے تو ہر بار مانگتی ہے۔

س: آپی گدھے کے آگے لوگ بین کیوں نہیں بجاتے؟

ج: تمہارا بھائی برا مانتا ہے اس لیے۔

س: آپی ادرک اور بندر کا کیا تعلق ہے؟

ج: جو تمہارا اپنے سسرال سے ہے' جب بنے گا تب پتا چل جائے گا۔

وفا خان...... محمد پور دیوان

س: آپی! کیسی ہیں آپ؟

ج: ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت' اسمارٹ ذہین' اب چل ناں جانا کہیں۔

س: زندگی ایک مشن ہے اس کا کیا مطلب ہے آپی؟

ج: تم جیسے فارغ لوگ کبھی اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔

س: آپی شعر کا جواب شعر میں دیں۔
آج وہ مدت بعد آئی بھی بس یہ کہنے......

ج: آئندہ سے گھر کے سارے کام خود کرنا......

س: آپی اس کا کیا مطلب ہے' سب کا دوست کسی کا دوست نہیں ہوتا؟

ج: یہ نند بھاوج کی باتیں ہیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔

س: آپی آپ کی نظر میں محبت کیا ہے؟

ج: الجبرا کا سوال' جو کبھی سمجھ میں نہیں آیا تمہارے۔

سدرہ کشف......خیر پور ٹامیوالی

س: شمائلہ آپی کیسی ہیں آپ؟ اتنے مہینوں بعد میرا آنا کیسا لگا؟

ج: مئی کی گرمی کی طرح۔

س: آپ جو ہر وقت ہمارے فضول سوالات کے جوابات دیتی رہتی ہیں' بتاؤ ہم آپ کے ہیں کون؟

ج: کام والی......اب تنخواہ کے علاوہ عیدی کے طور پر فضول سوالوں کے جواب ہی دے سکتی ہوں۔

س: وہ میرے کندھے پر سر رکھ کر اس طرح روئی کہ......

ج: ہنس ہنس کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔

نورین انجم......کراچی

س: سوئٹ آنٹی! میں نے اس سال بھی اے ون گریڈ کے ساتھ فرسٹ پرائز لیا ہے آپ بھی تو انعام دے دیں؟

ج: پہلے مٹھائی اور دعوت تو کھلاؤ کنجوس لڑکی...... پھر گفٹ کی بات کرو۔

س: میں اکثر سوچتی ہوں کہ آپ تو ہر وقت محفل میں ہوتی ہیں تو پھر گھر کے سارے کام کون سی ماسی کرتی ہے' نام بتائیے؟

ج: نام بتاؤں گی تو شرما جاؤ گی' اس لیے صرف سوچتی رہو اور اپنی ذات پر غور کرو۔

س: آج تو آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں' کون سی کریم لگاتی ہیں؟

ج: ابھی تمہاری امی بھی پوچھ کر گئی ہیں' سچ بتاؤ کوئی دکان کھولنی ہے کیا۔

ارم کمال......فیصل آباد

س: شمائلہ جی! بچپن کی عمر ہوگئی مگر آپ کا بچپن نہیں جا رہا کیا وجہ ہے؟

ج: بچپن عمر آپ بتا رہی ہیں' ہمیں تو اس سے بھی زیادہ کی لگتی ہیں آپ۔

س: دل میں ہو تم' آنکھوں میں تم' بولو تمہیں کیسے چاہوں......بولو بولو......؟

ج: یہ جواب تو کمال صاحب ہی دیں گے تمہیں' وہ بھی کمال کا جواب......پوچھنا ضرور۔

س: رم جھم کی پھوار ہو' چائے تیار ہو' ہوائیں مشکبار ہوں' ایسے میں دل بے اختیار ہو جائے تو کیا کروں؟

ج: دل بے اختیار ہو یا دل بے قرار کرنے کو تمہیں جھاڑو برتن ہی ہیں ناں۔

س: رائی کا پہاڑ کب بنتا ہے؟

ج: جب میاں جی شاپنگ کے لیے پیسے دینا بند کردے۔

س: کیسے پتا چلے کہ سامنے والا آپ سے مخلص ہے جلدی سے بتادیں؟

ج: دو روپے کا سکہ اس کے ہاتھ میں تھما کر دو کان کے نیچے بجا دیں اگر مخلص ہوا تو مسکرائے گا ورنہ آپ سوچ لیں آپ کا جو حال ہوگا۔

طیبہ خاور......عزیز چک' وزیر آباد

س: مجھے مجبور کرتی ہیں تمہاری یادیں

ورنہ مجھے شاعری کرنا اب اچھا نہیں لگتا
ج: ان شاعروں سے اپنی بنتی نہیں
لوگ کہتے ہیں میں بدذوق ہوں
س: یونہی نہیں آئی میرے لہجے میں تلخی
رشتوں میں رویوں کا زہر چکھا ہے میں نے
ج: اس کے باوجود بھی اتنا میٹھا بولتی ہو جھوٹی۔
س: اتنے اچھے ہیں میرے سسرال والے اسی لیے تو اب اپنی بہن اپنے دیور کے لیے لے کے جا رہی ہوں (آہم)۔
ج: اکیلی مقابلہ کرتے ہوئے تھک گئی ہوگی اس لیے بہن کو لے کر جا رہی ہو کہ......ایک اور ایک گیارہ۔
س: میری بہن مصباح کی شادی یکم اپریل کو ہے وش کردیں آپی؟
ج: واقعی وہ لوگوں کو اپریل فول بنانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

سوہائے انشال چدھڑ......حافظ آباد

س: نائک نہیں کھل نائک ہوں میں اس لیے جواب دینے سے پہلے سوچئے گا؟
ج: کیا سوچوں وہ بھی تو بتاؤ کھل نائک۔
س: آنی میں ساحل سمندر پر گئی تو آپ کنکریاں چن رہی تھیں بتائیں کیوں؟
ج: تمہیں مارنے کے لیے شیطان کی خالہ۔
س: آپی آپ ہر سوال کے جواب میں ساس اور ان کا ذکر کیوں لاتی ہیں؟
ج: چلو تمہاری ساس اور ان کا ذکر نہیں کرتی بلکہ تمہاری نند اور ان کا ذکر کرتی ہوں اب خوش۔
س: آنی جب آپ کے پوتے پوتیاں عینک لے کر بھاگ جاتے ہیں تو آپ کیا کرتی ہیں؟
ج: انہیں پھر میں تمہاری کہانی سناتی ہوں ایک مائی بڈھی ہوتی ہے سڑک پر جھاڑو لگا رہی ہوتی ہے۔

س: پروین افضل شاہین کا ہر سوال ان کے میاں جانی پرنس افضل شاہین پر ختم ہوتا ہے اور میرا اور آپ کا؟
ج: آپ کا اپنی پروین سے شروع ہوتا ہے اور بے چارے افضل پر ختم ہوتا ہے۔
س: مرنے والے واپس نہیں آتے تو ڈرانے کے لیے روحیں واپس کیوں آتی ہیں؟
ج: اس کا جواب تم دو بدروح۔

ایس این شہزادی......نامعلوم

س: کیسی ہیں آپی اور میرا آنا کیسا لگا؟
ج: بالکل ایسا جیسے سخت گرمی میں اچانک تیز بارش آجائے۔
س: آپی آپ نے پچھلی دفعہ کہا تھا گھر جا کر چائے پی لوں لیکن میں تو چائے پیتے ہی نہیں؟
ج: اچھا تو عادت سے مجبور ہو کر مانگتی ہو جاؤ اللہ بھلا کرے۔
س: آپی ہم تو کب کے میٹرک کر کے تھرڈ ائیر میں ہیں اب تو فورتھ ائیر میں جانے والے ہیں پھر آپ نے کیوں پچھلی دفعہ کہا تھا میٹرک تو پاس کرلیں؟
ج: بہن اب پیسے دے کر بہت سے کام ہو جاتے ہیں کس دنیا میں رہتی ہو میٹرک کی جعلی سرٹیفکیٹ والی۔
س: آپی میرا رزلٹ آنے والا ہے دعا کرنا؟ پھر مٹھائی کھلاؤں گی۔
ج: تم فیل ہو کر پیا گھر سدھار جاؤ سب کہو آمین۔

حفظہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں میرے ساتھ تین مسائل ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں کریم لگاتی ہوں تو چھپی رہتی ہیں اگر دو دن کریم نہ لگاؤں تو فوراً ابھر آتی ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں سرخ رنگ کے موٹے جو داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ تیسرا مسئلہ میرا چہرہ صاف ستھرا ہو جائے تین ماہ بعد میری شادی ہے، پلیز دوا بتا دیں۔

محترمہ آپ Berbaris Aquif Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ Graphites 200 کے 5 قطرے ہفتے میں ایک مرتبہ پئیں۔

جواد وسیم، اٹک سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتا دیں۔

محترم آپ Agnus Cast 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاءاللہ بہت افاقہ ہوگا۔

مریم بتول، کوٹلی، آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میں آنچل ڈائجسٹ میں آپ کی صحت کا کالم کافی سالوں سے پڑھ رہی ہوں، میرا بھی ایک مسئلہ ہے مجھے موٹاپا ہے، میرا جسم بہت بھاری اور بے ڈھنگا ہے۔ کوئی دوا بتا دیں۔

محترمہ آپ Phytolacca Barry Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پی لیا کریں جب وزن کم ہو جائے تو دوا چھوڑ دیں۔

ک۔ف، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ انہیں لیکوریا کی شکایت ہے، اس کے علاوہ معدہ میں جلن رہتی ہے اور کھٹی ڈکاریں آتی ہیں۔

محترمہ لیکوریا کے لئے آپ Sepia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور معدہ کی تیزابیت کے لیے Natrum Phos 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

شعیب احمد، جہلم سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 25 سال ہے اور وزن 38 کلو ہے، قد 5 فٹ ہے بہت کمزور ہوں گال اندر کو دھنسے ہوئے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں صحت مند ہو جاؤں اور قد بھی بڑھ جائے۔ کوئی دوا بتا دیں۔

محترم آپ کمزوری کے لیے Alfalfa Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور قد بڑھنے کی عمر 18 سے 19 سال ہے اس کے بعد قد نہیں بڑھتا۔

س ن ظفر، چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ Gassypium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے کے بعد پئیں، اور Carboveg 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پئیں، جب ماہانہ نظام درست ہو جائے گا تو وزن بھی کم ہو جائے گا۔

بدریہ خان، گجرات سے لکھتی ہیں کہ میں آنچل کی مستقل قاری ہوں، ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کے انتقال کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے درجات بلند کرتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین، میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری عمر 19 سال ہے میری آنکھیں بوڑھے افراد کی طرح اندر کو دھنسی ہوئی ہیں، حلقے بھی نمایاں ہیں، جبکہ میں اپنی خوراک کا بہت خیال رکھتی ہوں، دوسرا مسئلہ میرے ماہانہ نظام غیر متوازن ہیں، کوئی دوا تجویز کر دیں۔

محترمہ آپ کے تمام مسائل خون کی کمی کی وجہ سے ہیں، آپ China 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، پھلوں اور سبزیوں کا استعمال زیادہ کریں۔

اب ج، راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 23 سال ہے، غیر شادی شدہ ہوں، میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں ٹھوڑی پر، ہونٹ کے اوپر، کانوں کے پاس جیسے داڑھی نما ان جگہوں پر زیادہ بال ہیں کالے اور گھنے۔ اور چہرے پر ہلکا ہلکا رواں ہے۔ بہت ادویات اور گھریلو نسخے استعمال کیے لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا، اب بالوں کو صاف کرنے کے لیے مستقل ویکس کا استعمال کرنا پڑتا ہے، ماہانہ نظام بھی درست ہیں، کوئی دوا تجویز کر دیں اور خط ضرور شائع کریں۔

محترمہ آپ OranticOlium Jec 3x کی ایک گولی دن میں تین بار کھائیں اور اس کے ساتھ الفروڈائٹ اہیئر بھی استعمال کریں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔ الفروڈائٹ منگوانے کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل الفروڈائٹ آپ کے گھر پہنچ جائیگا۔

ت فاطمہ، کسووال سے لکھتی ہیں کہ ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کے انتقال کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر براؤن تل ہیں جو کم تعداد میں ہیں، ایسی دوا

بتائیں کہ چہرا صاف ہوجائے۔ میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے دو بچے ہیں، دونوں نارمل ڈیلیوری سے ہوئے ہیں، میرا پیٹ بڑھ گیا ہے۔ایسی دوا بتائیں کہ پیٹ گھٹ جائے۔تیسرا مسئلہ برتھ کنٹرول کے لیے کوئی دوا بتائیں چھوٹا بچہ دو ماہ کا ہے ،انگریزی دوائیں استعمال کرنے سے ڈرتی ہوں۔ چوتھا مسئلہ میرے پیٹ میں کیڑے بھی ہیں اور مجھے بھوک بہت لگتی ہے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میری بیٹی جس کی عمر ڈھائی سال ہے،اس کے ناخن بہت کمزور ہیں اور ٹوٹتے ہیں۔ برائے مہربانی دوائی ضرور تجویز کریں۔

محترمہ آپ کیڑوں کے لیے Thuja Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ بڑھے ہوئے پیٹ کے لیے روزانہ 30 منٹ واک کریں تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔ برتھ کنٹرول کے لیے Natrum mure 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ماہواری سے نہانے کے بعد 3 دن تک صبح شام پئیں۔ بیٹی کو Calcium Phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھلائیں۔

محمد فیاض خالق، سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ سخت ہیں میں ان کو ملائم نرم اور سلکی کرنا چاہتا ہوں، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ 4 سال ہوگئے میرے بال ایک ہی جگہ سے سفید ہوگئے ہیں میں ان کو کالا کرنا چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ خشکی بھی ہے۔ اگر ان کے لیے ہیئر گرورر یا کوئی اور دوا ہے تو برائے مہربانی میرے پتے پر ارسال کردیں، 1000 روپے لفافے میں رکھ کر ارسال کر رہا ہوں۔

محترم ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ ہیئر گرورر آپ کو روانہ کردیا گیا ہے۔ دوبارہ منگوانے کے لیے آئندہ مبلغ 700 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ ڈاکخانے والوں سے معلوم کرلیں کہ منی آرڈر کس طرح ہوتا ہے۔ اور بالوں کے تمام مسائل ہیئر گرورر سے حل ہوجائیں گے۔

محمد اسحاق، سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ مجھے ایک عدد ایفروڈائٹ جو کہ چہرے کے غیر اضافی بالوں کو ختم کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے یہ دوائی میرے ایڈریس پر بھجوادیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔

محترم آپ ایک عدد ایفروڈائٹ کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، ایک بوتل آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

م ظ، خوشاب سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے کیا اس عمر میں قد بڑھ سکتا ہے؟ میرا قد 5 فٹ ہے، آنچل میں قد بڑھانے کی جو دوائی بتاتے ہیں کیا میں استعمال کرسکتی ہوں اور دوائی کھانے کا طریقہ بھی ضرور بتادیں۔

محترمہ آپ Calcium phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھائیں اور Barium Carb 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ 20 سال کی عمر کے بعد قد بڑھنا مشکل ہوتا ہے، لیکن ان دواؤں سے امید کی جاسکتی ہے باقی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

ابرش زہرا، سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ Pulsatilla 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

بشریٰ پروین، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 30 سال ہے میرے بال بہت کمزور ہوگئے ہیں، گر بھی رہے ہیں، نہ ہی بڑھتے ہیں کافی روکھے ہوگئے ہیں اور تیزی سے سفید بھی ہو رہے ہیں۔

محترمہ آپ Natrum Mure 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور اس کے ساتھ ہیئر گرورر استعمال کریں۔

راضیہ لیاقت، قصور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں، پہلے پورے جسم پر ہلکے بال تھے لیکن اب بڑھتے جارہے ہیں، میں نے آنچل میں پڑھا ہے کہ اس کے لیے ایفروڈائٹ میڈیسن ہوتی ہیں، اس کے لیے پیسے بھیج رہی ہوں میرے ایڈریس پر ارسال کردیں اور دوسرا مسئلہ میرے چہرے پر دانے نکلتے ہیں جو ختم ہوجاتے ہیں لیکن چہرے پر نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ ایفروڈائٹ کے علاوہ 100 روپے اضافی بھیج رہی ہوں دانوں کے لیے بھی کوئی ڈراپس بھیج دیں۔

محترمہ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے، ایک عدد ایفروڈائٹ آپ کو روانہ کردیا ہے، اور 100 روپے آپ کے ایڈریس پر واپس بجھوادیے گئے ہیں اور چہرے کے مسئلے کے لیے Graphites 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

مصباح شاہین، بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ مجھے پہلے لیکوریا کی شکایت تھی جس کی وجہ سے کمر، ٹانگوں اور گھٹنوں میں اکثر درد رہتا تھا، علاج کرانے سے لیکوریا کا مرض تو ختم ہوگیا لیکن کمر، ٹانگوں اور گھٹنوں کا درد مزید بڑھ گیا جس کے لیے ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگوایا تو ہڈیوں کا درد مزید بڑھتا ہی گیا فزیوتھراپی بھی کروائی مگر کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ناخنوں پر سفید دھبے ہیں اور اکثر ناخن ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے جس کو ہلکی سی ٹھنڈ سے زکام ہوجاتا ہے، چھینکیں آتی ہیں، جس کی

وجہ سے کمر، ٹانگوں اور کندھوں میں مسلسل درد رہتا ہے۔ تیسرا مسئلہ بھانجی کا ہے، 12 سال کی ہے، تھوڑا کھیل کے تھک جاتی ہے اور ٹانگوں میں درد رہتا ہے۔ چوتھا مسئلہ میرے والد کے پٹھوں میں کھچاؤ ہوتا ہے اور پنڈلیوں میں درد بھی رہتا ہے۔

محترمہ آپ Colocynith 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پئیں اور Arnica 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ہفتے میں ایک بار پئیں۔ بہن کو Agaricus 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پلائیں۔ آپ کی والدہ کا مسئلہ روحانی ہے لہٰذا ان کا روحانی علاج کروائیں۔ آپ کی بھانجی کا اور آپ دونوں بہنوں کا کیلشیم کا مسئلہ ہے اس کے لیے Calcium phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھائیں، ان شاءاللہ صحت یابی ہوگی۔ والد کو Mag phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھلائیں، اور کسی اچھی لیبارٹری سے یورک ایسڈ کا ٹیسٹ کروالیں۔

اقراء زاہد، راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ دانتوں کے امراض میں مبتلا ہے، مسوڑھوں کی سوجن، دانتوں کا ہلنا، دانتوں کا ٹوٹنا، مسوڑھوں سے خون آنا، دانتوں کا پیلا ہونا، دانتوں میں درد اور کیڑا لگنا، ان سب تکالیف سے نجات کے لیے ہومیو پیتھک میڈیسن اور ٹوتھ پیسٹ بتائیں ہمارے گھر میں کئی لوگوں کو یہ مرض ہے۔

محترمہ آپ اپنے گھر والوں کو Anodyne Toath Paste اور جب مسوڑھوں میں سوجن ہو یا خون آئے تو Anodyne Tablet استعمال کروائیں۔

رابعہ رضا، ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے، میرا خط شائع کیے بغیر جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ Sabal Serrulatum Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور جہاں تک بریسٹ بیوٹی کا تعلق ہے آپ وہ استعمال کرسکتی ہیں۔

مسز علی، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے دل کی دھڑکن ایک دم بہت بڑھ جاتی ہے جیسے کوئی پیچھے سے آکر ایک دم بولے تو دل ایک دم تیز دھڑکتا ہے پھر کچھ دیر بعد دھڑکن نارمل ہوجاتی ہے وقفے وقفے سے یہ کیفیت برقرار رہتی ہے حالانکہ BP کم اور ہارٹ بیٹ 80-90 تک ہوتی ہے، لیکن دھڑکن تیز ہوتی ہے جس کی وجہ سے چہرے، جبڑے تناؤ کا شکار ہوجاتے ہیں، بے چینی رہتی ہے۔ دوسرا مسئلہ میری بیٹی کا ہے جس کی عمر 16 سال ہے اس کے سینے اور بازو میں درد ہوتا ہے، کئی ہارٹ سرجن کو دکھایا ہے، سرجن کہتے ہیں آپ کی بچی کو اعصابی کمزوری اور پٹھوں کی کمزوری اور درد ہے، دل کا کوئی مسئلہ نہیں۔ خون کی کمی بھی ہے اور ذہنی کمزوری بھی ہوگئی ہے پہلے وہ اچھی اسٹوڈنٹ تھی اب یاد کیا ہوا بھی بھول جاتی ہے، کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Aconite 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پئیں۔ بیٹی کو China 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پلائیں اور Kali phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھانے کے بعد کھلائیں۔

عائشہ، ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میری صحت پہلے بہت اچھی تھی لیکن اب بہت کمزور ہوتی جارہی ہوں، ہاتھوں کی کلائیاں بچوں کی طرح ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا رنگ بہت گورا تھا لیکن اب کالا ہوگیا ہے ہاتھوں اور پاؤں کا رنگ بھی گورا کرنا چاہتی ہوں، کوئی دوائی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Alflafa Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، اور رنگ گورا کرنے کے لیے Jodum 1M کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں 15 دن میں ایک بار پئیں۔

دختر جاوید علی، کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Chimaphila 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں Breast Beauty آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ دونوں چیزوں کے استعمال سے ان شاءاللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

منی آرڈر کرنے کا پتا
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر: 021-36997059
صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔
خط لکھنے کا پتا:
آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

حنا احمد

عید کے رنگ

لہلہاتے آنچل، خوش رنگ ملبوسات، لڑکیوں بالیوں کے حنائی ہاتھوں میں چوڑیوں کی کھنک، چہروں پر مسکراہٹوں کی چمک، بچوں کی کلکاریاں اور قہقہے، نوجوانوں کی سلام آداب کی صدائیں، بزرگوں کی دعائیں، کچن سے اٹھتی ہوئی انواع واقسام کے کھانوں کی خوشبوئیں اور باہر میلے کا سماں، رنگ برنگے اسٹال، رونق زندگی کی چہل پہل، ان سب رنگوں کو یکجا کریں تو عید کی قوس وقزح بنتی ہے۔ "عید" اس لفظ کو سنتے ہی رنگ برنگے ملبوسات، مہندی، چوڑیں، سویاں اور عید کارڈ ذہن میں آجاتے ہیں۔

عیدالفطر مسلمانوں کا ایک مقدس تہوار ہے۔ تمام مسلمان خواہ وہ کسی خطہ ارض میں ہوں، یہ دن عبادت، اجتماعی خوشی، عقیدت اور پوری تعظیم سے مناتے ہیں۔ عید کی اجتماعی شان ایک طرف قلبی مسرت روحانی انبساط پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف تعلقات اور محبت کو بھی گہرا کرتی ہے۔ عیدالفطر اللہ کے حضور تشکر کا ذریعہ ہے، اسی لیے اس تہوار کی ابتدا بھی خصوصی نماز سے ہوتی ہے اس طرح جشن مسرت پر بھی عبادت کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ عید ماہ صیام کی آزمائشوں سے گزرنے والوں اور عبادت گزاروں کے لیے ایک تحفہ ہے اور عبادات کی قبولیت کی ایک سند ہے۔ مسلمانوں کی ہر خوشی عبادت ہے اور عید کی مسرت بھی عبودیت کے اظہار کی ایک صورت ہے۔

"عید" تین حروف پر مشتمل اس خوب صورت سے لفظ میں سیکڑوں خوشیاں پوشیدہ ہیں۔ ماہ صیام اور جشن نزول قرآن کے بخیر و خوبی اختتام پر دنیا بھر کے مسلمان بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ دنیا کے ہر اس خطہ میں جہاں کہیں بھی مسلمان آباد ہیں وہ حسب توفیق نئے یا صاف ستھرے کپڑے پہن کر نماز عید ادا کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر مبارک باد دیتے ہیں۔ اس روز گھر میں میٹھے پکوان پکتے ہیں، چاند رات کو خواتین اور بچیاں مہندی لگاتی اور چوڑیاں پہنتی ہیں۔ ریڈ کے دن بچوں کو عیدی دی جاتی ہے اور کارڈ بھیجے جاتے ہیں۔ عید کی یہ زریں روایات صدیوں سے چلی آرہی ہیں اور ہر شخص چاہے وہ امیر ہو یا غریب، اپنی استطاعت کے مطابق خوشیوں کا اہتمام کرتا ہے کیونکہ عید بہرحال عید ہے چاہے عہد مغلیہ کی ہو جب شہزادے شہزادیاں محلات میں رقص وسرور کی محفلیں سجاتے تھے یا عہد حاضر کی ہو کہ ہر ایک مہنگائی کے ہاتھوں پریشان نظر آتا ہے۔

عید کے موقع پر خاص انداز میں گھر سجائیں

عیدالفطر ہمارا ایک مذہبی تہوار ہے جسے دنیا میں بسنے والے تمام مسلمان اپنے روایتی جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ ماہ رمضان کے روزوں کے بعد یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے انعام کا دن ہے اس دن کے لیے جس طرح ہم اپنا لباس، میک اپ اور دیگر اشیاء پر توجہ دیتے ہیں اسی طرح ہمارا گھر بھی اس اہم موقع پر ہماری بھرپور توجہ چاہتا ہے تاکہ عید کے دن جب مہمان گھر آئیں تو وہ گھر عید کے حوالے سے سجا سجایا اور خوب صورت دکھائی دے۔

گھر وہ جگہ ہے جہاں پر ہم رہتے ہیں، ہم کہیں پر بھی جائیں لوٹ کر آتے ہیں تو گھر میں جو سکون ملتا ہے وہ کہیں نہیں ملتا۔ عید کے دن کے لیے بھی گھر کی سجاوٹ ایسی ہونی چاہیے کہ نہ صرف دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں بلکہ آپ کو اور آنے والوں کو آرام وسکون کا احساس ہو۔ کسی بھی گھر کی اندرونی سجاوٹ اس گھر کی خاتون خانہ کی شخصیت کی عکاسی کے ساتھ ان کی جمالیاتی حس اور ان کے کلچرڈ ذہن کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ ڈیزائنرز کی ایک ہی رائے ہے کہ گیسٹ روم کے لیے قدرے نیوٹرل ڈیکور کا انتخاب کرنا ہی بہتر رہتا ہے کیوں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ ایک دوسرے سے میل ملاقات کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں مہمان یہ محسوس کریں کہ انہیں خوش آمدید کہا گیا ہے اور وہ خود کو اپنے گھر ہی میں محسوس کریں۔

فرنیچر کے بغیر کوئی بھی کمرا نامکمل ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر کوئی دوسرے کی تکمیل کرتا ہو۔ کین (بید) اور بمبو (بانس) کا فرنیچر آج کل "ان" ہے۔ یہ ناصرف سستا ہوتا ہے بلکہ فیشن کے لحاظ سے بھی پیش پیش سمجھا جاتا ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ بعد میں کسی بھی وقت اسے رد کیا جاسکتا ہے۔ ڈرائنگ روم کی یا فیملی سیٹنگ کی آرائش ایسی ہونی چاہیے کہ گھر والے آرام سے ٹی وی دیکھ سکیں اور مخصوص مہمانوں کی آمد پر خلل نہ پڑے اس جگہ اگر آپ رسالوں کے ریک اور چند کرسیوں کو بھی لگادیں تو خواتین دن بھر کام کاج کے بعد کچھ دیر کے لیے سکون محسوس کریں گی۔ ڈرائنگ روم کی ترتیب میں ایک بڑا گروپ یا مختلف گروپوں میں بیٹھنے کی گنجائش رکھیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب کمرا بڑا ہو۔ ہوا کی آمدورفت کے لیے دروازے

کھڑکیاں کھلنے کی جگہ رہنا بھی ضروری ہے۔
ترتیب ایسی رکھیں کہ سب لوگ آسانی سے گفتگو سن اور ایک دوسرے کو دیکھ سکیں' سینٹرل ٹیبل اور چھوٹے ٹیبل صوفے کے قریب ہونا ضروری ہے جس پر فلاور واز موجود ہو۔ سجاوٹی اشیاء کے لیے چھوٹا سا ریک رکھیے' یہ بات بہت ضروری ہے کہ آپ اپنے ڈرائنگ روم کو خاص طور سے اہمیت دیں اور عید کے موقع پر اسے ایک ایسی جگہ کی شکل دیں جہاں کا فرنیچر اور اس کی ترتیب آرام دہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے ذوق اور نفاست کی بھی عکاسی کرتی ہو۔ ڈرائنگ روم ہی تو وہ جگہ ہے جہاں آپ اپنے مہمانوں کی تواضع کرتی ہیں اس لیے اس کو ایسا بنانا چاہیے جس سے یہ دوسروں کے لیے زیادہ پرکشش ہو اور یہاں بیٹھ کرنا صرف یہ کہ آرام محسوس کرسکیں بلکہ ان میں ایک خوشگوار تاثر بھی ابھرے۔
بعض اوقات خواتین آرائشی اشیاء اور فرنیچر کے امتزاج کو بے جوڑ بنادیتی ہیں' ہم آہنگی اور تناسب کا خیال نہیں رکھتیں اور فرنیچر کے ساتھ ایسی آرائشی چیزیں رکھ دیتی ہیں جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ قدیم' جدید آمیزش بڑے بھونڈے اور بھدے طریقے سے کی جاتی ہے اور دیکھنے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہوتا' تاہم مناسب یہ ہوگا کہ کم از کم ہر کمرے میں ایک ہی جیسی ایسی اشیاء رکھی جائیں جن کے درمیان آپس میں ہم آہنگی دیکھنے والوں کی آنکھوں کو سکون اور طمانیت بخشے' اس سے خاتون خانہ کے ذوق سلیم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔
گھر کی سجاوٹ میں خوب صورت اور رنگ برنگی تصویریں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ایک اچھی تصویر خریدنے والے کے ذوق کو ظاہر کرتی ہے۔ خوب صورت تصویروں سے گھر کی رونق بڑھتی ہے لیکن کون سی تصویر کس جگہ لگائی جائے اور کس رنگ کی تصویر کس رنگ کے ساتھ لگائی جائے یہ سمجھنا بھی ایک فن ہے۔ سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ آپ کو تصویر کہاں لگانی ہے؟ وہ کمرا آپ کا بیڈ روم ہو یا ڈرائنگ روم' لونگ روم ہے یا ڈائننگ روم اسی تناظر سے دیکھا جائے گا کہ تصویر بڑی ہو یا چھوٹی! دوسری اہم بات یہ کہ کمرے کی دیواریں کس رنگ کی ہیں؟ کیوں کہ تصویر رنگ سے ہم آہنگ ہوگی تب ہی اس کی خوب صورتی میں اضافہ ہوگا۔
تصویروں کو دیواروں کے حساب سے فاصلے سے خوب صورتی سے لگائیے اور پھر اپنے گھر کے ان گوشوں کی رونق دیکھیے کہ دیکھنے والے بھی واہ واہ کر اٹھیں گے اور عید کی خوشیاں دوبالا ہوجائیں گی۔
عید کے لیے گھر کی سجاوٹ کا کام خاص طور سے عورتوں کو ہی انجام دینا پڑتا ہے کیونکہ گھر کے پورے نظام میں عورت کو ہی بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ عورت ہی تو ہے جو گھر کی خوب صورتی میں اضافہ کرتی ہے۔ پھولوں سے کمروں کی آرائش کرتی ہے اور گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے۔ یہ عورت ہی تو ہے جو ڈائننگ ٹیبل پر اپنے افراد خانہ کے لیے کھانا لگاتے وقت سارے کمرے کو انواع واقسام کے لذیز کھانوں کی خوشبوؤں سے بھر دیتی ہے لہٰذا عید ایک ایسا ہی تہوار ہے جس میں عورت کی کاری گری دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ سجاوٹی اشیاء سے گھر والوں کی شخصیت اور ذوق کی عکاسی ہوتی ہے بلاشبہ سجاوٹی چیزیں خوب صورت ہوتی ہیں مگر دوسری اشیاء کی موجودگی میں ان کی خوب صورتی کے عنصر کا ظاہر ہونا سب سے اہم ہے جب درجنوں چھوٹی بڑی اشیاء کسی ایک جگہ یا کمرے میں جمع کردی جائیں تو ان کا اپنا اثر ختم ہوجاتا ہے۔ سجاوٹ کی چیزیں اس مقصد سے خریدیں کہ ان سے کمرے میں موجود فرنیچر' پردوں' قالین وغیرہ میں جو کمی ہے وہ پوری ہوسکے یہ بات یاد رکھیں کہ سجاوٹ کی چیز کو خوب صورت ہونا چاہیے۔ کسی بھی چیز کی خوب صورتی کو پرکھنے کے لیے اس کی شکل' سائز' رنگ وغیرہ پر غور کرنا اور دیکھنا چاہیے۔
خوشی کا کوئی بھی موقع اور دن ہو پھول بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ گھر کی سجاوٹ اور زیبائش میں پھولوں کا زیادہ حصہ نہ ہونے کے باوجود پھول گھر کی سجاوٹ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں' پہلے زمانے میں جو لوگ بہت آزاد خیال اور جدت پسند تھے' وہ زیادہ سے زیادہ ایک گلدان میں کسی ترتیب اور کسی اصول کا خیال کیے بغیر رنگ برنگے پھول سجادیتے تھے۔ لوگ پھولوں کو بڑے ذوق وشوق سے اپنے گھروں میں سجاتے ہیں۔ عید کے پرمسرت موقع پر آپ بھی پھولوں سے گھر کی آرائش میں نئی تازگی پیدا کریں۔ پھول کسی بھی کمرے کی آرائش میں اہمیت رکھتے ہیں' انہیں اگر سلیقے سے سجایا جائے تو کمرے کے حسن میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور اگر بدسلیقگی سے پھول دان میں ٹھونس دیا جائے تو دیکھنے والوں کی طبع پر گراں گزرتے ہیں۔ اسی لیے پھولوں کو سجانے میں چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ لوگ آپ کی خوش ذوقی کے قائل ہوجائیں۔ پھولوں اور ان کے رنگوں کا انتخاب کرتے وقت کمرے کی دیواروں' صوفے اور قالین کے رنگ دھیان میں رکھیں۔ پھولوں کی آرائش سے گھر جنت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔

حنا کے رنگ......آنچل کے سنگ

Ayesha Parvez Siddiqui

Aliya Touseef

Rukhsar Rasheed Kashmiri

Noorey Nayab ShAh

Hooriya Shah

Saba Fahad Ch

Haleema Sadia

Eman Fatima
Nayyab Ali
Amara Shafiq
Hooriya Ch
Muskaan Ahzem
Azka Marium

Malaika Khan

Arshiya Hashmi

Soham Hania

Haniya Malik

Mahwish Yousaf

Hooriya Shah

Haya Memon

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Mahwish Yousaf
بالہ نور
Shabina Gul
Zobia Akram
Fareeha Ch
Fareeha Ch
Fatima A M Khan